

# قرآنی شعور انقلاب

ان:  
امام انقلاب حضرت مولانا عبد اللہ سندھی رحمہ اللہ

—: جمع و ترتیب: —

شیخ بشیر احمد لدھیانوی و غازی خدا بخش رحمہما

نظر ثانی و تحقیق مراجع

حضرت مولانا مفتی عبد الغنی قاسمی مدظلہ

32- میٹلین پڑوڈ- ایچ کے بی بی سنٹر  
مکی دارالکتاب  
چوک اے جی آفس- لاہور

فونٹ: 7239138

## جملہ حقوق محفوظ ہیں

قرآنی شعور انقلاب	:	نام کتاب
مولانا عبید اللہ سندھی	:	مصنف
شیخ بشیر احمد و غازی خدا بخش	:	جمع و ترتیب
مفتی عبدالغنی قاسمی صاحب مدظلہ	:	تحقیق و مراجع
مارچ 1999ء	:	اشاعت سوم
قدرت اللہ پرنٹنگ پریس، لاہور	:	مطبع
محمد عباس شاد	:	اہتمام
محبوب الرحمن انور	:	ناشر
کی دارالکتب لاہور Ph.7241778	:	برائے
250/=	:	قیمت

## اجمالی فہرست

51	قرآنی اساس انقلاب	○ سورة فاتحه
105	قرآنی اصول انقلاب	○ سورة عصر
133	تفسیر سورة جمعہ	○ سورة جمعہ
161	قرآنی حزب انقلاب	○ سورة مجادلہ
181	قرآنی اقدام انقلاب	○ سورة حشر
227	قرآنی قانون انقلاب	○ سورة ممتحنہ
249	تفسیر سورة منافقون	○ سورة منافقون
259	قرآنی فکر انقلاب	○ سورة اخلاص
"	" " "	○ سورة الفلق
"	" " "	○ سورة الناس
289	قرآنی دستور انقلاب	○ سورة مدثر
"	" " "	○ سورة مزمل
405	قرآنی جنگ انقلاب	○ سورة محمد
485	تفسیر سورة الصف	○ سورة صف
511	قرآنی عنوان انقلاب	○ سورة فتح



# فہرست مضامین قرآنی شعور انقلاب

## قرآنی اساس انقلاب

64	اچھی اور بری چیزیں	29	نقش اول
66	حمد الہی کے چار گوشے	31	کلمات طیبات
67	رب العالمین کے معانی	33	حرف خیال
68	رب الاقوام	39	مقدمہ
71	نظام ربوبیت	53	دیباچہ
73	کائناتوں کا خالق	54	تمہید
76	رحمان اور رحیم	54	زمانہ نزول
77	رحمت کی وسعت	54	مضمون
77	نظام عدل کی ضرورت	55	نبی کریم ﷺ کی نبوت کے دو درجے
79	انسانیت ذمہ داری کا نام ہے		
80	عمل اور اس کا نتیجہ	55	قوی درجہ
81	یوم الدین کی ضرورت	56	بین الاقوامی درجہ
84	یوم الدین پر ایمان کا فائدہ	57	خیریت عالمی تحریک ہے
86	عبادت کیا ہے؟	58	دینی اور سیاسی تحریک میں فرق
86	اخبات الی اللہ	58	دین کو سیاست کی ضرورت
88	غیر انقلابی کبھی مدد نہیں دیں گے	61	تفسیر سورہ فاتحہ
		61	تشریح الفاظ
88	توحید اور حریت	62	بہترین نظام

96	طلب ہدایت کی ضرورت	90	دعا کی حقیقت
	صراط مستقیم تاریخ کی روشنی	91	دعا کی پہلی اساس
97	میں	91	دعا کے لئے دو ضرورتیں
97	منعم الیہ سوسائٹی	92	اجتماع مبعوش الی اللہ ہوتا ہے
98	ترقی کن سوسائٹی کے چار	93	دینی اور لادینی جماعتیں
	اجزاء	93	دعا کی دوسری اساس
100	مغضوب علیہم کون ہیں	94	سورہ فاتحہ کی دعا کا مطلب
102	ضالین کون ہیں	94	دعا کا فائدہ
103	قرآن کا مقصد	94	صراط مستقیم
103	بین الاقوامی دعا	95	صراط مستقیم عقل کی روشنی
104	صلوۃ کیا ہے؟		میں
		96	اس دعا کا اجتماعی پہلو

## قرآنی اصول انقلاب

123	107	الحق کیا ہے	پیش لفظ
124	112	پارٹی کی ضرورت	تفسیر سورہ عصر
124	113	پروپیگنڈے کی ضرورت	تمہید
126	114	تاریخ کی شہادت	قسم کی حقیقت
126	117	صبر کیا ہے	انقلاب کے عملی اصول
126	118	کفر کیا ہے	نظریہ اور ایمان
128	119	مسادات	فلسفہ ولی اللہی کی بنیاد
128	120	تاریخ کی شہادت	تاریخ کی شہادت
128	120	انقلابی جماعت اور منافقین	عمل صالح کیا ہے
129	120	سورہ کا خلاصہ	عمل کی صالمت کا مدار
130	121	انقلاب	ایمان اور عمل صالح کا تعلق
	123		تاریخ کی شہادت

## فہرست مضامین سورہ الجمعہ

147	135	تفسیر سورہ الجمعہ
148	135	سورہ الصف کے ساتھ ربط
148	136	قومی انقلاب سے قرآنی تحریک
149		کوفائدہ
149	136	مضبوط مرکز کا نقصان
	136	صحیح طریق عمل
150	137	بین الاقوامی مرکز
152	137	کیا خدا محتاج ہے؟
152	137	اللہ تعالیٰ کی صفات اربعہ
	138	ان صفات کے بیان کی غرض
153	139	حکمت کیا ہے؟
154	141	نبی امیوں میں سے کیوں لیا گیا؟
	142	الملک کا اثر حیات انسانی پر
155	143	توحید اور عدل
156	144	خدا کی قدوسیت کا اثر
156	144	تزکیہ کیا ہے؟
157	144	ذمہ داری کا مطلب
157	144	العزیز کا اثر
158	145	تاسق سور اور ربط آیات کی
158		ضرورت
	146	حکمت قانون کی روح کا نام ہے



## قرآنی حزب انقلاب

170	ایک غلط رسم کی اصلاح	163	حرف اول
171	منافقین کی شکست	164	عرض مرتب
172	مسلم خفیہ جماعت	165	مقدمہ
173	حزب الشیطان کے اصول	165	خلافت باطنیہ
174	حزب اللہ کے بنیادی اصول	165	حزب اللہ کی ضرورت
174	حزب اللہ کا فائدہ	166	ایک اسلوب نزول
175	خفیہ تنظیم	166	ترتیب نزول و کتابت
178	منافقین اور یہود سے سلوک	167	اسلوب قرآن
179	منافقین اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے	168	واقعہ ظہار اور قیام حزب اللہ
179	شکست کی مکرر پیش گوئی	170	میں ربط
			تفسیر سورہ الجادلہ

# قرآنی اقدام انقلاب

194	183	حرف اول
194	184	غزوہ بنی النضیر
195	186	موضوع
196	186	حزب کا سیاسی ارتقاء
196	186	حزب اللہ کی تاسیس مکہ معظمہ
		رسول اللہ ﷺ کا حصہ -
		آپ ﷺ کے بعد کس کا
196	187	حزب اللہ مدینہ منورہ میں
197	187	مناقضین سے مقابلہ
	188	کیا اسلامی جنگ مدافعت ہے؟
198	188	اسلام اور جنگ
	189	تفسیر سورہ الحشر
199	189	سورہ مجادلہ کے ساتھ ربط
	190	یہود کی شکست اور اپنے
199		ہاتھوں تخریب
	190	مسلمانوں کے لئے عبرت
200	191	یہود کی جلاوطنی
201	192	دنیاوی عذاب
	192	جلاوطنی کیوں
201	192	میدان جنگ میں صحیح فیصلہ
	193	الحشر کا اصل موضوع
	194	فنے کی تعریف

- 210 حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا 202 مہدین اور انقلاب  
 210 دانشندانہ فیصلہ مہاجرین کا حصہ فی میں  
 211 پتائی کے لئے روپے کی 202 فضل اور رضوان  
 211 ضرورت نصرت  
 212 مساکین کے لئے روپے کی 203 دارالاسلام مدینہ منورہ  
 212 ضرورت محبت مہاجرین کا نتیجہ  
 212 ابن السیل سے کیا مراد ہے؟ 203 سرمایہ پرستی سے نفرت  
 213 اسلام اور سرمایہ داری 204 انصار اور مہاجرین کا درجہ  
 213 عادلانہ تقسیم 204 انصار و مہاجرین کے لئے  
 اراضی فی اور حقوق 204 استغفار کا مطلب  
 214 کاشکاری انقلاب کے اجزاء خلاصہ  
 215 زمین پر ملکیتوں کا حق مسلم 205 انقلاب میں دھوکہ کیا ہے؟  
 215 خراج کا مصرف 206 مال فی کی تقسیم کا سبب  
 215 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دانشندانہ 206 قرآن کے خلاف بین الاقوامی  
 مجاز فیصلہ  
 216 درس و اعتبار 207 منافق کون ہے؟  
 216 حضرت امام شافعی کی رائے 207 دوپہین گونیاں  
 216 آئمہ احناف کی رائے اور شاہ 207 مضبوط مسلح جماعت کی ضرورت  
 ولی اللہ ہے  
 217 کیا اکراہ فی الدین جائز نہیں؟ 208 انقلاب اور جمود کا فرق  
 218 فلسفہ ولی اللہ اور انقلاب 208 یہود کا ایک عیب  
 218 ذوی القربی کی صحیح تفسیر 209 یہود کے متعلق ایک پشین گوئی  
 218 انقلاب اور اسلام کا لزوم 210 منافقین کی تمثیل

- 223 219 حزب اللہ کی زندگی کی دوسری کامیابی کا مالک صرف خدا ہے
- 223 منزل قرآنی انقلاب کائنات کے لئے
- 219 بین الاقوامی سرداری رحمت ہے
- 220 اللہ کو بھولنے کا نتیجہ حاکمیت اعلیٰ صرف خدا کی ہے
- 220 اللہ کی یاد کا فائدہ قرآنی تحریک ہمیشہ کامیاب
- 221 بزدلی کس طرح پیدا ہوتی ہے؟ رہے گی
- 221 فاسق اور کافر میں فرق قرآنی انقلاب کے نتائج
- 221 مسلسل کام کرنے والے ان کا نفع صرف خدا ہے
- 226 اصحاب جنت ہیں کیا کوئی نیامی آئے گا؟
- 222 قرآنی انقلاب کی راہ میں دو نئے نظام کی خوبیاں
- 226 پہاڑ

## قرآنی قانون انقلاب

238	دشمن کا آدمی مسلم کیپ میں	حرف اول
240	کافر خاوندوں کا مہر واپس	تفسیر سورہ الممتحنہ
230	کردیں	موضوع سورت
240	اپنی بیویوں کا مہر واپس لے لو	سورہ الحشر کے ساتھ ربط
241	اگر کافر مراد نہ کریں	فصل اول
242	احسان کا طریق	ایک واقعہ
242	بیعت کا مطلب	دشمن طاقت
242	سیاست اور بیعت	دشمن کون ہے؟
243	حکومت کس طرح قائم ہو جاتی ہے؟	لڑائی قائم ہو جانے کے بعد
243	بیعت کی مدت	حزب اللہ کا فرض
243	(۱) انکار شرک	سبیل اللہ کیا ہے؟
244	(۲) مالی حقوق کی حفاظت	جماد کیا ہے؟
244	(۳) حفاظت عزت	جماد کی غرض و غایت
244	(۴) اولاد کا قتل نہ کرنا	قانون کی روح
244	(۵) نیوگ کا انکار	حزب اللہ کے قانون کی مخالفت
245	معروف کے معنی	کا مطلب
246	زندگی پر مایوسی کا اثر نہ ہونے	مخالفین کا مقصد
236	دو	حضرت ابراہیم کی مثال
246	آخرت اور زندگی کا ملازم	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی
247	مایوسین کی محبت کے نقصانات	ایک دعا
247	والاخرہ خیر لک من الاولی کی	کیا دوستی کا امکان ختم ہو گیا؟
238	تفسیر	دوستی کیا جائز ہے؟
238		دشمن کا دوست
238		فصل دوم

## سورہ المنافقون۔

256	251	تفسیر سورہ منافقون
	251	منافق کون ہے
256	252	نفاق کا انجام کفر ہے
257	252	منافق کا اخراج مصلحت
257	253	منافق کی سزا موت
	253	قتل کی شرط
257	253	دوسری سزا
	253	ڈپلن کمیٹی
258	254	اس سورہ کا موضوع
	255	جملہ معترضہ

## قرانی فکر انقلاب

274 عمل افلاق اور اس کی ہمہ	261 اسلام	
262 گیری	262 دیباچہ	
274 264 پہلا اثر	264 تمہید	
274 266 دوسرا اثر	قرآن کا مرکزی فکر	
275 266 تیسرا اثر	اعلان بیزاری	
276 267 چوتھا اثر	جنگ	
276 267 نتیجہ	(۱) مخالفین کی سیاسی شکست	
277 267 سورہ الناس	(ب) مخالفین کی اقتصادی شکست	
277 267 توحید کا پھیلاؤ نوع انسانی میں	(ج) مخالفین کی فکری شکست	
278 267 (۱) دائرہ ربوبیت	(۱) سورہ اخلاص	
278 267 (۲) دائرہ ملوکیت	(۲) سورہ الفلق	
280 268 (۳) دائرہ الوہیت	(۳) سورہ الناس	
282 269 دوسرے کی حقیقت	تفسیر سورۃ الاخلاص	
282 269 انسانی جماعتیں	ثبوت کارد	
283 270 انسان کے سوا دوسری طاقتیں	شفاعت کے غلط پہلو کارد	
283 270 دوسواں کیا ہے	۱۔ نیست کارد	
284 270 باطل افکار کا نتیجہ	بت پرستی کارد	
285 272 انسانیت کی بربادی	سورہ الفلق	
285 272 فکری غلبہ	توحید کا پھیلاؤ کائنات میں	
286 272 سورہ فاتحہ کے ساتھ ربط	سورت کی تمثیلی شرح	
273	دفع مضرت کی ضرورت	

## قرآنی دستور انقلاب

291	الاقوامی انقلاب میں مشابہت	مقدمہ
	تأمہ	جدوجہد عالمگیر حرکت ہے
	شان نزول کا بیان ضروری نہیں ہے	جدوجہد کی دو صورتیں
	شان نزول کے ساتھ آیات کی پابندی کا نقصان	ارتقاء
	تفسیر سورہ منزل	انقلاب
305	انقلاب ۱ انقلاب ۱	انقلاب کے تین اجزاء
305	رفقاء انقلاب کی تیاری	جہاد کی بجائے انقلاب کا لفظ
305	پیرایہ آغاز	کیوں استعمال کیا گیا ہے؟
305	ایک غلط فہمی کا ازالہ	قرآن حکیم کی تعلیمات انقلابی
306	لفظ منزل کے متعلق	ہیں
307	المنزل کی پہلی تشریح	قرآن کا انقلاب کسری و قیصر
307	الحاشر کے معنی	کے خلاف تھا
308	نبی کریم ﷺ زمیل رفقاء تیار کریں گے	موجودہ یورپ اور اس کے
309	جملہ معترضہ	تکوم ممالک کی حالت
309	انقلاب کے شروع میں رفقاء ہی تیار کئے جاتے ہیں	قرآن کا انقلاب مساکین کی
310	رفاقت کی پہلی منزل	تہظیم
311	رفاقت کی دوسری منزل	دنیاوی اور اخروی زندگی
		مسئلہ قیامت اور قرآن کے بین



- 318 حضرت محمد ﷺ کا تعلق اپنے جملہ معترضہ 311  
 318 رفقاء کے ساتھ تہجد کی نماز عوام کے لئے نہیں ہے 311  
 (۱) آپ ﷺ نبی ہیں 311  
 319 (۲) آپ ﷺ معلم شفیق ہیں 311  
 319 الحاشیہ کی تشریح فلسفہ ولی الہی 312  
 321 کے مطابق بے سمجھے پڑھنے سے روح 312  
 321 حشر میں ہمارے اعمال ہی انقلاب فنا ہو جاتی ہے 312  
 321 متشکل ہو کر پیش ہوں گے انقلاب کے لئے رفقاء کو سمجھنا 321  
 321 ہمارے اعمال و اخلاق ہی بخت و ضروری ہے 313  
 322 دوزخ پیدا کریں گے قول فقیل کے معنی 322  
 322 واقعات حشر کی مزید تشریح انقلاب کسری و قیصر کے خلاف 313  
 322 میزان کیا ہے؟ 314  
 322 حوض کوثر کیا ہے؟ 314  
 323 تنسیم کیا ہے؟ 314  
 323 حوض کوثر اور دیگر انبیاء کے 314  
 324 حوض عوام سے ربط - دن میں 314  
 325 اب انقلاب عمومی حضرت محمد 316  
 325 ﷺ کے اتباع ہی سے آسکتا اسم سے مراد تجلی الہی ہے 316  
 325 انسان کا تعلق تجلی الہی سے کیوں ہے 316  
 325 الزل کے دوسرے معنی امام 317  
 325 ائمہ انقلاب قرآن کا نظام نو 317  
 326 قوی اور بین الاقوامی انقلاب کام کرنے کے دواصول 317  
 326 کابار قرآن حکیم کی انقلابی تعلیم کی

- 335 326 باز پرس کیوں ہوگی؟ خصوصیت
- 335 326 افراد انسانی اور انسان کبیر کا کائنات کا ترقی یافتہ مادی حصہ
- 327 تعلق عالم مثال
- 337 327 صالحیت کا معیار مساکین کی قرآنی اصول انقلاب کے عملی
- خدمت ہے فائدے
- 338 327 انقلاب اور قیامت کبریٰ قرآن کے انقلابی نظریے کی
- 338 کھانے پینے کے نظام کی اہمیت ضرورت
- 338 329 فارغ البال ظالم لوگوں کی سزا انقلاب کی جولانگہ عرب کے
- 340 انقلاب کی منزل اول مشرق و مغرب میں
- 330 قومی انقلاب قرآن کا منشاء مصنوعی خداؤں
- 340 قومی انقلاب کی دعوت کا خاتمہ
- 340 331 نبی اکرم ﷺ کی دو حیثیتیں مخالفوں کی مخالفت پر صبر کرو
- 341 331 حضرت موسیٰ کی مثال تیاری سے پہلے اقدام مضر ہوتا
- 342 332 فرعون کی ملوکیت کا خاتمہ ہے
- 343 332 چھٹی صدی عیسوی کے فراعنہ سرمایہ پرستوں سے باز پرس
- 332 کسری و قیصر ملحد بین کسری و قیصر ہیں
- 344 332 انقلاب کے لئے تدبیر الہی کے سرمایہ پرستوں سے باز پرس ہوگی
- طریقے
- 345 332 کسری و قیصر اور ان کے تبع حضرت مسیح علیہ السلام کا ارشاد
- میں قریش کو انذار سرمایہ پرستوں کے بارے میں
- 345 333 اس پیشین گوئی کی تصدیق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا
- 346 انقلاب کا مطالعہ کرنے کی فرمان سرمایہ پرستوں کے
- ضرورت بارے میں

- قرآن تنبیہ کرتا ہے 347 تفسیر سورہ مدثر 359
- اب کون بچے گا؟ 347 بین الاقوامی انقلاب کے 359
- نظریہ زحمت 347 اصول
- انقلاب کی منزل دوم بین 349 سورہ منزل کے ساتھ ربط 359
- الاقوامی انقلاب 359 سورہ مدثر کا مضمون
- دوسرے رکوع کی تمہید 349 ”مدثر“ کے معنی 360
- قیام شب کا حکم دائمی نہ تھا 349 نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ 360
- ترمیم حکم کے دوسرے اسباب 350 کا ایک نکتہ
- : (۱) امراض (۲) سفر (۳) 362 اسلام کا جامع انقلاب
- قتال 362 انقلاب میں اشاعت کی
- ایک اہم نکتہ: قرآن کی تعلیم 351 ضرورت
- کے انقلابی ہونے کا ثبوت 363 انقلاب کا اصول اولین: انسانی
- عدم تشدد طبعی اصول نہیں 352 قانون سے بغاوت
- نبی کریم ﷺ کی مکی اور مدنی 352 قرآنی سیاست کی تشریح 364
- زندگی: ایک شیعہ کا ازالہ 364 نبی اکرم ﷺ کے لئے مشورہ
- نماز اور زکوٰۃ کا دائمی قانون 355 واجب تھا
- سرمایہ محدود کرنے کا قانون 356 حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا 364
- انفرادی اور اجتماعی مفادات کا 356 نظریہ
- ملازم 365 حضرت عمرؓ کا نظریہ
- بین الاقوامی کام زیادہ شاندار 356 خضوع یا اخبات الی اللہ 365
- کام ہے 366 اس جذبے کا نفسیاتی تجزیہ
- قیام ضبط کی ضرورت 357 لباس کی پاکیزگی 366
- خلافت الکلام 358 اس کا نتیجہ 366

- نفسیاتی نجاستوں سے اجتناب 366 خلاصہ 375
- اس کا نتیجہ 367 قرآن کے انذار کا نتیجہ 375
- انقلاب صالح کی دوسری مد 367 قیامت اور انقلاب 376
- باطنی پاکیزگی 367 بین الاقوامی پروگرام کے 378
- انقلاب صالح کی تیسری مد 368 مخالفین 378
- استغفار کا امتناع 368 سرمایہ پرستانہ ذہنیت کا تجزیہ 378
- انقلاب کا بنیادی اصول 369 سرمایہ پرستانہ ذہنیت کا انجام 380
- سرمایہ پرستانہ نظام کی بربادی 369 مخالفانہ جانچ پڑتال 380
- کے اسباب 369 مخالفانہ پروپیگنڈہ 381
- امام ولی اللہ دہلوی کے نظریات 369 اجتماع کا انجام 382
- (۱) ناحق مال بیورنا 370 جہنم کی حقیقت 382
- (۲) گراں بار نیکیں 370 ایک نفسیاتی نکتہ 383
- کسری و قیصر کی تباہی کی مثال 370 آگے بڑھنے کی دعوت 388
- ایرانیوں اور رومیوں کی 372 اجتماع غالب نہیں آسکتا 388
- عیاشی 372 انقلاب کی پہلی منزل ----- 388
- اٹھارویں صدی کی دلی کی 373 عرب پر قبضہ 388
- حالت 373 بین الاقوامی منزل 388
- نیکیوں کی بھرمار 373 مخالفین کو جنگ میں سزا ملے گی 389
- عوام کی حالت 373 نبی اکرم ﷺ کا اعلان 389
- انسانی معاشرے پر خطرناک اثر 374 انقلاب میں آگے بڑھو 390
- بیکاری کی مصیبت 374 پیچھے رہنے والے برباد کر دیئے 391
- انقلاب کے لئے استقامت کی 375 جائیں گے
- ضرورت انسان کے اعمال کس طرح

- 395 دوبارہ انذار 391 محفوظ رہتے ہیں۔
- 396 انقلاب کی تمثیل 391 امام ولی اللہ کا نظریہ
- 396 نراج پیدا نہیں ہونے دیا جائے 392 انقلاب کے پیشرو
- 393 گ 393 بین الاقوامی پروگرام کی تفصیل
- 397 انقلاب سوسائٹی کے اندر سے 393 ارتجاع کا نفسیاتی تجزیہ
- 398 قرآنی انقلاب کے تجربے کی 393 (۱) تعلق باللہ کی ضرورت
- 399 دعوت 394 (۲) مساکین کی تنظیم کی ضرورت
- 400 خلافت الکلام 395 بیکار مباحثے
- 401 نظر باز گشت: منزل اور مدثر کا تقابلی 395 (۳) اعمال کی ذمہ داری سے انکار

## قرآنی جنگ انقلاب

426	407	مناقضین کا اخراج	مقدمہ
427	418	حجازی انقلاب کی منزلیں	انقلاب انقلاب ۱۱۷
429		کافروں کی ناکامی	انقلاب ۱
429	419	کافروں سے مصالحت کی ایک	سورہ قاتل یا سورہ محمد ﷺ
	419	یہ صورت	قرآنی انقلاب اور جنگ
430	419	ایمان ڈار کون ہیں؟	نام
430	419	نبی کریم ﷺ کی دو حیثیتیں	پہلی سورۃ سے ربط
431	419	لغزشوں کی معافی	اگلی سورۃ کے ساتھ ربط
432	420	کامیابی کی گارنٹی	اجتماعی تحریک کی دو قسمیں
434	420	رجعت پسندوں کا خاتمہ کرو	(الف) ارتقائی تحریکیں
434	420	رجعت پسندوں کی تنظیم توڑ دو	(ب) انقلابی تحریکیں
435	421	قیدیوں کے متعلق احکام	اشغای جنگ
435	421	کیا اسلام میں غلامی نہیں ہے؟	قرآن کا فکر
436	422	قیدیوں کی رہائی کی شکلیں	کافر کون ہے؟
437	423	کن قیدیوں کو رہا کیا جائے؟	کافروں سے لڑنا کیوں ضروری
438		قید کے طریق	ہے؟
438	423	جد اگانہ قید خانے	اسلام اور جنگ
439	424	خاندانوں کے اندر قید	یورپ کا فریب
440	424	کافروں کے لئے غلامی ایک	رجعت پسندوں کا ایک فریب
	425	رحمت ہے	دوسرا فریب
440	425	غلامی کے مکروں کی غلطی	نمونے کی جماعت

- 466 442 منافقین کو کوئی ذمہ دار پوزیشن نہیں دی جاسکتی  
467 444 منافقین کی غلط ذہنیت  
468 444 انقلاب اور جماد  
469 445 نماز، روزہ اور قتال  
472 445 منافقین اور کفار کا سمجھوتہ  
473 447 صوفیاء کا فریضہ  
475 447 منافقوں کا اخراج  
476 449 مومنوں سے خطاب  
476 451 نبی اکرم ﷺ کی پیروی کے  
456 456 معنی  
477 457 کفار کا انجام  
477 458 پائیداری کی ضرورت  
478 458 مال خرچ کرنے کی ضرورت  
480 460 نبی اکرم ﷺ کی جماعت اور  
460 460 اللہ کی راہ میں خرچ  
480 461 موجودہ دور کی ضرورت اور  
463 463 امام ولی اللہ دہلوی  
481 463 حواشی  
484 464  
465 465
- شہید کی محنت ضائع نہیں جاسکتی  
جنت کا تصور مادی زندگی میں  
کامیابی کی شرط  
پائیداری کی شکل  
منافقین کی ناکامی  
ناکامی کی تاریخی شہادتیں  
جنگ کا انجام  
کافرو مومن کا تقابل  
منافقین انقلاب کو تنبیہ  
بہشت کا تصور قوی نقطہ نگاہ سے  
منافقین انقلاب کی حالت  
منافقین  
مومنین کی حالت  
تقویٰ کیا ہے؟ شیخ عبدالقادر  
جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف  
الساعة سے کیا مراد ہے؟  
اس انقلاب کی غرض  
منافقوں کی حالت  
مومنین اور قتال  
منافقین اور جنگ  
قول معروف کیا ہے؟

## فہرست مضامین سورہ الصف

495	487	تفسیر سورہ الصف
495	487	سورہ ممتحنہ کے ساتھ ربط
495	487	وزارت حربیہ کا کام
496	487	سورہ الصف کا مضمون
496	488	قرآن کا نظام قائم کرنے کا حکم
497		کیوں دیا گیا ہے؟
497	488	جبری خدمت
497	489	ہمارے علماء کی غلطی
497	489	برطانیہ کی سب سے بڑی
499		قباحت
499	490	انقلاب اور حریت
499	490	بنیان مرصوص کا مطلب
500	491	بنیان مرصوص کی حقیقت
501	491	عورتیں اور فوجی خدمت
501	492	مذہلین اور مرتدین کے
		استیصال کی ضرورت
502	492	مسلمان اور فوجی خدمت
	492	فوجی خدمت کی وسعت
502	493	انقلاب اور ڈپلومیسی
503	494	جہاد سے انکار کا انجام
503	494	مسلمانوں کے لئے درس عبرت



507	503	حضرت مسیح کا نمونہ	حر سے کیا مراد ہے
508	504	بین الاقوامی مرکز	ارتجاعی جماعتیں
508	505	ایک قوم میں مرکز ہدایت	بین الاقوامی غلبے کا پروگرام
508	506	مرکزی فوجی طاقت کا نقصان	عذاب الیم کیا ہے؟
509	506	دور جمہوریت میں نشر قرآن کا طریق	عذاب الیم سے بچنے کے لئے
			پسلا کام
510	506	اسوہ مسیحی کی کامیابی	دوسرا کام
510	507	اسوہ محمدی ﷺ کی کامیابی	کام کا نتیجہ
	507		تعلق باللہ کی اصلاح

## قرآنی عنوان انقلاب

531	جماعت میں جذبہ انتقام	513	مقدمہ
532	جماعتی غلطیوں کی ذمہ داری	513	ضبط کی ضرورت
532	لیڈر پر	513	اسلامی جماعت میں ضبط
532	صلح میں ایک پوشیدہ حکمت	513	اس ضبط کا مقصد
532	صلح کا جواز	513	انقلاب کی طبعی رفتار
533	پچھلی غلطیوں کا ازالہ	514	صلح حدیبیہ کا مقام تاریخ اسلام
534	اگلی غلطیوں کا ازالہ		میں
534	انسان کی ارتقائی زندگی اور	516	امام ولی اللہ کا فکر
	انتقام	518	سورہ فتح کا قیمتی سبق
535	"اتمام نعت" سے کیا مراد	519	موت قبول کرنے کی منزل
	519 ہے؟	519	قرآن اجماعی جنگ کا قائل ہے
536	سیدھی راہ	521	قوی انقلاب
538	صحابہ کا ایمان	521	تمہید
539	انسانیت کی خدمت	521	سورہ فتح کا مرکزی واقعہ
540	اس خدمت کا مقصد	525	صلح کا نتیجہ اور اثر
540	غلطی کی معافی کیوں؟	526	انقلاب کیا ہے؟
541	تھوڑے منافقین	526	مسلمانوں کی مضبوط پوزیشن
542	رجعت پسند: مشرکین	527	جنگوں کا نقصان
543	مشرکین کی تحلیل نفسی	527	صلح کا فائدہ
545	قرآنی سیاست کے بنیادی	527	نبی اکرم ﷺ کی دو حیثیتیں
	اصول	530	معلم منتظم نہیں ہو سکتا

562	انٹرنیشنل طاقت کا وعدہ	545	اجماعی جنگ	562
562	نبی اکرم ﷺ بطور معلم و نذیر	546	ابو بکر حصاص کا قول	562
565	خدا کی محبت کے معنی	546	دنیا اور آخرت کی زندگی کا	565
	خدا کی طرف سے الزام	547	تسلل	
566	معاشی مسئلے کی اہمیت امام ولی	547	غلامی کا عذاب	566
567	اللہ کے نزدیک		صلح حدیبیہ میں ایک بھید	567
567	معاشی مسئلے کے بعد	547	موت سے مصافحہ	567
568	حجازی انقلابوں کی افضلیت	548	قومی حکومت	568
568	بیعت رضوان کی حقیقت	550	اللہ کا اظہار خوشنودی	568
569	عہد شکنی کی سزا	551	محض جوش کافی نہیں	569
569	ارتجاعی ذہنیت	552	خیبر کی فتح کا وعدہ	569
	منافقین	552	روم اور ایران کی فتوحات کا	570
	توفیق باندازہ ہمت	553	وعدہ	
571	منافقین کی نفسی تحلیل	553	اس سفر میں جنگ نہ ہونے کی	571
	حجاز کو پاک کیا جائے	555	وجہ	
572	زمین پر اللہ کی بادشاہی	555	جنگ مقصود اصلی نہیں	572
572	اخلاقی فتح کے نتیجے	556	حکمت قرآنی کا ایک نکتہ	572
574	خیبر کا مال غنیمت	557	اللہ کی رحمت میں داخل ہونے	574
	خیبر کی فتح کا بھید	557	والی جماعتیں	
575	کل قومی انقلاب کی تیاری	558	لڑائی کیوں رکی؟	575
577	آنے والا امتحان	558	قرآنی انقلاب کا نصب العین	577
577	قیصر و کسری سے مقابلہ ہو گا	558	نبی اکرم ﷺ کا خواب	577
577	امام دلی اللہ کے خیالات	559	مکہ میں خفیہ مسلم سوسائٹیاں	577

593	مناقضین کی ذہنی حالت	578	قرآن کا مقصد
593	مناقضین کی حقیقت	578	امام ولی اللہ کے خیالات
594	مناقضین کو قتل نہ کیا جائے	580	نبی اکرم ﷺ کی اجتماعی حیثیت
595	مناقضت روکنے کی انسانی تدبیر		
595	مناقضین کا طریقہ کار	581	مشورہ کرنا آنحضرت ﷺ کے لئے ضروری تھا
596	انقلاب کی ملی امداد سے دست کشی		
		583	مشاورت کی اہمیت
596	انقلابیوں کے اخراج کی سازش	584	”صحابی“ سے کون مراد ہیں؟
597	ایک پیشین گوئی	585	نبی کریم ﷺ کے ساتھی
597	نفق کا انسداد		اشداء علی الکفار ہیں
598	قرآن کے علوم کے حصول کو مقدم کرو	585	دو رحماء یتیم بھی ہیں
598	مل خرچ کرنے کی ضرورت ہو تو تاخیر نہ کرو	586	فائدہ
599	ایک استثناء	586	رکوع کیا ہے؟
		586	سجدہ کیا ہے؟
		587	فضل کیا ہے؟
		588	رضوان سے کیا مراد ہے؟
		588	نبی اکرم ﷺ کی جماعت کی خوبی
		589	تورات اور انجیل میں اس جماعت کا ذکر
		591	یہ نمونے کی جماعت
		591	سورہ فتح کا خلاصہ
		591	سورہ حجرات کے ساتھ ربط

## نقش اول

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے تفسیری افادات ”انقلاب سیرۃ مجموعہ“، ”قرآنی شعور انقلاب“ جس میں ① دستور انقلاب ② فکر انقلاب ③ اصول انقلاب ④ عنوان انقلاب ⑤ حزب انقلاب ⑥ اقدام انقلاب ⑦ اساس انقلاب ⑧ جنگ انقلاب ⑨ قانون انقلاب کے علاوہ سورۃ جمعہ، سورۃ منافقون، اور سورۃ الصف کی تفاسیر بھی شامل ہیں جو اس سے قبل ہفت روزہ ”خدا مالدین“ میں بھی قسط وار چھپ چکی ہیں۔

”قرآنی شعور انقلاب“ کے پہلے ایڈیشن میں سورۃ منافقون کی تفسیر نامکمل تھی اس ایڈیشن میں سورۃ منافقون کی تفسیر مکمل ہے اسی طرح شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن سے چھپنے والا رسالہ ”اقدام انقلاب“ تفسیر سورۃ حشر کی چند آخری سطور بھی پہلے ایڈیشن میں نہیں چھپیں تھیں اس بار وہ بھی ہمیں دستیاب ہو گئیں اور اس ایڈیشن میں اس کی کو پورا کر دیا گیا ہے۔

آخری تین سورتوں اور اقدام انقلاب کی آخری چند سطور کی دستیابی پر ادارہ حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب مدظلہ کا مشکور ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی مدظلہ بھی ہمارے شکریے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کتاب پر نظر ثانی اور تحقیق مراجع فرما کر اس کی افادیت کو دو چند کیا۔ آخر میں ڈاکٹر سعید الرحمن صاحب مدظلہ جیڑمین شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کے بھی ہم تہ دل سے ممنون ہیں کہ انہوں نے فاؤنڈیشن سے چھپنے والے تفسیری کتابچے اس مجموعہ میں شامل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کے شروع میں حرف خیال لکھا اور اس مجموعہ کا نام ”قرآنی شعور انقلاب“ تجویز فرمایا۔

محمد عباس شاد

نومبر ۱۹۹۷ء

## نقش ثانی

گزشتہ کئی برسوں سے سامراج نے ولی الہی فکر اور اس کے مفکرین و سکالرز کو مسلمانوں کے ذہنوں سے محو کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ مگر وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہا خصوصاً پاکستان میں تو نام نہاد اسلام پسندوں نے نوجوان نسل کو اس فکر سے بے بہرہ رکھنے میں اپنی آخری کوشش کو بھی صرف کر ڈالا۔ مگر الحمد للہ اب پاکستان کا نوجوان گزشتہ پچاس سالہ فکری غفلت سے بیدار ہو رہا ہے اس کا واضح ثبوت ولی الہی فکر کے مسلمہ شارح امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی تصنیفات کی مقبولیت ہے مولانا سندھیؒ نے فرمایا تھا۔

جب نوجوان میرے افکار کو سمجھے گا تو وہ نظریات کی ایک ہسٹاریکل عمارت کھڑی کروے گا۔

اب وہ وقت آپہنچا ہے کہ نوجوان ولی الہی لٹریچر میں غیر معمولی دلچسپی لینے لگا ہے یہی وجہ ہے کہ زیر نظر تصنیف کا تیسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے سابقہ ایڈیشن میں قدرے کتابت کی غلطیاں رہ گئی تھیں اس ایڈیشن میں ان کی تصحیح کر دی گئی ہے اس سلسلے میں ہم اپنے دوست ”وسیم اعجاز“ اعجاز منزل ” چوہدرہ“ کے انتہائی ممنون ہیں کہ انہوں نے انتہائی عرق ریزی سے سابقہ ایڈیشن میں غلطیوں کی نشاندہی کی اور ہمیں مطلع کیا ہم اپنے تمام قارئین سے التماس کرتے ہیں کہ وہ اپنے زیر مطالعہ کتب میں اگر کوئی پروف کی غلطی پائیں تو ہمیں ضرور مطلع کریں تاکہ اس کی تصحیح کر دی جائے۔ انشاء اللہ یہ ادارہ آپ کی آراء اور تجاویز سے ”ولی الہی فکر“ کو کامیابی سے اگلے مرحلے میں لے جانے کا سبب بنے گا۔

محمد عباس شاد

## کلمات طیبات:-

”ہم ۱۹۳۹ء میں واپس وطن پہنچے اس کے بعد جب کبھی لاہور آئے اور اپنے عزیزوں کی خاطر وہاں رہے، مولوی بشیر احمد صاحب بی۔ اے لدھیانوی ہم سے قرآن شریف سمجھنے کے لئے مسلسل ملتے رہے، وہ ہمارے افکار لکھتے بھی رہتے تھے۔ اس طرح انہوں نے کئی سو صفحات تیار کر لئے۔ انہوں نے قرآن عظیم کا مطالعہ بہت عرصے پہلے سے مختلف اساتذہ کی صحبت میں جاری رکھا تھا اس لئے وہ ہمارے طرزِ تفکر کا انتہائی نقطہ تدریجاً سمجھنے کے قابل ہو گئے۔ اب ان کی خواہش ہے کہ ہمارا فکر لوگوں کو پڑھائیں یا پریس کے ذریعے سے پھیلائیں۔“

ہمیں سندھ ساگر انسٹی ٹیوٹ کے متعلق علمی مرکز میں جس کا نام ”محمد قاسم ولی اللہ کالج آف تھیالوجی“ تجویز کیا ہے۔ ایسے ہی استاد کی ضرورت تھی ہم نے انہیں اپنے ابتدائی تجارب میں شریک بنالیا ہے۔ انہوں نے اپنے افکار کا نمونہ سورہ مزل اور سورہ مدثر کی تفسیر میں پیش کرنا پسند کیا ہے۔

ہماری تقریریں بہت سے دوستوں نے ضبط کر لی ہیں۔ مگر آج تک ہم نے کسی کی تصحیح اپنے ذمہ نہیں لی۔ مولوی بشیر احمد اور مولوی خدا بخش کی مکتوبوں کا ہم پر خاص اثر ہے۔ اس لئے ہم نے اس رسالہ پر نظر ثانی منظور کی ہے ہم شہادت دیتے ہیں کہ ان افکار کی ذمہ داری میں ہم بھی ان کے ساتھ شریک ہیں۔ ہم اپنے دوستوں سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اپنی یادداشتیں اس طرزِ تفکر کے مطابق بنا لیں۔

واللہ المستعان۔

عبید اللہ سندھی

the *Journal of the American Medical Association* (JAMA) and the *New England Journal of Medicine* (NEJM).

These two journals are the most widely read and cited in the field of medicine. They are also the most expensive, with JAMA costing \$1,200 per year and NEJM costing \$1,500 per year.

Other journals in the field include the *British Medical Journal* (BMJ), the *Lancet*, and the *Annals of Internal Medicine* (AIM). These journals are also widely read and cited, but are generally less expensive than JAMA and NEJM.

The *Journal of the American Medical Association* (JAMA) is the most widely read and cited journal in the field of medicine. It is published weekly and covers a wide range of topics, including clinical medicine, public health, and medical education.

The *New England Journal of Medicine* (NEJM) is another widely read and cited journal. It is published weekly and covers a wide range of topics, including clinical medicine, public health, and medical education.

The *British Medical Journal* (BMJ) is a widely read and cited journal. It is published weekly and covers a wide range of topics, including clinical medicine, public health, and medical education.

The *Lancet* is a widely read and cited journal. It is published weekly and covers a wide range of topics, including clinical medicine, public health, and medical education.

The *Annals of Internal Medicine* (AIM) is a widely read and cited journal. It is published weekly and covers a wide range of topics, including clinical medicine, public health, and medical education.

The *Journal of the American Medical Association* (JAMA) is the most widely read and cited journal in the field of medicine. It is published weekly and covers a wide range of topics, including clinical medicine, public health, and medical education.

The *New England Journal of Medicine* (NEJM) is another widely read and cited journal. It is published weekly and covers a wide range of topics, including clinical medicine, public health, and medical education.

The *British Medical Journal* (BMJ) is a widely read and cited journal. It is published weekly and covers a wide range of topics, including clinical medicine, public health, and medical education.

The *Lancet* is a widely read and cited journal. It is published weekly and covers a wide range of topics, including clinical medicine, public health, and medical education.

The *Annals of Internal Medicine* (AIM) is a widely read and cited journal. It is published weekly and covers a wide range of topics, including clinical medicine, public health, and medical education.

The *Journal of the American Medical Association* (JAMA) is the most widely read and cited journal in the field of medicine. It is published weekly and covers a wide range of topics, including clinical medicine, public health, and medical education.

The *New England Journal of Medicine* (NEJM) is another widely read and cited journal. It is published weekly and covers a wide range of topics, including clinical medicine, public health, and medical education.

The *British Medical Journal* (BMJ) is a widely read and cited journal. It is published weekly and covers a wide range of topics, including clinical medicine, public health, and medical education.

The *Lancet* is a widely read and cited journal. It is published weekly and covers a wide range of topics, including clinical medicine, public health, and medical education.

The *Annals of Internal Medicine* (AIM) is a widely read and cited journal. It is published weekly and covers a wide range of topics, including clinical medicine, public health, and medical education.

The *Journal of the American Medical Association* (JAMA) is the most widely read and cited journal in the field of medicine. It is published weekly and covers a wide range of topics, including clinical medicine, public health, and medical education.

The *New England Journal of Medicine* (NEJM) is another widely read and cited journal. It is published weekly and covers a wide range of topics, including clinical medicine, public health, and medical education.



## حرف خیال

قرآن حکیم، انسانی، سماج کو صحت مند خطوط پر استوار کرنے کا نقیب یزداں ہے۔ اس نے انسانی نفسیات کے خیب و فراز ملحوظ رکھتے ہوئے سماجیات کے ارتقاء کے لیے صراطِ مستقیم کا تعین کیا جس کی بنا پر وہ صدیوں سے اپنی اصل حالت میں موجود ہے اور اس کی یہ موجودگی انسانیت کو درپیش گمبھراور پیچیدہ مسائل کے حل کیلئے ایک موثر اور قابل عمل دعوت دے رہی ہے۔

اسی بنا پر قرآن حکیم کی حکمت کی تعبیر و ترجمانی ہر دور میں فاضل مفسرین کرام اپنے شعور و بصیرت اور معروضی حالات کے تناظر میں اپنی بساط کے مطابق کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ ان کی قابل قدر کاوشوں کے نتیجے میں ایک شاندار ذخیرہ اسلامی ورثہ کا ایک اہم حصہ ہے۔ لیکن دنیا جب صنعتی و سماجی انقلابات سے دوچار ہونے کے باعث ایک نئے دور میں داخل ہوئی تو اس کے تقاضے یکسر متنوع اور مختلف ہو گئے، پھر اس عرصہ میں سوء اتفاق سے مسلم معاشرے بھی سماجی و علمی طور پر پسماندگی سے دوچار ہو گئے یوں زوال کی ہمہ گیر صورت حال نے مجموعی طور پر دماغوں کو ماؤف اور اعضاء و جوارح کو مفلوج کر کے رکھ دیا۔ ان حالات میں بر عظیم کی خوش قسمتی تھی۔ کہ دہلی میں امام شاہ ولی اللہ کی صورت میں وہ نبض شناس عصر ماہر حکمت پیدا ہوتا ہے جس نے تفسیر، حدیث، فقہ، کلام و تصوف جیسے بنیادی اسلامی علوم کا نہ صرف احاطہ کیا بلکہ مسلم معاشروں کے مدو جز کا بھی وہ دور رس نگاہوں سے جائزہ لیا مگر دو پیش کے حالات کا مشاہدہ کیا اور پھر نئے دور کے تقاضوں کی نشاندہی کر کے انقلابی و ارتقائی مراحل کی نشاندہی کی۔ بعد ازیں ان ولی الہی علوم و معارف کی ترجمانی کی سعادت موجودہ صدی کی تابندہ روزگار شخصیت مولانا عبید اللہ سندھی کو حاصل ہوئی۔

مولانا سندھی کو اپنے دور کے مستند علماء ربانی اور صاحب دل مشائخ کی صحبت میں اپنی زندگی کے وہ قیمتی ایام گزارنے کا شعوری موقع ملا جن میں انسان کی سوچ کے زاویے متعین ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے محبوب استاد شیخ الہند مولانا محمود حسن سے ولی الہی حکمت سے ایسی گہری وابستگی کا سبق حاصل کیا کہ دنیا کے بڑے بڑے انقلابات تک اس کو متزلزل نہ کر سکے۔ انہوں نے قرآنی حکمت کے حوالہ سے صنعتی دور کے پرہیز مسائل کے حل کی ایسے انقلابی راہ کی نشاندہی کی کہ عصری تقاضوں سے عمدہ برآہونے میں کسی احساس شکست و مرعوبیت کی بجائے دین اسلام کی حیات آفرینی کا خوشگوار احساس ہوتا ہے۔

مولانا سندھی کی جانب سے قرآنی حکمت کی ترجمانی کا انداز یقیناً دیگر مفسرین کے انداز بیان سے مختلف ہے لیکن یہ اختلاف مسائل کے ادراک اور ان کے حل کے لئے روح عصر تک رسائی کا اختلاف ہے۔ یہ کسی بنیادی اسلامی عقیدہ یا اجتماعی موقف سے اتفاق یا انحراف پر مبنی حقیقی اختلاف نہیں بالفاظ دیگر یہ دلیل و برہان کا اختلاف نہیں بلکہ عصر و زمان کا اختلاف ہے۔ جس کی بناء پر اسلام و کفر کے پیمانوں میں تول کر جنگ و جدل یا طعن و تشنیع کا ماحول گرم کرنے کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے لیکن تنگ نظر عناصر اس حوالہ سے گنجائش نکال ہی لیتے ہیں۔

مولانا سندھی کی زبان سے بے پناہ علمی وسعت، شعوری عمق، وسیع مشاہدہ، متنوع تجربات اور اعلیٰ دماغ کے حامل ہونے کے سبب ”انا ولا غیر“ کا نعرہ بلند ہونا کسی الجھنے کی بات نہ ہوتی لیکن مشائخ ربانی اور علماء حقانی کی صحبت و رفاقت میں زانوئے تلمذ و ارادت طے کرنے کی وجہ سے ان میں ایسا ٹھہراؤ اور جامعیت آگئی کہ وہ ایک طرف قرآنی حکمت کے بحر بے کراں میں غوطہ زن ہیں تو دوسری طرف وہ سنت کو اس کا حقیقی مقام دینے پر کسی معذرت خواہانہ رویہ کا اظہار نہیں کرتے۔ بلکہ وہ انکار حدیث کو قرآنی حکمت کے معاشرے میں ظہور کے بنیادی تقاضے کے

منافی سمجھتے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ فقہاء کرام کی کاوشوں کو سماج کے ارتقاء کا ایک ناگزیر تقاضہ گردانتے ہیں اور پھر وہ مسلم دنیا پر چھائی ہوئی مرعوبیت کے بوجھل ماحول میں تصوف کی اہمیت پر گفتگو اس انداز سے کرتے ہیں کہ تصوف ایک ترقی پذیر اور ترقی یافتہ معاشرے کی ناگزیر ضرورت قرار پاتا ہے۔ اور یوں وہ تمام اعتراضات از خود اپنی حیثیت کھو بیٹھتے ہیں جو ان پر اجنبی اور غیر مسلم ماحول سے متاثر ہونے کے حوالہ سے عائد کئے جاتے ہیں اور جن کی تان ان کے ایمان تک کو مشکوک بنانے کے حد درجہ افسوسناک مرحلہ پر ٹوٹتی ہے۔

مولانا سندھی نے عصر حاضر میں تجدیدی کام کے لئے جس طریقے کی نشاندہی کی ہے وہ پروفیسر ڈاکٹر محمد سرور مرحوم کے الفاظ میں یہ ہے کہ قرآن و سنت کو سمجھنے اور سمجھانے ان کے مقاصد اور مطالب کو ملت اسلامیہ کے ذہن نشین کرائے اور ان کو ملی فکر و عمل میں رچانے کے سلسلہ میں ہماری تاریخ میں اب تک جو علمی کوششیں ہو چکی ہیں آج ان کا پورا احاطہ کیا جائے، ان کے کھرے کھوٹے کو پرکھا جائے، فقہ اسلامی اب تک جن ادوار سے گزر چکی ہے اور خاص حالات اور مخصوص اسباب نے اس فقہ کو جیسے جیسے قالیوں میں ڈھالا تھا اور مسلمان قانون سازوں نے شرعی احکام کی تفکیک میں جن مصالح کو پیش نظر رکھا تھا ان کا جائزہ لیا جائے۔ نیز احادیث کی جمع و تدوین میں مختلف محدثین کا کیا مسلک تھا؟۔ احادیث کے مجموعوں میں کون سی کتاب اقرب الی الصواب ہے اور ہم کس نظر سے احادیث کو جانچ پرکھ کر آج اس زمانے میں ملت کے لئے ان کو اسوہ عمل بنا سکتے ہیں۔ اس کا تعین کیا جائے۔ پھر قرآن کے حقائق و مطالب کی کنہ تک پہنچنے کے لئے ہمارے مفسرین اب تک کیا کیا کوششیں کر چکے ہیں۔ ان کا پورا احصاء کر کے قرآنی تعلیمات کو سمجھا جائے۔ اس کے بعد تصوف اور علم کلام آتے ہیں۔ علم کی ان دو شقوں میں مسلمان صوفیاء اور متکلمین نے حکمت و معرفت کا ایک لازوال ذخیرہ چھوڑا ہے جس سے انسانی ذہن بڑا فیضان حاصل کر سکتا ہے۔ تصوف و کلام کے اس اثاثے کو

بھی تحقیق و تنقید کی نظر سے دیکھنے اور پرکھنے کی ضرورت ہے۔ (شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ ص ۲۱، ۲۲)

مولانا سندھی نے قرآنی حکمت کو معروضی حقائق کے حوالہ سے آشکار کیا ہے۔ یوں انہوں نے آج کے سوچنے والے دماغوں کو دین کی طرف لانے کی سعی منکھور انجام دی ہے۔ انہوں نے قرآنی حکمت کو آج کی زبان میں اس طرح پیش کیا ہے کہ پڑھا لکھا نوجوان اس کا شعور اور ادراک حاصل کر کے دین بزار سامراجی حلقوں کی حکمت عملی کے سحر سے ہا آسانی نکل سکتا ہے۔ مولانا سندھی کا روئے سخن مغرب کے سماجی و عملی چنگل میں گرفتار نوجوان کی طرف ہے۔ وہ اس میں ملی خودی اور قومی حیثیت بیدار کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا مقصد کسی طور پر اپنے سے پہلے مفسرین کی کاوشوں کی نفی کرنا نہیں بلکہ وہ تو اکثر و بیشتر اپنی اجتہادی رائے تک کو ماضی کے معتبر و مستند مفسرین کی تائید کے بغیر پیش کرنے سے احتیاط برتتے ہیں وہ خود کہتے ہیں۔

”قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر میں جہاں کہیں میں نے عام مفسرین سے اختلاف کیا ہے۔ وہاں میں نے شاہ ولی اللہ صاحب کے اصول کو اپنے لئے سند مانا ہے۔ بعض ایسے مواقع بھی ہیں کہ میں نے شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، مولانا اسماعیل شہید اور مولانا محمد قاسم کے اقوال کو حجت بنایا ہے اور شاذ و نادر ہی ایسا ہوا ہے کہ میں نے محض اپنے فکر و رائے کی بناء پر دوسرے مفسرین سے اختلاف کیا ہو۔ جہاں کہیں اس طرح کی کوئی بات ہے میں ایسے مواقع پر صراحتاً بتا دیا کرتا ہوں کہ یہ میری سوچی ہوئی بات ہے۔ سننے والوں کو اختیار ہے کہ وہ اسے قبول کریں یا رد کر دیں مگر جن چیزوں میں آئمہ اور اساتذہ کی سند موجود ہو اور ان کی تشریح اور تفسیر کے مطابق آیات میں تناسب اور ربط پیدا ہو سکے تو میرا جی چاہتا ہے کہ اہل علم اس کے قبول کرنے میں اباۃ نہ کریں“ (شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ ص ۸۶)۔

زیر نظر تفسیری مجموعہ میں مولانا سندھی کے حوالہ سے قرآن حکیم کی حکمت کو

حصری انداز فکر کے حوالہ سے اجاگر کیا گیا ہے۔ اس کے گہرے مطالعہ سے قاری بالخصوص ہاشور نوجوان اپنے فکری اضطراب، علمی عقلی اور روحانی قلق کی جگہ شعور و بصیرت پر مبنی اطمینان قلب اور فکری بالیدگی محسوس کرے گا۔ اس تفسیری مجموعہ کے فاضل مرتبین مرحوم شیخ بشیر احمد لدھیانوی وغیرہ نے ان تفسیری ارشادات کو جس جانفشانی اور ذمہ داری سے علمی حلقوں تک پہنچایا ہے اس پر وہ بے پناہ دعاؤں اور شکریہ کے مستحق ہیں۔ یہاں اس وضاحت کی ضرورت نہیں کہ فاضل مرتبین نے اس مجموعہ میں چند ایک مقامات پر اپنے ذاتی خیالات کا بھی اظہار کیا ہے کہ ان کو ولی اللہ انداز فکر اور تاریخ واقعات کے حوالہ سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔

قبل ازیں اس مجموعہ میں شامل قرآنی سورتوں کی تفاسیر علیحدہ علیحدہ کتابچوں اور پمفلٹوں کی صورت میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ اب پہلی بار کئی دارالکتب لاہور نے حسن اہتمام کے ساتھ ان کو یکجا شائع کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ جس سے قرآنی معارف کے شائقین کو مطالعہ کے حوالہ سے کافی سہولت ہوگی۔

مزید برآں اس مجموعہ میں شامل مختلف کتب کے حوالہ جات کی بھی از سر نو تحقیق و تفتیش کی گئی ہے جس سے اس مجموعہ کی افادیت مزید مستحکم اور تحقیقی نوعیت مستند ہو گئی ہے۔ تحقیق مراجع کی یہ سعادت معروف ولی اللہ عالم دین مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری مدظلہ العالی نے حاصل کی۔ یوں یہ تفسیری مجموعہ ظاہر و معنوی خصوصیات و امتیازات کے ساتھ قارئین کرام کے پیش نظر ہے۔

اس تفسیری مجموعہ کو اس انداز میں منظر عام لانے پر کئی دارالکتب لاہور ہدیہ تفکر کا مستحق ہے اللہ تعالیٰ اس کو نافع بنائے اور اس کے مطالعہ کو انفرادی و اجتماعی

زندگیوں میں منعکس فرمائے۔ آمین۔

(ڈاکٹر مفتی) سعید الرحمن

استاد جامعہ بہاؤ الدین زکریا ملتان۔

یکم اکتوبر ۱۹۹۶ء

# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

## مقدمہ:

دنیا میں جب مادہ ترقی کرتے کرتے شعور کا تھوڑا سا اظہار کرنے لگتا ہے تو اس میں زندگی کی کھینچا تانی یا کشش (Struggle for Existence) شروع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جانداروں کی سب سے پہلے درجے کی شکل امیبا (Amoeba) ہے۔ جو ایک خلیے کا جاندار (Monocellular Organism) ہے۔ اسے بھی اپنی خوراک حاصل کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ حرکت اور کوشش کرنی ہی پڑتی ہے۔ جانداروں میں جوں جوں جسمانی بناوٹ کی پیچیدگی بڑھتی جاتی ہے خوراک کی ضرورت بھی بڑھتی جاتی ہے اور زندگی کی کشش شدید ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ شیر بڑے بڑے جانوروں کو پھاڑ کھانے اور وہیل مچھلی بڑی بڑی مچھلیوں کو نگل جانے کو لگتی ہے۔

ان حیوانوں میں جہاں تک اپنی حیوانی ضرورتیں حاصل کرنے کے لئے لڑنے اور مارنے کا تعلق ہے۔ رحم یا انصاف کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ فطرت نے انہیں ان باتوں کے سوچنے کے لئے پیدا ہی نہیں کیا۔ لیکن جو نئی حیات (زندگی) حیوانیت سے ذرا اوپر اٹھتی ہے اور اس میں عقل کا نور روشن ہوتا ہے۔ زندگی کی کھینچا تانی صرف حیوانی اصول پر کام کرنے کی جگہ عقل کے نیچے آ جاتی ہے۔ اور اب انصاف اور رحم کا تصور بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر بے عقل حیوانی طبقے میں بقاء اصلح (Survival of the fittest) کا قانون جاری تھا تو حیوانوں کے عقلمند طبقے یعنی انسانوں میں بقاء اعلیٰ یا نفع (Survival of the best) کا

قانون اس کی جگہ لے لیتا ہے۔

اسی بات کو ذرا کھول کر بیان کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ حیوانوں میں زندگی کی جو کشش جاری ہے۔ اس میں نقطہ ہی حیوان زندہ سمجھے ہیں جو اپنے ارد گرد کے حالات سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ جسمانی طاقت اور دشمن سے بچنے کے ذریعوں کے مالک ہوں۔ روزمرہ کی زندگی میں چالاکی، پھرتی اور ہوشیاری سے رہنے کے لائق ہوں اور بھوک سینے کے لحاظ سے دوسرے جانوروں سے بہتر ہوں لیکن انسانی سوسائٹی میں زندگی کی کھینچا تانی صرف اوپر بتائی ہوئی چیزوں میں گھری ہوئی نہ رہی بلکہ عام لوگوں کی بھلائی کی خاطر کام کرنے، انصاف قائم کرنے، خوبصورتی سے محبت اور اپنے آپ کو بری عادتوں سے پاک کرنے کے خیال کو بھی اس کھینچا تانی میں دخل ہو گیا اس لئے اب یہ کتنا زیادہ صحیح ہے کہ حیوانی زندگی کی کھینچا تانی انسانی اصول کے نیچے آگئی۔ اس لئے انسانی جماعتوں میں سے وہ جماعت انسانی حیثیت سے۔۔۔۔۔ حیوانی حیثیت سے نہیں بلکہ انسانی حیثیت سے۔۔۔۔۔ زیادہ دیر تک زندہ رہے گی۔ جس میں عام انسانوں کی بھلائی اور خدا کے سامنے جوابدہی کے ڈر سے انصاف کرنے کا جذبہ خوبصورتی سے محبت اور اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کرنے کا خیال زیادہ ہو گا اور جس میں ان باتوں پر زیادہ زور سے اور زیادہ سے زیادہ پھیلاؤ کے ساتھ کام ہوتا ہو گا۔ ایسی قوم زیادہ متقی۔۔۔ اتنی۔۔۔ کملائے گی۔۔۔

قرآن حکیم کی اس آیت ان اخرجکم عند اللہ اتحکم (۱۳۔۲۹) (خدا کے نزدیک تم سب میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو خدا سے زیادہ ڈر کر عدل کے قانون کی زیادہ پیروی کرتا ہے) میں اسی اصول کی طرف اشارہ ہے سیدنا عبدالقادر جیلانی تقویٰ کے معنی میں یہ آیت پیش فرماتے ہیں۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایحای ذی القربی الا یہ (۱۶-۹) پس عدل قائم کرنا تقویٰ کا سب سے ضروری نتیجہ ہے۔ (مرتب)



جب کوئی انسانی سوسائٹی کش مکش کے فظ حیوانی اصول پر اتر آتی ہے وہ انسانیت کے اونچے درجے سے گر جاتی ہے اور بہتر انسانی اصول پر کام کرنے والی جماعت (جماعت اقلی) یا تو اسے بالکل فنا کر دیتی ہے یا اسے اپنے اندر ہضم کر لیتی ہے۔ چنانچہ جب کسی انسانی سوسائٹی میں زندگی کی ضرورتیں تمام افراد کو انصاف کے ساتھ بہم پہنچائی جانے کی جگہ سٹ کر ایک چھوٹے طبقے کے قبضے میں چلی جاتی ہیں اور وہ طبقہ بڑے طبقے کو ان سے محروم کر دیتا ہے۔ اس سوسائٹی میں انقلاب (Revolution) آ جاتا ہے پھر یہ نہیں ہوتا کہ وہ جماعت جس کے پاس زندگی کے سامانوں کی کثرت ہے باقی رہے بلکہ یہ جماعت انقلابی قوتوں

(Revolutionary forces) کے مقابلے میں آ کر فنا ہو جاتی ہے اور وہ بے بس اور بے کس لوگ (Havenots) غالب آ جاتے ہیں جن کے پاس زندگی گزارنے کے اسباب گھٹتے ہوئے ہیں لیکن وہ انہیں آپس میں انصاف کے ساتھ بانٹ کر کھاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان میں وہ اچھی باتیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں جن کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔

ساتویں صدی عیسوی میں قیصر روم اور کسری ایران کے ساتھ عربوں کی جو جنگیں ہوئیں وہ اس نکتے کی بہت اچھی مثال ہیں۔

ان جنگوں میں ایک طرف قیصر روم اور کسری ایران تھے۔ یہ ہر قسم کے دنیاوی سامان کے مالک تھے۔ لیکن عدل اور انصاف نہیں کرتے تھے بلکہ غریبوں کا خون چوس کر عیش کرتے تھے دوسری طرف عرب تھے۔ ان کے پاس جنگی سامان تو ایک طرف کھانے پینے کی عام چیزوں کی بھی کمی تھی لیکن یہ لوگ قرآن حکیم کی وہ تعلیم لے کر اٹھے تھے جس میں عوام کی بھلائی، خدا کے سامنے حاضر ہونے کا یقین، انصاف، حب جمال اور تہذیب نفس کے بہت اچھے قاعدے تھے۔ عرب کے لوگ ان پر عمل بھی کرتے تھے۔ نتیجے کی تارخ گواہ ہے کہ اس کشمکش میں اونچے درجے

کے اصول محض مادی سامان کی زیادتی پر غالب آئے کہ یہی انسانیت کا تقاضا ہے۔

قرآن حکیم کی تعلیم اجتماعی انقلابی تعلیم ہے۔ اس کا قافلہ انسانیت کے کسی خاص طبقے کو نہیں پہنچتا بلکہ اس کا قافلہ ساری انسانیت کو ایک جیسا پہنچتا ہے اس لئے اس کے اصول پر ہر ایک قوم میں انقلاب کا آنا ضروری ہے وہ خدا پرستی کو انسانیت کا ایک لازم جز ٹھہراتی ہے لیکن اس کے لئے کسی پروہت طبقے (Priest hood) کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ وہ معاشیات کی عادلانہ تقسیم کی مدعی ہے جس کا عام لفظوں میں یہ مطلب ہے کہ انسان کی طبعی ضرورتیں۔ کھانا پینا۔ کپڑا۔ مکان۔ تعلیم اور صحت کے انتظامات تمام انسانوں کے لئے ایک جیسے ہوں۔ جس سوسائٹی پر قرآن حکیم حکمران ہو گا اس میں کوئی محض بھوکا نہیں سوئے گا کوئی محض تنگ اور بے گھر بے در نہ ہو گا۔ اور نہ جاہل اور بے عمل رہے گا ایسے ہی کوئی محض دوانہ ملنے کی وجہ سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر نہ مرے گا۔ غرض جہاں وہ خدا کو پہچانے اور اس کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے مواقع ہر ایک انسان کو بہم پہنچاتی ہے وہاں وہ ایک انسان کی طبعی حیوانی ضرورتیں فراہم کرنا سب انسانوں کا فرض قرار دیتی ہے اور اسے خدا کی محبت کا ایک جز بناتی ہے جو محض خدا کے ساتھ اپنا تعلق ظاہر کرتا ہے لیکن اس کی محبت کا دم بھرنے کے بعد اس کے بندوں کے ساتھ انصاف کرنے اور کمزور انسانوں کی مدد کرنے میں سستی، کالی، غفلت یا بے رخی دکھاتا ہے وہ قرآن حکیم کی نگاہ میں مجرم اور خدا کے سامنے گنہگار ہے۔ اس سے دنیا میں قرآنی حکومت جو اب طلبی کرے گی اور مرنے کے بعد کی زندگی میں خدا تعالیٰ خود ایک دن مقرر کر کے جو اب طلبی کرے گا۔ یہ ہیں وہ باتیں جنہیں دنیا میں چلانے کے لئے قرآن حکیم اپنی جماعت کا سیاسی غلبہ چاہتا ہے۔

انسانی تاریخ کا یہ سب سے الناک حادثہ (Tragedy) ہے کہ یہ اونچے درجے کے اصول، جنہیں قائم کرنے کے لئے حجاز کا پہلا بڑا انقلاب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی میں ہوا۔ ہوتے ہوتے بادشاہوں کا کھلو تاج بن کر رہ گئے۔

چنانچہ ان بادشاہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ دین کو سیاست سے الگ کر دیا۔ قرآن کریم کی آیت مبارکہ افرایت من اتخذ الہہ ہوہ (سورہ جاہیہ ۴۵): (۲۳) (کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا پروردگار بنالیا)؟ میں ذہیت کی اسی خرابی کی طرف اشارہ ہے۔ ان بادشاہوں اور امیروں کے نزدیک دین کیا تھا؟۔ یہی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے مسئلے باقی رہی حکومت اور اس کے متعلق چیزیں۔ جیسے ٹیکس وصول کرنا۔ جزیہ جمع کرنا۔ فوجداری اور دیوانی انتظام کرنا۔ مخالفوں کے ساتھ جنگ یا صلح کرنا اور معاہدے کرنا۔ یہ سب سیاست کی باتیں ہیں ان میں بادشاہ اور امراء اپنی مرضی کے مطابق چلتے تھے اور صرف اسی مصلحت کا خیال رکھتے تھے جس کا تعلق ان کی ذات یا خاندان کی حکومت کے ساتھ ہوتا تھا۔ اس لئے یہی لوگ جن کی نسبت کہا گیا ہے کہ ”انہوں نے اپنی خواہش کو اپنا پروردگار بنالیا“۔

حضرت نبی کریم ﷺ ساری عمر جہاد اور عدل قائم کرنے میں لگے رہے۔ نماز، روزہ، وغیرہ فرض ادا کرنے کے بعد آپ ﷺ کی زندگی کا زیادہ تر وقت انہی ”دنیاوی“ باتوں میں گزرتا تھا۔

امام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ: چونکہ حضرت ابراہیم کے زمانے میں انسانی سوسائٹی خدا تعالیٰ کی توحید کو بھول چکی تھی اس لئے حضرت ابراہیم کی توحید کی اشاعت ہی کے لئے آئے۔ چنانچہ انہوں نے طہارت نماز، حج، زکوٰۃ روزہ اور ذکر کی عبادتیں جاری کیں۔ لیکن نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں ملتوں..... میں گڑبڑ پڑ چکی تھی۔ اور ان کے ارتقاات (معاشری زندگی) خراب ہو چکے تھے اور یہ خرابی اس خرابی سے کہیں زیادہ تھی۔ جو حضرت ابراہیم کے زمانے میں ظاہر ہوئی تھی اس لئے خدا تعالیٰ نے آپ کو جہاد قائم کرنے، عبادتوں کی اشاعت کرنے، اور ان کے اوقات معین کرنے کے لئے بھیجا اور حکمت الہی نے فیصلہ کیا کہ رومی اور ایرانی امپریزموں کو برباد کر کے نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں ایک بین الاقوامی حکومت پیدا کی جائے“ (تفہیمات الیہ جلد اول صفحہ ۶۰)

قرآن کی اشاعت ہے، باہر سے آئے والے وفدوں سے ملاقاتیں ہیں۔ بادشاہوں کو قرآن کی طرف دعوت ہے۔ مقدموں کے فیصلے ہیں۔ لشکروں کی تیاری ہے۔ جو حکمران آپ کی دعوت نہیں مانتے اور اپنی رعایا پر ظلم کرتے ہیں ان پر لشکر کشی ہے۔ مالیائے کی جمع ہے، تعلیم کا انتظام ہے۔ غریبوں اور بے کسوں کی خبر گیری ہے۔ ان کے قرضوں کو ادا کرنے کا انتظام ہے۔ قییموں کی جائیدادوں کا اہتمام ہے۔ یواؤں کی نگرانی ہے۔ غرض ہر وہ کام ہے جسے بعد میں ”سیاسی“ قرار دے کر اور دین سے الگ کر کے بادشاہوں کے لئے خاص کر دیا گیا اور جس سے علماء نے ہاتھ اٹھالیا۔ پس اگر سیاست ”مذہب“ یا ”دین“ سے الگ کوئی چیز ہے اور سیاست کا تعلق ”دنیا داری“ کے ساتھ ہے تو کتنا پڑتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پاک اور برکت والی زندگی ”مذہبی“ کی بہ نسبت ”دنیاوی“ زیادہ تھی۔

اس مجازی انقلاب کو سمجھ لینے کے بعد یہ سمجھنا مشکل نہیں رہتا کہ قیمری زمانے میں انقلاب کی روح کو بہت مضبوطی سے پکڑنے کی ضرورت ہوتی ہے، ورنہ قیمراد محوری رہ جاتی ہے۔

حکمت ولی اللہی کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت اجتماعی (Social) ہوگی اور مشورے سے کام کرے گی اور غیر راستی (capitalistic) - Anti ہوگی اور لوگوں کو اس بات کی ہرگز اجازت نہ دی جائے گی کہ وہ دوبارہ راستیت یا سرمایہ داری (Capitalism) پیدا کر لیں۔

دوسرے درجے کا قانون (Laws) مکمل کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ جب حکومت دیکھے کہ لوگوں نے قانون کی صورت قائم رکھتے ہوئے راستیت (Capitalism) یا سرمایہ داری پیدا کرنی شروع کر دی ہے تو وہ نیا سرمایہ شکن (Anti-capitalist) قانون بنا دے۔ اس کے لئے ضروری ہے

کہ قانون دان مجتہدین<sup>۱</sup> کی ایک جماعت مرکز میں جمع رکھی جائے۔ یہ مسلمانوں پر فرض کفایہ<sup>۲</sup> ہے۔

جس زمانے سے مسلم علماء نے دین اور سیاست کی علیحدگی کو برداشت کیا اسی زمانے سے بادشاہوں نے مسلمانوں کے بیت المال کو اپنے ماں باپ کی میراث (ترکہ) سمجھ کر عیاشیوں میں استعمال کرنا شروع کر دیا اور عام لوگوں کا دخل حکومت اور بیت المال<sup>۳</sup> کے انتظام میں ختم ہو گیا۔ اب سب مالی معاملات بادشاہ کے ہاتھ میں آ گئے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مملکت میں عالموں کی ایک جماعت بھی موجود ہے۔ شیخ الاسلام<sup>۴</sup> کا عمدہ بھی قائم ہے جو گویا ”دینی“ باتوں میں بادشاہ کو ”مشورہ“ دیتا ہے لیکن کوئی عالم اجتہادی قوت کا مالک نہیں اٹھتا جو زمانے کی ضرورت کے مطابق قانون بنا سکے۔ بادشاہ اقتصادیات اور سیاسیات کے مالک بن بیٹھے اور انہوں نے عالموں کو ان دونوں میں دخل دینے سے روک دیا۔ (الاماشاء اللہ) اور عالم لوگ صرف نکاح اور میراث کے مسئلے بیان کرنے کو رہ گئے۔ چونکہ انہوں نے سوسائٹی کی عملی زندگی کی باتوں یعنی روزمرہ کے اقتصادی اور سیاسی مسئلوں سے بحث کرنی بند کر دی اور دین اور اس کے مسئلے حکومت کے عہدوں، روزمرہ کے انتظام اور عملی فرائض سے علیحدہ کر کے سکھانے لگے۔ اس لئے ان کی علمی قوت کمزور ہو گئی۔

- (۱) مجتہد وہ عالم ہے جو اپنی تعلیم و تربیت اور تحقیق اور ایمانداری کی وجہ سے اس قائل سمجھا جائے کہ وہ اصول سے معنی قاعدے نکال سکے + (مرتب)
- (۲) فرض کفایہ یہ ہے کہ چند ایک آدمیوں کے ادا کرنے سے سب جماعت کی طرف سے ادا ہو جائے اگر کوئی شخص بھی اسے ادا نہ کرے تو سب مجرم قرار پاتے ہیں اس کے مقابلہ میں فرض عین وہ ہے جو ہر ایک شخص کو ادا کرنا ہوتا ہے
- (۳) حکومت کا ٹیکس وغیرہ سے جمع کیا ہوا خزانہ
- (۴) مسلمان بادشاہوں کے عہد میں بڑا عالم جو سرکاری طور پر بادشاہ کو مذہبی معاملات میں مشورہ دینے کے لیے مقرر ہوتا تھا۔

اب انہیں بین الاقوامی سیاسیات کی خبر ہی نہ ملے اقتصادیات کی اگر عالم لوگ روزمرہ کی عملی سیاسیات اور پیداواری اور تقسیمی اقتصادیات میں دخل دیتے رہتے تو آزادی خواہ لوگ حکومت کے معاملوں میں دخل دینے لگتے اور عوام کے حقوق کا مطالبہ کرتے اور شاہی خاندان کے لوگوں کو بیت المال سے کوئی خاص حقوق حاصل نہ کرنے دیتے۔ یہ ان بادشاہوں اور امیروں پر بہت بھاری گزرتا جو اپنی "خواہشوں کو اپنا معبود" بنائے بیٹھے تھے۔ اس لئے انہوں نے علماء سے وہ طاقت ہی چھین لی۔ جو ان میں بلند فکر اور گہری تدبیر کرنے کی طاقت پیدا کر سکتی تھی۔ بلکہ عالموں کے اثر کو خفا کرنے کے لئے یہ پراپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا کہ اب دین میں مجتہد پیدا ہی نہیں ہو سکتا جن عالموں نے اس پراپیگنڈے میں بادشاہوں کی طرفداری کی وہ بادشاہوں پر اعتراض کرنے میں سب سے زیادہ چپ رہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہوتے ہوتے مسلمانوں سے انتہائی فکری نکل گیا۔

یہ جو کچھ اوپر کہا گیا ہے یہ ظاہر کے لحاظ سے ہے۔ باطن کے لحاظ سے یہ صورت ہے کہ مسلمانوں کے دلوں کے اندر رونی صے کا کائنات کے اس مثالی صے کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے۔ جو عالم مثال کے اس صے میں اپنا اثر دکھاتا ہے اسلام میں جو لفظ احسان استعمال ہوتا ہے 'وہ عالم مثال کے ساتھ دلوں کے اسی تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ جیسے ہم نے مرکز کے لئے ایسی جماعت کی ضرورت بتائی ہے جو قانون بنا سکتی ہو۔ ویسے ہی اہل احسان کی ایک جماعت کی بھی ضرورت ہے جس کا کائنات کے روحانی مرکز کے ساتھ تعلق ہو۔

---

(1) خطیب بغداد جو حضرت امام ابو حنیفہ کا بہت سخت مخالف ہے تاریخ بغداد میں کئی موقعوں پر لکھتا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ کی مجلس مشاورت کے چالیس ممبر تھے جب کوئی اہم مسئلہ سامنے آتا آپ امام قاسم بن معن لغوی 'امام عبداللہ بن مبارک محدث 'امام ابو یوسف 'قبیلہ 'امام زفر جیسے ذکی اور حضرت امام داؤد ابن نصیر طائی جیسے سر تاج صوفیاء کی موجودگی کو لازم سمجھتے تھے۔ (مرتب)

تغیر کے دور میں انقلاب کی روح کے ساتھ ربط قائم رکھنے سے یہی دو باتیں مراد ہیں:-

اوپر جو بات ہم نے تھوڑے سے لفظوں میں بتائی ہے اسے کھول کر بیان کریں تو یوں کہہ سکتے ہیں، کہ کائنات کے اس حصے میں جو فضائی کرنوں (Rays Cosmic) کے پیدا کرنے والے خط سے بھی زیادہ لطیف ہے اور جو عالم مثال کے سب سے اونچے حصے میں ہے، وہ عقلی قوتیں جمع ہوتی ہیں، جو اس مادی کائنات کو کنٹرول کرتی ہیں۔ حضرت امام ولی اللہ دہلوی کی اصطلاح میں اس جگہ کو حظیرہ القدس (Sanctus Permagnum) کہتے ہیں، یہاں اللہ تعالیٰ کی تجلی کا ایک عکس (پرتو) آتا ہے جسے حضرت امام تجلی اعظم فرماتے ہیں۔ یہ تجلی ساری کائنات پر اثر ڈالتی ہے۔ مادی کائنات کے تمام بڑے بڑے حادثے (Events) پہلے حظیرہ القدس ہی میں ظاہر ہوتے ہیں اور وہیں اللہ تعالیٰ کی ہر ایک نئی شان (Phase) ظاہر ہوتی ہے۔ وہ احسانی جماعت جس کا تعلق حظیرہ القدس کے ساتھ ہوتا ہے شان الہی کے ہر نئے ظہور کو محسوس کر لیتی ہے اور بتا سکتی ہے کہ واقعات کا آئندہ رخ کیا ہو گا۔ ان اہل احسان کے انکشافات کی مدد سے علمی اجتہاد کے مالک عالم اللہ تعالیٰ کی ہر نئی شان کے مقصد کو پورا کرنے کے لیے قانون میں تبدیلی کرتے رہیں گے۔ اس طرح انقلابی تغیر رجعت پسندی (Reasion) سے محفوظ رہ کر ترقی کرتی رہے گی حقیقت یہ ہے کہ رجعت پسندی یا ارتجاع پیدا ہی اس وقت ہوتا ہے۔ جب لوگ مستقبل کی ضرورتوں کو پورا کرنے سے ایک عرصے تک غافل رہیں۔

اسلامی زمانے میں یہ کام اہل اصلاح و احسان سے متعلق تھا۔ اب ہم یہ سمجھ نہیں سکتے کہ مسلمان قرآن حکیم سے منہ موڑ کر اپنے مرکز کو مجتہدین اور اہل احسان سے خالی رکھ کر اور خدا کی طرف توجہ کیے بغیر کس طرح نجات پاسکتے ہیں۔

ہمارے زمانے میں مغربی ملکوں میں یہ فرض اجتماعی سائنسدانوں کے سپرد ہے۔ وہ مختلف قوموں اور ملکوں کے عام رجحانات کے متعلق اعداد و شمار جمع کرتے ہیں پھر ان کا بہت ہی گہرا مطالعہ کرتے ہیں اور مختلف پہلوؤں کا مقابلہ کر کے نتیجے نکالتے ہیں جو بہت حد تک صحیح ہوتے ہیں لیکن چونکہ ان کا تعلق حظیرۃ القدس کے ساتھ نہیں ہے اس لئے ان کے نتیجے کمزور ناقص اور نامکمل رہتے ہیں۔ اس کے ہوتے ہوئے بھی انہوں نے کافی مضبوط اجتماعیت پیدا کر لی ہے۔

حق یہ ہے کہ جو قوم کل کی فکر نہیں کرتی وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ قرآن حکیم کی اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے:-

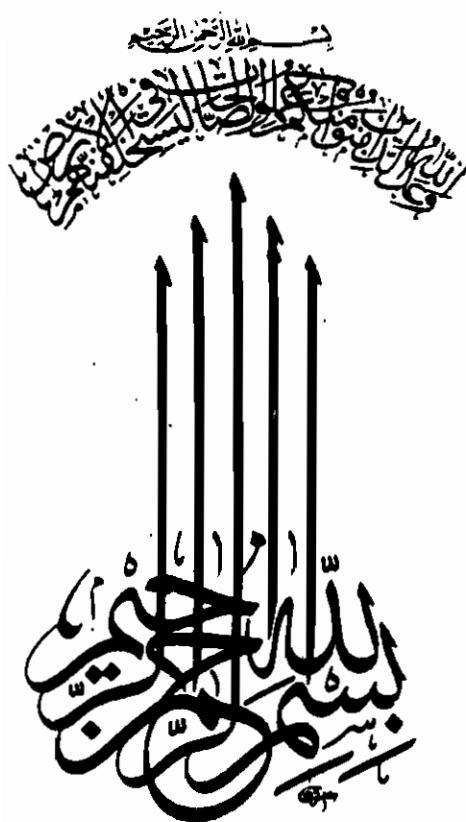
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَالتَّحْظَرْنَ أَنْفُسَكُمْ فَادْخُلُوا

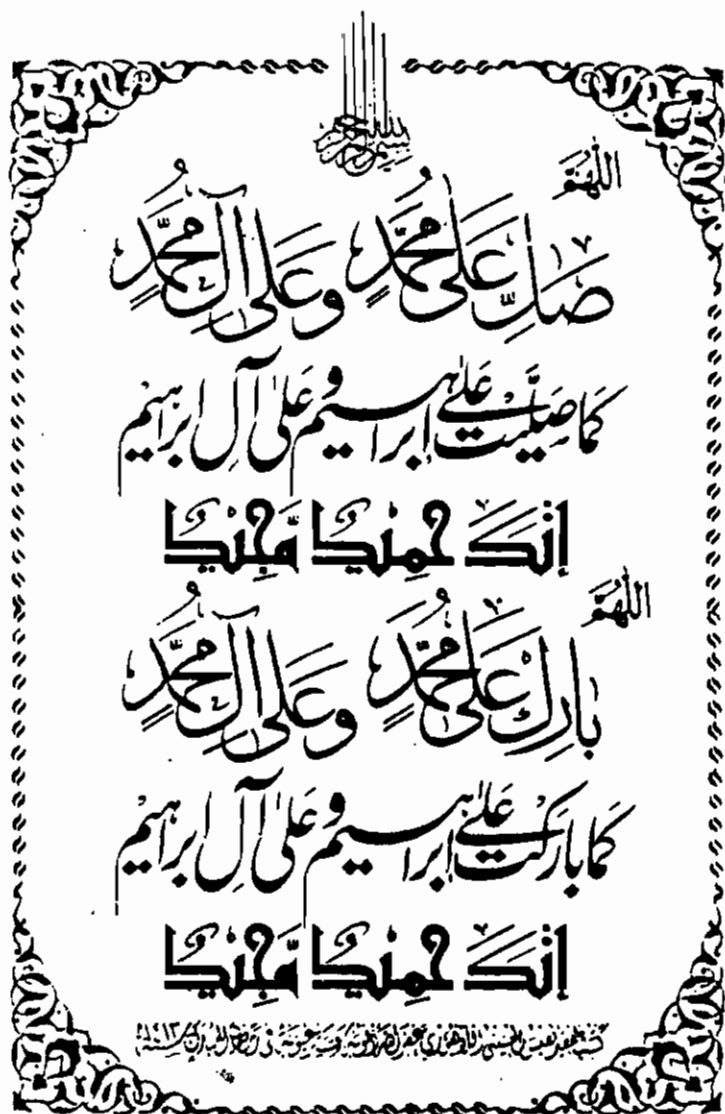
(سورہ حشر۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور چاہئے کہ ہر ایک نفس دیکھتا رہے کہ اس نے کل کے لئے کیا فراہم کیا ہے)۔

پس جو شخص اللہ کی نشانیوں کا آنکھیں کھول کر مطالعہ کرے اس کے سامنے اسلام کا مستقبل بالکل روشن ہے۔ ہر ایک قوم قرآنی انقلاب کو اپنے اندر کامیاب بنا سکتی ہے کیونکہ اس انقلاب کا سرچشمہ یعنی قرآن حکیم موجود ہے حضرت محمد ﷺ کے ساتھیوں نے جس طرح اسے پہلی مرتبہ حجاز میں کامیاب بنا کر دکھا دیا۔ وہ نمونہ قیامت تک کے لئے کافی ہے برصغیر پاک و ہند میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا ہی شخص پیدا کیا جو اللہ تعالیٰ کے نشانوں کو سمجھنے والا اور مجازی انقلاب کے سب واقعات کا عالم ہے اس کا نام ہے امام ولی اللہ دہلوی (اللہ کی رحمتیں ہوں اس پر) حضرت امامؒ نے قرآن حکیم کی انقلابیت کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور تک منحصر کر دیا ہے اور برصغیر پاک و ہند کے متعلق امید ظاہر کی ہے کہ یہی انقلاب یہاں دہرایا جائے گا۔ اب مسلم نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ اس امام کی کتابیں پڑھیں اور قرآن کے انقلاب کو سمجھیں۔

(1) کیا عجب کہ تاریخ نے زمانہ حال میں جو پلٹا دکھایا ہے، وہ اس کا پیش خیمہ ہو اور پاکستان آنے والے انقلاب کا پیشرو ثابت ہو۔ (مرتب)







# قرآنی اساس انقلاب

سورہ فاتحہ کی حکیمانہ  
انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مردوم)

مکتبۃ دارالکتاب

32- میکلیگن روڈ۔ ایچ کے بی بی سنٹر۔ چوک اے جی آفس لاہور

فون: 7239138



## وہابچہ

سورہ فاتحہ کا ایک نام ”الاساس“ بھی ہے۔ گویا اس سورہ کرمہ میں جو نازل ہونے کے لحاظ سے بالکل ابتدائی نسلے کی وحی ہے، قرآنی انقلاب کی زیریں بنیاد (Bottom Bas Rock) معین کر کے انقلاب لانے والی جماعت کو اس بنیاد پر کامیابی کا قصر تعمیر کرنے کی دعا سکھائی گئی ہے۔ اس لئے سورہ فاتحہ کی اس تفسیر کا نام ”قرآنی اساس انقلاب“ رکھا گیا ہے۔ اس سورت میں قرآنی انقلاب کی بنیاد صراطِ مستقیم بتائی گئی ہے۔ استلوی المکرم حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے اس سورہ عظیم کی تفسیر نہایت اہتمام سے دو دفعہ املا کرائی اور بہت سے دیگر مقلات پر اس کی طرف اشارے فرمائے۔ عاجز مرتب نے اس سلسلے میں حضرت مولانا سندھیؒ کے تمام افکار صفحاتِ مابعد میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور جہاں جہاں ضرورت سمجھی ہے حجتہ الاسلام، حکیم الامت امام ولی اللہ دہلویؒ کے افکار حواشی میں دے دیئے ہیں تاکہ متن کی توضیح و توثیق ہو جائے امید ہے کہ یہ حواشی بھی مفید پائے جائیں گے۔

سورہ فاتحہ قرآن حکیم کا وہابچہ ہے۔ اس میں قرآنی انقلاب کی جو بنیاد بتائی گئی ہے سارے قرآن حکیم میں وہی ملحوظ رہے گی۔ اس لئے اس سورت کا مطالعہ قرآن حکیم کے انقلاب کا مقصد معین کرنے کے لئے بے حد ضروری ہے۔ اس سورت کے مضامین کی توضیح میں حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے قرآنی سیاست اور قرآنی حکمت کا نہایت دلنشین استعمال کیا ہے اور ان دونوں کی بنیاد امام ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفے پر رکھی ہے جو بجائے خود قرنِ اول پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور پاکستان (أَصْلَانَهَا اللّٰهُ عَنْ كُلِّ نَفْصَانٍ) کو قرآنی عالمگیر انقلاب کا مرکز بنائے۔ آمین واللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## تمہید

نام : یوں تو اس سورت کے بہت سے نام حدیثوں میں آئے ہیں لیکن چند ایک بہت مشہور ہیں مثلاً ”الفتح“ و ”بِیَاقُ“ قرآن ”أُمُّ الْكِتَابِ“ (بنیادی تعلیم) الاساس (تعلیمات قرآنیہ کی بنیاد) ”سُورَةُ الدَّعَاءِ“ قرآن حکیم میں اسے ”سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِی“ (سات آیات جو بار بار دہرائی جاتی ہیں) کا نام دیا گیا ہے (87:15)

زمنہ نزول : حضرت نبی اکرم ﷺ پر غار حرا میں سب سے پہلے یہ آیتیں نازل ہوئیں۔  
 اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝  
 اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمَ (96:1-2-3)

اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھئے جس نے پیدا کیا۔ انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا پڑھئے اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے۔

ان آیات کے نازل ہونے کے چند روز بعد ہی پوری سورہ فاتحہ مع بسم اللہ نازل ہوئی اور یہ نماز کا ایسا لازم جزو قرار دی گئی کہ بلا واسطہ یا بالواسطہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔  
 مضمون : یہ سورت قرآن حکیم کی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔

ہمت یہ ہے کہ انسان اجتماع (Society) میں رہ کر ہی ترقی کر سکتا ہے خود اس کی فطرت اس ہمت کا تقاضا کرتی ہے کہ چھوٹے چھوٹے اجتماع مل کر ایک انسانی برادری بن جائے لیکن یہ ظاہر ہے کہ ترقی کن برادری ایک ہی فکر رکھنے والے لوگوں کی ہو سکتی ہے جو لوگ اس فطری اصول کے خلاف چلیں وہ نہ صرف اس دنیا میں ناکام رہتے ہیں بلکہ اس ناکامی کی وجہ سے مرنے کے بعد بھی ناکام رہیں گے۔

قرآن حکیم انسان کی بلند ترین اجتماعی زندگی (Societal Life) کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس لئے سورہ فاتحہ میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انسانی فطرت کو سمجھنے والے اور اس کے مطابق کام کرنے والے لوگوں کو جمع کیا جائے ایسی جماعت انسانی اجتماع

کے مرکز میں رہے گی اور اس اجتماع کی رہنمائی کرے گی۔  
انسانی فطرت کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس فطرت کے سمجھنے کے لئے علم اور اس کے مطابق کام کرنے کی توفیق اسی سے حاصل ہو سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس سورت کو دعاء کی شکل دی گئی ہے جس میں انسانی ارادے اور ہمت کو بھی کچھ دخل حاصل ہے۔ یہ دعا بھی اجتماعی رنگ میں ہے۔

## رابط

### نبی اکرم ﷺ کی نبوت کے دو درجے

1- قومی درجہ : جیسے اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے، سب سے پہلے ”سورة العلق“ یا اقرآنزل ہوئی۔ (مکتوبی شکل میں یہ سورۃ نمبر 96 پر تیسویں پارے میں ہے) اس میں نبی اکرم ﷺ کی نبوت کے پہلے درجے کا ذکر ہے۔ اس درجے میں آپ کا مقصد قریش اور ان کے ارد گرد بننے والے عرب قبیلوں کی اصلاح تھا۔ یہ گویا آپ کی نبوت کا قومی درجہ تھا۔  
انسان اپنی قوم کو اپنے طبعی رشتوں یعنی ماں باپ کے ذریعے سے پہچاننے والے سلسلوں سے پہچانتا ہے اگر وہ اپنے حسب و نسب کی کنڑیوں کا دور تک متبعیت کرے تو وہ دیکھے گا کہ اس کے خاندان کے افراد ہی کے پہچاننے سے اس کی قوم کا اکثر حصہ بنا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلی سورت۔ العلق کا آغاز اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ سے کیا ہے جس میں اس نے اپنے آپ کو انسان کے خالق اور پروردگار کی حیثیت سے پہنچوایا ہے۔

۱۔ امام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ:  
(۱) اس امام کے لئے جو مختلف قوموں کو ایک فکر پر جمع کرے چند اصول کار ضروری ہوں گے ان اصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ پہلے ایک قوم کو راہ راست کی طرف بلائے گا اور اسی کے اخلاق کو ٹھیک کر کے ان کی حالت کی اصلاح کرے گا پھر اسے اپنی تحریک کی اشاعت کے لئے آگے کار بنائے گا اور اس کی مدد سے دنیا کی دوسری قوموں سے جملہ کرے گا وہ اپنے (قومی) ساتھیوں کو دنیا کی مختلف قوموں میں بکھیر دے گا چنانچہ (سورۃ آل عمران کی اس آیت کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تم امت کا بہترین حصہ ہو جو تمام انسانوں کے لئے مبعوث ہوئے ہو) کے یہی معنی ہیں۔ (جنت اللہ الباقی ج ۱ ص ۱۱۸)  
مہاجرین اور انصار کی ابتدائی جماعت قریش اور ان کے ارد گرد کے قبیلوں کی اسلام لانے کا باعث بنی۔ پھر قریش اور یہ لوگ عراق اور شام کی فتح کا ذریعہ بنے اور قریش اور عراق و شام کے لوگ فارس پھر روم کی فتح کا وسیلہ بنے اور ان کے ذریعے سے ہند، ترکستان اور سوڈان کے علاقے فتح ہوئے۔ (جنت اللہ الباقی ج ۲ ص ۱۷۲) (مرتب)  
۲۔ پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ (مرتب)

(2) بین الاقوامی درجہ : آپ کی نبوت کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ آپ مِلّتِ حَنِیْفِیَّة ابراہیمیّہ پر تمام اقوامِ عالم کو جمع کریں گے۔ کیونکہ انسان کی نوعی ترقی کا یہی راستہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس دعا ”الفاتحہ“ میں اپنے آپ کو رَبُّ الْعَالَمِیْنَ کی حیثیت سے شملت کر دیا ہے۔ اس تمہیدی دعا کے بعد سورہ بقرہ وغیرہ بقی قرآن حکیم میں تمام اقوامِ عالم کے لئے بنیادی دستور حیات دیا گیا ہے جس پر انہیں جمع کیا جائے گا۔

یہ سورت قرآن حکیم کا مقدمہ ہے۔ اس میں نبی اکرم ﷺ کی دعوت کی عالمی حیثیت کی طرف اشارہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کی نبوت کا یہ درجہ ہی آپ کی بعثت کا اصل مقصد ہے۔ اور سورہ العلق کو قرآن حکیم کے آخر میں لے جانا ظاہر کرتا ہے کہ قومی درجہ جس کی طرف سورہ العلق میں اشارہ ہے، بین الاقوامی عالمی درجے کے لئے بطور تمہید اور وسیلے کے تھا۔ اس لئے انسانیت کے اندر عالمی تحریک ہی قرآن حکیم کی دعوت کا عنوان بن سکتی ہے۔

امام ابی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ  
 اَلَا نَبِیَّاءُ قَبْلَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانُوا یُعْتَوْنُ اِلٰی اَقْوَامِہِمۡ خَاصَّةً... وَبُعِثَ نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی کَافَّةِ النَّاسِ (جمہ  
 اللہ الہامہ ج 1 ص 124)

یعنی نبی اکرم ﷺ سے پہلے جو انبیاء گزرے ہیں وہ سب کے سب اپنی اپنی خاص قوم کی طرف بھیجے گئے تھے۔ لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دنیا کی تمام اقوام کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔

نیز فرماتے ہیں کہ:

”وَلَمَّا کَانَ الشَّرُّ السَّارِی فِی زَمَنِ اِبْرَہِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ هُوَ نَسِیَانُ التَّوْحِیْدِ نَزَلَ الْحَقُّ بِاَزَانِہِ بِاِشَاعَةِ التَّوْحِیْدِ وَتَوَلَّیْدِ الْعِبَادَاتِ مِنْ طَهَارَةٍ وَصَلَوَةٍ وَزَكَاةٍ وَحَجٍّ وَصَوْمٍ وَذِکْرِ وَلَمَّا کَانَ الشَّرُّ السَّارِی فِی زَمَنِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اخْتِلَالَ



الْمَسَلِّ وَانْقِلَابُ الْإِرْتِفَاقَاتِ خَاصَّةً عَلَى أَصْحَابِهَا وَكَانَ  
الْأَمْرُ أَشَدُّ وَأَقْسَى نَزَلَ الْحَقُّ بِأَرْزَائِهِم بِالْجِهَادِ وَرِشَاعَةِ الْعِبَادَاتِ  
وَتَوْفِيقِهَا وَالْقَضَاءِ بِزَوَالِ دَوْلَةِ الرُّومِ وَالْعَجْمِ وَانْتِظَامِ أَمْرِ  
النَّبَوَةِ كَهَيْئَةِ الْإِرْتِفَاقِ الرَّابِعِ - (التفهيمات الا لیتہ جلد اول ص 82-83)

چونکہ سیدنا ابراہیمؑ کے زمانے میں نسیان توحید کا شرعاً مشرو انسانی میں پھیل چکا  
تھا اس لئے حق ان کے ہاتھ لٹا ڈال دیا یعنی اشاعت توحید اور طہارت صلوٰۃ  
زکوٰۃ حج روزوں اور ذکر الہی کی عملیات جاری کرنے کی شکل میں لیکن چونکہ  
ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے اقوام عالم کی عقلوں میں خلل  
پڑ چکا تھا اور انکی ارقاقی زندگی میں بگاڑ پیدا ہو گیا تھا اور یہ حالت نہایت شدید  
صورت اختیار کر گئی تھی اور یہ غریبوں اقوام دنیا کے بدن میں ذر تک سربست  
کر گئی تھیں اس لئے اب حق ان ضرورتوں کے لئے نازل ہوا اور قرار پایا کہ  
ان غریبوں کے خلاف جلو کیا جائے اور عملیات کی اشاعت کی جائے ان کے  
ادا کرنے کے اوقات معین کر دیئے جائیں اور قضا و قدر نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے  
کہ رومی اور ایرانی سلطنتیں برہلو کر کے ان کہ جگہ نبوی نظام بین الاقوامی بنانے  
پر قائم کیا جائے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے تشریف لاکر انسانی للارح و خیر کا دروازہ  
کھولا جو آج تک نہ کھلا تھا اور اس خیر و للارح انسانی کی تعلیم کے ذریعے سے  
انسانوں میں سے ایک ایسی امت (جماعت) معظم کی جو نوع انسانی کے لئے  
محترم (مہوئے کی) جماعت بن گئی (مرتب)

خیریت عالمی تحریک ہے : اس سے ظاہر ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی  
تحریک عالمی تحریک (World Movement) ہے صرف عربی تحریک نہیں ہے عربی تحریک  
اس عالمگیر تحریک کی ترقی کا ایک ذریعہ تھی اور اس کے ارتقاء کی ایک منزل۔ یہ عالمی تحریک  
اصل میں عینی تحریک ہی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ نوع انسانی کو اس کی فطرت

۱۔ فَتَنْفَعِ صَلَاتِي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَبَايَا مِنَ الْخَيْرِ لَمْ يَنْفَعْ قَبْلَهُ وَأَنْتَظِمَتْ بِهِ أُمَّةٌ مِنَ النَّاسِ  
هِيَ خَيْرُ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (تفهيمات ص 82-83)

کے مطابق مکمل تک پہنچائے۔

دینی اور سیاسی تحریک میں فرق : حینفی تحریک میں ذہنی، عقلی، معاشی اور معاشرتی سب پہلو موجود ہیں اور ان سب پہلوؤں میں ترقی ہی اسے تکمیل تک پہنچا سکتی ہے ان پہلوؤں کے لحاظ سے یہ تحریک دینی بھی ہے اور سیاسی بھی، لیکن آج کل بعض لوگ دینی تحریک اور سیاسی تحریک میں فرق کرتے ہیں۔ یہ لوگ دینی تحریک کو خیالی (Ideational) تحریک کہتے ہیں اور اس لحاظ سے یہ صرف رہبانیت کی تحریک بن کر رہ جاتی ہے۔

سیاسی تحریک کو حقیقت پسندانہ (Realistic) تحریک قرار دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک حینفی تحریک کے بارے میں ”دینی“ اور ”سیاسی“ کی یہ تقسیم صحیح نہیں ہے اور نہ یہ تقسیم کسی مضبوط بنیاد پر قائم ہے۔

اصل میں انسانیت شروع سے آخر تک ایک وحدانی (Unitary) چیز ہے اسے تقسیم نہیں کیا جاسکتا اجتماعیت انسانی کسی تحریک کو عمل کی سولت کی غرض سے دینی اور سیاسی اجزاء میں تقسیم بھی کر لیا جائے تو اس سے دو تحریکیں نہیں بن جاتیں کیونکہ ان دونوں کا مقصد ہر کیف انسانیت علم کی ترقی ہی رہتا ہے جب اہل دین ایسے خیالات اور اعمال کی طرف رجعت اختیار کر لیں جو غیر محققانہ (Unscientific) ہوں یا اہل سیاست انسانیت کے صرف معاشی پہلو کو لیکر بیٹھ جائیں اور انسان کی مکمل انسانیت کی ترقی کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں تو یہ اختلاف صرف اصطلاحی (Anical) اختلاف رہ جاتا ہے ہم ان دونوں کی طرف التفات نہیں کرتے اس کی مثال یوں سمجھیں چاہئے کہ ایک بادشاہ ممالک فتح کرنے کے درپے ہو جاتا ہے تاکہ ان میں ظلم دور کر کے انصاف و عدل قائم کرے ایک اور شخص سوسائٹی میں صحیح علم پھیلانے میں لگ جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ دونوں انسانیت کی تکمیل کر رہے ہیں۔ ان میں آپس میں کوئی تقاض نہیں ہے اصل میں صحیح دین وہ ہے جس کے امام سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ وہی کامل اور مکمل انسانیت سے بحث کرتا ہے اور ان کی تحریک عالمی تحریک ہے جو ایک ہی وقت میں دینی بھی ہے اور سیاسی اور معاشی بھی اس تحریک کو بین الاقوامی بنانے پر ترقی دینے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں۔

دین کو سیاست کی ضرورت : ایک علمی شخص اپنے علم کو انسانیت علم کے لئے مفید

دیکھتا ہے۔ وہ یہ علم ان لوگوں کو سکھاتا ہے جو اسے سیکھ سکتے ہیں اس فکر پر ان کے جمع ہو جانے سے طبعی طور پر جماعت (Party) بن جاتی ہے جو اس اجتماع سے فائدہ اٹھاتی ہے اگر وہ شخص چاہے کہ اس کے عمل کو کوئی اور لوگ جو اس کے طریقے سے واقف نہیں ہیں یا جو اس فکر کی ترقی میں اپنے ذاتی مفادات (Vested Interests) کا نقصان تصور کرتے ہیں قوت کے ذریعے سے خراب کر دیں تو کیا صحیح علم کے مالک کے لئے یہ ضروری نہ ہوگا کہ اپنے فکر کی حفاظت کے لئے قوت و دفع (Defence Power) مہیا کرے؟ اور کیا اس طرح اسے سیاست کے میدان میں آنا نہیں پڑے گا؟ اس سے ظاہر ہے کہ صحیح علم کے لئے سیاست (Politics) اور حکومت (State) ضروری اور ناگزیر ہیں۔ اس لئے جب ہم کہتے ہیں کہ انسانیت ناقابل تقسیم وحدت ہے تو اس سے ہماری یہی مراد ہوتی ہے۔

امام ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں کہ:

وَيَحِبُّ بَذْلُ الْجُهْدِ عَلَى أَهْلِ الْأَرْزَاءِ الْكَلْبِيَّةِ فَمَنْ إِشَاعَةُ الْحَقِّ وَتَمْثِيلُهُ  
وَإِخْطَالُ الْبَاطِلِ وَصَلَتْهُ فَرَبَّمَا لَمْ يُمَكِّنْ ذَلِكَ إِلَّا بِمُخَاَصَمَاتٍ  
أَوْ مُقَاتَلَاتٍ فَيُعْذِرُ كُلَّ ذَلِكَ مِنْ أَفْضَلِ أَعْمَالِ الْبِرِّ

(حجۃ اللہ البالغہ ج 1 ص 50 طبع ضریہ مصر)

جو لوگ انسانی معاشرے کی کل اصلاح حل کے رنگ میں سوچتے ہیں ان پر واجب ہوتا ہے کہ اشاعت حق کرنے اور اسے معاشرے میں چلانے کے لئے اور باطل کا زور توڑنے اور اس کا نفع روکنے کے لئے پوری پوری (جہلی ملی) کوشش کریں لیکن اکثر یہ کوشش صرف ان شکلوں ہی میں ممکن ہو پاتی ہیں کہ مخالفین حق کے خلاف نشر و اشاعت کی جائے اور قتل کیا جائے اس صورت میں یہ دونوں اعمال بہترین نیکی کے اعمال شمار ہوتے ہیں۔

ایسے ہی یہ بھی صحیح ہے کہ جب کوئی جماعت انسانی منافع میں سے کسی ایک حصے کی خدمت کے لئے اٹھے لیکن وہ اپنے آپ کو جامعہ انسانیہ (Human Society) کا ایک جزو تصور کرے تو اس کے پروگرام کا انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن یہ غلط ہوگا کہ وہ جماعت اپنی جزوی خدمت کو کل قرار دے کر دوسری جماعت کے خلاف صف آرا ہو جائے اور یہ تو اور بھی بڑی حماقت ہوگی کہ وہ کل تحریک کا انکار کر دے یا اس کی طرف التفات نہ کرے۔

الغرض آئمہ ادیان ہی اصل میں جامعہ انسانیہ (Human Society) کے حقیقی امام ہوتے ہیں جو لوگ انسانی سوسائٹی کے منافع میں سے چند ایک کو لے کر کام کرتے ہیں وہ انبیاء سے کم درجے کے لوگ ہوتے ہیں۔ جو اہل سیاست اور اہل فلسفہ و حکمت اور جو سائنسدان اپنے آپ کو ان آئمہ دین کے تحت بطور جزوی کارکن لے آئیں وہ طبعی طور پر ان آئمہ سے دوسرے درجے پر شمار ہوں گے جو شخص دین کے معنی سمجھتا ہے ا۔ اور اجتماعیت کا مفہوم بھی جانتا ہے اور اہل سیاست و فلسفہ میں سے خدام انسانیت کی بھی پہچان رکھتا ہے وہ آئمہ دین کے سوا کسی کو اجتماعیت انسانیہ کے امام تسلیم نہیں کر سکتا۔

عام مورخین بین الاقوامی تحریک کی ابتداء سکندر مقدونی (of Macedonia Alexander) سے کرتے ہیں لیکن ہماری تحقیق یہ ہے کہ عالمی انسانی تاریخ کا آغاز سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی نسبت قرآن حکیم میں آیا ہے کہ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (2: 124) ”میں تجھے نوع انسانی کا امام بنائوں گا۔“ اور ان کی اولاد اس عالمی پیشوائی کے لئے کام کرتی رہی۔ سیدنا ابراہیمؑ ایسے ہی امام ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہی کی تحریک کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔

چونکہ قرآن حکیم بین الاقوامی تحریک پیدا کرتا ہے جس کی ابتداء سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کی اس لئے اس کی پہلی سورت میں ”رَبُّ الْعَالَمِیْنَ“ کا تصور دیا گیا ہے۔

---

۱۔ دین کی حقیقت سمجھنے کے لئے ”حجتہ الباقی“ معنفہ امام دلی اللہ دہلویؒ باب بیان اصل الدین واحد والناجی مخلد (ج ۱) اور ابواب مابعد پڑھنے چاہئیں۔ اور اجتماعیت کے سمجھنے کے لئے اس کتاب کے ابواب ارتباطات کا گہرا مطالعہ کرنا چاہئے اور اس مطالعے کو ”بدورہائے“ معنفہ امام صاحب کے مطالعے سے تقویت دی جائے۔ (مرتب)

٦١  
أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

تفسیر سورہ فاتحہ  
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مُلِكِ  
يَوْمِ الدِّينِ

تشریح الفاظ

حمد : جو فعل کسی کے اپنے علم و اختیار اور ارادے سے صادر ہوا ہو اس کی حقیقی تعریف کرنا۔ (مع کسی ایسی چیز یا فعل کی تعریف جو اختیاری نہ ہو جیسے حسن کی تعریف، ثناء بار بار خوبیاں بیان کرنا)

ال : یا تو جنس کے لئے ہے اس صورت میں اس سے مراد ہوگی حقیقی اور اصلی تعریف یا استغراق کے لئے اس حالت میں اس سے مراد ہوگی ہر قسم کی تعریف اور تمام تعریفیں۔

ل: تخصیص کے لئے یعنی حقیقی حمد و تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔

اللہ : اسم ذات ہے یعنی وہ پاک ذات حَقِيقَةُ الْحَقَائِقِ وَوُجُودُ أَقْصٰی جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی وہی وجود کا منبع اور مصدر ہے اور ہر ایک شے اسی سے اور اسی کے ارادے سے وجود پاتی ہے وہی تمام مخلوقات کو قائم رکھتا ہے اور ارتقاء (Evolution) کی منزلیں طے کراتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا صفاتی نام نہیں بلکہ اسم علم ہے۔ اگرچہ یہ غیر مشتق ہے لیکن عربی زبان کی عام خوبی کے مطابق اس میں بھی ایک خصوصیت پائی جاتی ہے یعنی اس لفظ میں جذب اور کشش کا مفہوم پایا جاتا ہے۔۔۔۔

چنانچہ عربی میں کہتے ہیں (١) وَلَهُ الصَّبِيُّ إِلَىٰ أُمِّهِ (بچہ گمراہ کر اپنی ماں کی طرف لپکا) وَلَهَتْ الْأُمُّ إِلَىٰ وَلَدِهَا (ماں کا دل اپنے بچے کی طرف کھنچ گیا) گویا اللہ وہ ذات ہے جس کی طرف ہر شے بلکہ کائنات کا ایک ایک ذرہ کھنچتا ہے۔ وہی سب کا محبوب اور

سب کی محبت کا مستحق ہے کیونکہ وہی حسن اور احسان کا مرکز ہے۔

”الرَّحْمَنُ“: (ملوہ رحم، دل پھلنا، شفقت) اللہ تعالیٰ کی ایک تجلی جس کا تعلق عالم

(Cosmic Universe) کی تخلیق کے ساتھ ہے۔ بقول امام ولی اللہ دہلوی کائنات کا ملوہ

اسی تجلی سے وجود میں آیا۔ ا۔

”الرَّحِيمُ“: (ملوہ رحم) اللہ تعالیٰ کی وہ تجلی یا صفت جس کا تعلق بندوں کے

عملوں کی دنیا اور آخرت میں جزا و سزا دینے سے ہے۔

رَبُّ: پرورش کرنے والا، اور تربیت کر کے تکمیل تک پہنچانے والا۔

الْعَلَمِينَ: واحد العالم (1) جہاں ساری دنیا (2) مخلوقات کی تمام انواع (3)

اقوام

(1) الْحَمْدُ لِلَّهِ: (سب تعریف کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے)۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے قرآن حکیم کے ذریعے سے جو بین الاقوامی نظام قائم کیا ہے وہ ہر لحاظ سے قتل تعریف ہے۔ اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔

بہترین نظام: یہ نظام جو اللہ تعالیٰ نے انسانی قوموں میں پیدا کیا ہے اور جو فطرت انسانی کے عین مطابق ہے بہترین نظام ہے اس سے بہتر نظام ذہن میں آنا ممکن نہیں۔ اس لئے انسان کو یہ نظام بین الاقوامی بنانے پر چلانے میں اپنی ساری ہمت اور کوشش صرف کر دینی چاہئے۔

بعض حکماء کا قول ہے کہ جو کچھ پیدا ہو چکا ہے اس سے بہتر پیدا ہونا ناممکن ہے۔ یہ قول حکمت انسانی کے کمال کا اظہار کرتا ہے لیکن بعض دوسرے حکماء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ اس سے بہتر بنا سکتا ہے اگر وہ نہ بنا سکے تو یہ اس کا نقص سمجھا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ بلند درجے کے حکماء کا قول ہے کہ اس کائنات کی نہ ابتداء ہے نہ انتہا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ موجودہ کائنات ہی ازلی وابدی ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات مختلف ادوار میں منقسم ہے اور ایک دور اپنے پہلے دورے کا نتیجہ

ہوتا ہے اس طرح اقلیت حکمت کے مطابق ادوار کا سلسلہ جاری ہے یہ کہیں ختم ہونے میں نہیں آتا لیکن ایک انسان کو تفصیلی علم صرف ایک دورے ہی کا ہو سکتا ہے پچھلے اور آنے والے دوروں کا اسے علم نہیں ہو سکتا البتہ عقل سلیم اسے لازماً تسلیم کرتی ہے کہ چونکہ فطرت صفت الہی ناممکن ہے اس لئے یہ سلسلہ ضرور قائم و دائم رہنا چاہئے ہمیں ادوار کا علم ہو سکے یا نہ ہو سکے۔

اب اصل سوال لیجئے کہ کیا جو کچھ ہے اس سے بہتر ممکن ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ”ہاں“ اور ”نہیں“۔

تفصیل اس اجمل کی یہ ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اس سے بہتر ممکن ہے وہ یہ کہتا چاہتے ہیں کہ ایک دورے سے دوسرا دورہ بہتر ہونا ممکن ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ اس سے بہتر ہو ہی نہیں سکتا وہ اصل میں یہ کہتا چاہتے ہیں کہ موجودہ دورے میں جو چیز پیدا ہوئی ہے وہ اس دورے کی فطرت کے عین مطابق ہے کہ اس لئے اس دورے میں اس سے بہتر ممکن نہیں۔

ہماری غرض اس سارے بیان سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو ایک خاص فطرت کے ساتھ پیدا کیا ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ اس سارے نظام میں موزوں ہونے کے لئے اس سے بہتر چیز وجود میں آسکے۔ جو بہترین چیز اس نظام عالم میں وجود میں آئی ممکن تھی وہ وجود میں آچکی۔ اس لئے فطرت انسانی میں جو تمام اقوام اور افراد میں مشترک ہے اور انسانی اجتماعیت کی بنیاد ہے کوئی نقص نہیں پایا جاتا اس لئے یہ تعلیم جس پر انسانیت کو معکم کیا جا رہا ہے بہترین تعلیم ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے لائق حمد و ستائش ہے۔

جب یہ معرفت اچھی طرح سے صاف ہو کر انسان کے دل میں جم جاتی ہے وہ

۱۔ اس کی مثال یوں سمجھنا چاہئے کہ ایک کاریگر گھڑی بناتا ہے اس کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ اس کے پرزے اس میں اس طرح وابستہ ہیں کہ اس کی تخلیق کے مقصد کو بہترین انداز پر پورا کرتے ہیں۔ اس سے بہتر وابستگی ممکن نہیں اس کے یہ معنی تھوڑے ہیں کہ اس سے بہتر کوئی اور گھڑی بنانا ممکن نہیں ہے جو گھڑی اس سے بہتر بنے گی اس کے اپنے پرزوں میں سے ہر ایک پرزہ اس کے لئے بہترین ہو گا کیونکہ وہ اس گھڑی کے مقصد تخلیق کو بہترین طور پر پورا کرے گا۔ (مرتب)

دین اسلام کو دل سے قبول کر لیتا ہے اور اسے اچھی طرح سے سمجھ جاتا ہے اگر یہ معرفت اس کے دل میں راسخ نہ ہو وہ لادینی بن جاتا ہے اور وہ راہ راست سے ہٹ کر اوہراوہرا مارا مارا پھرتا ہے۔

آئیے اب اس آیت پر ایک اور پہلو سے نظر ڈالیں۔

**اچھی اور بری چیزیں :** دنیا میں دو قسم کی فکر رائج ہے۔

ایک فکر کے مطابق کوئی چیز اچھی ہے یا بری ہے، جو چیز اچھی ہے وہ نیک ہی اچھی ہے وہ ہر ماحول میں اچھی ہی رہتی ہے جو بری ہے وہ نیک ہی بری ہے وہ اچھے ماحول میں بھی بری ہی رہتی ہے۔

دوسرا خیال یہ ہے کہ اصل میں کوئی چیز بری نہیں ہے وہ کسی ماحول میں بُری بن گئی ہے اگر اس کا ماحول بدل دیا جائے تو وہ بُری نہیں رہے گی۔

صحیح اصول یہ ہے کہ کوئی چیز اپنی فطرت میں بُری نہیں ایک چیز خاص حالات میں ایک خاص ضرورت پوری نہیں کرتی اسے بُری کہہ دیا جاتا ہے۔ اشیاء کو انسان کے نوعی تقاضوں کے مطابق دیکھا جائے تو کسی چیز کی اچھی یا بُری ہونے کا معیار یہ ہوگا کہ وہ چیز انسان کے ان تقاضوں کے ساتھ موافقت رکھتی ہے یا مخالفت اچھی چیز وہ ہے جو انسان کے نوعی تقاضوں کے موافق ہے اور بُری چیز وہ ہے جو انسان کے نوعی تقاضوں کی مخالفت ہے یہ ہے وہ اصول جو امام ولی اللہ دہلوی پیش کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ :

۱۔ جب کوئی قوم اپنے بلند درجے سے گر جاتی ہے اور اشیاء کی حقیقت پر غور کرنا اور اپنا حساب لینا چھوڑ کر بے فکری اختیار کر لیتی ہے تو یہ نظریہ اختیار کر لیتی ہے کہ ہر شے اپنی فطرت میں اچھی یا بری ہے ماحول کے بدل جانے سے اس کی اچھائی برائی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ یہ خیال اس لئے بنا لیتی ہے کہ وہ اپنے بدلے ہوئے (برے) ماحول کی وجہ سے اپنے میں کسی برائی کی قائل نہیں ہونا چاہتی۔ وہ اپنی گراوٹ پر قناعت کر لیتی ہے اور یہ سوچ کر اطمینان کر لیتی ہے کہ بلا سے ماحول بگڑ گیا تو کیا ہوا ہم تو اچھے ہی ہیں وہ ان غیظوں کی جو وہ اپنے مخالفوں میں پاتی ہے قائل نہیں ہونا چاہتی، کیونکہ اگر وہ اپنے مخالفوں میں خیریاں تسلیم کر لے تو اسے اپنے برے ماحول کو بدل کر وہی خیریاں اپنے اندر پیدا کرنی پڑتی ہیں یہ ایک انقلاب ہے جس سے وہ علوی ہو چکی ہے حقیقت یہ ہے کہ جب تک یہ نظریہ انقلاب اس کے اندر نہ آئے اس کی حالت کا تغیر ناممکن ہوتا ہے۔ (مولانا عبید اللہ سندھی)



فَكَذَلِكَ لِلْبَرِّ سُنُّنُ اللَّهُ تَعَالَى فِي قُلُوبِ الْمُؤَيَّدِينَ  
بِالتَّوَرِ الْمَلَكِيِّ الْغَالِبِ عَلَيْهِمْ خُلُقُ الْفُطْرَةِ بِمَنْزِلَةِ مَا  
أَلْهِمَ فِي قُلُوبِ النَّحْلِ مَا يُصْلِحُ بِهِ مَعَاشَهَا فَجَرَوْا عَلَيْهَا  
وَآخَذُوا بِهَا وَارْشَدُوا إِلَيْهَا وَحُتُوا عَلَيْهَا فَاقْتَدَى بِهِمُ  
النَّاسُ وَاتَّفَقَ عَلَيْهَا أَهْلُ الْمَلِكِ جَمِيعُهَا فِي أَقْطَارِ  
الْأَرْضِ عَلَى تَبَاْعُدِ بُلْدِ إِنْهُمْ وَاحْتِلَافِ أَدْيَارِهِمْ بِحُكْمِ  
مُنَاسَبَةِ فُطْرِيَّتِهِ وَاقْتِضَاءِ نَوْعِيٍّ (عجۃ اللہ الباقہ ص 58)

(ایسے ہی اجمالی کی شکلیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان افعال کے دلوں میں بذریعہ  
الہام ڈالی ہیں جن کی کلی نور مد کرتا ہے ان پر فطرتی طلق غالب ہوتا ہے اس  
کی مثال دیکھی ہے جیسے شد کی کمی کے دل میں وہ طریقے ڈالے گئے جن  
کے مطابق وہ معاشی زندگی بسر کرتی ہے چنانچہ ان لوگوں نے وہ طریقے اختیار کر  
لئے اور ان پر کلام کرتے رہے اور دوسرے لوگوں کی بھی رہنمائی کرتے رہے  
اور انہیں ان کے احتیاط کرنے کی تاکید کرتے رہے پھر لوگوں نے ان کی پیروی  
شروع کر دی اور اس طرح سب ملتوں کے لوگ کرۂ زمین کے مختلف خطوں  
میں بستیوں کے دور دور ہونے اور مذہبوں کے اختلاف کے پلوجو زندگی بسر  
کرنے کے لئے ان طریقوں پر متفق ہو گئے اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ ان  
سب گروہوں کے افراد میں ایک فطری مناسبت موجود ہے اور وہ سب ایک  
نوعی تقاضے سے متاثر ہوتے ہیں۔

اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جو چیز انسان کے لئے بُری ہے ہو سکتا ہے کہ کسی اور  
خلوق کے لئے اچھی ہو۔

۱۔ اس موضوع کے مزید مطالعے کی لئے ملاحظہ ہو عجۃ اللہ الباقہ (۱) باب اشقاق التكليف من التقدير  
(ص 20) (۲) باب كيفية استنبال الارفاقات (ص 38) (۳) باب حقيقة العلوۃ وغيرہ (مرتب)  
۲۔ جیسے کاربن ڈائی آکسائیڈ (Carbon Dioxide) جو حیوانات کے تنفس کے لئے معطر ہے لیکن نباتات  
کے لئے مایۂ حیات ہے۔ (مرتب)

ان دونوں اصولوں کے جمع کر لینے سے معلوم ہوا کہ کائنات میں کوئی شے مَری اور غیر مفید ہے ہی نہیں۔ بلکہ ہر ایک شے کسی نہ کسی لحاظ سے کسی نہ کسی حالت میں کسی نہ کسی مخلوق کے لئے مفید ہی ہے کوئی چیز بیکار اور فالتو نہیں جو چیز وجود میں آئی ہے اس کا وجود میں آنا ضروری تھا کائنات کو جو قائمہ اس شے سے حاصل ہو سکتا ہے وہ کسی اور شے سے حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ اس سے بہر حال ہر شے کو وجود میں لانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا پڑتی ہے جس نے کائنات کے ذرے ذرے کو مفید بنایا اور کسی نہ کسی حکمت کے تحت پیدا کیا ہے۔

حمد الہی کے چار گوشے : انسان اس بات کو کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی حدود تلاش کا مستحق ہے، چار پہلوؤں میں سمجھ سکتا ہے۔

(1) وہ رب العالمین ہے

(2) وہ الرحمن ہے

(3) وہ الرحیم ہے اور

(4) وہ مالک یوم الدین ہے۔

”رَبُّ الْعَالَمِينَ“ :

”رَبُّ“ : اس کے معنی ہیں کسی شے کو تدبیراً، نشوونما دے کر تکمیل تک پہنچانے والا (راغب) انسانیت کی تکمیل یہ ہے کہ انسان وہ مقصد سمجھ لے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے اور اس میں فنا ہو جائے یعنی اس مقصد کی تکمیل کے سوا اور کسی کام کا خیال اس کے ذہن میں نہ آئے یہ انفرادی درجہ تکمیل ہے۔

العالمین : یہ جمع ہے عالم کی۔ اس کے تین معنی ہیں۔

۱۔ اہم ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ كَوْنَعَيْنٍ نَغْلَمُ قَطْعًا اَنْهَ لَا يُوْجَدُ شَيْئًا اِلَّا وَهُوَ حَقٌّ اِنْ يُّوْجَدُ (مجتہ اللہ البالغ ۱ ص ۱۷ ص ۲۳) یعنی ہم پورے یقین کے ساتھ جانتے ہیں جو شے وجود میں لائی جاتی ہے اس کا وجود میں لایا جاتا ہی سب سے زیادہ ضروری ہوتا ہے (ورنہ وہ وجود میں لائی نہ جاتی)۔  
(مرتب)



”رَبُّ الاقوام“: بیشک انسان اللہ تعالیٰ کو اپنے الہ (معبود و محبوب) کی حیثیت سے جانتا ہے اور اپنے رب کی حیثیت سے پہچانتا ہے لیکن جب وہ عالمی تحریک شروع کرے تو اسے طبعی طور پر اپنے رب کو رب العالمین (رب الاقوام) کی حیثیت سے جانتا اور پہچانتا ہو گا۔ یعنی اسے یہ اچھی طرح سمجھ لینا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اس کا اپنا رب یا اس کے خاندان یا قبیلے ہی کا رب نہیں ہے بلکہ تمام اقوام عالم کا رب ہے۔ اور تمام اقوام کو ارتقاء کے اس درجے تک پہنچائے گا جس کے لئے اس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے۔ اس آگے پیچھے کرنے میں بھی حکمت ہے۔

۱۔ ہر ایک قوم کی ہدایت کے لئے مختلف درجوں کے رہنما انسانیت پیدا ہوتے رہے۔ اور انسانیت آگے بڑھی۔ اب تمام اقوام مل کر رفتہ رفتہ ایک بننا چاہتی ہیں۔ لیکن وہ اس وقت دو بڑے حصوں میں بٹی ہوئی ہیں (۱) مشرقی بلاک (Eastern Block) مغربی بلاک (Western Block) قرآن حکیم کے نزول کے وقت بھی کم و بیش یہی حالت تھی وہ ان دونوں گروہوں کو ملانا چاہتا ہے۔ شرق و مغرب کے اس اجتماع کے لئے کتاب عظیم کام دے گی اس لئے یہ کتاب اللہ تعالیٰ کا تعارف رب العالمین کی حیثیت سے کراتی ہے یعنی سب قوموں کو ملا کر انسانیت کو ترقی دینے والا۔ اس اجتماع انسانیت کی تکمیل کے بعد ہی یہ سمجھ میں آئے گا کہ اجتماع کامل کے درجے، قابلیت، شعوبیت، قومیت، ملے کرنے پڑتے ہیں وہ سب ضروری اور لا بد تھے اور انسانیت سے یہ سب نہایت قلیل تعریف طریقے سے ملے کر آئے گئے ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین (عبید اللہ سندھی)

(حاشیہ مولانا سندھی پرنسپل حاشیہ:

۱۔ پروفیسر P.A. Sorokin اعلیٰ اجتماعیات، ہارورڈ یونیورسٹی (امریکہ) لکھتے ہیں کہ:

The classification of human population, system of culture, nations and peoples as Eastern and Western is largely artificial and fiction. At almost no time after 1492 have the peoples and cultures of Asia and Africa been absolutely isolated from those of Europe and the Americas, and their historical lines have hardly proceeded independently from each other ... Even this relative separation from one another of the peoples and cultures of 'East and West' has been steadily decreasing during the last five centuries. Modern means of communication and transportation are daily bring the West and the East closer and will continue to do so until these segments of mankind become as interdependent

حقیقت میں ہر ایک قوم انسانیتِ عامہ کا ایک حصہ ہے لیکن اب ہر ایک نے اپنی زمین (Territory) اور اپنا آسمان (Air-Space) الگ الگ کر لیا ہے کسی قوم کو دوسری قوم کے زمین و آسمان سے کوئی تعلق نہیں ہے اس کے بلوجود ان سب حصوں، قوموں میں بنیادی انسانیت موجود ہے جس حصے میں انسانیت اچھی طرح سے ظاہر ہوتی ہے وہ حصہ آگے بڑھ جاتا ہے۔ اس کے نیچے دوسری اصناف بہ تدریج پیدا ہونے لگتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ہے وہ انسان کے دل و دماغ کو پالتا ہے تاکہ وہ اپنا مقصد حیات حاصل کرنا سکھے یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ کیا جائے انسان وہ اپنی مرضی سے کرنا سکھے۔

انسان اپنی نوعی ترقی کے دوران میں مختلف علاقوں میں پھیلتا رہا۔ آپ وہاں اور دیگر جغرافیائی حالات کے اختلاف سے انسانی نوع کا ایک حصہ دوسرے حصوں سے الگ تھلک ہو گیا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ہر ایک حصے کی بولی بھی الگ الگ ہو گئی اور اس طرح مختلف علاقوں میں رہنے والے انسان جغرافیائی اور نسلی اختلافات کی وجہ سے مختلف قومیں بن گئے۔

جب قرآن حکیم آیا، یہ تقسیمِ انہما کو پہنچ چکی تھی اور انسانیت کی تکمیل کا دوسرا دور شروع ہونے والا تھا جس میں مختلف قوموں کے درمیان میل جول بڑھے گا اور

بقیہ حاشیہ

upon each other as are most of the peoples and ways of life of either East or West. (Sorokin P.A. The Basic trends of our Times college and

University Press New Haven Conn. (U.S.A.) P.61).

(انسانی آبادی، نظامِ ہائے ثقافت، اقوام اور عوام کی "مشرقی" اور "مغربی" میں تقسیم زیادہ تر مصنوعی اور غیر حقیقی ہے 1492ء کے بعد ایشیا اور افریقہ کے عوام اور ثقافتیں تقریباً کبھی بھی یورپ اور امریکاں The Americas کے لوگوں اور ثقافتوں سے حتمی طور پر منقطع نہیں رہے ہیں اور ان کی تاریخی زندگیوں میں بھی سے ایک دوسرے سے الگ تھلک رہ کر چلی ہیں۔ مشرق اور مغرب کے لوگوں اور ثقافتوں کی یہ نسبت علیحدگی بھی گزشتہ پانچ صدیوں سے قطعی چلی آ رہی ہے دوہرہ جدید کے ذرائع رسل و رسائل مغرب اور مشرق کو دوہرہ ایک دوسرے کے قریب تر لا رہے ہیں اور لاتے رہیں گے یہاں تک کہ نوعِ انسان کے یہ دونوں ٹکڑے اسی طرح ایک دوسرے پر انحصار رکھنے لگیں جیسے خود مشرق اور مغرب کے اکثر لوگوں اور ان کے طریقہ ہائے زندگی کا ایک دوسرے پر انحصار موجود ہے۔

ایک دوسرے کے قریب آئیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی انسانیت میں تین بنیادی چیزیں ودیعت فرمائی ہیں۔

(1) رائے کلی یعنی انسانی اجتماع کی خدمت کا جذبہ، جس کی وجہ سے وہ اپنے اجتماع میں نظام صلح پیدا کرنے، انفرادی اور اجتماعی اخلاق کی اصلاح کرنے اور حیات باعدا الملت (مرنے کے بعد کی زندگی) کی تیاری کرنے کی طرف توجہ کرتا ہے اور اپنے اجتماع میں اپنی وجاہت قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(2) حُبِ جمل جس کی وجہ سے وہ اپنی تخلیقات میں افلوے کے علاوہ حسن پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(3) عقل و درایت :- عقل انسان کو کسی چیز کی اشد ضرورت کا احساس دلاتی ہے اور درایت اس مشکل کے حل کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔

انسانیت کے یہ تین خاصے اس کے بنیادی خاصے ہیں۔ یہ تینوں ہر ایک انسانی اجتماع میں پائے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہر ایک اجتماع انسانی میں ارتباطات معاشی اور ارتباطات عقلی پیدا ہو گئے۔ ارتباطات معاشیہ سے مراد ان آلات وغیرہ کی ایجاد ہے جن سے انسان کی ملوی زندگی کی مشکلات کم ہو جاتی ہیں مثلاً گھریلو اشیاء اور ارتباطات عقلی سے مراد ان فکری مسائل کا حل ہے جو انسان کو اپنی زندگی کے دوران میں پیش آتے ہیں۔ مثلاً ملوے کی حقیقت کائنات کی ساخت، ریاضی کے مسائل، تاریخ کے مسائل وغیرہ۔ امام ولی اللہ دہلویؒ کے قول کے مطابق انسان کی شری زندگی، قوی زندگی اور بین الاقوامی زندگی انسان کی اس ارتقائی ترقی کا نتیجہ ہیں۔

”رَبُّ الْعَالَمِينَ“ نہ صرف افراد کی تربیت کرتا ہے بلکہ انسانی اجتماعات (Life Group) خاندان قبائل شعوب، اقوام، بین الاقوامی اجتماعات کی بھی تربیت کرتا ہے اس تربیت کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی انسانیت کو ترقی دے کر اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہر ایک انسانی اجتماع میں ایسے اہل عقل و درایت پیدا ہوتے رہے جو انسانیت کے بنیادی تقاضوں کی تسکین کے لئے علم و حکمت معاشرے میں پھیلاتے رہے۔ یہ انبیاء کرام اور حکماء الہی تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے

انسانی ترقی کی نئی راہ کھولی یعنی انسانی داخلی نفسی کیفیات پر زیادہ اور مستقل توجہ کرنا اب دنیا کی قومیں اس راہ پر تیزی سے چلیں گی۔ اور ان میں یہ بہت پیدا ہوتی جائے گی کہ مختلف اجتماعات ایک مرکزی نقطے پر جمع ہو سکیں۔ یہ بین الاقوامیت کا نیا دور ہو گا جو سابق کے سیاسی بین الاقوامی اجتماعات سے زیادہ پائیدار ثابت ہو گا۔ اس اختراع فائقہ کی تکمیل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے قرآن حکیم کی تعلیم کے ذریعے سے کر دی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رب العالمین کا بلند ترین نقطہ ہے جس پر وہ انسانیت کو پہنچانا چاہتا ہے۔ قرآن ایک حکیم کو اس درجے تک پہنچانا چاہتا ہے کہ وہ تمام انسانی کائنات کی حکمت سمجھ کر رب العالمین کو ہر لحاظ سے قتل تعریف سمجھے اور کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کو رَبُّ الْعَالَمِیْنَ کی حیثیت سے اس لئے بھی پیش کرتا ہے کہ وہ نوع انسان کو ایک بین الاقوامی آئین دینا چاہتا ہے، ایسا قانون کوئی ایک شخص یا قبیلہ یا قوم نہیں بنا سکتی۔ ایسا قانون رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ہی بنا سکتا ہے جو فطرت انسانی کا خالق ہے۔ اس بین الاقوامی قانون میں قوی قانون بھی آجائے گا لیکن اسی قدر جس قدر وہ بین الاقوامی کے ساتھ مناسبت رکھتا ہو گا۔

نظام ربوبیت : اللہ تعالیٰ نوع انسان کا رب ہے۔ اس نے انسان کی پیدائش سے پہلے ہی اس کی تربیت کا سامان پیدا کر رکھا ہے۔ جس طرح کائنات میں اس کی ربوبیت کا نظام ہر عیب سے پاک اور ہر لحاظ سے قتل تعریف ہے اسی طرح انسان کو اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے اس نے جو دستور قرآن حکیم کی شکل میں دیا ہے وہ بھی ہر لحاظ سے قتل تعریف ہے۔

اِنَّ فِطْرَتَ الْاِنْسَانِ اَلْاِیْمٰنُ فَاَنزَلَ النَّاسَ عَلَیْہَا (30:30) (مرتب)

ہے نوع انسان کی ربوبیت کے دو شعبے امام دل اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نوع انسان کا رب ہے اس کی ربوبیت کے دو شعبے ہیں۔

(1) حکمین نوع انسان (2) تشریح برائے نوع انسان (یعنی انسان کو پیدا کرنا اور اس کی رہنمائی اور زندگی کی تعلیم کے لئے اسے قوانین دینا) امام صاحب ان دونوں باتوں کو درخت کی مثل سے واضح فرماتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں ایک درخت کا بیج بڑھتے ہیں وہ بیج زمین میں سے پانی میں حل شدہ خوراک لیتا ہے اور کچھ غذا ہوا میں سے لیتا ہے اسی میں درخت کے نئی شاخیں درجہ بدرجہ تعریف کرتے ہیں اور رشتہ رشتہ درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ درخت کے نئی شاخیں خود اس بیج میں پوشیدہ تھے وہی درخت کی صورت میں ظاہر ہو گئے اس کے پتے، پھول پھل، ڈالٹھ اور ٹکڑی کی خامتیں وغیرہ جن کے سبب سے ایک نوع کا

غرض اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسانیت کو نہایت اعلیٰ پیمانے پر پیدا کیا ہے اسی طرح سے فرد انسانی کو بھی بہت بلند معیار پر تخلیق کیا ہے۔ اگر انسانیت کی تقسیم اقوام میں ہو اور ہر ایک قوم اپنے اندر ایسا نظام پیدا کر لے جس میں افراد کے حقوق کی پوری پوری نگہداشت کی جائے اور وہ پوری طرح سے لوا بھی ہوتے رہیں اور افراد اپنے فرائض اس زندہ احساس کے ساتھ ادا کرتے رہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جو لبہ ہیں تو کسی کو انسانیت میں کوئی قتل اعتراض بہت نظر نہ آئے گی اور اس پروردگار کی تعریف کرنی پڑے گی جس نے انسانیت اقوام اور

(بقیہ حاشیہ) کا درست دوسری نوع کے درست سے مختلف ہوتا ہے وہ سب اس جہ میں پوشیدہ طور پر پہلے سے موجود تھے۔

ایسے ہی بلکہ حیوان کے پیٹ میں جنہیں اس حیوان کے نوعی تقاضوں کے مطابق پرورش پاتا ہے اور نوع کے قوی اور اکیہ اور قوی عملیہ ظاہر ہوتے ہیں اور حیوان کی حرکت نفس ساعت بہ ساعت قوت سے فعل میں آتی رہتی ہیں۔ انسان کی ہاگل بھی کیفیت ہے بلکہ اس کے جنہیں میں نوع انسانی کے خاص ارتباطات اور نفسی مجازات، سموات و مشغولات نوعیہ وغیرہ سب ظاہر ہوتی ہیں گویا نوع کے احکام ہی افراد میں ظاہر ہوتے ہیں لیکن یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ”نوع“ ایک قالب ہے وہ موثر بذات نہیں یعنی افراد پر اپنے ارادے سے اثر نہیں کرتا اور نہ وہ کسی تاثیر کا موجب حقیقی ہے بلکہ جو حقیقی موجب تاثیر ہے یعنی خداوند تعالیٰ وہ قالب اس کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے جس طرح ایک ماہر سنگ تراش ایک خوبصورت مجسمہ گزرتا ہے تو وہ مجسمہ اصل میں سنگ تراش کی ذہنی تصویر کی شکل پر ہوتا ہے اسی طرح ہر ایک نوع کے احکام اور تقاضے حضرت واجب جل جہدہ کی ذات کے اقتضاء سے اس کے علم میں پوشیدہ تھے ذات واجب میں یہ احکام تاثیر کی حیثیت میں تھے اور مخلوق میں یہی احکام تاثر کے رنگ میں ظاہر ہوئے۔

اس کے بعد اہم صاحب فرماتے ہیں کہ انواع اور نوعی تقاضے پہلے واجب جل جہدہ کے علم میں آئے اس منزل کو لوح محفوظ کہتے ہیں اس کے بعد وہاں سے ایک جہی کے ذریعے سے ملاء اعلیٰ کے انہاں میں آئے جو حامل مرش نکوین ہیں۔ اس کے بعد جب ملاقات سازگار پیدا ہو گئے تو انسان مقدر انسان خارجی کی شکل میں ظاہر ہو گیا۔ اس مرتبے میں ربوبیت کے دو شعبے ہو گئے پہلا شعبہ ان احکام کا ہے جو زمانے کی قیود سے ہلاتا ہے۔ ان احکام پر زمانے کی تبدیلی کا کوئی اثر نہیں پڑتا مثلاً انسان میں حکم (نفسی) نطق، ارتباطات ضروریہ اور نیکی اور بدی کے اصول جو نوعی تقاضے انسانی افراد کو اسی طرح بذریعہ الہام پہنچتے ہیں جیسے شد کی کمی یا چڑا کو طبیعی الہام ان کی صورت نوعیہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ دوسری ربوبیت ان احکام کے ذریعے سے ہوتی ہے جو زمانے کی تبدیلی سے بدلتے رہتے ہیں ان تبدیلی ہونے والے احکام کی غرض یہ ہوتی ہے کہ انسان ہر زمانے میں اپنی نوعی صورت سے مطابقت پیدا کرتا رہے اور نیکی اور بدی کے اصولوں کو ہر زمانے کے مناسب شکلوں میں اختیار کئے رکھے۔ (مرتب)

اَلْكَفَّ حَافِنَا اِلَّا نَسَانُ فَمِنْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (ہم نے انسان کو بہترین پیمانے پر پیدا کیا ہے) سورۃ التین 95:4 (مرتب)



افراد کو ایک نظام کے اندر پیدا کیا اور سب کی رہنمائی کے لئے قرآن حکیم جیسا دستور حیات عطا فرمایا۔

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسانی معاشرہ ایسی طرز پر پیدا کر دیتا کہ اس میں کوئی ٹکراؤ نہ ہوتا جیسے ہفتی ساری کائنات ہے لیکن اس کی حکمت نے چاہا کہ انسان اپنی سمجھ اور ہمت سے اچھا نظام قائم کرے اس کے لئے اسے عقل دی اور عقل کی مزید رہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً انبیاء علیہم السلام بھیج کر انسانی جماعتوں کو تعلیم دیتا رہا اب اس نے قرآن حکیم کی شکل میں بین الاقوامی دستور حیات بھیج دیا ہے اس لئے اب اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب انسان وہ ہے جو انسانی معاشرے میں قرآن حکیم کے مطابق نظام پیدا کرنے اور چلانے میں اپنی پوری ہمت صرف کر دے۔

کائناتوں کا خالق : اللہ تعالیٰ اس حیثیت سے بھی رب العالمین ہے کہ وہ تمام دنیاؤں کا خالق ہے۔

۱۔ یہاں یہ حقیقت بھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ رب العالمین صرف اقوام و افراد کی تربیت نہیں کرتا بلکہ وہ انسانی معاشرے میں پیدا ہونے والی تحریکات اور نظامائے ثقافت کی بھی تربیت کرتا ہے۔ چنانچہ ہر ازلان کے بعد ہمیں جو دعائیں سکھائی گئی ہیں اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ زِنْ لِّہٖذَا الْکُفُوَۃَ النَّاسَۃَ وَالصَّلٰوۃَ الْقَائِمَۃَ

اس میں دعوہ (لماز کے لئے پکار) کی رویت اور الصلوۃ القائمہ کی رویت کی دعا مانگی گئی ہے یہ دعاء اس لئے سکھائی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو ایک عظیم الشان تحریک کے بانی اور ایک نظام کے قائم کرنے والے ہیں وہ مقام محمود حاصل کریں اس مقام محمود کا وعدہ آپ سے اس آیت میں کیا گیا ہے۔ عَسَىٰ اَنْ یَّتِمَّ شَکْرُکَ رَبِّکَ مَعًا مَّا مَخْمُوْمًا (79:17)

تیرا (رب) مقرب تجھے مقام محمود پر فائز فرمائے گا) مقام محمود قرآن حکیم کا بین الاقوامی فطریہ عظیم ہی ہے جو ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کو حاصل ہو چکا ہے جب بنی عباس نے بغداد میں بین الاقوامی مرکز قائم کیا اور پھر ہند میں مسلمانوں نے اسی قسم کا مرکز قائم کیا لیکن اس کا تصور کامل اس وقت ہو گا جب تمام انبیاء کی قومیں لوائے محمدی کے نیچے آجائیں گی اور قرآن حکیم کے قانون کی فراہم داری کرنے لگیں گی۔ (مرتب)

۲۔ کائنات کی وسعت : کائنات عظمیٰ (سب سے بڑی کائنات جو تمام کائناتوں پر مشتمل ہے) اس میں ہمیں اپنی دوربینوں Telescopes کی مدد سے بیس لاکھ جزیرائی کائناتیں (Island Universes) دکھائی دیتی ہیں۔ ایسی کائناتیں جو ہماری ناقص دوربینوں کی پہنچ سے باہر ہیں ان کی تعداد کروڑوں ہوگی ہم خود ایک جزیرائی کائنات "میں" جیسے ہیں جسے کھکھائی کائنات (Galactic Universes) کہتے ہیں کیونکہ یہ اس کھکھائی (Galaxy) میں واقع ہے جو رات کو ہمیں آسمان پر دکھائی دیتی ہے۔

یہ جزیرائی کائناتیں سماجوں (Nebulae) کی شکل میں نظر آتی ہیں اور ہماری کھکھائی کائنات سے لاکھوں نوری سال ۲۔ کے فاصلے پر واقع ہیں۔ ہمارا نظام شمسی (Solar System) اس لیے کھکھائی کے اندر ستاروں کے ایک جھرمٹ Star Cluster میں واقع ہے جس میں ایک اندازے کے مطابق 47 ہزار ملین (ملین = دس لاکھ) اور دوسرے اندازے کے مطابق ایک لاکھ ملین ستارے (سورج) ہیں۔ chapter I & II

نے کوڑوں کائناتیں پیدا کر رکھی ہیں ہر ایک کائنات پورے نظام کے ساتھ ایک جامع قانون کے تحت ترقی و ارتقاء کی منزلیں طے کر رہی ہے۔ یہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ کائنات عقلی کی ایک اہم خلوق، انسان — کو بغیر کسی رہنمائی اور دستور حیات کے چھوڑ دیتا؟ بڑی کائنات میں ایک ایک ذرہ قانون کے تحت کلام کر رہا ہے۔ ساری کائنات میں کمال آہنگی اور ہاتھدگی پائی جاتی ہے۔ اے کرۂ زمین پر ہر ایک نوع کی زندگی کے خاص مقصد سے ہیں وہی ان کی ”شریعت“ ہیں اور وہ اس شریعت کے تحت چل رہی ہے۔ یہ شریعت اس نوع حیوان کی فطرت کے تقاضے پوری کرتی ہے۔ انسان کی بھی ایک فطرت ہے اس کی رہنمائی کے لئے بھی ایک دستور حیات ہونا چاہئے۔ وہ قرآن حکیم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ضابطے اور دستور کے ذریعے سے تمام اقوام کو اپنی انسانی فطرت کی تکمیل تک پہنچانا چاہتا ہے۔

(دبلی حاشیہ) ۱۔ لمبے کے روشن ہبل

۲۔ ایک نوری سال (Light year) سے وہ فاصلہ مراد ہے جو روشنی کی کرن ایک لاکھ 86 ہزار میل فی ثانیہ (سینڈ) کی رفتار سے چلتی ہوئی ایک سال میں طے کرتی ہے۔ یہ پانچ کھرب اسیارب میل سے زیادہ ہے۔ علم ہیئت میں ستاروں وغیرہ کے فاصلے اتنے لمبے شمار میں آتے ہیں کہ جلد ہی ہمارے ہندسے ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان فاصلوں کو مہلوں میں ظاہر کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ان بے حد طویل فاصلوں کے ظاہر کرنے کے لئے نوری سال کو اکائی مان کر کہا جاتا ہے کہ فلاں ستارہ دس نوری سال یا دس ہزار نوری یا دس لاکھ نوری سال کے فاصلے پر واقع ہے۔ (مرتب)

۱۔ کائنات میں ہم آہنگی: قرآن حکیم کی سورت الملک میں آتا ہے کہ مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِن تَغْيٰوٍۭتٍ فَاَرْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِن مَّۡطُوْرٍۭ ثُمَّ اَرْجِعِ الْبَصَرَ كَۡوَتٰیۡجِیۡنَ يَنْقَلِبُۡۤ اِلَیۡكَ الْبَصَرُ حٰۤاۡۤیۡۤا وَهُوَ حٰۤحِیۡۤوٌ (4-3: 67) یعنی کیا تجھے خدا کے رخص کی تخلیق میں کوئی فرق نظر آتا ہے؟ پھر دوبارہ نگاہ کر کہیں تجھے نور دکھائی دیتا ہے پھر لوٹا لوٹا کر دو دفعہ نگاہ دوڑا تیری نگاہ دوبارہ ہو کر اور تھک ہار کر واپس آجائے گی اور کائنات میں کہیں کوئی فرق و فوار نہ پائے گی ان آیات کو بنیاد بنا کر ڈاکٹر صاحب (شیر سائنس برائے صدر پاکستان) نے کراچی یونیورسٹی میں 12 فروری 1965ء کو ایک لیچرر دیا جس کا عنوان لمبے کے بنیادی ذرات (Fundamental Particles of Matter) تھا اس لیچرر میں ڈاکٹر صاحب نے اعلان کیا کہ ساری کائنات میں اتنا درجے کی یکسانیت اور سوزوئیت پائی جاتی ہے اور کہیں کوئی فرق یا بے ہاتھدگی دکھائی نہیں دیتی۔ (مرتب)

”الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ“:

ان دونوں لفظوں کا ملکہ رحم ہے جسے سب جانتے ہیں یہ اس سلوک سے معلوم ہو سکتا ہے جو ماں باپ اپنی اولاد سے کرتے ہیں۔

”آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ایک عورت کسی غزوے میں گرفتار ہو کر آئی اس کا بچہ کم ہو گیا تھا اس کے دل میں محبت کا جو جوش تھا کہ جو بچہ مل جاتا اسے سینے سے لگا لیتی اور دودھ پلاتی۔ آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو حاضرین سے فرمایا کہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے؟ لوگوں نے عرض کیا ہرگز نہیں فرمایا: خدا کو اپنے بندوں سے اس سے کہیں زیادہ محبت ہے۔“

”ایک دفعہ ایک صحابی آنحضرت ﷺ کے حضور میں ایک پرندہ مع اس کے بچوں کے چادر میں لپٹا ہوا لایا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں ایک جھاڑی میں سے یہ بچے اٹھا کر کھڑے میں لپیٹ لایا۔ اس کی ماں یہ دیکھ کر میرے سر پر منڈلائے لگی۔ میں نے ذرا کھڑا کھول دیا تو یہ فوراً ”بچوں پر گر پڑی۔“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بچوں کے ساتھ ماں کی محبت پر تمہیں تعجب ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے جو محبت اس ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ ہے، خدا تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے کہیں زیادہ محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ بدرجہا زیادہ رحمت کے ساتھ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ایک سو حصوں میں سے ایک حصہ دنیا میں نازل فرمایا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ماں باپ کو اپنی اولاد سے محبت ہے انسان کو انسان سے محبت ہے حیوان کو حیوان سے محبت ہے۔

دنیا میں انسان کی تربیت ماں باپ کے ذریعے سے ہوتی ہے (دوسرے حیوانوں کی زندگی کا بھی یہی قاعدہ ہے) پھر ایک وقت آتا ہے کہ ماں باپ کی ضرورت نہیں رہتی اور خود کسی انسانی فرد کا ماں یا باپ بن جاتا ہے۔ اس وقت وہ اپنی اولاد کے لئے ویسی ہی رحمت اور محبت اپنے اندر پاتا ہے جیسی اس کے ماں باپ خود اس کے لئے ظاہر کرتے تھے۔

دنیا میں جتنے ”ماں باپ“ آج تک ہو چکے ہوں یا قیامت تک ہوں گے (انسانوں کے ہوں یا حیوانوں کے) ان سب کی سرپرستی اور محبت مہربانی کو جمع کر کے اسے سو گنا کر لیا

جائے تو اللہ تعالیٰ کے رحم کا کچھ اندازہ لگ سکتا ہے۔ (او کما قل)

رحمن اور رحیم : ذرا غور کیا جائے تو بپ اور ماں کی محبت میں ایک طبعی فرق نظر آتا ہے۔ بپ چاہتا ہے کہ اس کی اولاد مکمل حاصل کر لے خواہ اولاد کو کتنی ہی مشقت کیوں نہ اٹھانی پڑے۔

ماں کی ماسا چاہتی ہے کہ اس کی اولاد کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا جو پہلو بپ کی محبت سے مشابہ ہے وہ رحمانیہ ہے اور جو ماں کی محبت کی مانند ہے وہ رحمیہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمانیت چاہتی ہے کہ انسان مشقتیں اٹھا کر بھی مکمل کے درجے طے کرتا رہے چنانچہ سورۃ رحمن میں آتا ہے۔

الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ (رحمن وہ ہے جس نے قرآن سکھایا) (42:55)

اب قرآن حکیم پڑھنا، پڑھانا اس کے اصول کی اشاعت کرنا ان پر جماعت تیار کرنا اس کے دستور کو دوسرے دستوروں پر غالب کرنا اور اس کی حفاظت کے لئے لڑنا مرنا یہ سب رحمانیت کا تقاضا ہے۔

اس کی رحیمیت کا تقاضا ہے کہ اس کے محبوب بندے اپنے اعمال کے نتائج سے بہترین فائدے حاصل کریں اور ہر قسم کی تکلیف، غم اور خوف سے محفوظ رہیں۔

چنانچہ سورۃ الشعراء میں مومنوں اور کافروں کا قتل کیا گیا ہے۔ کافروں کی نسبت بتایا گیا ہے کہ انہیں عذاب دیا جائے گا اور وہ مغلوب ہوں گے اور مومن پر رحم کیا جائے گا وہاں اللہ تعالیٰ اپنی صفات کا ذکر فرماتا ہے یعنی وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ

(26:9) (تیرا رب ہی عزیز اور رحیم ہے) گویا العزیز ہے بمقابلہ کفار جنہوں نے خدائے عزیز کی عزت کے خلاف کام کیا۔ یہ لوگ ضرور عذاب میں مبتلا ہونے چاہئیں اور الرحیم ہے مومنوں کے ساتھ اس لئے وہ انہیں جنت میں جگہ دے گا جہاں انہیں کوئی تکلیف اور زحمت نہ ہوگی۔ پس قرآن حکیم میں جہاں کہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر آئے گا وہ ان دو معنوں میں سے کسی معنی میں آئے گا اور اس کا مرجع یہ بنیادی آیت کریمہ ہوگی۔

پچہ ماں بپ کے بھروسے ہی پر ترقی کر سکتا ہے جہاں ماں بپ کی قوتیں جواب دیتی

جائیں اور اَلرَّحْمٰنُ اور اَلرَّحِيْمُ پر انسان کا بھروسہ بڑھتا جائے وہ اپنی فطرت کے مطابق ترقی کرتا چلا جاتا ہے اور اس کی انسانیت تکمیل کو پہنچ جاتی ہے اور اس طرح انسانی فطرت کی طلب پوری ہو جاتی ہے۔

رحمت کی وسعت: ”اَلرَّحْمٰنُ اور اَلرَّحِيْمُ“ کی رحمت کی وسعت کا اندازہ لگانے کے لئے رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ کی طاقت کا اندازہ لگادو وہ تمام کائناتوں کو ارتقاء کی منزلوں سے گزار رہا ہے۔ وہ انسانی جماعتوں کے لئے ترقی کی راہیں کھولتا ہے اور ان کی ہدایت اور رہنمائی کا سامان کرتا ہے اگر انسان اتنی وسیع طاقت کے مالک رب الْعٰلَمِيْنَ پر بھروسہ کرنا سکھے جس کی محبت اور رحمت تمام نیکیوں کی محبت سے سینکڑوں گنا وسیع ہے اور جس کی طاقت (جملی) تمام کائناتوں کے گوشے گوشے تک پہنچتی ہے تو انسان کی ترقی کی راہ میں کون سی چیز رکاوٹ بن سکتی ہے؟

تمام کائناتوں کا ظہور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے ہوا ہے ان کائناتوں کے اندر ارتقاء کے جو قوانین جاری ہیں اور اس کی رحمت نے انسان کی راحت کے لئے جو سامان اس زندگی کے لئے اور مرنے کے بعد کے لئے زندگی کے لئے پیدا کر رکھے ہیں ان کا جتنا علم انسان کو ہوتا جاتا ہے اتنا ہی وہ اس بات کا قائل ہوتا جاتا ہے کہ خدائے رحمن و رحیم کے تمام کام ہر لحاظ سے عقل تعریف اور لائق ستائش ہیں۔

نوٹ: اس سورت کا رب الْعٰلَمِيْنَ سورۃ الناس کے رب الناس ہی کا قائم مقام ہے۔

(3) ”مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ“:

نظام عدل کی ضرورت: جہل کے درختوں اور پودوں کو ربوبیت الہی غذا بہم پہنچاتی ہے تو وہ نشوونما پاتے ہیں اور بڑھتے بڑھتے ان کی شاخیں آپس میں پھنس جاتی ہیں اس وقت ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی ملی ہو جو انہیں الگ الگ کر دے اور ضرورت ہو تو چھٹا ڈالے تاکہ وہ اپنے حلقے میں بڑھتے رہیں۔ یہ عدل و انصاف کا تقاضا ہے۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کی ربوبیت مختلف استعداد کے انسانوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور ان کی انفرادی فطرت کی تکمیل کرتی ہے تو طبعی طور پر ان میں اختلاف پیدا ہو جاتے ہیں جب یہ اختلافات بڑھتے ہیں تو معاشرے (Society) میں ایک فرد دوسرے فرد

پر ظلم کرنے لگتا ہے اب جو شخص اس معاشرے کو باہر سے دیکھے گا وہ فرشتوں کی طرح یہی کہے گا اَنْجَعَلَ فِيْهَا مَنْ يُّنْقِضُ فِيْهَا وَيُسْفِكُ الدِّمَاءَ (بقہ: 30) (کیا تو کہہ زمین پر ایسی مخلوق پیدا کرنی چاہتا ہے جو اسے خراب کرے اور خون ریزی کرے) لیکن جو شخص اسے اندر سے دیکھے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ انسان کے ہر فعل کا کوئی سبب ضرور ہوتا ہے اور یہ سلسلہ اسباب مسلسل چلا جاتا ہے انسانی معاشرے کے اندر سلسلہ ظلم و طغیان بھی سلسلہ اسباب سے خارج نہیں ہے یہ انارکزم (Anarchism) نہیں ہے۔

انسانی معاشرے میں بعض اسباب کے زیر اثر ظلم و طغیان کا تصور ہوا تو حکمت الہی نے اسے پونہی نہیں چھوڑ دیا کہ انسان کٹ کٹ کر فنا ہو جائیں بلکہ اس نے نظام عدل پیدا کرنے کا اہتمام فرمایا۔ انسان اپنی ترقی کے لئے جس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتاج ہے جو اس کی ربوبیت کی تفسیر ہے۔ اسی طرح عدل حق کا بھی محتاج ہے جو اللہ تعالیٰ کی مالکیت اور مملوکت کا ترجمان ہے۔ خدا تعالیٰ کی یہ مالکیت اور ملکیت سب سے زیادہ واضح شکل میں انسانی نظام ہی میں ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اس کی قدرت اور قبولی باقی تمام غیر ذی ارادہ اشیاء پر ان کے ارادے کے بغیر ہی قائم ہے لیکن انسان خود اپنے ارادے اور فیصلے سے اللہ تعالیٰ کی حکومت اپنے اوپر تسلیم کرتا ہے۔ دونوں میں کتنا فرق ہے پس اس سورت کا مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ سورۃ الناس کا مَلِكِ النَّاسِ ہی ہے اسی سے ظاہر ہے کہ معاشرہ انسانی کے قیام و قوام اور ترقی کے لئے ایک نظام عدل کی ضرورت ہے وہ بلوشاہت کے ذریعے سے قائم ہو یا عوامیت اور جمہوریت کے ذریعے سے قائم ہو۔ کسی طرح سے بھی ہو۔ ا۔

ا۔ امام ولی اللہ اور نظام عدل : امام ولی اللہ دہلوی نظام عدل کے حلق فرماتے ہیں کہ:

(۱) ارتفاق ثالث اس کی حقیقت یہ ہے کہ اصول مذکورہ کے مطابق انسان کے لئے حتمی زندگی لازم ہے کیونکہ حقیقت میں شر سے مراد فضیل، منزی اور بلند عمارت نہیں ہیں بلکہ اس سے خلف انسانی جماعتوں کے مابین ارتقا مراد ہے اور اصول مذکورہ کی دو سے خلف جماعتوں میں ارتقا پیدا ہو جانا طبعی طور پر لازم ہے۔ یہ تمام انسانی جماعتیں آپس کے معلومات اور معلومات کی وجہ سے ایک شخصیت پیدا کر لیتی ہیں لیکن یہ شخصیت منضوی ہوتی ہے اور خالص یا داخلی اسباب اس کی شخصیت میں صحت اور مرض کی حالت پیدا کرتے رہتے ہیں لہذا شر کے لئے ایسے طبع کی ضرورت ہے جو حتی الامکان اس کی صحت قائم رکھے اور اگر مرض کی کیفیت پیدا ہو جائے تو اس کا معالجہ بھی کر سکے۔ امام مع اپنے کارندوں کے حتمی کا طبع ہوتا ہے۔ (الہدور الہانذہ ص 5 ص 18 تا ص 51 ص 4)

(۲) ایک اور جگہ مدینہ (شر) کی تشریف بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: اس میں (یعنی شر میں) البتہ ایک وحدت

”انسانیت“ ذمہ داری کا نام ہے : انسان کی انسانیت میں اعلیٰ جوہر یہ ہے کہ وہ ایک بات سمجھ لے اور پھر اسے عمل میں لائے اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کا ذمہ اٹھائے۔ وہ ایسا پتھر نہیں ہے کہ ہلایا تو ہل گیا اور نہ ساکن پڑا ہے۔

ہم اپنی روزانہ زندگی میں ”نوکر“ اور ”غلام“ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں نوکر اور غلام خود سوچ کر اپنی ذمہ داری پر کوئی کام نہیں کر سکتے، اس لئے ان پر ”انسان“ کا لفظ پوری طرح صلیق نہیں آتا۔ اصل میں انسان کا ترجمہ حر (آزاد) ہے یعنی وہ خود سوچ کر اپنی ذمہ داری سے کام کرتا ہے۔

(بقیہ مشیہ) ہوئی ہے تو اس وحدت کا صحت کے ساتھ قائم رکھنا لازم ہے تاکہ تمدنی زندگی کے منافع کی تکمیل ہو سکے تو وہ تمدن (غلام) جس سے صحت قائم رہتی ہے اور تکمیل منافع ہوئی رہتی ہے وہی حقیقت میں اہم ہے و کیسے؟ الا ما م عینکنا هو شخص الشخص الواحد الا نسائتم (ہمارے نزدیک اہم کوئی انسانی فرد نہیں ہوتا) البتہ اگر کوئی انسانی فرد شر کا حاکم بن جائے اور وہ یہ غلام قائم کرنے کی استعداد بھی رکھتا ہو تو وہ اپنی ذات سے آمر مطلق ہی کیوں نہ ہو اور شرعی زندگی (اس کے عمل سے) پوری صلاحیت سے چلے تو اس لفظ کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے وہ بھی اہم کہلا سکے گا۔ (ایضاً ص 71-72)

(3) شرعی زندگی کی تنظیمی ضروریات پر بحث کرنے کے بعد اہم صلابت فرماتے ہیں : چونکہ مدینہ منورہ لوگوں کی کثیر تعداد کو جمع ہو جانے اور ان کی طبیعتوں اور غرضوں کے اختلافات کی وجہ سے آراء کے اختلاف کے باعث کسی نظام کا قیام مشکل ہو جاتا ہے اس لئے ایک ایسے شخص کی ضرورت پڑتی ہے جو نظام قائم کر سکے ایسا شخص جو مذکورہ بالا (پانچوں صفات) کا حامل ہو اہم برحق ہوتا ہے لیکن ایسا شاید ملواری ہوتا ہے اکثر اوقات جو امر واقع ہوتا ہے یہ ہوتا ہے کہ ایک صفت ایک شخص میں پائی گئی اور دوسری کسی میں اور پائی کسی اور میں یہ مدینہ منورہ پر ایک ضرورت کے لئے ایک رسم موجود ہوئی ہے جس پر سب کا اتفاق ہوتا ہے یا ایک ایک شخص کے لوگوں کا چیدری ہوتا ہے جس کی رائے مانی جاتی ہے یا اجتمع من عقلاء القوم و مبرہونہم (قوم کے مصلحت مندوں اور سربراہوں اور وہ لوگوں کا اجتماع) ہوتا ہے جو نظام قائم رکھتا ہے۔ (ایضاً ص 72-73)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب دنیا کا رجحان اس طرح ہے چنانچہ لہذا اسے ساز دکن ہارڈ ویئر میں لکھتے ہیں کہ

Three significant trends in the qualifications of the new governments are already observable.

The first of these trends manifests itself in the rapidly increasing role of scientists and expert in the planning, developing, controlling and executing of an ever-increasing part of the important governing activities and policies." (Sorokin P.A. The Basic Trends of our Times. College and University Press. New Haven. Coun U.S.S P. 55.

نئی حکومتوں کے اوصاف میں تین معنی خیز رجحانات نمودار ہوتے صاف دکھائی دینے لگے ہیں پہلا رجحان حکومتوں کی انتظامی سرگرمیوں اور پالیسیوں کی منصوبہ بندی، تکمیل، نظم و نسق اور تعمیل و نفاذ میں حکماء (مستشاران) اور (ہر شعبہ حیات کے) خصوصی ماہرین کی سرعت سے بڑھتی ہوئی اور زیادہ سے زیادہ حصہ داری کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

اس جو ہر حسرت کو ترقی دینے اور پایہ تکمیل تک پہنچانے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ انسان کو یقین دلایا جائے کہ خدائے رحمن و رحیم نے اس کی ترقی کے تمام سلسلہ پیدا کر دیئے ہیں۔ اگر وہ ان اسباب سے کام لے اور اپنے فرائض ادا کرے تو اس کی ترقی کے لئے وسیع میدان موجود ہے۔ لیکن اگر وہ اپنے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی کر لے تو اسے سزا بھگتنی ہوگی، کیونکہ اس کے اعمال کے نتیجے پیدا کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے ہر ایک انسان اپنے اعمال کے نتیجے میں گروہ ہے۔ اور وہ اس نتیجے سے کسی صورت میں بھی بچ نہیں سکتا دنیا کی کوئی طاقت اسے اس نتیجے سے آزاد نہیں کر سکتی۔

انسان میں یہ یقین جتنا زیادہ قوی ہوگا وہ اتنا ہی اعلیٰ درجے کا نظام پیدا کر لے گا اور اسے چلائے گا اور جتنے زیادہ انسانوں کو یہ یقین حاصل ہوگا اتنی ہی انسانیت ترقی کرے گی۔ جتنا یقین کمزور ہوگا اتنی ہی انسان کی انسانیت کمزور ہوگی۔ وہ کام کرے گا لیکن اپنے آپ کو اپنے کاموں کے نتیجوں کا ذمہ دار نہیں سمجھے گا ایسا شخص انسان نہیں مگر حیوان ہے وہ جتنا ظلم کرے کر سکتا ہے۔

عمل اور اس کا نتیجہ : امام ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے فعل کی تکمیل سے پہلے اس کا نتیجہ مرتب نہیں ہوتا جو نہی اس کا فعل پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے۔ اس کا نتیجہ جزایا سزا مرتب ہو جاتا ہے گو کبھی کبھی وہ نتیجہ فی الفور ظاہر نہیں ہوتا۔ پس انسان اپنے تمام اعمال میں مَلِکِ یَوْمِ الدِّینِ کا محتاج ہے جو اس کے اعمال کے نتائج مرتب کرے۔

دین کے معنی ہیں جزاء۔ ہر ایک حرکت کا نتیجہ نکلنا ایک کائنات گیر قانون ہے اس کے عمل کو نظام کلی (Universal) کہتے ہیں۔ اس نظام کلی کے تحت انسان کے عملوں کی جزاء (یا سزا) مرتب ہوتی ہے اسے قانون مجازات کہتے ہیں۔

امام ولی اللہ دہلویؒ کے نزدیک انسان کو اس دنیا میں بھی جزاء اعمال ملتی ہے اور مرنے کے بعد بھی چنانچہ انہوں نے حجتہ اللہ البالغہ (ج 1) میں بحث کیفیۃ المجازات فی الہیۃ وبعد المات کے عنوان سے ایک مستقل بحث لکھی ہے۔

بقول امام صاحب قانون مجازات کی اصل (Basic Application) حیوانات بلکہ نباتات میں بھی ہے چنانچہ اگر حیوان ضرورت سے زیادہ چارہ کھا لے تو اسے قحطہ اچھارہ ہو



جاتا ہے یا اگر زہریلی بوٹی کھا جائے تو سخت دردِ شکم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی اگر درخت اپنی طبیعتی ضرورت سے زیادہ پانی جذب کر لے تو اس کا پھل خراب ہو جاتا ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ چونکہ انسان کو نہایت ذکی اور لطیف نفس دیا گیا ہے اس لئے اس کے حق میں مجازات دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے، یعنی:

قسم اول ان افعال کے بارے میں جن کا تعلق بدنِ انسانی کے ساتھ ہے جیسے زیادہ کھا جانے سے تخمہ (اچھارے) میں مبتلا ہو جانا یا زہر کھا کر مر جانا یہ افعال جن بوجھ کر کئے جائیں یا غلطی سے سرزد ہوں یا کسی کے جبر و اکراہ سے کرنے پڑیں۔ ان افعال کا اثر ضرور نکلتا ہے۔ ان افعال میں یہ شرط نہیں ہے کہ کرنے والے نے اپنے ارادے سے جن بوجھ کر کئے ہوں۔

قسم دوم ان افعال کے بارے میں جو انسان کا نفس اپنے ارادے اور اختیار سے کرتا ہے اور اس کا نفس مطلقہ ان کا رنگ اپنے اندر لیتا ہے۔

امام صاحب جزاء کے چار موطن (Levels) قرار دیتے ہیں۔

(1) اس دنیا میں

(2) عالم برزخ میں

(3) عالم حشر میں اور

(4) مجازات اجتماعی یعنی نوع انسان کی کلی جزاء۔

اس موضوع پر امام صاحب نے تہذیباتِ الیہ میں تفصیل سے لکھا ہے اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے (دیکھئے تہذیباتِ الیہ شائع کردہ المجلس العلمی، ڈابھیل (سورت بھارت) صفحات 246 تا 256)

یوم الدین کی ضرورت : (1) اللہ تعالیٰ نے انسان کے عملوں کے نتیجے مرتب کرنے اور اس کے کاموں کا بدلہ دینے کے مختلف قاعدے مقرر کر رکھے ہیں۔ اسے کسی نہ کسی قاعدے کے مطابق دنیا یا آخرت میں اس کے عمل کا اچھا یا برا بدلہ مل کر رہتا ہے۔ فرض کرو کہ بعض خاص حالات میں کسی شخص کو اپنے عمل یا عملوں کا بدلہ نہیں ملا (مثلاً سزا سے بچ گیا یا جزا پانے سے محروم رہ گیا) تو ضرورت ہے کہ ایک دن ایسا ہو جب اسے اس کے عملوں کی پوری پوری جزا یا سزا ملے اسے یوم الدین کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جس وسیع اور غیر محدود طاقت کے ساتھ تمام کائناتوں کا انتظام کرتا ہے اور تمام دنیا کی قوموں کی ترقی کے سلسلہ بہم پہنچاتا ہے اسی وسیع اور محدود طاقت کے ساتھ ہر ایک انسان سے اس کے اعمال کی باز پرس بھی کرے گا اس سے وہ مالک یوم الدین کہلاتا ہے۔<sup>۱</sup>

(2) کسی انسان کا ایک فعل لمحوں اور ثانیوں میں تکمیل نہیں پاتا۔ اس لئے ممکن ہے کہ اس کے عمل کا نتیجہ دنوں، ہفتوں، یا برسوں میں نکلے لیکن اگر کوئی بہت بڑا اجتماع کوئی عمل کر رہا ہو تو وہ صدیوں سے پہلے تکمیل نہیں پاسکتا۔ اس کا نتیجہ بھی صدیوں ہی میں مرتب ہو سکتا ہے۔ اجتماعیت علمہ میں جس میں تمام اقوام اور ساری کی ساری انسانیت شریک ہو جو عمل ہو رہا ہے وہ انسانیت کے ساتھ ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ پایہ تکمیل تک پہنچ جائے اور کرۂ زمین سے انسانیت ختم ہو جائے کیا انسانیت علمہ کے نوعی اجتماعی کلام کی جانچ (Assessment) کے لئے کوئی وقت نہیں ہونا چاہئے؟ جس طرح افراد انسانی اور چھوٹے انسانی اجتماعات کے اعمال کی جانچ پڑتال ہوتی ہے اسی طرح نوع انسانی کی اجتماعی اور اجتماعی جانچ پڑتال بھی ہوگی یہ کلام اللہ تعالیٰ نے یوم الدین پر اٹھا رکھا ہے۔<sup>۲</sup>

(3) معاشرے میں بعض لوگ اس کلام پر مقرر ہوتے ہیں کہ لوگوں کو ان کے اعمال کی جزاء دیں لیکن یہ جزا دینے والے بھول چوک سے یا جان بوجھ کر غلطی کر جاتے ہیں اس غلطی کا تدارک بعض اوقات اس دنیا میں ممکن نہیں ہوتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایک یوم الدین ہو جس میں حاکموں اور فیصلہ کرنے والوں کے غلط فیصلوں پر نظر ثانی کی جائے اور لوگوں پر جو ظلم ہوا ہو اس کا تدارک کیا جائے۔ یہ بھی یوم الدین پر موقوف ہے۔

(4) خدائے رحمن و رحیم انسانوں کو جتنی نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ اگر انسان ان کے متعلق یہ سمجھ لے کہ اسے ان سب نعمتوں کا حسب دینا ہو گا تو وہ ہر موقع پر سوچ سمجھ کر کلام کرے گا۔ اور کسی نعمت کو ضائع نہیں کرے گا قرآن حکیم فرماتا ہے کہ

۱۔ تمام انبیاء اور آسمانی کتابیں یہی بات انسان کو سمجھانے کے لئے آئی ہیں ہر چیز کبھی کسی نبی کے ذریعے سمجھائی گئی ہے کبھی اس کے قائم مقام کے ذریعے سے نبی حکیم کہتے ہیں۔ (میدانہ سندھی) ۲۔ سَنَفَعُ لَكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ (ہم تم کو فائدہ پہنچائیں گے) (فارغ ہو جائیں گے) الرحمن 55: 31 (مرتب)

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْكُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تَخْفَوْهُ يَحْصِبْكُمْ رَبُّهُ اللّٰهُ (2: 284) یعنی آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ کی ملکیت ہے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے وہ ظاہر کر دیا چھپائے رکھو ہر حالت میں اللہ تعالیٰ اس کا حسب لے گا۔

جملہ معترضہ : بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو بڑی مشکل بات ہے اور پھر آگے اس آیت کی تشریح میں تقریریں ملتے ہیں کیا انہوں نے انسانیت اور اس کی ذمہ داری کو اتنا ہی آسان سمجھ لیا ہے؟ خدا تعالیٰ نے اتنی مخلوق پیدا کر کے انسان کو اپنا خلیفہ (نائب) کے طور پر ان سب پر حاکم بنایا ہے۔ کیا وہ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ "اپنے نائب سے حسب نہ لے گا؟ اگر انسان حسب نہ لے گا اگر انہیں حسب دینے سے انکار کرتے ہیں تو گویا وہ انسان نہیں بننا چاہتے یہ لوگ کہتے ہیں کہ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ تَسْبِحْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا (2: 286) اے ہمارے پروردگار اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو اس پر گرفت نہ فرمائیے) آیت محاسبہ کی تلخ ہے حالانکہ وہ اس کی تکمیل کرتی ہے اصل میں ان لوگوں کا کلام ہی یہی ہے کہ تمام کلام کی آیتوں کو بیکار بنا کر رکھ دیں ہمارا فکر یہ ہے کہ ان لوگوں نے بچوں کو سکھانے کے لئے تفسیریں لکھیں تھیں (بڑی عمر کے لوگ تو زندگی کے تجربوں سے قرآن آسانی سے سیکھ لیتے ہیں) ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن پر عمل کر کے دکھایا ہے اب تلخ و منسوخ کا کوئی سوال ہی نہیں رہا سارا قرآن اصل اور قلیل عمل ہے۔ (جملہ معترضہ ختم ہوا)

حدیث شریف (مسلم) میں آیا ہے کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ ہر ایک انسان سے الگ الگ سوال جواب کرے گا اس میں یہ جملہ بھی آیا ہے کہ میں نے تجھے رزق دیا تو نے مجھے روٹی نہ دی۔ بندہ کہے گا یا اللہ! تو تو بھوک پیاس سے پاک ہے، تجھے روٹی کیا دیتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ عاجز بھوکا انسان تیرے پاس آیا۔ تو نے اسے روٹی نہ دی اگر اسے روٹی دے دیتا تو وہ مجھے پہنچ جاتی۔ پھر جماعت سے سوال ہو گا کہ تم نے اس نبی کی بات کیوں نہ مانی؟ الغرض زندگی کی تمام نعمتوں کا حسب اللہ تعالیٰ کے ہاں ہو گا۔

(الف) ایک نعمت ایک انسانی فرد کو دی گئی ہے اس کا حسب اسے دینا ہو گا۔

(ب) ایک نعمت ایک جماعت (قوم) کو دی گئی ہے اس کا حسب اسے دینا ہو گا۔

(ج) جو نعمتیں انسانیتِ علمہ کو دی گئی ہیں ان کا سلب ساری انسانیت کو دینا ہوگا۔ اس غرض کے لئے ساری انسانیت کا میدانِ حشر میں جمع کیا جانا ضروری ہے تاکہ سب کا انفرادی اور اجتماعی سلب لیا جائے ”یَوْمَ الدِّینِ“ ہی کو ممکن ہے۔ انسان کو یہ بات کہ اسے خدا تعالیٰ کے ربوبہ جواب دینا ہوگا اپنی زندگی کے تمام درجوں میں یاد رکھنی چاہئے۔

(د) اللہ تعالیٰ نے بے شمار مخلوق پیدا کر کے انسان کو اس کا حاکم بنا دیا ہے وہ ان سے کلام لیتا ہے اور فائدے اٹھاتا ہے ”کَلِمًا حُكْمًا الْحَاكِمِينَ“ اپنے نائب سے اس کی ذمہ داریوں کا سلب نہ لے گا؟ جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ گویا انسان نہیں بننا چاہتے۔ مختصر یہ کہ انسانیت کی ترقی کے لئے ایک نظامِ عدل کی ضرورت ہے جس کے تحت قانونِ مکلفات پوری طرح سے عمل کرے؟ لیکن اسے انسان کی موجودہ زندگی میں ایسے حالات اور قوانین کے تحت کلام کرنا پڑتا ہے کہ ان قوانین کے طبعی تقاضوں کی وجہ سے قانونِ مکلفات اپنا پورا عمل نہیں کر سکتا۔

اس لئے نہ افراد اور اقوام کے ظالموں کی پوری سزا مل سکتی ہے نہ حاکموں کے ارادی اور غیر ارادی غلط فیصلوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ نیز افراد، اقوام اور انسانیتِ علمہ کے کام جاری رہتے ہیں جن کا انجام اس وقت ہوگا جب نوعِ انسان کا خاتمہ ہوگا۔ ایسے ہی افراد، اقوام اور انسانیتِ علمہ کو جو نعمتیں دی گئی ہیں ان کے استعمال کا سلب نوعِ انسان کے خاتمے ہی پر لیا جاسکتا ہے۔ یہ سب امور نوعِ انسانی کے اس دور کے خاتمے پر ایک یوم الدین کا تقاضا کرتے ہیں جب پورا پورا سلب لیا جائے اور کھل عدل کیا جائے یہ دن ضرور آئے گا اور اس وقت اللہ تعالیٰ حساب لینے اور انصاف کرنے کے سوا اور کوئی کلام نہ کرے گا۔

یوم الدین پر ایمان کا فائدہ : جب انسان یوم جزا کی معرفت پر پورا یقین کر لیتا ہے تو وہ اس بات سے بے فکر ہو جاتا ہے کہ اس کا کوئی حق مارا جائے گا یا وہ معاشرے

۱۔ امام ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں کہ جب ان اسباب میں جن پر فیصلے کا اجراء موقوف ہے طبعی طور پر تضاد پیدا ہو جائے اور اس فیصلے کے مطابق جو حالات پیدا ہونے چاہئیں ان کا کلی طور پر وجود میں لانا ممکن نہ ہو تو اس وقت حکمتِ الہی ان اشیاء کی رعایت کرتی ہے (یعنی ان اسباب کو کام کرنے دیتی ہے) جو غیر مطلق کے زیادہ قریب ہوں۔

(جنت اللہ الباقی ج ۱ ص ۱۷ ص ۱۸) (مرتب)

کی خدمت کے لئے جو کام کرے گا جزا سے محروم رہ جائے گا۔ وہ مطمئن ہو جاتا ہے کہ اگر اس حکمت الہی کے تقاضے کے مطابق اس کے کسی عمل کی جزاء اسے دنیا میں نہیں مل سکی یا جو ظلم اس پر ہوا اس کی اصلاح نہیں ہو سکی ”يَوْمَ الدِّينِ“ پر اسے وہ جزا مل جائے گی اور اس روز اس کی پوری داورسی کی جائے گی۔ اس امر کے کمال یقین ہی سے انسانیت کی عظیم کی قوت قاہرہ پیدا ہوتی ہے لیکن اگر انسان کو آخری یوم جزا کا یقین نہ ہو یا وہ اسے تسلیم نہ کرتا ہو تو وہ اپنے دل کی گمراہیوں میں اپنے آپ کو اپنے اعمال کا ذمہ دار نہیں سمجھتا اور ظلم کرنے سے نہیں جھجکتا۔ اس ذہنیت کے انسان کسی معاشرے میں اوپر آجائیں تو وہ بے انتہا ظلم کر سکتے ہیں۔

غرض دنیا اور آخرت میں مُجَازَاة (اعمال کی جزا) کا جو سلسلہ کام کر رہا ہے وہ ہر لحاظ سے کمال تعریف ہے اور اس تعریف کا اصل مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے یہ سلسلہ جاری کر رکھا ہے اور اسے اپنی حکمت اور قدرت کے ساتھ چلا رہا ہے۔

رَبُّ الْعَالَمِينَ، الرَّحْمَنُ، الرَّحِيمُ اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ نے اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعارف بخوبی کرا دیا۔ ان تمام صفات کا مرجع ذات واحد ہے جسے اللہ کہا گیا ہے۔ ساری کائنات پر اس کی ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت اور مالکیت کے نقطہ نگاہ سے نظر ڈالو اور فرد، خاندان، قوم بین الاقوامی اجتماع اور انسانیت علمہ میں ان صفات کے ظہور و عمل پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ کے کسی فعل و عمل میں کوئی عیب نظر نہیں آتا اور ان ذات والا صفات کی ہر لحاظ سے تعریف کفایت کرتی ہے۔

ان صفات کا تصور انسان میں اخلت کا گہرا جذبہ پیدا کر دیتا ہے اور وہ بے اختیار کہہ اٹھتا ہے اَيُّهَاكَ نَعْبُدُ وَاَيُّهَاكَ نَسْتَعِينُ!

جب انسانیت کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ معین ہو گیا اور یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ تمام اقوام کا رب (پروردگار) ہے اور اس کی ربوبیت انسانی معاشرے میں مل باپ کی ربوبیت جیسی لیکن اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے اور تمام جگہوں کو چلانے والا (مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ) دی ہے اور وہی مظلوموں کے حقوق ظالموں سے لے کر دے سکتا ہے۔ تو انسانیت کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کس کی حکومت درکار ہے؟ اس حالت میں انسانیت فقط اللہ تعالیٰ ہی کی حکومت، حاکمیت، ملوکیت اور مالکیت کو قبول کر کے ترقی کر سکتی ہے۔

جب انسانیت اپنے آپ کو اللہ ”رَبُّ الْعَالَمِينَ“ اور ”رَبُّ النَّاسِ“ کے ساتھ باندھ لے تو وہ بھی حسرت میں جلا نہیں ہو سکتی۔ یہ معنی ہیں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے گویا ہم اعلان کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت کے سوا ہم کسی کے غلام نہیں ہیں۔ ہم اسی کی غلام کرتے ہیں اپنے سارے دل کے ساتھ اپنی ساری عقل کی معرفت کے ساتھ اور اپنے اعضاء و جوارح کی پوری تبحہ و تباری کے ساتھ۔ اب کوئی غیر اللہ ہم سے اس قسم کی بیرونی اطاعت اور فرمانبرداری کی امید نہ رکھے۔

(4) (۱) اِيَّاكَ نَعْبُدُ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں

ہم تیری ہی حکومت تسلیم کرتے ہیں۔ تیری کتب و دستور۔ قرآن حکیم کے کسی حکم سے سرتابی نہیں کریں گے!

عبودۃ کیا ہے : جب کوئی شخص قرآن حکیم کو بطور کتب الہی تسلیم کر لے تو اس کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اسے پڑھنے میں اتنی محنت کرے کہ اس کا اطمینان ہو جائے کہ میں نے اس کا مطلب ٹھیک ٹھیک سمجھ لیا ہے اب وہ اس کتب عظیم کے کسی حکم کی تکوید کر کے اسے منسوخ نہ کر بل نہیں سکتا وہ اس کے ہر ایک حکم کی خوشدلانہ تعمیل کرے گا یہی عبودۃ ہے۔

قرآن حکیم میں ایک جگہ آیا ہے اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ (17:75) امام دہلوی اللہ دہلوی کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ صحابہ کرام نے جس طرح قرآن حکیم جمع کیا وہ گویا خداوند تعالیٰ نے جمع فرمایا ہے آگے آتا ہے وَقُرْاٰنَهُ (یعنی ہم پر اس کا پڑھنا بھی واجب ہے) اس سے مراد یہ ہے کہ ہر دور میں اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا فرماتا رہے گا جو قرآن کو سمجھ کر آگے لوگوں کو سمجھاتے رہیں گے۔ اگر الفاظ قرآن حکیم کے پڑھے جائیں اور مطلب اپنا لیا جائے تو یہ قرآن پڑھنا نہیں ہو گا۔ جب ہم قرآن حکیم کے کسی لفظ کسی حرف یا کسی شوشے کو نہیں بدلتے تو اس کے معنی کو کیوں بدلیں۔

”اِخْلَبْتُ اِلٰی اللّٰهِ“ : جب ساری کائنات میں ایک ہی اللہ کا قانون جاری ہے اور ہر ایک انسان اور ساری نوع انسانی اس کے آگے جوابدہ ہے تو کامیاب سوسائٹی وہی ہوگی جس میں اللہ تعالیٰ اور صرف اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کیا جائے اسی سے محبت کی جائے اسی کے قانون کو تسلیم کیا جائے اور اس کی پابندی کی جائے اسے اخلاط کہتے ہیں۔

ہم اپنے مل ہپ، اپنے استاد، روحانی مشائخ اور علل حکام کی عزت کرتے ہیں اور ان کے لئے اپنے دلوں میں عزت، محبت اور اطاعت کا جذبہ رکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو **رَبُّ**، **رَحْمَانٌ رَحِيمٌ** اور **مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ** تسلیم کر لینے کے بعد اخلاص کے وہ تمام جذبات جو ہم مل ہپ، استاد، مشائخ اور حکام کے لئے اپنے دل میں پاتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اب ہم ان سے جو محبت کرتے ہیں اور ان کی جو اطاعت کرتے ہیں وہ خدا کی محبت اس کی اطاعت کے نیچے آ جاتی ہے ہم ان سے محبت کریں گے۔ اور ان کی اطاعت کریں گے کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرتے اور کراتے ہیں۔ اب ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ صرف اس لئے ہو گا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے قانون کو عمل میں لائیں اور اس کے مقابلے میں اپنے نفس کی ہر ایک خواہش، مل، ہپ، عزیز و اقارب، دوست احباب کی ہر ایک خواہش، استاد اور مرشد اور حاکم کے ہر ایک حکم کو ٹھکرا دیں جو اللہ تعالیٰ کے کسی حکم سے ٹکرائے کیونکہ اب ہم اللہ تعالیٰ کے ظلام اس کے بندے اور اس کے عبد بن چکے ہیں۔

یہ وعدہ کہ میں ”حیریٰ بنی بندگان کا“ بڑا ذمہ داری کا وعدہ ہے اس کا اقرار و اعلان کر دینے کے بعد انسان اپنا آپ اور اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کو سونپ دیتا ہے اور اس کا بن چکنے کے بعد وہ کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔

ہم خالص محبت کے ساتھ، دل کھول کر اور عقل کے ذریعے پوری معرفت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں پوری خوشی و خرمی کے ساتھ اپنے اعضاء و جوارح کو اس کے حکموں کی پیروی میں لگا دیتے ہیں اور غیر اللہ کو کسی معبودیت کا حقدار نہیں سمجھتے۔ گو عبودیت کے معنی واضح ہیں لیکن بعض اوقات اس لفظ کے مجازی استعمال سے شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کے معنی معین کر دیئے جائیں چنانچہ ان معنوں کی تعین اس آیت کے اگلے حصے میں کر دی گئی ہے۔

(ب) **وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ** ہم صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

ہم نے جو ذمہ داری قبول کی ہے اسے پورا کرنے کے لئے بہت سے سلاخ کی ضرورت ہوگی وہ ہم تجھ ہی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اس لئے تجھ ہی سے مانگیں گے۔ ہمارے پاس کام کرنے والی سوسائٹیوں کی تاریخ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ انہوں نے خدا سے

مانگا اور خدا نے انہیں دیا۔

غیر انقلابی کبھی مدد نہیں دیں گے : جب کوئی جماعت قرآن حکیم کے اصول پر معاشرہ (سوسائٹی) تعمیر کرنے کے لئے اٹھے گی تو جو شخص یا جماعت اس انقلاب کو پسند نہیں کرتی وہ کبھی اس انقلابی جماعت کو آگے بڑھنے نہیں دے گی مدد دینے کا تو کیا ذکر۔ اس لئے قرآنی انقلابی جماعت کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے مدد مانگنے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

بر عظیم پاکستان و ہند میں قرآنی اصول پر انقلاب لانے والی جماعت دو باتیں ہرگز قبول نہیں کرے گی۔

(1) علمی سرمایہ داری (Brahmansim) اور

(2) معاشی سرمایہ داری (Capitalism)

جو لوگ قرآنی اصول پر انقلاب برپا کرنے کے لئے اٹھیں انہیں صرف خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے کام کرنا ہو گا یہ بھروسہ جتنا مضبوط ہو گا اتنی ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے جلد اور زیادہ مدد حاصل ہوگی۔

توحید اور حریت : اگر کوئی شخص ہمیں اس انقلاب میں کچھ مدد دیتا ہے تو اس کی مدد سے وہ اس بات کا حقدار نہیں بن جاتا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اس شخص کے حکم کی اطاعت کریں۔ ہم اس کی مدد کے لئے اس کا شکریہ ادا کر سکتے ہیں اور اس کی فیاضی کی تعریف بھی کر سکتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اس کا کوئی حکم نہیں مان سکتے اس لئے کہ اصل میں تمام چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔

اب چنانچہ امیر المومنین سید احمد (شہید) 1821ء میں حج کو جانے لگے تو آپ کے پاس صرف سو روپے کے قریب رقم تھی روانگی کے وقت آپ نے وہ روپیہ بھی غریبوں اور مسکینوں میں بانٹ دیا اور خالی ہاتھ گھر سے نکلے مگر آپ کے ساتھ چار سو سے اوپر لوگ تھے خدا کے بھروسے پر گھر سے نکلے۔ ایسے ہی نکلتے سے روانگی کے وقت آپ سارے بیڑے میں سے کمزور ترین جہاز میں سوار ہوئے اور فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آگے سنے اور پرانے سب یکساں ہیں اگر وہ چاہے گا تو اس کو تیز کر دے گا" اللہ کے فضل سے سارے بیڑے کے ساتھ آپ کا جہاز بھی وقت پر جہہ پہنچا۔ (سیرۃ سید احمد شہید از سید ابوالحسن علی ندوی جلد اول ص 277 اور ص 320)



انہیں کسی ذریعے یا واسطے سے کسی دوسرے کو پہنچا دینا یہ حق پیدا نہیں کر دیتا کہ پہنچانے والے کی عبودیت کی جائے۔ اگر وسائل کو ہماری بندگی کا حق حاصل ہو جائے تو انسانی معاشرے میں انارکی (زناج) پیدا ہو جائے۔ کیونکہ ہر ایک ”واسطہ“ ہماری اطاعت کا طلبگار بن جائے گا اور ہم کسی کو بھی مطمئن نہیں کر سکیں گے جب انسان یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ اس کا خالق ہے اور وہی اس کی حاجتیں پوری کرنے والا ہے تو وہ حاجت روائی کے لئے فیروں کے دروازوں پر سر نہیں جھکا تا کہ توحید کا یہی مطلب ہے اور انسانی حریت قائم رکھنے کا یہی طریقہ ہو سکتا ہے اگر ہم یہ سوچنے لگیں کہ ہماری کوئی حاجت غیر اللہ بھی پوری کر سکتا ہے تو ہمیں ہر ایک معنی کا بندہ بن کر رہنا ہو گا اور ہماری فکر و عمل کی آزادی چھین جائے گی۔ گویا اِیَّاكَ نَسْتَعِیْزُ (ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) اصل میں اِیَّاكَ نَعْبُدُ (ہم تجھ ہی کی بندگی کرتے ہیں) کا طبعی نتیجہ اور اس کی تشریح ہے پس کسی ترقی کن معاشرے کی بنیاد صرف اس اصول پر ہو سکتی ہے کہ ہم اپنی حاجتیں پوری کرنے میں اللہ کے سوا کسی اور پر بھروسہ نہ کریں۔

جب انسان اپنی ذمہ داری پر اپنی سوسائٹی پیدا کرنے کا ارادہ کر لے گا ایسی سوسائٹی جس میں صرف انسانیت کے طبعی تقاضوں کے مطابق ضابطہ اور دستور جاری کرے گا تو اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد نہیں مل سکے گی اور نہ اسے کسی اور سے مدد ملتی ہی چاہئے اس لئے کہ ایسی سوسائٹی چلانے میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی مدد قبول کی جائے گی تو لامحلہ وہ اس کی قیمت وصول کر لے گا اور اپنی غلامی کرائے گا جس سے انقلاب ختم ہو جائے اور رجعت پسندی پیدا ہو جائے گی۔

آیات نمبر 1 تا نمبر 4 میں انسان اور اس کے خالق کی نسبت معین ہو گئی یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام اقوام کا رب ہے (رَبُّ الْعَالَمِیْنَ) اس کی ربوبیت ان میں اسی طرح سے عمل کرتی ہے جس طرح سے باپ اور ماں کی محبت اور شفقت اولاد پر عمل کرتی ہے (الرَّحْمٰن الرَّحِیْم) وہی رب ان کے تمام جھگڑوں کا آخری فیصلہ کرنے والا اور ان کے حقوق دلانے والا ہے ((مَلِیْکَ یَوْمَ الدِّیْنِ)) اب انسانیت کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کس حاکم یا مالک کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

یہاں سورہ فاتحہ کا نصف حصہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد کی آیات میں جامع دعا سکھائی جاتی ہے جو انسانیت عالمہ کی سب سے بڑی اور جامع ضرورت پوری کرنے کے لئے ہے۔

(۵) اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ . ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔ یہ دعا ہے۔ اھد : یہ ہدایت ہے جس کے معنی ہیں رہنمائی کرنا یعنی جہاں پہنچنا ہے اس منزل کی راہ بتانا۔

دعاء کی حقیقت : انسان کے ظاہری اعضاء میں علیحدہ علیحدہ قوتیں پوشیدہ ہیں۔ ان قوتوں کو استعمال کرنا انسان کے لئے طبعی بات ہے۔ ان سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ انسان کی فطرت کا تقاضا ہے وہ اس کے لئے کوئی اجنبی چیز نہیں ہے مثلاً "جس شخص کی آنکھیں صحیح سالم موجود ہیں اس کے لئے روشنی سے بھی فائدہ اٹھانا کوئی تعجب کی چیز نہیں ہے یہ اس کی شخصیت کا جز ہے۔ اسی طرح انسان اپنے ہر ایک عضو کی خاص قوت کو سوچ کر اپنے انا کا تصور بناتا ہے، چنانچہ جب انسان میں (انا) کتا ہے تو اس میں چلنے، پھرنے، سننے، دیکھنے وغیرہ کی سب طاقتیں آجاتی ہیں۔ اسے کوئی تردد نہیں ہوتا کہ انسان سن نہیں سکتا یا پکڑ نہیں سکتا، کیونکہ وہ سب کیفیات اپنے اندر ہر وقت موجود پاتا ہے جس شخص میں کوئی طاقت نہیں ہے وہ اپنی شخصیت کو اس طاقت کے فوائد سے وابستہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے اوروں میں اس طاقت کا ظہور و عمل اس کیلئے موجب حیرت ہوتا ہے۔ مافی طور پر ترقی یافتہ انسان اپنے مافی عمل سے ایسے نتائج نکالتے ہیں کہ دنیا انہیں دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔ لیکن ان کے لئے وہ اعمال فطرت انسانی سے باہر کی چیز نہیں ہوتے وہ انہیں اپنے انا میں مستور ہلاتے ہیں۔

انسان میں ایک قوت ہے جسے ارادہ کہتے ہیں اس کے استعمال سے خاص نیک کام پیدا ہوتے ہیں جو آگہ یا کلن کی قوت سے نہیں ہو سکتے جب بدن کی طاقتیں ارادے سے متاثر ہو کر کلم پر آمادہ ہو جاتی ہیں تو اسے ہمت کہتے ہیں یہ ارادہ اور ہمت جس آدمی

۱۔ مثلاً مارکونی افلاوی نے بغیر تار کے پٹلات بھیجے کا سلسلہ اچھلوا کیا اور آئن سٹائن نے نظریہ اضافت پیش کیا جسے ابھی تک بہت کم علماء ہادی طرح سمجھ سکے ہیں۔ اس کے باوجود نظریہ اضافت سے ملے کے خواص کے متعلق جو نتائج نکلے ہیں وہ بحیات سے بھیج نکلے ہیں جسے سونج گرہن کے وقت دور سے آنے والی روشنی کی کرنوں کا سورج کے اثر سے انحراف وغیرہ (مرتب) ۲۔ امام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں: **وَاَعْلَمُ اَنْ هُنَاكَ اَلْاَعْمَالُ كُلُّهَا اَسْبَاحٌ وَاَرْوَاحُهَا هِيَ الدَّاعِي وَالصَّغَةُ وَالْمُجَنَابَةُ لِلْمُسْلِكَةِ** یعنی دعا اٹھنے کے بتنے بھی اعمال ہیں وہ صرف صورتیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی روح دعا اٹھنے والے کی بہت ہے اور یہ صفت کہ وہ حلاوت کے کی توجہ اذ طرف سمجھ لیتا ہے۔ (مضمینات السہج ۱ ص ۱۰۰ ص ۴) (مرتب)

میں زیادہ ہوتے ہیں وہ بڑے بڑے کام کر سکتا ہے اور جس میں نہیں ہوتے وہ ان کاموں کو انسانیت سے اجنبی چیز سمجھے تو توجہ نہیں۔

دعا کی پہلی اساس : دعا سے مراد اس ارادے کا اظہار ہے جو ہم اپنے دل میں بناتے ہیں یعنی یہ کہ ہم عمل کریں گے ہم اس راہ میں اپنی تمام قوتیں صرف کر دیں گے لیکن ہم جانتے ہیں کہ اس راہ میں رکاوٹیں پیش آئیں گی۔ اس وقت ہم اپنے اللہ سے جو رب رحمن رحیم اور مالک و مقرر ہے درخواست کریں گے کہ وہ ان رکاوٹوں کو ہمارے راستے سے دور فرمائے میں ہماری مدد کرے یہاں تک کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔

انسانی ارادہ کیسے کام کرتا ہے؟ اس کے عمل کا اصل منبع اور خزانہ حظیرۃ القدس ہے اس سے ہر ایک انسان کا براہ راست تعلق ہے جب انسانی ہمت حظیرۃ القدس تک پہنچ جاتی ہے تو وہ جو خیال بناتا ہے وہ خارج میں ظہور میں آ جاتا ہے۔ انسانی ہمت کے حظیرۃ القدس تک پہنچ جانے کو شرعی اصطلاح میں دعاء کہتے ہیں اور اس کے نتیجے کے نکلنے کا نام استجابت ہے۔ اور حظیرۃ القدس کے ساتھ تعلق کو تعلق باللہ کہتے ہیں۔

دعا کے لئے دو ضرورتیں : حظیرۃ القدس سے تعلق رکھنے اور اپنا راستہ زیادہ صاف کرنے کے لئے دو چیزیں کام دیتی ہیں۔

(1) دماغ میں اس منظر کا ہر وقت اپنے سامنے رکھنا یعنی دماغ کا ہر وقت حظیرۃ القدس کی طرف متوجہ رہنا۔ اس توجہ سے ایسی قوت پیدا ہوتی ہے جیسے آسمان کی طرف دیکھنے سے سورج نظر آتا ہے کسی انسان کی جس قدر توجہ زیادہ ہوتی ہے جو دماغ کی محنت کا نتیجہ ہوتی ہے اسی قدر اس کی دعا جلد قبول ہوتی ہے یعنی اس کی توجہ کا نتیجہ جلد نکلتا ہے۔

(2) انسان کے بدن کا حیوانی نجاستوں سے صاف ہونا اور لباس اور جگہ کا پاک ہونا اور فکر اور ارادے میں کچھ چھوٹی چیز کا دیر تک نہ ٹھہرنا، مثلاً بھوک لگی، کھانے کی خواہش پیدا ہوئی جو میسر آیا کھالیا۔ اس کے بعد اپنی بھوک کا تصور بھی نہ رہا یہ ایک چھوٹی سی بات تھی لیکن بہت ضروری تھی پوری ہوگئی اور اس کا تصور اور خیال جاتا رہا۔ لیکن چند بھوکے انسان ہیں ان کے لئے روٹی کا انتظام نہیں ہے ان کے لئے ایک دن کا انتظام کر دینے سے ان کی بھوک کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا اس کا انتظام سوچنے کے لئے کافی وقت اور توجہ کی ضرورت رہے گی۔ یہ ہے بڑا فکر جو جب تک پورا نہ ہو جائے سامنے رہنا چاہیے۔

جس شخص کا تعلق حظیرۃ القدس کے ساتھ قائم ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ اپنے ساتھ پاتا ہے۔ شرعی زبان میں اسے کہتے ہیں کہ اس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے۔ حظیرۃ القدس کا سمجھنا تو اہل علم کا کام ہے عام زبان میں یہ کہہ دینا کافی ہے کہ اَلْمَنْ بِاللّٰهِ (وہ اللہ پر ایمان لے آیا) جن لوگوں میں یہ طاقت نہیں ہے وہ اس طاقت کے نتائج کو انسانی فطرت سے اجنبی چیز سمجھتے ہیں کبھی اسے کرامت کہہ دیتے ہیں کبھی معجزہ قرار دیتے ہیں۔ یہ فائدہ البصیرۃ لوگوں کی اصطلاحیں ہیں۔ ورنہ تمام نتائج جو انسان کی ہمت سے پیدا ہوتے ہیں وہ سب انسان کی فطرت کا جز ہیں۔ اس سے باہر کی چیز نہیں ہیں۔

اجتماع مبعوث من اللہ ہوتا ہے : اگر ایک آدمی قوت قلب کے ساتھ دعا مانگے تو اس کی کچھ قیمت (تاخیر کی مقدار) مقرر کر لی جائے اگر دوسرا شخص اسی ہمت کا شریک دعا ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اس کی تاخیر یا قیمت بڑھتی جائے گی اس طرح بڑھتے بڑھتے جب ایک جماعت پیدا ہو جاتی ہے تو حظیرۃ القدس اسے اپنا نمائندہ بنا لیتا ہے اب یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ان کے دل میں کوئی فکر آیا اور وہ کام ہوا ان کی زبان سے دعا نکلی اور وہ

۱۔ امام دلی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ معلوم رہے کہ اس فقیر کو آگاہ کیا گیا ہے کہ خوارق عادت اپنی ذات کی حد کے اندر امور علویہ ہی ہیں ہیں معنی کہ سنت اللہ یوں جاری ہے کہ جب نفس بظلمت کسب یا جہلت سے اس درجے پر پہنچ جاتا ہے کہ فیض کی باتیں اس پر کھل جاتی ہیں اور اس کی دعا قبول ہونے لگتی ہے وغیرہ وغیرہ ایسے ہی سنت اللہ بھی جاری ہے کہ کوئی شخص جب تریاق کھالے اس پر سے زہر کا اثر جاتا رہتا ہے یا گوشت اور چربی خوب کھالے تو وہ سوتا ہو جاتا ہے لیکن جو چیز جس طرح ہوتی نظر آتی ہے اس کے خلاف واقع ہو جانا خارق عادت کہلاتا ہے۔

نیز یہ بھی اس فقیر کو اطلاع دی گئی ہے کہ خوارق کی ہر ایک نوع ایک کسب ہے جب کوئی شخص اس کسب سے تمسک کرتا ہے تو وہ خارق اس سے صلور ہونے لگتا ہے۔

آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اہل غرض... جب کسی وجہ سے اپنی ہمتوں کو حظیرۃ القدس تک پہنچا دیتے ہیں جیسے نماز استقام کے لئے لوگوں کے اجتماع عظیم سے یا عرفات کے میدان میں رحمت کے نزول کی طلب کے لئے دعا تو یہ نظام عالم میں اثر انداز ہوتا ہے۔

پس جب قوی عزم والا شخص جو جہلت یا کسب کے ذریعے سے (حظیرۃ القدس کی) قوت متفرقہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہو کسی کام کی طرف توجہ کرتا ہے تو یہ عزیمت حظیرۃ القدس تک پہنچتی ہے اور وہاں کسی نہ کسی شکل میں تاخیر کرتی ہے جو اس ہمت اور اسباب موجودہ کے بقدر عالم بلوی میں اثر کرتی ہے۔ (محکمات ہمدرد)

قبول ہوئی۔

دینی اور لادینی جماعتیں : دنیا میں جتنے بڑے بڑے کام ہوئے ہیں۔ وہ انسانوں کی جماعت کے مل کر کرنے ہی سے ہوئے ہیں ان جماعتوں کی پہلی تقسیم یہ ہوگی۔

(1) حظیرۃ القدس کو ماننے والے اور

(2) حظیرۃ القدس سے غافل

ان میں سے پہلی جماعت کی دعوت کتب الہیہ دیتی ہیں اور دوسری جماعت میں وہ لوگ ہیں جنہیں ہم لادینی کہتے ہیں۔ اس آخر الذکر جماعت کے کام بھی ہوتے تو حظیرۃ القدس ہی کی طاقت سے ہیں لیکن دماغی کمزوری کے باعث وہ اس مسئلے کو صحیح طور پر سمجھ نہیں سکے۔ اس لئے انہیں غافلین قرار دیا جاتا ہے۔ ہم نے لادینی لوگوں کی بہت سی جماعتوں کو بڑے بڑے کاموں میں کامیاب ہوتے دیکھا ہے ان کے عمل کا تجزیہ کرنے سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ لوگ کچھ غفلت برتتے ہیں جو لوگ اپنے آپ کو خدا پرست مذہبوں کے پابند، حظیرۃ القدس میں فائز حاصل کرنے کے مدعی ظاہر کرتے ہیں ان کی ہمت ان لادینی لوگوں کے مقابلے میں بہت کمزور ہے۔ اس لئے خدا پرست لوگ ناکام ہو رہے ہیں اور ان کے مقابلے میں لادینی لوگوں کی ہمت چونکہ ایک صحیح کام پر متوجہ ہو گئی ہے اس لئے وہ کامیاب ہو گئے ہیں۔ ہمت کی تاثیر کے لئے جو شرطیں ہیں وہ دونوں کے لئے یکساں ہیں۔ ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جب تک ایک انسان اپنے مقصد پر اپنی جان و مال دینا منظور نہ کرے ہمت کا وہ نصاب پورا نہیں ہوتا جو حظیرۃ القدس تک پہنچ کر وہاں کی قوتوں کو حرکت میں لاسکتا ہے۔

دعا کی دوسری اساس : دعا کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے جو چیز مانگی جائے وہ ضرور ملتی ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ حکمت الہی کے مطابق جس چیز کی جمل ضرورت ہوتی ہے وہاں وہ ضرور پیدا کر دی جاتی ہے لیکن اس امر کا اظہار کہ کس چیز کی ضرورت ہے ہم اپنے فیصلے (دعا) سے خود کرتے ہیں۔

کبھی کبھی ہمارے فیصلے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہماری طلب کردہ چیز پیدا نہیں کی جاتی۔ لیکن ہماری ذمہ شناسی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے فیصلے سے وہ چیز اللہ تعالیٰ سے مانگیں اس میں یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر وہ چیز پیدا کرنا مناسب نہیں ہوتا تو آگے چل کر ہمیں بتا

دیا جاتا ہے کہ اس چیز کا پیدا کرنا مناسب نہیں تھا۔ لیکن یہ اصول بہر کیف اپنی جگہ قائم رہے گا کہ ہم کوئی چیز اپنے ارادے اور فیصلے کے اظہار (دعاء) کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے مانگیں تو وہ ہماری طلب اور ضرورت کے مطابق عطا فرماتا ہے۔

سورۃ فاتحہ کی دعا کا مطلب : اس آیت اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کے سلسلے میں دعا کی ان دونوں بنیادوں کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ ہم فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم سیدھے راستے پر چلیں گے۔ ٹیڑھے اور غلط راستے پر نہیں چلیں گے۔ یہ فیصلہ کر لینا انسان کا بہت بڑا شرف ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جمل غلطی ہوگی ہم اسے چھوڑتے جائیں گے۔ انسانیت کی ترقی کا یہی راستہ ہے اس کے ساتھ ہی اس فیصلے کا اثر یہ بھی ہونا چاہئے کہ اپنی فطرت کو اپنے اوپر حاکم بنائیں۔ جو چیز اس کے خلاف ہمیں سکھائی جائے اس کا انکار کر دیں۔

فائدہ : جب ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ رب العلیین ہماری تائید میں ہے جو چیز ہم مانگتے ہیں وہ ضرور عطا فرماتا ہے تو ہم کسی مختلف طاقت سے نہیں ڈرتے مختلف طاقت کا ڈر دماغ سے نکل دیتا ہی کامیابی کا گڑ ہے۔ جب ہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کر لی تو ہمیں اطمینان ہو گیا کہ ہمارا مختلف کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا اس سے ہماری طبیعت میں اول درجہ کی ہمت اور شجاعت پیدا ہوتی رہے گی اور جو چیز مانگتے ہیں اس کا عطا کرنا بھی مناسب ہے تو وہ چیز پیدا بھی کر دی جائے گی۔

دعاء کا فائدہ : جب انسان کے دل میں یہ خطرہ موجود ہو کہ مطلوب حاصل کرنے میں موانع ہیں۔ قوت عملی نشتلا کھو بیٹھتی ہے اور قوت ارادی پورے زور کے ساتھ عمل نہیں کرتی اور نتیجہ پوری طرح ظاہر نہیں ہوتا لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر اطمینان حاصل کر لیتے ہیں تو ان کی قوت ارادی تمام مظاہر عمل میں ابھرنے لگتی ہے۔

انبیاء کرام کی تعلیمات میں تحریف کرنے والوں اور فطرت انسانی کو مسخ کرنے والوں نے دعاء کے اس مفہوم کو بدل ڈالا ہے۔ فطرت سلیمہ ان کا انکار کرتی ہے ہم اپنی حکمت عملی میں دعا کو غلط تہہ کا ایک جزو مانتے ہیں ہمارے خیال میں کسی عمل کے برعکس کار آنے میں انسانی ارادے کو بھی دخل ہے۔

صراط مستقیم : یہ دو طرح سے سمجھا جاسکتا ہے :

(1) عقل و فکر کی روشنی میں اور

(2) تاریخ و تجربے کی روشنی میں۔

(1) **مرلا مستقیم عقل کی روشنی میں :** عقل و فکر کی روشنی میں مرلا مستقیم

سے مرلو ہے فطرت انسانی پر چلنا اور اس کے طبعی تقاضے پورے کرنا۔

جب انسان کو ایسی تعلیم دی جاتی ہے جو اس کے طبعی تقاضوں کے مطابق ہے تو وہ ایسا محسوس کرتا ہے جیسا کہ ایک بھولی بری چیز یا دولا کی مٹی ہے اس لئے جو علم انسان کو دیا جائے جو اخلاق انسان کو سکھائے جائیں۔ اور سوسائٹی کا جو نظام اسے بتایا جائے وہ ایسا ہونا چاہئے کہ فطرت انسانی پکار اٹھے کہ یہ میری ہی چیز ہے جو مجھے بھولی ہوئی تھی۔

جب انسان کی فطرت سلیم ہو (یعنی بیمار نہ ہو) تو وہ اس تعلیم کی غیباں آسانی سے سمجھ سکتا ہے اس کی صحت اور بیماری کا اندازہ عام لوگوں کی حالت سے مقابلہ کر کے لگایا جا سکتا ہے۔ مثلاً ایک انسان ایک چیز سے نفرت کرتا ہے لیکن عام لوگوں کو دیکھیں تو وہ اس سے نفرت نہیں کرتے تو یقیناً یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ شخص بیمار ہے۔ اس لئے قرآن حکیم کی اصطلاح میں مرلا مستقیم کی ہر چیز کو معروف کیا گیا ہے۔ یعنی سب کی جانی پہچانی ہوئی چیز اس کے برخلاف جس چیز کو انسان کی فطرت سلیمہ قبول کرنے سے انکار کر دے قرآن حکیم اسے منکر کہتا ہے یعنی وہ چیز جسے انسانی فطرت نہیں پہچانتی کہ یہ اس کی ہے۔ جو سوسائٹی انسانی فطرت سلیمہ پر قائم کی جائے گی وہ لامحلہ معروف کا حکم دے گی اور منکر سے روکے گی۔ اس تعلیم کو مرلا مستقیم کہتے ہیں۔

جب ہماری طبیعت مخلوقات میں سے کسی مخلوق کی پابند نہ رہے اور ہم اپنی پوری ہمت کے ساتھ فقط اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے لگیں اور یہ بھروسہ اس بھروسے سے زیادہ ہو جو آغاز مخلوق میں اولاد کو اپنے دل پہ پڑتا ہے تو ہم اپنی فطرت کی تکمیل کے سوا کوئی بات نہیں سوچتے۔ اس وقت ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں اور دعا بھی فقط یہ کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (ہمیں سیدھی راہ، فطرت انسانی پر قائم رکھا۔)

۱۔ اہم ولی اللہ ولوی انسان کی فطری ترقی کو چار منازل میں تقسیم کرتے ہیں  
(۱) ارتقاء اول یعنی انسان کی زندگی جب وہ چھوٹے چھوٹے دیمات بسا کر رہتا تھا۔

اس دعا کا اجتماعی پہلو : سیدھے راستے پر چلنا انسانیت کا تقاضا ہے لیکن اصلی (مجھے چلا) کی جگہ احداث (ہمیں چلا) کتنا ظاہر کرتا ہے کہ ایک فرد انسانی اپنے طبعی تقاضے پورے نہیں کر سکتا۔ یہ تقاضے اعلیٰ درجے کے انسانوں کی سوسائٹی ہی میں پورے ہو سکتے ہیں۔

طلب ہدایت کی ضرورت : ایک بچہ مدرسے میں داخل ہوتا ہے اس کا طبی معائنہ ہوتا ہے اور سدرست پایا جاتا ہے اب یہ کما جائے گا کہ یہ بچہ مدرسے کی تکمیل کرنے کے قتل ہے یہ حالت انسان کے طبعی تقاضوں کی سلامتی کی مانند ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ایک سولڑکوں میں سے جو سدرستی کی حالت میں پہلی جماعت میں داخل ہوتے ہیں کتنے ہوتے ہیں جو کلچر کی انتہائی جماعت تک پہنچ جاتے ہیں؟ جو وہیں تک نہیں پہنچ پاتے وہ کیوں پیچھے رہ جاتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بچوں کے ارد گرد جو قوتیں ان کے طبعی تقاضوں کے خلاف کام کر رہی ہیں ان سے دب کر وہ پیچھے رہ جاتے ہیں اور تکمیل کی انتہا کو نہیں پہنچ پاتے۔

کائنات میں انسان تنہا نہیں ہے بلکہ اس کے گرد بہت سی چیزیں اور قوتیں ہیں مثلاً "جملوات، نباتات، حیوانات، جن فرشتے وغیرہ انسان کو ان کے درمیان رہنا پڑتا ہے۔ اس کی طبیعت اپنے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

عام مشاہدہ یہ ہے کہ انسان ہر وقت اپنے عقلی تقاضوں ہی سے اثر نہیں لیتا رہتا کبھی اس پر اس کے حیوانی جذبات بھی غالب آجاتے ہیں۔ جو غذا وہ کھاتا ہے اور جس

(بقیہ ماہیہ) (2) ارتفاق دوم جب اس نے قصبے باکر رہنا شروع کیا۔

(3) ارتفاق سوم جب اس نے حکومت کا نظام قائم کر لیا۔

(4) ارتفاق چہارم جب مختلف قومیں مل کر ایک بین الاقوامی نظام قائم کر لیں۔

یہ ارتفاقات تہذیب نفس، تہذیب منزل، سیاست مدنیہ اور خلافت کبریٰ (انٹرنیشنل نیٹ) پر مشتمل ہیں۔

یہ انسان کی فطرت کے تقاضے ہیں اور ان کی صحیح شکل مراد مستقیم ہے، (مرتب)

اب امام ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جلد اول باب فتنی اسباب الخواطر الباعثۃ علی الاعمالی میں ان اسباب کا ذکر کرتے ہیں جو انسان کے اعمال پر اثر انداز ہوتے ہیں ان میں طبعی ماحول، ماحول اعلیٰ اور نیچے، اثرات وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں طبعی ماحول سے مراد معاشی و معاشرتی ماحول ہے۔

(مرتب)



سوسائٹی میں وہ رہتا اور کام کرتا ہے اس سے بھی اس کی طبیعت اثر لیتی ہے اس لئے اسے تعلیم کی ضرورت ہے لیکن تعلیم میں جبر کا دخل نہیں ہوتا وہ صرف یہ بتا سکتی ہے کہ انسانی فطرت کا تقاضا کیا ہے جس کے مطابق اسے کام کرنا چاہئے دعا کے نتیجے کے طور پر یہ رہنمائی انسان کو ملتی رہتی ہے قرآن حکیم پر عمل کرنے والوں کو یہ رہنمائی کسی نہ کسی شکل میں ملتی رہے گی اور جو لوگ قرآنی انقلاب کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں گے ان کی رہنمائی ہوتی رہے گی۔

## (6) صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

(ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا) ہم نے جو سیدھا راستہ مانگا ہے یہ اس کی مزید تشریح ہے۔

صراطِ مستقیم تاریخ کی روشنی میں : پچھلی آیت میں صراطِ مستقیم کی جو طلب نظریے کی شکل میں تھی وہ اس آیت میں تاریخ اور تجربے کی روشنی میں معین کردی گئی

مُسْتَقِمْ عَلَیْہِ سَوَاسِئِی : انسان مبنی الطبع ہے وہ تما ز زندگی بسر نہیں کر سکتا اس کے فطری قوی کی تکمیل سوسائٹی کے اندر رہ کر ہو سکتی ہے کیونکہ ہر شخص کے قوی کی تکمیل کے لئے نمونہ سوسائٹی ہی میں مل سکتا ہے اور اس کا نظام نظریات (Ideology) اجتماع میں شامل ہوئے بغیر جائے گیر نہیں ہو سکتا ایسے ہی اس کی ارتقائی زندگی اجتماع کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی چنانچہ اس آیت میں ایک سوسائٹی کی درخواست کی گئی ہے۔ جو اُنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ انعام یافتہ لوگوں کی ہے۔ جس اجتماع کے افراد کے فطری قوی کی ترقی کا سامان اللہ تعالیٰ بہم پہنچا دے وہ انعام یافتہ معاشرہ ہوتا ہے اس کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے جو شخص اس جماعت میں منسلک ہو جائے وہی صراطِ مستقیم پر ہے اس سے مطمئن ہوا کہ صراطِ مستقیم کی تصدیق اور سوسائٹی کی طلب انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اگر وہ اس میں کوتاہی کرے تو وہ خود لائق ملامت ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھی جائے کہ ایک آدمی کو بھوک یا پیاس لگتی ہے وہ خوراک یا پانی تلاش نہیں کرتا اور مر جاتا ہے تو اس کی ذمہ داری خود اس پر آتی ہے اور وہ خود ہی لائق ملامت ہے۔

خدا تعالیٰ کا بہترین انعام یہ ہے کہ کسی سوسائٹی میں اپنا علم ہو اور وہی اس سوسائٹی پر حکومت کرنا ہو انسانی حریت انہی حالات میں قائم رہ سکتی ہے ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں ایسی سوسائٹی دی جائے جو اعلیٰ درجے کے انعام یافتہ لوگوں پر مشتمل ہو۔

ترقی کن سوسائٹی کے چار اجزاء : قرآن حکیم نے انعام یافتہ سوسائٹی کی تشریح اس آیت میں کی ہے اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّنَ وَالصِّدِّيقِيْنَ وَالشَّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ (4: 69) یعنی منعم علیہ نبی، صدیق، شہید اور صالح ہوتے ہیں) اس آیت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان میں دو قسم کی قوتیں پائی جاتی ہیں

### ① علمی اور ② عملی

اگر انسان کی فطرت سلیم ہو تو علم اور عمل میں تفریق نہیں ہو سکتی بلکہ یہ ممکن ہے کہ کسی انسان میں ایک قوت زیادہ ہو کسی میں دوسری اسی وجہ سے انسان ایک دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں اور انہیں ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ اس کی بیشی کے لحاظ سے انسان کی علمی اور عملی قوتوں کے دو درجے ہو سکتے ہیں۔

### ① فاعلی اور ② انفعالی

(الف) انبیاء : جس انسان میں علمی اور عملی قوتیں فضیلت کے بہت بلند درجے پر ہوں وہ منبع علم سے براہ راست علم حاصل کر سکتا ہے اسے نبی کہتے ہیں یہ صدیقین، شہداء اور صالحین پیدا کرنے والے اساتذہ ہیں۔

۱۔ امام ولی اللہ دہلویؒ انسانی معاشرے کی ترقی کی مختلف منزلوں کا ذکر کرتے ہوئے ارتقاء رابع (چین الاقوامی نظام یا خلافت کبریٰ) کا ذکر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ جب خلیفہ وجود میں آجاتا ہے اور ملک کا نظام نہایت اعلیٰ بنانے پر درست کر لیتا ہے جاہل سے جاہل حاکم اس کے آگے سر جھکا دیتے ہیں اور بادشاہ اس کے مطیع ہو جاتے ہیں تو امت النعمۃ نعمت الہی کامل ہو جاتی ہے مگر امام صاحبؒ کے نزدیک بین الاقوامی حکومت بلند ترین نعمت ہے جو کسی انسانی معاشرے کو مل سکتی ہے۔ (جنت اللہ البالغہ طبع منیرہ مصر ج ۱ ص 47)

۲۔ امام ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے بعض فرشتے مقرب ہیں وہ خدا اور انسان کے درمیان پیام رسانی کا واسطہ (Medium) ہیں ان کے اجتماعات بھی ہوتے ہیں جنہیں علماء اعلیٰ کہتے ہیں۔ انسانی اجتماع کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایات پہلے اس علماء اعلیٰ میں نازل ہوتی ہیں۔ ان کا اجتماع روح اعظم کے پاس ہوتا ہے تو ان کے انوار آپس میں مل جاتے ہیں اسے حظیرۃ القدس کہتے ہیں۔ اس اجتماع میں بنی آدم کے لئے پروگرام طے ہوتے ہیں جن کا علم اس سارے زمانے کے سب سے پاک دل انسان کو بذریعہ الہام دیا جاتا ہے۔ (جنت اللہ البالغہ ج ۱ ص 1615 ملاحظہ) (مرتب)

(ب) صدیقین : جس شخص میں علمی قوت انضالی لحاظ سے بلند درجے کی ہو وہ منع علم سے براہ راست تو علم حاصل نہیں کر سکتا لیکن اگر اس میں عملی قوت بہت بلند درجے کی ہو تو اسے صدیق کہتے ہیں۔

(ج) شہداء : جو لوگ قوت عملی میں بلند درجے کے مالک ہوتے ہیں لیکن صدیق سے کم درجے کے ہوتے ہیں اور علم میں بھی اس سے کم درجے کے ہوتے ہیں لیکن وہ جس چیز کو حق سمجھتے ہیں اسے کامیابی سے چلانہ سکیں تو اس کوشش میں جان تک لڑا دیتے ہیں۔ وہ شہید کہلاتے ہیں۔

(د) صالحین : جو لوگ علم و عمل میں نچلے درجے کے ہوتے ہیں لیکن صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ مل کر کام کر سکتے ہیں اور عمر بھر احق میں کوشش کرتے رہتے ہیں وہ صالح کہلاتے ہیں۔

ایک ترقی کن سوسائٹی میں ان چار طاقتوں کے علاوہ اور کیا چاہئے؟ ایسی سوسائٹی میں نبی بطور معلم کام کرتا ہے وہ صدیق اور شہید پیدا کرتا ہے اور صالحین کو جمع کرتا ہے۔ یہ فیصلہ کر لینے کے بعد کہ ہم صراطِ مستقیم پر چلیں گے ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایسی سوسائٹی دے جس میں مذکورہ بالا چاروں قسم کے انعام یافتہ لوگ ہوں اس سے ہماری ہی مراد ہے کہ ہم خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیدا کردہ سوسائٹی کے نمونے پر ایسی سوسائٹی پیدا کرنی چاہتے ہیں جس میں نبی اپنی زندہ تعلیم کے ساتھ تو موجود ہی ہے اس میں صدیق ہوں جن کی فطرت کے مطابق قرآن حکیم کی تعلیم ہے وہ اس تعلیم کو پوری طرح سے سمجھتے ہیں اور اس پر اپنا جان و مال قربان کر سکتے ہیں جس میں شہید ہوں جو قرآن حکیم کے پروگرام کو چھوڑنا برداشت نہ کریں خواہ انہیں جان دینی پڑے جس میں صالحین ہوں جن کی ہر ایک کام کرنے والے کو ضرورت ہوتی ہے۔

۱۔ خیر القرون کی تشریح بقول امم ولی اللہ تاریخی طور پر اس قسم کی مکمل سوسائٹی وہ ہے جو حضرت نبی اکرم ﷺ نے پیدا کی اس سوسائٹی کی نسبت خود آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ خیر القرون قرنی شم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم (بہترین دور میرا دور ہے اس کے بعد ان لوگوں کا دور جو اس دور کے بعد آئیں گے پھر ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئیں گے)۔

## (7) غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔

(الف) الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ

”مَغْضُوبٌ عَلَيْهِمْ“ کون ہیں؟ : انسانی زندگی تقسیم نہیں ہو سکتی یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص میں صرف علم ہی علم ہو اور دوسرے میں فقط عمل ہی عمل۔ عام طور پر یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ علم اور عمل ایک نہ ایک حد تک ہر ایک انسان میں پائے جاتے ہیں جس شخص نے اپنا علم تو بڑھا لیا اور عملی قوتوں کو ترقی نہ دی وہ مغضوب علیہم ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حق کو پہچانتے ہیں اور یہ بھی انہیں معلوم ہے کہ صراطِ مستقیم کیا ہے اور اس کے تقاضے کیا ہیں اس کے باوجود وہ عمل کے لئے نہیں اٹھتے۔ انعام یافتہ لوگ ایسے نہیں ہو سکتے ہم ان سے پہلے مانگتے ہیں۔ وہ لفظی کے ذریعے سے لمبے لمبے خواب سنائیں گے اور طرح طرح کے سنہرے بلبل دکھائیں گے۔ سلوہ مزاج انسان ان کی صحت اور فطرتی کافیلہ نہیں کر سکیں گے ہم ایسے لوگوں کا ساتھ نہیں دینا چاہتے۔

(بقیہ حاشیہ) امام ولی اللہ دہلویؒ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ قرن اول زمان آنحضرت ﷺ از ہجرت تا وفات و قرن ثانی زمان یحییٰ و قرن ثالث زمان ذی النورینؑ بعد ازاں اختلافاً پدید آمد و کتباً ظاہر گردید (از انوار الحقائق خلافت اہلخانہ مقصد اول ص 121)

یعنی خیر القرون کا پہلا درجہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا زمانہ ہے جو ہجرت سے وفات تک کا ہے۔ اس کا دوسرا درجہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا فاروق اعظمؓ کا دور ہے اور تیسرا درجہ سیدنا عثمان غنیؓ کی شہادت تک کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد اختلافات پیدا ہو گئے اور قرون نے سر اٹھایا۔

یہ خیر القرون (اپنے تینوں درجوں میں) رہتی دنیا تک ہر ایک ترقی کن معاشرے کے لئے نمونہ رہے گا۔ اس عمل سوسائٹی کو قرآن حکیم وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُتَجَرِّبِينَ وَالْأَنْصَارِ (9: 100) (سب سے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار میں سے ہیں) کی اصطلاح سے ظاہر کرتا ہے اور مُحَذَّرِ السُّؤْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَهُ (48: 29) (محمد رسول اللہ اور آپ کے ساتھی) میں معہ (اس کے ساتھ والے) میں اس جماعت مہاجرین و انصار کی طرف اشارہ ہے مہاجرین اور انصار کے دور کے بعد جو لوگ ان کی پیروی کر کے ہر زمانے میں ایسے ہی معاشرے پیدا کرتے رہیں گے۔ وہ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ (9: 100) میں داخل ہوں گے اور وہ بھی مدہ میں شامل ہوں گے ان کے لئے خیر القرون نمونہ ہو گا اور وہ خود اپنے زمانے کے لئے نمونہ ہوں گے اور اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کا ممدائق قرار پائیں گے۔

(ذیلی حاشیہ)

اب مولانا عبد اللہ سندھیؒ کا کہنا ہے کہ پہلا درجہ حضرت نبی اکرم ﷺ اور سیدنا ابوبکرؓ کا زمانہ ہے اور دوسرا درجہ سیدنا فاروق اعظمؓ کا دور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے کوئی نیا کام نہیں کیا چنانچہ:

(۱) خلافت کے نظم و نسق میں ظل آیا یعنی زکوٰۃ دینے والوں نے زکوٰۃ مرکزی حکومت کو لو اکرنے سے انکار کر دیا تو

رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں مفسوب عظیم کی مثل یہودیوں سے دی جاتی تھی۔ جب اسلامی نظام موجود ہو تو جو شخص جملہ سے گھبرائیں وہ اس حد میں آتے ہیں اور جب اسلامی نظام ٹوٹ گیا ہو اور جملہ کے لئے جس نظام کی ضرورت ہے وہ نہ رہے تو جو لوگ انقلاب کے ذریعے اس نظام کو دوبارہ پیدا کرنے کی ہمت نہ بنائیں وہ بھی اسی حد میں داخل ہیں جو علماء کلا کر جملہ اور انقلاب سے بچنے کی کوشش کریں۔ وہ سب سے زیادہ اس شق میں شامل ہیں ایسے ہم نملو علماء کو ختم کر دینا چاہئے جب تک کسی انقلابی جماعت میں یہ ہمت نہیں آتی وہ قرآن کی حکومت پیدا نہیں کر سکتی۔

- 
- (بقیہ ذیلی حاشیہ) جبرائیل انیس مرکزی حکومت کے تحت لے آئے۔
- (2) جو ہم حضرت نبی اکرم ﷺ حضرت اسلام بن زید کی قیادت میں بیچے کا اہتمام فرما رہے تھے اور آنحضرت ﷺ کی وفات کی وجہ سے رک گئی تھی وہ روانہ کر دی۔
- (3) نبوت کے مد میں کا قلع قمع کیا۔
- (4) تقسیم معاش کا وہی اصول رکھا جو نبی اکرم ﷺ نے قائم فرمایا تھا یعنی ہر ایک خاندان کو بقدر ضرورت دینا اور مناصب اور اسلامی خدمت کی وجہ سے کسی بیشی نہ کرنی۔
- (5) جو دیکھ اپنی ضروریات کے لئے بیت المال سے لیا تھا وہ وقت کے وقت واپس کر دیا یہ اول دور ہے۔

سیدنا فاروق اعظم نے آگے چل کر اسلامی خدمت اور قربانیت نبی اکرم ﷺ کی بنا پر وظائف میں کی بیشی کر دی۔ لیکن اول تو انہوں نے اس تقسیم میں بھی عدل سے کام لیا اور جسے حساب کی رو سے جتنا حق پہنچتا تھا دے دیا۔ اس میں کسی وجہ سے رو رعایت نہیں کی دوسرے بعد میں اس کی بیشی کے اصول کو جاری کرنے پر افسوس کیا اور فرمایا کہ اگر میں اگلے سال انہی امام میں زندہ رہ گیا تو یہ نیا قاعدہ بدل کر سیدنا ابو بکر کا اصول عمل میں لاؤں گا لیکن وہ اپنی شہادت کی وجہ سے یہ اصول نہ بدل سکے۔

یہ دوسرے درجے کا معجز دور ہے۔

سیدنا عثمان غنی کا دور تیسرے درجے کا معجز دور ہے۔ کیونکہ انہوں نے بیت المال سے اپنا حق پورا لینا شروع کر دیا تھا اگرچہ وہ اسے بھی اپنے حاجت مند عزیز و اقارب میں تقسیم کر دیتے تھے۔

اول درجے کے لوگ اسلامی حکومت پیدا کریں گے تو ان کے لئے نبی اکرم ﷺ اور سیدنا ابو بکر کا دور نمونہ ہوگا لیکن عام لوگ کثرت سے شامل ہوں گے تو سیدنا فاروق اعظم کا دور نمونہ ہوگا یا سیدنا عثمان غنی کا دور قتل قبول ہوگا اس سے کم درجے کی کوئی حکومت نبوی طریق کی اسلامی حکومت نہیں کلا سکتی۔ (مرتب)

اب امام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں دہلی کے اکثر علماء اس کی مثل تھے۔ مولانا شیخ الحد محمد حسن کے زمانے میں جو لوگ جملہ کے ہم سے گھبراتے تھے وہ اسی ذیل میں آتے ہیں آج جو لوگ انقلاب کے ہم سے گھبراتے ہیں وہ بھی اس میں داخل سمجھے جاتے ہیں۔ یہ لوگ نہ مسلمانوں کی سوسائٹی کے معزز ممبر ہیں نہ امام ولی اللہ کی سوسائٹی کے آدمی ہیں۔ نہ مولانا شیخ الحد کے آدمی ہیں اور نہ ہم انہیں اپنے ساتھ رکھنا پسند کرتے ہیں۔ (سید اللہ سندھی)

## (ب) الضَّالِّينَ

ضالین کون ہیں : یہ وہ لوگ ہیں جن میں صحیح علم نہیں ہے یا امت ہی کم ہے لیکن عملی قوت بہت زیادہ ہے۔

ان کی مثل رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں نصاریٰ تھے وہ مسیح کو ابن اللہ مانتے ہیں۔ لیکن رومی سلطنت جیسی وسیع سلطنت بھی چلاتے ہیں۔ انہیں مسیح کو ابن اللہ ماننے کا نقصان یہ پہنچا کہ مسیح کے درجے کے جو خدام انسانیت پیدا ہوئے ان کا انکار کر بیٹھتے ہیں اس طرح وہ انسانیت میں گمراہی پھیلاتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح اس سے زیادہ کیا تھے کہ اللہ تعالیٰ کے منعم علیہ بندے تھے۔ اور اس لئے الفت عظیم سے باہر نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے سوا اور لوگوں پر بھی انعام کئے ہیں ان کا انکار کیوں؟ یہ ان لوگوں کی گمراہی ہے۔

ہمارے زمانے میں جو علماء قرآنی سیاست کو چھوڑ کر سیاست میں کسی قوم کی تقلید کرتے ہیں وہ "مغضوب عظیم" کی زد میں آتے ہیں اور جو انگریزی دان دوسری قوم کی سیاست کی تقلید کرتے ہیں وہ "الضَّالِّینَ" کی شق میں شامل ہیں۔ جو بات تم خود نہیں سمجھتے اور اس کی ذمہ داری نہیں لے سکتے اس کی ذمہ داری مت لو سمجھو جو سیاسی کام کر سکتے ہو وہ کرو ورنہ خاموش بیٹھو۔

ایسے ہی ہلوگ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں کوئی شخص قرآن حکیم کو نہیں سمجھ سکتا وہ بھی ضالین میں سے ہے۔ امام ولی اللہ دہلویؒ نے ہمارے زمانے کے لوگوں کے لئے قرآن سمجھنے کی تمام لفظی و معنوی دقیقہ دور کر دی ہیں اب اس کتب عظیم کا سمجھنا نہایت آسان ہو گیا ہے۔ اب بھی یہ کہنا کہ قرآن حکیم سمجھ میں نہیں آسکتا پرلے درجے کی گمراہی (ضلالت) ہے (نحوذ باللہ من ذلک)

اُمین : اس دعا کے معنی یہ ہیں کہ خدایا! کرۂ زمین پر صلح و سوسائٹی موجود ہے

۱۔ امام ولی اللہ دہلویؒ کے زمانے کے بعض مشائخ طریقت اور مولانا شیخ الحد کے زمانے میں جلو کے مختلف یا اس کی اہمیت نہ سمجھنے والے ضالین میں داخل ہیں۔ ہمارے جو ساتھی انقلاب کو نہیں جانتے یا اسے جاننے کی کوشش نہیں کرتے وہ ہمارے ساتھی نہیں ہیں ہم جس انقلاب کے داعی ہیں اس کے اصول وہی ہیں جو امام ولی اللہ دہلویؒ نے خیر القرون سے لے کر مدون کئے ہیں۔ (عید اللہ سندھم)

تو ہمیں اس کے ساتھ ملنے کی توفیق فرما اگر نہیں ہے تو یہ توفیق عطا فرما کہ ہم ایسی سوسائٹی خود پیدا کریں۔

اس میں شک نہیں کہ یہ بات بہت مشکل ہے لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ اس ارادے کے بغیر صراطِ مستقیم کی تعمیر ہو بھی نہیں سکتی۔

قرآن کا مقصد: قرآن حکیم کا مقصد صرف یہ ہے کہ ایسی سوسائٹی پیدا کی جائے جو صراطِ مستقیم پر چلتی ہو۔ اس لئے وہ ہر شخص سے سورۃ فاتحہ کا اقرار کرانا چاہتا ہے۔ تاکہ یہ ہر وقت اس کے ذہن میں رہے اور وہ اس امر کو ہر دم ملحوظ خاطر رکھے کہ اس کی زندگی کا مقصد اس قسم کی سوسائٹی پیدا کرنا ہے اور کچھ نہیں۔

بین الاقوامی دعا: قرآن حکیم عالمگیر اجتماعی تحریک کی طرف دعوت دیتا ہے اس دعا میں جو عالمگیر اجتماعی تحریک کا عنوان ہے قوی تقاضیات کا تعین نہیں کیا گیا۔

عقلی نظریات کے اعتبار سے لوگ مختلف طبقات کے ہوتے ہیں گو سب کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے۔ اس لئے صراطِ مستقیم ایک قوم کے ذہن میں کسی شکل میں آئی ہے اور وہ سری قوم کے ذہن میں کسی اور صورت میں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو جو دعا الہام فرمائی ہے وہ ان تمام تشخصات سے پاک ہے جو قومی اثرات سے پیدا ہوتے ہیں جو شخص اپنی انسانی فطرت کے مطابق خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر لیتا ہے اس کے لئے صراطِ مستقیم کی دعا کیا مشکل ہے؟ کیا کوئی سلیم الفطرت انسان صراطِ مستقیم پر پیدا ہونے والے اجتماع مشکل نہیں ہے۔

ایسے ہی صراطِ مستقیم کے عملی پہلو کی تعین اور صراطِ طالّٰلِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ کے ذریعے سے اس کی تفصیل میں کسی قوم کے بڑے آدمی کا نام نہیں لیا گیا جو شخص سلامتی فطرت کے ساتھ اپنے رب پر اعتماد کر لیتا ہے وہ ان لوگوں کے اجتماع سے الگ رہ سکتا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا؟

ہم نے انبیاء کرام کی کتابوں میں سے کسی نبی کی کتاب میں ایسی دعا نہیں دیکھی جو محض 'قومی' جغرافیائی اور نسلی اثرات سے پاک ہو، صرف سورۃ فاتحہ کی اجتماعی اعتدالی دعا ہی ایسی دعا ہے جو ان تمام اثرات سے پاک ہے اس پر تمام اقوام جمع ہو کر آمین! کہہ سکتی ہیں۔

صلوٰۃ کیا ہے؟ : صلوٰۃ (نماز) اصل میں اس بات کا نام ہے کہ انسان اپنے پورے ارادے اور اپنی ہمت کے ساتھ ملاءِ اعلیٰ کے ساتھ اتصال پیدا کرے اور وہاں سے آلے والی تجلی الٰہی سے قلبی رابطہ قائم کرے۔ اس اتصال اور رابطے کا قاعدہ یہ ہو گا کہ وہ جو چیز طلب کرے گا حسب حالات اسے دی جائے گی اور سب سے بڑی اور سب سے اہم چیز جو انسان اللہ تعالیٰ سے طلب کر سکتا ہے وہ اپنی فطرتِ سلیمہ کے تقاضے کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق ہے۔ انسان کی فطرتِ سلیمہ کے تقاضے ہی صراطِ مستقیم ہے۔ اس لئے ملا اعلیٰ میں تجلی الٰہی کے ساتھ رابطہ قائم کر کے وہ دعا کرتا ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یہ اصل چیز ہے جو انسان کو ترقی کی راہ پر لگاتی ہے۔ اس لئے نماز گویا یہ دعا مانگنے یا سورہ فاتحہ پڑھنے کا نام ہے طہارت اور قبلہ کی طرف منہ کرنا اس صلوٰۃ کے مہلوی ہیں اور رکوع و سجود اس کے محکمات ہیں۔ اس کی مدح یہ ہے کہ انسان یہ سمجھے کہ وہ اپنے رب کے حضور میں کھڑا ہے اور اپنی احتیاج پیش کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ صراطِ مستقیم کی ہدایت عطا فرمائے اس کے ساتھ جو آیات یا سورت پڑھی جاتی ہے وہ گویا اس دعا کا جواب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ ہدایت یہی قرآن ہے تم جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو تو ہدایت یاب رہو گے اس کے بعد رکوع و سجود اس دعا کے قبول ہونے کے لئے شکرِ الٰہی کے ساتھ اظہار کے طور پر پڑھیں اب جو مسلمان صلوٰۃ ادا کرے وہ جماعت کے ساتھ ادا کرے کیونکہ احداث کا یہی تقاضا ہے<sup>2</sup>

۱۔ نماز کا یہ مضمون مولانا محمد قاسم نانوتوی نے صمیم فرمایا ہے۔ (عبید اللہ سندھی) ۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز میں بندہ سورہ فاتحہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نَضَعِيْنَ (یہ نماز میرے اور میرے بندے کے درمیان آدمی آدمی تقسیم ہو گئی ہے) جب بندہ کہتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : كَحَمْدِنِيْ عَبْدِيْ (میرے بندے نے میری ستائش و تہلیل کی) پھر جب بندہ کہتا ہے : الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے : مَحْمَدْنِيْ عَبْدِيْ (میرے بندے نے مجھے بزرگی بیان کی) اور جب بندہ عرض کرتا ہے : اِیْمَاكَ تَعَبَّدُوْا لِّیْ اَکُنْتُ تَعْبُدُیْنَ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : لَهٰذَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ (یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے) اور جب بندہ کہتا ہے : اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ ۝ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : لَهٰذَا لِعَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَأَلَ (یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندے کے لئے وہ ہے جو اس نے مانگا ہے) (عرب)



# قرآنی اصول انقلاب

سورہ العصر کی حکیمانہ  
انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مروم)

محکم دلائل و براہین سے مزین

32۔ میکلمن روڈ۔ ایچ کے بی بی سنٹر۔ چک اے جی آفس لاہور

فون: 7239138



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## پیش لفظ

انسانی اجتماع (Society) کو ترقی دینے میں جن بلند فکر اور عالی دماغ لوگوں نے حصہ لیا۔ ان میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ایک خاص بلند مقام ہے آپ اب سے کوئی چار ہزار سال پہلے ”اُر“ (عراق) کے مقام پر پیدا ہوئے۔

آپ سے پہلے جن لوگوں نے انسانی اجتماع کی رہنمائی کی ان کا فکر اپنے مخصوص اجتماع کی ترقی کو مرکز بنا کر کام کرتا رہا۔ لیکن آپ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے انسانیت عامہ کو اپنے فکر کا محور بنالیا۔ اس حیثیت سے آپ بے شک امام الناس۔ (نوع انسانی کے لیڈر) کہلانے کے صحیح معنوں میں مستحق ہیں۔

نیز سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہر معاشرے کا ہلوی اپنے معاشرے والوں کو ذات الٰہی کا تصور دلانے کے لئے ارد گرد کے ماحول کو استعمال کرتا رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا رہا کہ ہلوی کے گزر جانے کے بعد لوگ ان مظاہر قدرت الٰہی ہی کو ”خدا“ مان کر پوجنے لگتے اور شرک میں مبتلا ہو جاتے۔ سیدنا ابراہیمؑ پہلے ہلوی ہیں جنہوں نے مظاہر طبیعی کی بجائے انسانی روح کو خدا شناسی کا ذریعہ بنالیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا شناسی آسان ہو گئی۔ اور نیچر پر قبضہ کر کے اسے انسانی ترقی کے لئے استعمال کرنے کا راستہ صاف ہو گیا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کو خبیثیت کہتے ہیں۔ یہ دعوت کیا تھی؟ اس کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ آپ انسانیت کو دو لعنتوں سے جو آپ کے زمانے تک پیدا ہو چکی تھیں، پھانا چاہتے تھے یعنی:

1- شمشائیت انسانی (IMPERIALISAM)

2- الوہیت انسانی (BRAHMANISM)

اس اجمل کی تفصیل یہ ہے کہ انسانی اجتماع میں ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو ملکی سیاست پر قبضہ کر کے اپنے خاندان یا اپنی جماعت کے مفادات (Interests) کو ترقی دینے والے قوانین بناد کرتے ہیں اور اس طاقت کے ثل بوتے پر اپنی رعایا سے ناجائز

فائدے اٹھاتے ہیں اور انہیں۔ مجاہز ٹیکسوں<sup>3</sup> کے بوجھ تلے اتنا دہلتے ہیں کہ انہیں ان ٹیکسوں کے ادا کرنے کے لئے محنت و مشقت کرتے رہنے کے سوا کوئی وقت ہی نہیں ملتا۔ کہ انسانیت کو ترقی دینے کی طرف دھیان دیں۔ ۱۔ یہ حالت انسانیت کے لئے بہت بڑی لعنت ہے۔ سیدنا ابراہیم اس کے خلاف بہت بلند درجے کے باغی تھے۔ ۲۔

ایسے ہی بعض اوقات علمی طبقہ عوام کو ظلم علم سے محروم کر دیتا ہے۔ اور خود ظلم کا اجارہ دار بن کر بیٹھ جاتا ہے اور اس علمی اجارہ داری کے طفیل عوام پر ”خدا کی“ کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام ان سرکاری داران ظلم کے حلق بن کر رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح علمی طبقہ عوام کو طرح طرح سے لوٹتا ہے۔ وہ جہالت میں مبتلا ہو کر سہولت اخروی پر غور کرنے کی استعداد بھی کھو بیٹھتے ہیں اور رفتہ رفتہ انسانیت ہی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ۳۔ یہ برہنیت بھی انسانیت کے لئے بہت بڑی لعنت ہے اور سیدنا ابراہیمؑ چاہتے تھے کہ انسانیت کو اس ”انسانی الوہیت“ سے نجات دلائیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انسانی روح کو خدا شامی کا ذریعہ بنا کر بتا دیا کہ:

① تمام انسان اپنے اندر خدا شامی کا جوہر رکھتے ہیں۔ انبیاء اور ان کے شاگرد اسی کی بیداری کی کوشش کرتے رہے۔

② چونکہ سب انسانیت کے لحاظ سے برابر ہیں اس لئے کوئی انسان اپنے جیسے دوسرے انسان کا خدا نہیں بن سکتا چہ جائیکہ ”شمنشلہ“ بن کر بیٹھ جائے اور لوگوں کو غلام بنائے رکھے۔

③ خدا شامی ہر ایک انسان کی انسانیت کا فطری تقاضا ہے اس لئے معرفت الہی کا ظلم اسے مفت ملنا چاہئے جیسے ہوا اور پانی سب انسانوں کے لئے ہیں۔

۱۔ ملاحظہ ہو جنت اللہ الباقی امام ولی اللہ دہلوی طبع مصر جلد اول ص 105۔

۲۔ قرآن حکیم سیدنا ابراہیمؑ کا قول نقل کرتا ہے کہ انہوں نے اپنے مخالفین سے ایک موقع پر فرمایا: انا برءٌ اَوَّامُنْکُمْ وَمِمَّا نَعْبُدُ وَنَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ کُفْرًا بِکُمْ وَبَيْنَا وَبَيْنَکُمْ وَالْعَنَآوَةُ وَالْبَغْضَاءُ اَبَدًا حَتّٰی تَوْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهُ اِبْرٰہِیْمُ اور ان کے ساتھیوں نے کلمہ ہم تم سے اور ان سے جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو اپنی بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔ ہم تمہارے پر وگرام کے منکر ہیں اور تمہارے اور تمہارے درمیان دائمی عدالت اور بیزاری ہو گیا ہے۔ جو اس وقت تک قائم رہے گا جب تک تم خدائے واحد پر ایمان نہ لے آؤ۔ (ممتدہ 60: 4)

۳۔ ملاحظہ ہو جنت اللہ الباقی امام ولی اللہ دہلوی طبع مصر (جلد اول ص 106)۔

[4] اجتماع انسانی میں صرف خدا کا قانون<sup>5</sup> چل سکتا ہے کسی حاکم کا (خواہ وہ پلوٹلہ ہو یا شمشٹلہ) قانون نہیں چل سکتا۔ انسانیت کا شرف اس میں ہے کہ انسان صرف خدا کے قانون کے آگے جھکے۔ یہ انسانیت کی آزادی کا اعلان تھا۔ یہ وہ توحید ہے جس کے سیدنا ابراہیم علیہ السلام داعی تھے اور توحید کا یہی حقیقی ان کی تحریک حقیقت کا (اور بعد میں اسلام کا جو دعوت حقیقت ہی کی ترقی یافتہ شکل ہے) سنگ بنیاد ہے۔

[5] انسانیت میں تمام انسان برابر کے شریک ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنا ہر ایک انسان کا حق ہے کسی انسان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی چلائی اور ہوشیاری سے یا اپنے جیسے خود غرض لوگوں کا اجتماع پیدا کر کے ان کی طاقت کے بل بوتے پر خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو اپنے اور اپنے چند ساتھیوں کے لئے مخصوص کر کے کمزور انسانوں کو ان سے محروم کر دے۔

غرض اس عظیم فکر کے ذریعے سے سیدنا ابراہیمؑ نے ایک طرف تو انسانی ربوبیت (شمسیت اور مطلق الشان پلوٹلی) کا خاتمہ کر دیا اور دوسری طرف خدا شناسی کے علم کو عام کر کے برہنیت کا خاتمہ کر دیا اور تمام انسانوں کو خدا کی بندگی میں لا کر مساوات کی سٹیج پر لا کھڑا کیا اس طرح انسان اور انسانیت کا پایہ بہت بلند کر دیا۔

تحریک حقیقت کا یہ پہلو بھی قتل غور ہے کہ جو لوگ اس تحریک کو قبول کریں گے وہ کفر، ظلم، شرک، ظلامی اور فکری غلامی کے خلاف ایک طاقت ور پارٹی بن جائیں گے اور معاشرے میں سے ظلم کی تمام شکلیں مٹانے کے ذمہ دار ہوں گے۔ یہ اس عظیم الشان انسانیت گیر تحریک کا انقلابی پہلو ہے جسے سب سے پہلے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سرکردگی میں کلام کرنے والی جماعت مہاجرین و انصار نے عمل میں لا کر دکھایا اور اب یہ اصول ہر ایک قوم اور ہر زمانے کے لئے بنیادی اصول بن گیا کہ جب معاشرے میں ظلم بڑھ جائے تو ایک حقیقی جماعت اسے انقلاب کے ذریعے دور کرے گی۔

تحریک حقیقی ابراہیمی کا یہ وہ اصول ہے جس کی مکمل تشریح اس سورۃ العصر میں کی گئی ہے۔

آپ نے اس فکر کی اشاعت کے لئے ایک طرف عرب کی دلوئی فیر ذی زرع (بے آب و گیلا) میں ”بیت اللہ الحرام“ کا مرکز قائم کیا۔ جہاں اپنے بڑے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو بیلانور دوسری طرف ”بستان“ میں مرکز قائم کیا۔ جہاں اپنے دوسرے فرزند جلیل سیدنا اسحاق علیہ السلام کو بیلانور۔

حکمت الہی کے تقاضے کے مطابق پہلے ”مکمل“ کی سرزمین سے اس فکر کی اشاعت شروع ہوئی چنانچہ بنی اسرائیل نے اس علم کو بلند کیا جن میں سیدنا یوسف، سیدنا موسیٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہم السلام جیسے اولوالعزم داعی پیدا ہوئے۔ بنی اسرائیل کو تورات جیسا بین الاقوامی قانون عطا ہوا لیکن بد قسمتی سے وہ قابلیت سے اوپر نہ اٹھ سکے اور اس انسانیت گیر تحریک کی جتنی اشاعت ہوئی چاہئے تھی نہ ہو سکی۔

اسرائیلی شلخ نے حنیفی (ابراہیمی) فکر کی جس قدر خدمت ہو سکتی تھی وہ ہو چکی اور ان میں اس فکر کو آگے بڑھانے کی مزید صلاحیت ظاہر نہ ہوئی تو حکمت الہی نے ابراہیمی نسل کی دوسری شلخ بنی اسماعیل سے جو عرب میں بین الاقوامی پوزیشن حاصل کر رہے تھے، یہ خدمت یعنی چلتی اور ان کی رہنمائی کی خاطر انہی میں سے بہترین انسان کو منتخب کر کے ہدایت کا ذریعہ بنایا۔ اس نبی معظم کا نام محمد (ﷺ) ہے اور اسے اس پروگرام کی تکمیل کے لئے جو انقلابی لائحہ عمل دیا گیا وہ قرآن حکیم ہے۔

قرآن حکیم وہ کتب عظیم ہے جس میں انسانی انقلاب کا مکمل پروگرام دیا گیا ہے۔ اس میں انسانیت کے خواص بتائے گئے ہیں اور وہ اقدار معین کی گئی ہیں جنہیں قائم کرنے ہی سے معاشرہ انسانی اصولوں پر ترقی کر سکتا ہے چونکہ یہ اصول انسانی فطرت کی ترجمانی کرتے ہیں اس لئے غیر متبدل ہیں یعنی جب تک انسان بحیثیت انسان زندہ ہے، قرآنی اصول حیات اس کے معاشرے کی سیاسی، اقتصادی، اخلاقی اور روحانی پہلوؤں کی ترقی و تربیت کا مکمل کورس ثابت ہوتے رہیں گے یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ (ﷺ) کی تشریف آوری کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہیں رہی اور یہی سبب ہے کہ قرآنی اقدار کو رجعت پسند افراد و اجتماعات کے چنگل سے بچانے کے لئے انقلاب کا نسخہ تجویز کیا گیا۔ یہ وہ نسخہ ہے جسے ہر زمانے میں ہر ایک جماعت جو ان اقدار کو معاشرے میں قائم کرنا چاہے استعمال میں لا سکتی ہے۔ اب جب کبھی بعض معاشروں میں ارتجاع (Reaction) پیدا ہوگا انقلابی قوتیں ابھرتی رہیں گی اور ارتجاع کا خاتمہ کرتی رہیں گی۔ اس لئے بھی اب کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں رہی۔

اس انقلابی پروگرام کو چلانے کے لئے محمد رسول اللہ (ﷺ) نے ایک نہایت مضبوط، جہاں سپار جماعت (پارٹی) پیدا کی جس کی نظریات بین الاقوامی (Internationalis) بلکہ انسانیت گیر تھی۔ اس بین الاقوامی پارٹی یا حزب اللہ کی عظیم نہایت مستحکم طبعی اصولوں پر کی گئی جو رہتی دنیا تک انقلاب کی تکمیل میں مدد دیتے رہیں گے۔ اس طرح پارٹی بنا کر کام کرنے

کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس پروگرام کو چلانے والی حکومت پیدا ہو گئی جس نے انسانیتِ علم کی ترقی میں اتھلوی اور روحانی پہلوؤں کو برابر اپنے سامنے رکھا۔  
 یہ پابنی کس طرح ہوئی گئی؟ اس کے اساسی قواعد قرآن حکیم کی اس مختصر سورۃ العصر میں منضبط کر دیئے گئے ہیں۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی (1872-1944ء) نے اس سورت کی تفسیر میں یہی اصول واضح کئے ہیں امید ہے کہ ہمارا نوجوان طبقہ انہیں نہایت غور سے مطالعہ کر کے قرآنی انقلاب کی تکنیک کو سمجھنے میں ان سے فائدہ اٹھائے گا۔ واللہ المستعان۔

بشیر احمد بی۔ اے

جنرل مینجر ادارہ حکمت اسلامیہ  
 223- این۔ سمن آباد لاہور

# قرآنی

## اصول انقلاب

### یعنی

### تفسیر سورۃ عصر

**بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ**

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَّصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَّصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

ترجمہ : زمانہ کی قسم! یقیناً انسان گمراہی میں ہے، سوائے ان کے جنہوں نے ایمان اختیار کیا اور اچھے کام کئے اور آپس میں حق کی تلقین کرتے رہے اور صبر و استقامت کی تلقین کرتے رہے۔



## تمہید

مختلف قوموں میں نبیوں کے ذریعے سے جو شریعتیں آئیں، ان میں بعض اصول ایسے ہیں جو سب الہامی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ گویا علوم متعارفہ (Postulates) ہیں۔ ان کے مجموعے کو دین کہتے ہیں۔

مثلاً یہ عقیدے کہ خدا ایک ہے، موت کے بعد بھی زندگی ہے۔ انسانوں کو ان عملوں کی جزا (سزا) ملتی ہے، مختلف قسم کی مہضی نیکیاں (اصول اقتضات)۔ مثلاً طہارت، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، نفلی عبادات وغیرہ اور مختلف معاشرتی اصول و معاشرتی ارتقاقت۔ مثلاً نکاح، اجتماعی عدل قائم کرنے اور ظلم کو مٹانے کی کوشش کرنا، غلط کاروں کو سزا دینا اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے لڑنا، یہ سب دین کے اصول کہلاتے ہیں۔

ان عقیدوں، مہضی نیکیوں، معاشرتی اور شافعی اصولوں نے ہر زمانے میں قوموں کے مزاج اور جغرافیائی اور تاریخی حالات کے مطابق مختلف شکلیں اور صورتیں اختیار کی ہیں۔ ان خاص مشکلوں کا مجموعہ جو دین کے اصول ہر زمانے میں اختیار کرتے رہے ہیں اس زمانے کی شریعت کہلاتا ہے۔ (مفہوم از جتہ اللہ

الہامی جلد اول ص 86-87)

قرآن حکیم کا اسلوب بیان یہ ہے کہ وہ دین کے بنیادی اصولوں کی تشریح بعض چھوٹی سورتوں میں کر دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ لمبی سورتوں میں، جہاں ان اصولوں کے استعمال کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان پر تفصیلی بحث نہیں کرتا بلکہ صرف اشارہ کر دیتا یا ان کے لئے اصطلاحی الفاظ استعمال کرتا ہی کافی سمجھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لمبی سورتوں میں ان اصولوں کو انہی معنوں میں لیا جائے گا جو چھوٹی سورتوں میں معین کئے جا چکے ہیں۔ مثلاً قرآن حکیم میں بار بار آتا ہے: **الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ** (جنہوں نے ایمان اختیار کیا اور اچھے عمل کئے) اس مختصر فقرے میں دو اصطلاحیں آئی ہیں۔

**الَّذِينَ آمَنُوا** اور **عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ**

۱۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے طریقے ۲۔ زندگی کی مشکلوں کو آسان کرنے کے طریقے

ان دونوں اصطلاحوں کی تشریح سورہ عصر میں کر دی گئی ہے۔ اس لئے قرآن حکیم کے باقی مقلات میں ان اصطلاحوں سے وہی معنی مراد ہوں گے جو اس سورت میں معین کئے گئے ہیں۔

جو لوگ قرآن حکیم کے اس اسلوب بیان اور اس قسم کی اصولی آیتوں کی مراد اچھی طرح سے نہیں سمجھتے وہ اس کتب عظیم کا مقصد معین کرنے میں ٹھوکریں کھاتے ہیں اور وہ ہر ایک سورت میں اصولی کلمات کے الگ الگ معنی کرتے ہیں جو ان کے خیال میں اس جگہ کے لئے موزوں ہوتے ہیں۔ یہ انکی بڑی بھول ہے۔  
اب ہم اس سورت پر نظر ڈالتے ہیں۔

وَالْعَصْرِ :- قسم ہے زمانے کی۔  
اس میں واؤ قسمیہ ہے۔

## قسم کی حقیقت

شریعت اسلامیہ کا یہ قطعی حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا یا حلف اٹھانا جائز نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے صاف لفظوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ مَنْ أَحْلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشْرَكَ (جس نے اللہ کے سوا کسی اور کا حلف اٹھایا اس نے شرک کا ارتکاب کیا) اس حدیث میں شرک سے مراد خواہ اس کا کوئی درجہ ہی لیا جائے، بہر کیف وہ شرک ہی کی مد میں آتا ہے لیکن تعجب ہے کہ خود قرآن حکیم میں بت جگہ غیر اللہ کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔ ان مقلات میں سے ایک یہ مقام والعصر بھی ہے۔

ہات یہ ہے کہ جب کسی امر کے متعلق دو فریقوں میں جھگڑا ہو جائے تو ہر ایک فریق سے دلیل یا شہادت طلب کی جاتی ہے۔ دلیل سے مراد یہ ہے کہ کسی مسئلے کے تمام پہلوؤں کو اس طرح سے کھول کر بیان کر دینا کہ سننے والا اسے اچھی طرح سے سمجھ جائے جو شخص اس طرح سمجھنے کا عادی ہو، اسے دلیل ہی دی جانی چاہئے اور اس کے سامنے مفصل طور پر بیان کرنے میں بخل سے کام نہیں لینا چاہئے۔ شہادت بھی دلیل ہی کی ذیل میں آتی ہے۔

لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مخاطب کے سامنے کوئی بات کھول کر بیان کی جائے تو

اس کا ذہن الجھوٹ میں پڑ جاتا ہے۔ جب وہی بات مختصر طور پر مثل کے ذریعے سے سمجھا دی جائے تو اسے آسانی سے سمجھ لیتا اور مطمئن ہو جاتا ہے۔ مثل کے لئے کبھی کلمہ قسم بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کا طرز بیان ایسی کلمہ قسم کا ہے وہ کبھی تو دلیل بیان کرتا ہے کبھی مثل سے کام لیتا ہے اور کبھی مثل کے لئے کلمہ قسم ہی استعمال کر کے ایک حقیقت کا مطلب کے ذہن نشین کر دیتا ہے۔

اسلامی قانون یہ ہے کہ جو فریق دلیل نہ لاسکے وہ قسم کھاتا ہے۔ اس موقع پر قسم سے مراد یہ ہوتی ہے کہ قسم کھانے والا اپنے سچا ہونے پر اللہ تعالیٰ کو، جو عالم الغیب ہے، بطور گواہ پیش کرتا ہے، اور یہ یقین رکھتا ہے کہ اگر میں جھوٹ بولوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے سزا دے گا۔ اس قسم کی شہادت ایک دیندار مسلمان سے یقیناً قبول کر لی جاتی ہے لیکن اسلام اس بات کو ہرگز جائز نہیں رکھتا کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو حقیقی معنوں میں علم غیب حاصل ہے اور اسے یہ قدرت بھی حاصل ہے کہ وہ جھوٹے کو اس کے جھوٹ کی سزا دے۔ ان معنوں میں بے شک یہ درست ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھاتا ہے وہ شرک کرتا ہے۔ کیونکہ اس کے یہ معنی ہوئے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ جس کی میں قسم کھا رہا ہوں۔ وہ ہر قسم کا ذاتی علم غیب بھی رکھتا ہے اور مجھے سزا بھی دے سکتا ہے۔

قرآن حکیم میں خدا تعالیٰ نے جو قسمیں کھائی ہیں وہ مثیل کے لئے ہیں اور جن چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں وہ بطور گواہ یا مثل پیش کی گئی ہیں۔ چنانچہ اس سورت میں ”عصر“ (زمانے) کو اسی غرض کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

عصر کے معنی ہیں وقت، جس کے ساتھ گزرنے کا تصور بھی ہو، یعنی گزرنے والا

زمانہ ا۔

زمانے کے گزرنے سے معاشرے میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں یہ ضروری نہیں ہے وہ صلح اور سمجھ ہی ہوں۔ بعض غلط کار لوگوں کے اثر سے بڑی تبدیلی (Absolutetime) بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ معاشرے کی یہ غلطیاں اور غلط کاریاں ملاء اعلیٰ کی سکرین (Screen) پر غلط رنگ کا اعتبار کرتی رہتی ہیں اور ملاء اعلیٰ کے فرشتے اس رنگ کے بدلے جانے

کے لئے ذات ہاری سے دعا کرتے رہتے ہیں۔ جب حکمت الہی چاہتی ہے کہ معاشرے میں انقلاب آئے۔۔۔۔۔ اور اس ”چاہنے“ کے خاص قاعدے اور اصول ہیں۔۔۔۔۔ اس وقت معاشرے میں انقلابی قوتیں ابھرنے لگتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس شان ربوبیت کے متعلق مجتہد الاسلام امام ولی اللہ دہلوی رقمطراز ہیں کہ:

(انسان کی تخلیق کے بعد نوع انسان کی تربیت کا دور شروع ہوا) اس مرتبے میں ربوبیت الہی دو شعبوں میں تقسیم ہو گئی۔

① ربوبیت کے وہ احکام جن پر زمانے کے تغیر و تبدل کا کوئی اثر نہیں پڑتا مثلاً احوال و افعال و اخلاق جیسے نطق انسانی، اس کی ہنسنے کی علوت، اس کی جرأت اور کیاست اور معاشرہ انسانی کے لئے ضروری ارتباطات اور بتدوایم کے اصول جو انسانوں کو اسی طرح طبعی الامام کے ذریعے سے ملتے ہیں جیسے شد کی کمسی یا چڑیا کو۔

② ربوبیت کے وہ احکام جو زمانے کے بدلنے کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں ان تبدل ہونے والے احکام کی غرض یہ ہوتی ہے کہ انسان صورت نوعیہ انسانیہ کے ساتھ تَشَبُّہ قائم رکھے جو ان ادوار و اعصار کے ساتھ مقرون ہے اور بتدوایم کے اصول کو زمانے کے لئے لباس میں مناسب صورتوں میں پیش کرے۔

مطلب یہ ہے کہ انسانیت کے دو حصے ہیں۔ 1- بنیادی انسانیت، جس میں کبھی بھی کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ 2- دوسرے انسانیت کے وہ پہلو جو مورد زمانہ کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں یہ تبدیلی اگر اچھی ہے تو ”فہما“ ورنہ اسے تبدیل کر کے حقیقی انسانی پہلو کی طرف لانا ہو گا۔ روح عصر (Zeitgeist) یعنی ملایم اعلیٰ کے فیصلے انسانی معاشرے میں ان انسانوں کے ذریعے سے پھیلتے رہتے ہیں جو حساس ذہنوں کے مالک ہوتے ہیں اور جب معاشرتی تبدیلیوں کے خراب پہلو غالب آجاتے ہیں تو ایک بڑا انقلاب آکر معاشرے کی حالت تبدیل کر دیتا ہے جو لوگ معاشرے کے اندر غلط تبدیلیوں کا سدباب کرنے کی جدوجہد نہ کریں وہ بھی نقصان اٹھاتے ہیں اور جو غلط تبدیلیاں کر کے اپنے مفادات کو ترقی دیتے ہیں وہ بھی آخر نقصان اٹھاتے ہیں۔

زمانے میں یہ تبدیلیاں ہمیشہ آتی رہی ہیں اور ہمیشہ آتی رہیں گی۔ ہمارے خیال میں عصر کے اس تصور کا ایک پہلو تاریخ بھی ہے جو گزرے ہوئے زمانے کے واقعات کے

مجموعے کا نام ہے۔ گویا اس آیت میں تاریخ کی شہوت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ تاریخ کی شہوت پیش کرنا اعلیٰ درجے کا علمی استدلال ہے۔ البتہ جو لوگ تاریخ کی اہمیت نہیں سمجھتے وہ اس استدلال کی اہمیت کو بھی پوری طرح سے سمجھ نہیں سکتے۔ خود قرآن حکیم گزشتہ اقوام کے حالات سے بھرا پڑا ہے اور وہ بار بار کہتا ہے:

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ (الانعام: 11)

”یعنی مختلف ممالک میں چل پھر کر دیکھو کہ جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی ہدایت سے منہ موڑا، ان کا انجام کیا ہوا۔“

وَالْعَصْرِ  
إِنَّ الْإِنْسَانَ لِفُحْشٍ خُسْرٍ  
انسانی تاریخ گواہ ہے کہ انسان یقیناً گھلے میں ہے۔

روح عصر (Spirit of the Age) کے ان اثرات کے تصور کے وقت انسان کی حکمت عملی کا تقاضا کیا ہے؟ قرآن کہتا ہے کہ جو لوگ اس وقت حق قائم کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور عملی جدوجہد شروع کر دیتے ہیں۔ ان کے سوا ہلکی تمام انسان نقصان اٹھاتے ہیں وہ لوگ بھی جو ارتحال میں جلا ہو جاتے ہیں اور وہ بھی جو ارتحال میں جلا نہ ہوتے ہوئے انقلاب کے لئے نہیں اٹھتے۔

نہان و مکیان کی یہ وہ معاشرتی حقیقتیں ہیں جن کی طرف قرآن حکیم نے پہلی مرتبہ انسان کی توجہ دلائی ہے اور انسان کو آئندہ کیا ہے نہانے کی تفسیر کر کے اسے اپنی منزل کی طرف چلنے پر مجبور کر دینا بھی انسانی شرف ہے۔

## انقلاب کے عملی اصول

قرآن کہتا ہے کہ جب سے انسانی تاریخ لکھی گئی ہے اس پر نظر ڈالو، تم دیکھو گے کہ وہ اس امر کی ناقص ترویج شہوت بہم پہنچاتی ہے کہ جب تک کسی انسانی اجتماع میں چار باتیں جن کا ذکر آگے آتا ہے پیدا نہیں ہوئیں وہ کامیاب نہیں ہوا۔ اسی طرح وہ ان کے بغیر آئندہ بھی کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔

وہ چار باتیں یہ ہیں:-

1- الَّذِينَ آمَنُوا جنہوں نے ایمان اختیار کیا۔

## ”نظریہ“ اور ”ایمان“

اس آیت میں ایمان سے کیا مراد ہے؟ ظاہر ہے کہ جب تاریخ عالم کی شہادت پیش کی گئی ہے تو ایمان کے معنی بھی وہی لئے جانے چاہئیں جو دنیا کے تمام دینوں میں اصولی طور پر مانے جاتے رہے ہیں۔

مولانا محمد قاسمؒ فرماتے ہیں کہ ”جب تم کوئی کام کرنا چاہتے ہو تو سب سے پہلے اس کی نیت یا ارادہ کرتے ہو۔ اگر کوئی شخص یہ نیت یا ارادہ کر لے کہ میں اللہ کے سب حکموں کی تعمیل کروں گا تو یہ جامع نیت ایمان ہے۔“

جن لوگوں نے قرآن حکیم کو مانا یا اس سے پہلے جنہوں نے تورات یا انجیل کو تسلیم کیا انہوں نے ان کتب الہیہ میں محقق اصول پائے اور ان اصولوں کو مان کر ان پر عمل کرنے کی پختہ نیت پائی اور انہیں انسانی اجتماع میں قائم کرنے کے لئے اپنا جان و مال تک قربان کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اسے ان کا ”ایمان“ کہا جائے گا۔ لیکن جن انسانی گروہوں میں ایسی الہامی کتابیں موجود نہیں ان کے اندر حکمائے الہی کی کوششوں سے جو صحیح علم آیا جس نے انہیں خدا پرستی کی راہ پر لگایا اور انہوں نے اسے تسلیم کر کے اس کے مطابق کام کرنے کا ارادہ کر لیا اور اس کی خاطر اپنا جان و مال قربان کرنے کا تہیہ کر لیا تو یہ ان کا ایمان ہو گا۔

اسلام نے ایمان کا جو مختصر اور جامع فارمولا پیش کیا ہے وہ یہ ہے:

أَمِنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِأَسْمَائِهِمْ وَصِفَاتِهِمْ وَقَبِلْتُ جَمِيعَ  
أَحْكَامِهِمْ أَقْرَارًا بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيقًا بِالْقَلْبِ

یعنی میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا جیسا بھی وہ اپنے اسماء و صفات کے ساتھ ہے اور میں نے زبان سے اقرار اور دل کی تصدیق سے اس کے تمام احکام قبول کر لئے۔“

پس قرآن کتا ہے کہ کسی اجتماع کے کامیاب ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس کے افراد کے دلوں میں صحیح علم کو اپنی جان و مال کی قربانی کے ذریعے سے قائم کرنے کا جذبہ پایا جاتا ہو۔ انسانی تاریخ گواہ ہے کہ جو جماعت ایسے لوگوں سے بنی ہوئی نہ ہو وہ کبھی کامیاب نہیں ہوئی اور نہ کبھی کامیاب ہو سکتی ہے۔

## فلسفہ ولی اللہی کی بنیاد

امام ولی اللہ دہلویؒ نے تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ تمام الہامی شریعتوں کا موضوع انسانیتِ عامہ ہی رہا ہے۔ یعنی یہ تمام شریعتیں انسانی فطرت کی ترجمانی کرتی تھیں اور اسی کے تزکیے اور ترقی کے لئے آئی تھیں۔ مختلف شریعتوں میں جو ظاہری اختلاف نظر آتا ہے یہ ان قوموں کے لحاظ سے ہے جن میں وہ آئیں، ورنہ حقیقت میں ان سب شریعتوں کی یہ میں انسانی فطرت ہی کی ترجمانی کی گئی ہے اور سب میں مشترک امر کی انسانیتِ عامہ ہے۔

اس لحاظ سے ہم نے اوپر جو کچھ بیان کیا ہے اسے یوں بھی ادا کیا جاسکتا ہے کہ جب تک کوئی شخص ایسے صحیح عقائد یعنی ترقی بخش نظام معنوی کا مالک نہ ہو، جن کی بنیاد انسانی فطرت پر ہو اور وہ ان عقیدوں کو عمل میں لانے کے لئے اپنا نصب العین اس طرح سے نہ بنائے کہ وہ ان پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کو آمادہ ہو جائے اس وقت تک وہ کامیابی کی طرف نہیں بڑھ سکتا۔

چنانچہ ام ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:

وَيَجِبُ بَذْلُ الْجُهْدِ عَلَى أَهْلِ الْأَرَاءِ الْكَلِمَةِ فِي إِشَاعَةِ الْحَقِّ وَتَمْشِيَتِهِ وَإِخْمَالِ الْبَاطِلِ وَصَدِّهِ فَرُّمَا لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ إِلَّا بِمُخَاصَمَاتٍ أَوْ مُقَاتَلَاتٍ فَيُعَدُّ كُلُّ ذَلِكَ مِنْ أَفْضَلِ أَعْمَالِ الْبِرِّ (مجتہد اللہ البالغہ جلد اول ص 50 طبع نور محمد کراچی)

”یعنی جو لوگ اجتماعی رنگ میں سوچتے ہیں ان کے لئے لازم ہو جاتا ہے کہ حق کی اشاعت کرنے اور اسے چلانے میں اور باطل کو مٹانے اور اسے روکنے میں اپنی پوری پوری کوشش صرف کریں لیکن یہ اکثر ممکن نہیں ہوتا جب تک حق کی حقانیت اور باطل کی غلطی و لائل و براہین کے ذریعے ثابت نہ کر دی جائے یا باطل کے مٹانے اور حق کے قائم کرنے کے لئے جان و مال کی قربانی کے ذریعے سے قتل نہ کیا جائے اس وقت ان میں سے ہر ایک بہت بہترین نیکی شمار ہوتی ہے۔“

غرض کامیابی کے لئے کوئی بلند نظریہ یا نصب العین قائم کرنا ضروری ہے جسے ایمان کا

درجہ دیا جاسکے۔ مسلمانوں کا انتہائی نصب العین قرآن حکیم کی تعلیمت ہیں جنہیں خیر القرون (نمونہ کا دور) میں عمل میں لا کر دکھایا جا چکا ہے اور وہی نمونہ ہمیشہ کامیابی کا معیار ہے۔

## تاریخ کی شہادت

کیا تاریخ سے کوئی شہادت پیش کی جاسکتی ہے کہ کسی شخص یا جماعت نے کوئی جامع نظریہ ”ایمان“ اختیار کئے بغیر کامیابی حاصل کی ہو؟

2- وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (اور صالح اعمال کئے)

عمل صالح کیا ہے؟ : بدن انسانی کی ہر وہ حرکت و سکون جو انسان کے ایمان کے مطابق ہو اور اس کی تعمیل و تعمیل کے لئے ہو، عمل صالح ہے۔

عمل کی صالحیت کا مدار : اصل میں کسی عمل کا اچھا یا برا ہونا اس کی ظاہری شکل کے اعتبار سے اتنا نہیں ہوتا جتنا اس کی روح کے لحاظ سے اور کرنے والے کی اس نیت کے اعتبار سے ہوتا ہے جو اسے عمل پر اکساتی ہے۔ مثلاً دنیا کی تمام قوموں میں یہ مانا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا بہت اچھا فعل (عمل صالح) ہے۔ گو ہر ایک قوم میں عبادت کی صورت الگ الگ رہی ہو۔ لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور اس کا قرب حاصل کرنا انسان کے لئے ضروری ہے۔ یہ قرب حاصل کرنے کا جذبہ ہی عبادت یا صلوة کی اصل روح ہے اب اگر یہی عبادت صرف دکھلوے کے طور پر کی جائے تو سب سے برا عمل تصور کی جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں اس کی پرزور مذمت کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

قَوْلِ الْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُزَاهَوْنَ ۝ (64:107)

افسوس ہے ان نمازیوں پر جو اپنی نماز سے بے خبر صرف دکھلوے کے لئے نماز پڑھتے ہیں۔

ایسے ہی کسی انسان کو ماہر ڈانٹا بظاہر کتنی بری بات معلوم ہوتی ہے سب قوموں کے عقل مند لوگ اسے برا کہتے ہیں اور کہتے آئے ہیں لیکن جب حق کی حمایت میں مرنے اور مارنے کی نوبت آجائے یا کمزور انسانوں کو ظلم سے بچانے کی ضرورت پڑ جائے تو کوئی شخص



بھی قتل کرنے سے انکار نہیں کرتا بلکہ اس وقت انسانی قتل کو بہت قتل تعریف فعل سمجھا جاتا ہے۔

پس جو کلم انسان کے ایمان کے مطابق ہو اور اس نیت سے کیا جائے کہ سب انسانوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے وہ عمل صالح ہے۔

## ”ایمان“ اور عمل صالح کا تعلق

اصل میں ایمان جڑ ہے عمل کی۔ جب تک جڑ زندہ ہے۔ درخت زندہ ہے جب جڑ مرجاتی ہے درخت خود بخود مر جاتا ہے۔ اسی طرح معاشرے میں ایمان انفرادی اور اجتماعی کلموں کی بنیاد ہے۔

چنانچہ قرآن حکیم کہتا ہے:

1- أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ○ (العنکبوت 2:29)

”کیا لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ اتنا کہہ کر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کی جانچ نہ ہوگی۔“

2- أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخَلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ○ (ال عمران 142:3)

”کیا تمہیں خیال ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ نے ابھی تک معلوم نہیں کیا جو تم میں لڑنے والے ہیں اور معلوم نہیں کیا جو ثابت قدم ہیں۔“

3- سورۃ توبہ میں منافقین سے مخاطب ہو کر کہا گیا ہے کہ:

وَقُلْ اْعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ○ (105:9)

”اور کہہ دو کہ عمل کئے جاؤ پھر آگے اللہ اور اس کا رسول اور مسلمان تمہارے کلم کو دیکھ لیں گے۔“

4- اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی حمایت ان کے عملوں کی وجہ سے کرتا ہے نہ کہ ان

کے صرف اقوال کی وجہ سے: وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (الانعام: 127)

5- اور اصلی مومنوں کے اعمال یہ بتائے گئے ہیں۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آؤُوا  
وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا (الانفال: 74)

”اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے گھر چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے  
اور جن لوگوں نے انہیں جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی سچے مومن ہیں۔“

6- اجتماعی طور پر اقوام کا امتحان بھی عمل کے مطابق ہوتا ہے محض عقیدوں کی بناء پر

نہیں:  
وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَهُمْ رَسُولُهُمْ  
بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ  
○ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلِيفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ  
تَعْمَلُونَ (یونس: 10-13)

”اور ہم یقیناً تم سے پہلی جماعتوں کو جب انہوں نے ظلم کیا، ہلاک کر چکے ہیں۔  
حالانکہ انکے پاس ان کے رسول مکمل نشانیوں لائے تھے لیکن وہ ایمان لانے والے نہ  
ہوئے۔ ہم مجرموں کی قوم کو اسی طرح سے سزا دیا کرتے ہیں پھر ان کے بعد ہم نے  
تمہیں زمین میں خلافت دی۔ تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کس طرح سے عمل کرتے  
ہو۔“

آخر میں قرآن حکیم نے یہ قطعی اور حتمی قانون فطرت بیان کر دیا ہے کہ:  
لَيْسَ بِأَمَانَتِكُمْ وَلَا أَمَانَتِي أَهْلُ الْكِتَابِ مَنْ يَعْمَلْ  
سُوًّا أَوْ يُجْزِهِمْ وَلَا يَحِلُّهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ○  
وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْشَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيرًا (نساء: 123-124)

”مزار نہ تمہاری امیدوں پر ہے نہ اہل کتب کی امیدوں پر جو کوئی برا کام کرے گا سزا پائے گا اور اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہ پائے گا اور جو کوئی اچھے کام کرے گا وہ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کا حق بے بھر بھی ضائع نہ ہوگا۔“

خلاصہ یہ کہ ایمان قائم کرنے کے بعد اگر نتائج کمال تک پہنچ سکتے ہیں تو فقط عمل سے اُمّ لِّلْاِنْسَانِ مَا تَمَنٰی (53: 24) کیا انسان کو صرف کسی چیز کی تمنا کر لینے ہی سے وہ مل سکتی ہے؟ نہیں بلکہ قہرہ صرف یہ ہے کہ بَلِّسَ لِّلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (53: 39) یعنی انسان کو وہی یا اتنا ہی ملتا ہے جو یا جتنا وہ خود عمل کرتا ہے۔ غرض ایمان عمل کی بنیاد ہے اور عمل ایمان کا نتیجہ، ایمان ایسا ہونا چاہیے جو عمل پر آکسائے اور عمل وہ ہو جو ایمان کے مطابق ہو۔

تاریخ کی شہادت : اب تاریخ پر نظر ڈالو کیا اس میں ایک بھی شہادت یا مثل ملتی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ کسی اجتماع میں لوگوں نے اچھے عقیدے یا صحیح علم کو اپنا ایمان تو بنا لیا لیکن انہوں نے اپنی پوری زندگی اپنے ایمان کے مطابق نہ ڈھلی پھر بھی وہ اپنے ایمان کو غالب کرنے میں کامیاب ہو گئے؟ تاریخ کے سارے ورق الٹ جاؤ اس کی ایک مثال بھی نہ پاؤ گے۔ البتہ تاریخ انسانی سے جو حقیقت بلا تردید ثابت ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ کامیاب وہی لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کے مطابق کام کیا اور اسے اجتماع میں غالب کرنے کے لئے سردھڑکی بازی لگا دی۔ پس ایمان کے مطابق کام کرنا اور سردھڑکی بازی لگانا ہی اصل میں عمل صالح ہے۔ اور ہمیشہ کامیابی اسی سے حاصل ہوئی ہے اور اسی سے حاصل ہوگی۔

3- وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وہ آپس میں حق کی تلقین کرتے ہیں۔

الحق کیا ہے؟

بنیادی طور پر حق میں پختل اور ثبوت کے معنی پائے جاتے ہیں جب تک کوئی بات صرف علم کے درجے تک ہے ضروری نہیں کہ وہ عمل پر آکسائے لیکن جب کسی بات کا علم یقین کے اس درجے تک پہنچ جائے کہ وہ عمل صالح پر بھی آکسائے تو وہ حق بن جاتا

ہے۔ اسی طرح جب ایمان انسان کے ہر عمل کی بنیاد بن جائے اور وہ اس کے سوا کسی اور چیز کو قبول نہ کرے بلکہ یہ محسوس کرنے لگے اگر یہ ایمان کسی طرح میرے دماغ میں سے نکل لیا گیا تو میں مرجھوں گا اس وقت وہ ایمان حق کا درجہ حاصل کر لیتا ہے یہی وہ منزل ہے جہاں پہنچ کر انسان اپنے ایمان میں امن اور اس کے مطابق عمل کرنے کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے میں راحت پاتا ہے۔

## پارٹی کی ضرورت

اگر کوئی شخص کسی عقیدے یا صحیح علم کو اپنا ایمان بنالے اور اس کے مطابق عمل بھی کرے اور اپنا جان و مال اور سب کچھ اس پر قربان کر دینے کا پختہ ارادہ بھی رکھتا ہو تو وہ اجتماع میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے ساتھ ایسے لوگوں کو نہ ملے جن کا ایمان اس کے اپنے ایمان جیسا ہو اور پھر وہ سب مل کر اپنے مشترک ایمان کی تکمیل کے لئے پوری پوری اور اتھلی جدوجہد کریں اور اگر اپنے میں سے کسی کے ایمان یا عمل میں کمزوری یا کوتاہی پائیں تو اسے ایمان پر قائم رہنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی تلقین کریں۔<sup>۱</sup>

## پروپیگنڈے کی ضرورت

حقیقت یہ ہے کہ حق کی اشاعت کرنا ہی وہ ذریعہ ہے جس سے وہ اجتماع میں پھیلتا ہے اس سے پارٹی پیدا ہوتی ہے اور ترقی کرتی ہے جب تک حق کی عملیت میں قربانی دینے والی جماعت (پارٹی) پیدا نہ ہو جائے۔ اجتماع میں حق قائم ہو ہی نہیں سکتا، تاریخ ایسی مثالیں تو پیش کرتی ہے کہ ایک اولوالعزم نبی جانفروش افراد کی جماعت ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے ناکام رہا لیکن وہ ایسی کوئی مثال پیش نہیں کرتی کہ ایک صلح عمل صاحب ایمان فرد

۱۔ کیونکہ جب کوئی تعلیم محض علم کے درجے سے نکل کر سوسائٹی میں گڑ جاتی ہے وہ مضبوط ہو جاتی ہے۔  
 ۲۔ یہ عمل تو اسی بالحق ہے اس عمل میں کبھی کسی بات کے کرنے کا حکم دیا جائے گا اور کبھی کسی بات کے کرنے سے روکا جائے گا اس لحاظ سے قرآن حکیم میں اسے امر بالمعروف نہی عن المنکر بھی کہا گیا ہے۔

تن تمام جماعت کے بغیر حق کو غالب کرنے میں کامیاب ہو گیا ہو۔ ا۔ امام ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں:

وَهَذَا الْإِمَامُ الَّذِي يَجْمَعُ الْأُمَمَ عَلَى مِلَّةٍ وَاحِدَةٍ يَحْتَاجُ إِلَى  
أَصُولٍ أُخْرَى غَيْرِ الْأَصُولِ الْمَذْكُورَةِ فِيمَا سَبَقَ مِنْهَا أَنْ يَدْعُوا  
قَوْمًا إِلَى السُّنَّةِ الرَّاشِدَةِ وَيُزَكِّيَهُمْ وَيُصْلِحَ شَأْنَهُمْ ثُمَّ يَتَخَلَّصَهُمْ  
بِمَنْزِلَةِ جَوَارِحِهِمْ فَيَجَاهِلِيهِمْ أَهْلُ الْأَرْضِ وَيَقْرِقَهُمْ فِي الْأَفَاقِ  
وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (3: 110)  
وَذَلِكَ لِأَنَّ هَذَا الْإِمَامَ نَفْسَهُ لَا يَتَأَثَّرُ مِنْهُ مُجَاهِلَةٌ أُمَّةٌ غَيْرُ  
مَحْصُورَةٍ (بجہ اللہ البالغہ جلد اول ص 118)

”یعنی اس امام کو جو تمام قوموں کو ایک ملت پر جمع کرے ان اصولوں کے علاوہ جن کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں اور اصولوں کی ضرورت ہے ان اصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ پہلے ایک جماعت کو صحیح پروگرام کی دعوت دے، انہیں (ان کی غلط کاریوں سے) پاک کرے پھر ان کی حالت کو درست کرے اور پھر انہیں اپنا آلہ کار بنائے اور ان کی مدد سے تمام دنیا سے جنگ کرے اور انہیں دنیا بھر میں (دعوت و تبلیغ کے لئے) پھیلا دے۔ چنانچہ قرآن حکیم اس آیت كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (تم بہترین امت ہو جو تمام انسانوں کے لئے پیدا کی گئی ہے) کا یہی مطلب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ امام تن تمام قوموں سے لڑ نہیں سکتا۔“

ا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں کئی جگہ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ (29: 48) (محمد ﷺ اور ان کے ساتھی) آیا ہے۔ یعنی آپ کی کامیابی کو آپ کے ساتھیوں کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے بلکہ ایک جگہ تو مرتج الفتنوں میں حکم دیا گیا ہے کہ وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدْوَىٰ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ (سورہ کاف 18: 28) یعنی تو صرف ان لوگوں کے ساتھ وابستگی رکھ جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے رہتے ہیں۔ وہ صرف اس کی رضا کے طالب ہیں اور تیری آنکھیں انہیں چھوڑ کر نہ دوڑیں۔

آنحضرت ﷺ کی پوری زندگی اس آیت کی مکمل تفسیر ہے۔

## تاریخ کی شہادت

اب پھر انسانی تاریخ پر نظر ڈالو اور دیکھو کیا ایک مثل بھی ایسی ملتی ہے کہ ایک شخص ایمان اور عمل صالح کے بلوغت اپنے ساتھ اپنے جیسے ہم خیال لوگوں کو جمع کئے بغیر اکیلا اور تنہا اجتماع میں اپنے ایمان کو غالب کرنے میں کامیاب ہو گیا؟ تاریخ اس کی ایک مثل پیش کرنے سے عاجز ہے۔

4- وَتَوَاصَّوْا بِالصَّبْرِ وہ آپس میں صبر کی تلقین کرتے ہیں۔

”صبر“ کیا ہے؟

جب انسان اپنے ایمان کے مطابق کلمہ کرتا ہے اور اسے تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی راہ میں بے شمار مشکلات اور مشکلیں پیش آتی ہیں وہ انہیں جھیلتا ہے ان کا مقابلہ کرتا ہے اور اپنے ایمان پر مروانہ وار ڈٹا رہتا ہے۔ یہ صبر ہے۔

کفر کیا ہے؟

اگر رکھو نہیں زیادہ ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ انسان آگے قدم نہ بڑھائے اور ٹائم مارک (Mark Time) کرتا رہے لیکن مشکلات سے گھبرا کر شکست من لینا اور اصول سے پیچھے ہٹ جانا ہرگز جائز نہیں، ایماندار آدمی کا صرف ایک کلمہ ہے، فرض ادا کرتا ہوا جان دے دے یا ٹائم مارک (Mark Time) کرے اور جب آگے بڑھنے کا موقع پیدا ہو فوراً قدم آگے بڑھائے اصول سے پیچھے ہٹ جانا اور اپنے ایمان کا انکار کر دینا کفر ہے جو شخص کسی حالت میں بھی پیچھے ہٹ جائے کو جائز سمجھ لیتا ہے وہ کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا ایمان والوں کے اجتماع کا یہ فرض بھی ہے کہ وہ اپنے جس ساتھی کو پھسلایا کمزور ہوتا پائیں اسے سارا دے کر گرنے سے روکیں صرف اسی صورت میں اجتماع کامیاب ہو سکتا ہے۔ یہاں یہ حقیقت بھی یاد رکھنی چاہئے کہ کسی اجتماع میں جو ایمان کسی نظریے پر قائم ہوا ہو اس میں دو وجہ سے کمزوری آسکتی ہے:

(الف) اس میں ضرورت کے مطابق ملی اشتراک نہ ہو اور دولت سارے اجتماع میں چکر لگانے کی بجائے ایک چھوٹے سے طبقے میں بند ہو کر رہ جائے اس حالت میں ایک بہت بڑا طبقہ تلوار رہ جاتا ہے اب اگر مالدار لوگ خود داعش دیتے رہیں اور اپنے تلوار ساتھیوں

کو ایمان پر قائم رہنے اور قربانیاں دینے کی تلقین کرتے رہیں تو اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ بددلی بڑھتی ہے جس سے دشمن کو ریشہ دوانیاں کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔  
اجتماع کی اندرونی جنگی اور مضبوطی کے لئے ضروری ہے کہ ذرائع پیداوار کی تقسیم اس طرح سے ہو کہ سارے اجتماع کی طبی بنیادی ضرورتیں یعنی خوراک، لباس، مکان، تعلیم، صحت وغیرہ پوری ہوتی رہیں اگر ایسا نہ ہو تو تلوار افرواہی ان ضرورتوں کے پورا کرنے میں اتنے پھنس جاتے ہیں کہ وہ اپنے ایمان کی تکمیل سے قاصر رہ جاتے ہیں اور ہوتے ہوتے وہ اس تحریک سے بالکل ہی کٹ جاتے ہیں اس طرح سے تحریک مرجاتی ہے۔

امام دلی اللہ دہلویؒ ایرانی اور رومی شمسائیتوں کی بڑھاپی کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان ملکوں کے ملادار طبقے اپنی عیش سلتیوں کے لئے کاشتکاروں اور تاجروں وغیرہ پر بڑے بڑے ٹیکس لگاتے رہتے تھے تو:

جَعَلُواهُمْ بِمَنْزِلَةِ الْحَمِيرِ وَالْبَقَرِ يُسْتَعْمَلُ فِي النَّضْجِ  
وَالدِّيَارِ وَالْحِمَارِ وَلَا تُقْتَنَى إِلَّا لِيُسْتَعَانَ بِهَا فِي الْحَاجَاتِ ثُمَّ  
لَا تُشْرَكُ سَاعَةً مِنَ الْعَنَاءِ حَتَّى صَارُوا إِلَّا يَرْفَعُونَ رُؤُسَهُمْ إِلَى  
السَّعَادَةِ الْآخِرَةِ أَصْلًا وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لِكُلِّ (بجہ اللہ البلاد) اس

(106:105)

”انہیں گدھے اور بیل بنا چھوڑتے تھے جنہیں آپہاشی کرنے فصل کاٹنے اور گلہنے اور اپنی حاجتیں پوری کرنے میں استعمال کے لئے زندہ رکھتے تھے انہیں محنت مشقت سے ایک دم کی بھی فرصت نہ ملتی تھی کہ آخرت کی سعادت پر غور کر سکتے۔ رفتہ رفتہ ان میں ان امور پر غور کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو جاتی تھی۔“

(ب) اس میں علمی اشتراک نہ ہو یعنی جس عقیدے یا صحیح علم کو ایمان بنایا گیا ہے اس کے متعلق اجتماع کے ہر ایک رکن کو کم سے کم ضروری معلومات پوری طرح سے حاصل نہ ہوں بلکہ چوٹی کے چند لیڈر ہی تحریک کا علم رکھیں اور وہی پالیسی بنائیں اور عوام اس علم سے محروم ہوں اور پارٹی کے چلانے میں ان کا کوئی ہاتھ نہ ہو یہ برہمن ازم (Brahmanism) ہے۔ اس صورت میں دشمن کا پروپیگنڈہ سخت خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ وہ پہلے تو جاہل لوگوں کے دلوں میں ایمان کے متعلق دوسرے پیدا کرتا ہے پھر دوسرے

بڑھتے بڑھتے شک میں بدل جاتا ہے اور پھر ہوتے ہوتے شک انکار کی شکل اختیار کر لیتا ہے کبھی دشمن دھمل مل یقین لوگوں کو اندرونی انتشار پیدا کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے لیکن اگر ہر شخص کو ضروری علم حاصل ہو تو کوئی بھی دوسرے میں جھٹلا نہیں ہوتا اور تحریک دشمن کے فکری حملے سے محفوظ رہتی ہے۔

غرض مشکل حالات میں افراد کو ایمان پر قائم اور عمل پر آمادہ رکھنے کی عملی صورت اس کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ اجتماع میں افراد کی ضرورت کے مطابق ملی اشتراک ہو اور ضروری علم عام ہو، کوئی شخص نہ بھوکا نکلا رہے اور نہ جھٹلا اور بے خبر۔

## مساوات

جب اجتماع میں بقدر ضرورت ملی اور عملی اشتراک پیدا ہو جاتا ہے تو اس میں ہر فرد کی بدنی اور عقلی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں کمزوروں کی خبر گیری اور ظالموں کی سرکوبی کا نظام مضبوط ہوتا ہے اس وقت اس اجتماع میں لیڈر شپ صرف ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو عوام کی خدمت کرنے میں سب سے آگے اور عدل و انصاف قائم رکھنے میں سب سے زیادہ فکرمند ہوتے ہیں۔

## تاریخ کی شہادت

اب تاریخ انسانی پر ایک نظر ڈالو کیا اس کے اوراق اپنے اندر اس کی ایک مثال بھی رکھتے ہیں کہ کسی بلند نظریے پر پارٹی بن جانے کے بلوجود اس کے افراد میں ایمان اور عمل صالح بھی موجود ہوں وہ پارٹی استقامت کے ساتھ کام کرنے اور اندرونی ملی اور عملی اشتراک کے بغیر ہی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی ہو؟

## انقلابی جماعت اور منافقین

”لیکن وہ نصب العین یا مقصد جسے ایمان بنا لیا گیا ہے بالکل صاف واضح اور معین ہونا چاہئے کیونکہ اسی صورت میں افراد پارٹی میں شامل ہو کر متحدہ طور پر کام کر سکتے ہیں۔ اگر نصب العین معین نہ ہو تو ہر شخص اپنے اپنے مطلب کے معنی لے گا اور وہ نصب العین ہی جماعت (پارٹی) کے انتشار فکر کا باعث بن جائے گا۔ تاریخ اس امر کی بیسیوں مثالیں پیش کر سکتی ہے کہ نصب العین واضح نہ ہونے کے سبب سے پارٹی ہمیشہ اختلافات کی آماجگاہ بنی رہی اور وہ اپنے نصب العین کو عمل میں نہ لاسکی۔ تاریخ اسلام میں اس کی



مثلاً خوارج کی ہے جن میں نصب العین کی ترجمانی کے اختلافات پیدا ہوتے رہے اور یہ جماعت اپنی مستقل حکومت پیدا نہ کر سکی۔

کوئی نصب العین جتنا واضح اور معین ہو گا اتنا ہی اس پر ایمان لانے والے اس کی خاطر جان دینے پر زیادہ آمادہ ہو سکیں گے اور جتنا غیر معین اور مبہم ہو گا اتنا ہی فرار کی راہیں کھلیں گی اور لوگوں کو جان و مال بچانے کا موقع ملے گا ظاہر ہے کہ جس تحریک میں جان و مال بچانے کا موقع مل جائے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نصب العین تو معین ہے لیکن بعض وہ ارکان جو اپنے ذاتی مغالطات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے دلوں میں کچھ ہوتا ہے وہ ظاہر کچھ اور کرتے ہیں یہ لوگ منافق کہلاتے ہیں وہ مشکل ہی سے کامیاب ہوتے ہیں۔ انقلاب کی مرکزی جماعت (منٹرل کمیٹی) کا فرض ہوتا ہے کہ انقلابی پروگرام کی ترجمانی میں ایسے لوگوں کو داخل نہ کرے اور کوئی داخل ہو چکا ہو تو اسے جس طرح بھی ممکن ہو غیر موثر بنا دے۔

بعض اوقات کم علم یا جاہل ارکان بھی نصب العین کو مبہم بنانے میں حصہ لیتے ہیں ان کی تعلیم کا پورا پورا بعد دست ہونا چاہئے تاکہ یہ لوگ نصب العین کے متعلق صحیح علم حاصل کریں اور لاعلمی میں ٹانگ ٹوٹیں مارتے نہ پھریں۔

ان دونوں صورتوں میں یعنی متفقوں اور جاہلوں کی موجودگی میں ساری جماعت کی علمی قوتیں ایک مرکز پر جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے انقلاب کو کامیاب بنانے کے لئے ان دونوں کا انسداد ضروری ہے۔“

## سورت کا خلاصہ

اس سورت کا خلاصہ یہ ہے کہ تاریخ گواہ ہے کہ انسان اجتماعی تحریک میں چار اصول اختیار کر کے ہی کامیاب ہو سکتا ہے:

① کسی ایسے عقیدے یا علم کو جس سے سارے اجتماع انسانی کو فائدہ پہنچتا ہو۔ اپنا نظریہ جان کر کلام کرنا

② اس نظریے کے مطابق عملی زندگی بسر کرنا

③ اس نظریے پر ایک مضبوط جماعت پیدا کرنا

④ اس جماعت یا پارٹی کا انتشار پیدا کرنے والے بیرونی اور اندرونی حیلوں سے محفوظ

ہوٹ

(الف) بقدر ضرورت ملی اشتراک کے ذریعے سے، اور

(ب) علی اشتراک کے ذریعے سے۔

ان میں سے پہلی دو باتوں کا تعلق اجتماع کے ہر ایک فرد کی ذات سے ہے جب تک کسی فرد میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں یعنی وہ ایک مشترک نظریے کو قبول کر کے اسے ایمان نہ ملے اپنی جان و مل اس پر قربان کرنے کے لئے وقف نہ کر دے اور اپنی پوری زندگی اس نظریے کے مطابق بسر کرنے کا پختہ ارادہ نہ کر لے۔ اس وقت تک وہ پارٹی میں جگہ نہیں پاسکتا۔

باقی دو باتیں اجتماع کے متعلق ہیں۔ یعنی پارٹی میں اندرونی اشاعت ہو تاکہ ہر رکن اس نظریے کو جسے سب نے ایمان بنا لیا ہے اچھی طرح سمجھے اور اس پر قائم رہے۔ اور بیرونی پروپیگنڈا ہو، جس سے پارٹی کے ارکان میں روز بروز اضافہ ہو تا رہے نیز اس جماعت میں بقدر ضرورت ملی اور علی اشتراک ہو، تاکہ تمام افراد اطمینان قلب اور روشن دماغی کے ساتھ کام کرتے رہیں اور ایک دوسرے کو ملی اور علی مدد دیتے رہیں جس اجتماع میں یہ باتیں نہ ہوں وہ توڑ دینے کے لائق ہے۔

## انقلاب

یہ چھوٹی سی سورت قرآن حکیم کی انقلابیت کو پوری طرح سے واضح کرتی ہے اس میں انقلاب کے وہ اصول بیان کئے گئے ہیں جن کے مطابق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے عمل کر کے قرآن حکیم کی حکومت قائم کر دکھائی۔ یہی وہ نمونہ ہے جس کی پیروی کرنے کا تمام انسانوں کو حکم دیا گیا ہے۔ جیسے ریاضی کے چار ابتدائی قاعدے۔ ۱۔ نہ ریاضی کے ان قاعدوں کے استعمال سے کسی غلط نتیجے کے نکلنے کی توقع ہو سکتی ہے نہ انقلاب کے ان اصولوں کے استعمال سے کسی کے خلاف توقع نتیجہ نکلنے کا اندیشہ، ایسے ہی ریاضی کے ہر ایک قاعدے کے استعمال سے جو نتیجہ حاصل ہوتے ہیں وہ اسی قاعدے کے استعمال سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ کسی اور قاعدے کے استعمال سے نہیں ایسے ہی انقلاب سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے وہ کسی اور طریقے سے حاصل ہونا ناممکن ہے۔

حقیقت میں انقلاب ایک طریق کار (Methodology) ہے جس کے تین حصے ہیں:

- 1- نصب العین (Ideal) 2- جماعت (Party)
  - 3- لائحہ عمل (Programme) اس لحاظ سے اس سورت کا تجزیہ کیا جائے تو....
- الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ میں نصب العین معین کرنے کی ضرورت اور اس کے مطابق عمل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔
- وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ میں جماعت کی ضرورت جتنی گئی ہے اور اس کے پیدا کرنے کا طریق بتایا گیا ہے۔
- وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ میں انقلاب کے عملی پروگرام یا لائحہ عمل کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

نوع انسانی کی ساری تاریخ گواہ ہے کہ ان چار مقصودوں کے عمل میں لائے بغیر انسان کبھی حق کو قائم نہیں کر سکا اور تاریخ کا یہ مسلسل عمل ظاہر کرتا ہے کہ ان چاروں اصولوں پر عمل کئے بغیر کوئی جماعت کبھی حق کو قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ تاریخ اسلام کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے لے کر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت یا زیادہ سے زیادہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک جو پچاس برس کا زمانہ ہے۔ وہ انقلاب کی یہ تمام شرطیں پوری کرتا ہے اس زمانے میں قرآنی نظام سیاست، معاشیات اور قرب الہی حاصل کرنے کے طریقوں کو غالب کرنے کا نصب العین معین شکل میں ان کے سامنے تھا۔ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ (100:9) مہاجرین اور انصار میں سے ابتدائی مسلمان وہ مرکزی جماعت تھی جو حزب اللہ (اللہ کی پارٹی) کی رہنمائی کرتی تھی۔ انہوں نے اپنی ضرورتوں کے مطابق فوجی لائحہ عمل مکمل کیا پہلے عرب پر قبضہ کر کے قومی انقلاب قائم کیا پھر ایران اور روم کے علاقوں پر قبضہ کیا اور پھر رفتہ رفتہ مشرق اور مغرب کی طرف بڑھے اور نہایت شاندار کامیابیاں حاصل کیں وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ (بقرہ 2:5) اور مشرق اور مغرب اللہ ہی کے لئے ہیں۔“

آج بھی مسلم نوجوان انقلاب کے انہی اصولوں کو اختیار کر کے قومی اور بین الاقوامی کامیابیاں حاصل کر سکتا ہے۔ ان اصولوں کو بغیر وہ قرآن حکیم کو کبھی بھی کامیابی کے ساتھ کمال طور پر قائم نہیں کر سکتا اور یہ بات بھی واضح ہے کہ قرآنی اصول حیات کو قائم کئے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔

قرآن حکیم کا بین الاقوامی اور عالمگیر غلبہ ہی وہ مطمح نظر ہے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی پارٹی کے سامنے رکھا اور جس کی کامیابی کی خاطر انہوں نے جان توڑ کوشش کی آج بھی ہمارے نوجوانوں کے سامنے یہی نظریہ یہی نصب العین اور یہی مقصد حیات ہے۔ ان انقلابی اصولوں کے مطابق دین اسلام کا غلبہ دین کے معنی کی تشریح کرتے ہوئے حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دینُ اللہ کا غلبہ ادیان پر قائم کرنے کا عمل حضرت رسول اکرم ﷺ نے شروع فرمایا فَقَهَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْأَقْبَسِينَ حَتَّى دَانُوا بِالْإِسْلَامِ ”یعنی آنحضرت ﷺ نے عرب پر سیاسی غلبہ حاصل کیا یہاں تک کہ اہل عرب اس دین کے قانون کے مطمح ہو گئے۔“

اس کے بعد بقول امام دلی اللہ دہلویؒ غلبہ اسلام کی دوسری منزل آنحضرت ﷺ کے ساتھیوں اُٹنے کی اور اسلام کو ایرانی اور رومی سلطنتوں پر سیاسی غلبہ دینا۔ اب مسلمان نوجوان کا فرض ہے کہ وہ بھی پہلے اپنے وطن عزیز میں قرآن کا غلبہ قائم کریں اور اس کے بعد اسے دنیا بھر کی سب سے بڑی سیاسی و معاشی طاقت بنائیں تاکہ وہ انسانی قدریں دنیا میں قائم ہو سکیں جو وہ غالب کرنی چاہتا ہے۔ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ



# تفسیر سورہ الجمعہ

سورہ جمعہ کی حکیمانہ  
انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مردوم)

مکتبۃ دارالکتاب

32۔ میلنگن روڈ۔ ایچ کے بی بی سنٹر۔ چک لے جی آفس لاہور

فون: 7239138



## تفسیر سورۃ الجمعہ

(یعنی سورۃ ہے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

### سورۃ الصف کے ساتھ ربط

رسول اللہ ﷺ کو اپنا بین الاقوامی پروگرام پورا کرنا اسی طریقے پر آسان تھا جس پر حضرت مسیحؑ نے تورات کی اشاعت عامہ کی کوشش کی یعنی ہر قوم میں سے اپنے نظریات ماننے والی جماعت تیار کر لی جائے اور وہی جماعت اپنی قوم کے مخالفوں سے لڑے اور اپنے پروگرام کو حاکمانہ شان دے دے۔ اگر ایک مرکز سے کوئی شہنشاہ اٹھے اور وہ ساری دنیا کو فتح کرتا پھرے (جیسے پہلے زمانے میں سکندر یا اس سے بھی پہلے دو تقریباً کے نمونے موجود ہیں۔ تو وہ کوئی دیرپا بین الاقوامی مرکز پیدا نہیں کر سکتا اور نہ اس طرح سے پیدا شدہ بین الاقوامیت پائیدار ہو سکتی ہے اگر اس قسم کے حاکموں کا پیدا ہونا ایک فکر کے عمومی غلبے کے لئے ضروری ہے مگر عام لوگوں کو یہ سمجھ آجائے کہ اس فکر میں کتنی طاقت ہے کہ اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا اس کے اظہار کے لئے وقتاً فوقتاً انسانیت میں بڑے بڑے اولوالعزم پلو شہ پیدا ہوتے رہتے ہیں مگر ان کے ذریعے سے اوروں کی مستقل تربیت نہیں ہو سکتی۔

## قومی انقلاب سے قرآنی تحریک کو فائدہ

جیسے ایک شہر کی تہذیب و اصلاح کے لئے اس شہر کے ہر ایک خاندان کی اصلاح اسی حصے پر ہونی ضروری ہے اسی طرح ایک مملکت کی اصلاح جو انقلاب کا نتیجہ ہونی چاہئے اس مملکت کے تمام شہروں میں اس تہذیب کے مراکز قائم کئے بغیر نہیں ہو سکتی بین الاقوامی پروگرام کے لئے زبانوں سے علیحدہ ہونے والی قومیں ایک اکائی کا درجہ رکھتی ہیں۔ اکائیوں کی اصلاح مستقل بنیادوں پر قائم ہونی چاہئے۔ اب یہ چیز قائم ہو جائے تو بین الاقوامی پروگرام دنیا کے سامنے صاف ہو کر آئے گا اور دیر تک چلے گا اس میں یہ طاقت آجائے گی کہ اگر اس کی تحریک میں کبھی عارضی کمزوریاں پیدا ہو جائیں تو اس کے اندر ہی سے انقلابی قوت پیدا ہو کر اس کمزوری کو دور کر دے اور اس تحریک کی اصلاح کر دے۔

### مضبوط مرکز کا نقصان

اگر قوموں کو کسی بین الاقوامی مرکز کے ساتھ اس طرح وابستہ کر دیا جائے کہ وہ بے دست و پا ہو کر رہ جائیں تو اس مرکز میں کمزوری آنے کے بعد ان میں انقلابی تحریک پیدا ہونا اور ان کا اپنے پاؤں پر کھڑے ہونا نہایت مشکل ہو جائے گا ایک بڑے مرکز سے اقوام میں ایک پروگرام جاری کرنے سے اگر یہ فائدہ سامنے آتا ہے کہ تحریک بہت جلد پھیل جاتی ہے تو اس کے مقابلہ میں یہ خطرہ بھی پیش نظر آتا ہے کہ اگر اس مرکز میں خرابی آجائے تو اتنی بڑی قوموں کی اصلاح خطرناک طور پر مشکل ہو جائے گی اور پھر وہ خرابی انڈے لونیچکے سے کر قوموں کو بہت دور تک گمراہ کر دے گی۔

### صحیح طریق عمل

اس لئے صحیح طریق عمل جو آج تک دنیا میں تجربے سے مفید ثابت ہوا ہے یہی ہے کہ ہر ایک قوم کے اندر اس کی ذہنیت کے مطابق اس کی زبان میں بین الاقوامی اعتداء کا مخزن جمع کر دیا جائے وہ قوم اپنے بھلے برے کا فیصلہ کرنے کے لئے خود مختار ہو اس طرح ایک پروگرام پر مختلف قومیں تیار ہو جائیں تو ان کو کس مرکز میں بیٹھ کر بین الاقوامی پروگرام کا سیلاب بنالینا چنداں مشکل نہیں ہے۔



## بین الاقوامی مرکز

ہم اس بین الاقوامی مرکز کے لئے کوئی ایسی سرزمین تجویز نہیں کر سکتے جو کسی خاص قوم کے تمدن سے رنگین ہو اگر یہ بین الاقوامی مرکز کسی خاص تمدن قوم کے ہاتھوں میں آجائے گا تو وہ اپنے قوی پروگرام ہی کو بین الاقوامی درجہ دینے کے لئے اسے بری طرح استعمال کرے گی۔ اس لئے ہم حجاز کی سرزمین کو جو داوی غیر ذی ذرع ہے اور جس کا ہیئت العلم اقوام میں حرم کا درجہ پیدا کر چکا ہے۔ بین الاقوامی مشلورت کے لئے بطور مرکز تجویز کرتے ہیں اور اس کی مرکزیت کو تمام دیگر مراکز پر راجع مانتے ہیں بشرطیکہ اس پر کسی خاص تمدن قوم کا غلبہ پیدا نہ ہو جائے اور حجاز اپنی فطری آزادی پر قائم رہے۔

سورۃ صف کے آخری حصے کے مطابق حضرت مسیح کا جو طریق عمل بیان کیا گیا ہے اس کے مطابق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جو تعلیمی مشن قائم کیا اس کی مثل سورۃ الجمعہ میں آتی ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ

## کیا خدا محتاج ہے؟

اہل علم کو اشاعت معارف کی جو دعوت دی گئی ہے اس میں اللہ ان کا محتاج نہیں ہے زمین اور آسمان کا نظام اس پر گواہ ہے کہ اللہ اپنے کلام اپنی حکمت کے مطابق چلاتا ہے۔ وہ اس میں کسی کا محتاج نہیں ہے تو جو نظام وہ انسانوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے اس کے لئے بھی وہ انسانوں کا محتاج نہیں ہو سکتا پھر وہ انسانوں سے کیوں کہتا ہے کہ وہ یہ کام کریں اور خدا کے لئے کریں؟ یہ اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے انسانوں کو ترقی کا موقعہ دیا جائے۔

زمین و آسمان اللہ کی پاکیزگی کی نشاۃ دہشتے ہیں اور ان کی ساخت ثابت کرتی ہے کہ اللہ ان صفات کا حامل ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی صفات اربعہ

(1) الملک (2) القدوس (3) العزیز (4) الحکیم۔

اس کائنات میں خدا تعالیٰ کے ان اسماء حسنیٰ کا کمال ظہور ہو رہا ہے چنانچہ خدا کے سوا

کوئی شخص اپنے آپ کو حقیقی اور مطلق معنوں میں الملک (ہولشاہ) نہیں کہہ سکتا ساری کائنات میں حکومت اور ہولشاہی واصل اللہ ہی کی ہے اسی طرح کوئی اپنے آپ کو عیوب ظاہری و باطنی مقدس (پاک) نہیں کہہ سکتا کائنات صرف خدا ہی کو کامل اور اکمل طور پر عیوب سے پاک ثابت کرتی ہے ایسے ہی حقیقی عزت اور اس کے ذریعہ سے غلبہ صرف خدا کو حاصل ہے اور سب کی عزتیں اور غلبے اس کے غلبے اور عزت کے وحیدانہ نقوش ہیں۔ حکیم بھی حقیقت میں اللہ ہی ہے جو اس کائنات کا خالق باری اور مصور ہے وہی اس کائنات کے تمام اجزا اور ان کے باہمی ربط اور ان کی اندرونی روح سے واقف ہے پس حکمت کا مالک اصل میں اللہ ہی ہے۔

## ان صفات کے بیان کی غرض

اللہ تعالیٰ جو الملک القدوس العزیز اور الحکیم ہے ان صفات کے تقاضوں پر انسان کو ترقی دینا چاہتا ہے۔

### ① الملک

اللہ تعالیٰ انسانوں کو اپنی ہولشاہی میں نیابت اور خلافت دینی چاہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ جیسے اس کا حکم ملائک (فرشتوں) کے ذریعے سے آسمانوں میں پورا ہوتا ہے اسی طرح نوع انسان میں بھی اس کا حکم پاکہا ز فرشتہ خصلت انسانوں کے ذریعے سے پورا ہو۔

### ② القدوس

خدا تعالیٰ قدوس ہے وہ تمام عیوب سے پاک ہے اس کے نام کی جو حکومت قائم ہو اور اس کے نام سے جو تعلیم دی جائے اس میں بھی انسانی عیوب پیدا نہیں بلکہ وہ جماعت جو اللہ کے نام کی حکومت پیدا کرے انسانی کمالات کا بہترین مظاہرہ کرے اور اس میں خدا کی قدوسیت کا رنگ (صبغۃ اللہ) غالب ہو۔ دنیا کی حکمران جماعتوں میں جتنے عیوب پائے جاتے ہیں یہ جماعت نسبتاً پاک ہو دنیا کی معظم جماعتوں میں جس قدر غلطیوں رائج ہو چکی ہیں۔ قدوسیوں کی یہ جماعت ان سے بھی پاک ہو یہ اللہ کا فشا ہے اور قدوسیت الہی کی مناسب ہے۔

### ③ العزیز

اللہ تعالیٰ ان قوموں کو جو قرآن حکیم کی تعلیم بلند کریں عزت دینی چاہتا ہے وہ اس تعلیم کے ذریعے سے دنیا میں غلبہ حاصل کریں گے اور آخرت میں مراتب رفیعہ پر فائز ہوں گے۔

### ④ الحکیم

عزت ایک دفعہ سیاسی یا فوجی غلبے سے حاصل ہو جاتی ہے لیکن اسے صدیوں تک سنبھالنے کے لئے حکمت کی ضرورت ہوتی ہے خدا اس جماعت کو حکمت بھی عطا کرنا چاہتا ہے تاکہ حکومت اور حکمت ان میں جمع ہو جائیں کسی قوم میں حکومت سنبھالنے کی طاقت اتنی ہی ہوگی جتنی اس میں حکمت ہوگی۔

### حکمت کیا ہے

فطرت انسانی کے جو طبعی تقاضے ہیں ان کی پوری سمجھ پیدا کرنا حکمت ہے یعنی افراد انسانی، اقوام اور اصناف کے تقاضوں کو سمجھنا اور ان کے نوعی تقاضوں کے ماتحت لانا حکمت ہے افراد، اشخاص، اقوام اور اصناف کے تقاضے غیر متبدل نہیں ہیں مگر انسانیت کے تقاضے مستقل اور غیر متبدل ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم کہتا ہے کہ لَا تُبَدِّلْ لِخَلْقِ اللَّهِ اَنْ اَنْ تَقْضُوْا كُوْا سَمْحًا ذٰلِكَ دِيْنُ الْاَقْبٰمِہٖ اِنْ تَقْضُوْا كُوْا سَمْحًا ذٰلِكَ دِيْنُ الْاَقْبٰمِہٖ ان تقاضوں کے مطابق قرآن کے احکام نافذ کرنا حکمت عمل ہے۔

اللہ چاہتا ہے کہ قرآن حکیم (بینین والقرآن الحکیم) کے ذریعے سے انسانوں کو حکمت سکھائے پس خدا کی حکومیت، قدوسیّت، عزت اور حکیمیت کا تقاضا ہے کہ ایک نبی ایسا پیدا ہو جو ساری نوع انسانی کو نوعی تقاضوں کا صحیح علم دے اور یہ علم معکم طور پر اہل دنیا کو سمجھا دے۔

الْمَلِكُ الْقَتُّوسُ، الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

۔ قرآن حکیم نے اپنی آمد کا نشان الفاظ میں بتایا ہے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (الصافات آیت ۲۸) (الفتح آیت ۲۸)

اس کے لئے حزب اللہ کا قیام ضروری ہے جو قرآن حکیم کو اپنا پروگرام بنا کر آگے بڑھائے اور غالب کرے۔ حزب اللہ کے لئے سیاسی غلبہ لازم ہے ورنہ اس کا پروگرام دنیا میں چل نہیں سکتا۔ حزب اللہ کی تشکیل کا پروگرام سورۃ مجلولہ سے شروع ہوتا ہے اور اسی سورت سے حزب اللہ کے غلبہ کی پیشگوئی کی جا رہی ہے۔ چنانچہ سورۃ مجلولہ کے آخری حصے میں آیا ہے کہ

كَتَبَ اللَّهُ لَا غَلِبَ إِلَّا أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ

یعنی خدا تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کا دنیا میں غالب آنا حتمی اور یقینی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ قوی ہے۔ اس لئے وہ اپنے رسولوں کی جماعتوں کو عزت دیا کرتا ہے۔

إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ ۝ (سورۃ المنافقون آیت ۸)

اس کے بعد سورۃ حشر میں آتا ہے:-

سَبِّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

(1:59)

یہ سورت بھی حزب اللہ کے سیاسی غلبہ کی پیشگوئی کرتی ہے جس کے لئے اس سورت (الحشر) میں حزب اللہ کے حربی پہلو کی تکمیل پر زور دیا گیا ہے۔ اس سورت کی ابتدائی آیت میں خدا تعالیٰ کی دو صفات العزیز اور الحکیم کا ذکر نہایت معنی خیز ہے۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حزب اللہ غلبہ حاصل کرے گا اور اس کے پروگرام کو زیادہ مستحکم اور پائیدار بنانے کے لئے اسے حکمت کی تعلیم دی جائے گی جس کے بغیر کوئی غلبہ مستقل نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد المومنہ میں حزب کے نظام کو اندرونی طور پر مضبوط بنانے اور تعلقات خارجہ کو استوار کرنے کے لئے ہدایت دی گئی ہیں۔ اس لئے اس سورت میں ”العزیز“ اور ”الحکیم“ کے اسمائے حسنیٰ کے اعلاہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

اس کے بعد سورہ صف میں حشر کے مضمون کو آگے بڑھایا گیا ہے (یعنی حشر) میں حزب اللہ کے حربی اصولوں کی تفصیل پر زور دیا گیا ہے۔ توصف میں تیاری کے احکام دیئے گئے ہیں اور بنی اسرائیل کے قوی انقلاب کی مثال پیش کی گئی ہے اس لئے یہاں پھر ان اسمائے حسنیٰ کا انتخاب کیا گیا ہے جن میں غلبہ کا پہلو ظاہر ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

سَبِّحْ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱﴾  
سورۃ جمعہ میں غلبے کے اس پود گرام کو اور واضح کیا گیا ہے اور بنی اسماعیل کو بنی اسرائیل کی طرز پر نہ صرف قوی انقلاب کی دعوت دی گئی ہے بلکہ دوسری قوموں میں قوی انقلاب لانے کی دعوت دی گئی ہے اور بنی اسرائیل میں جن باتوں نے انقلاب کی روح پکلی تو ان کی توضیح بھی کر دی گئی اس لئے الحشر اور الصف میں خدا تعالیٰ کے جو اسماء حسنیٰ آچکے ہیں۔ یعنی العزیز، الحکیم، عالم الغیب، والشہادۃ، الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ، الْمَلِکُ، الْقَلُوْسُ، السَّلَامُ، الْمُؤْمِنُ، الْمُہِیْمُنُ، الْجَبَّارُ، الْمُتَكَبِّرُ، الْخَالِیْقُ، الْبَارِئُ، الْمُصَوِّرُ ان میں سے غلبہ ظاہر کرنے والے جامع اسماء حسنیٰ یعنی الْمَلِکُ، الْقَلُوْسُ، الْعَزِیْزُ اور الْحَكِیْمُ کو سورۃ جمعہ کا عنوان بنایا گیا ہے۔

(2) هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمَمِیْنَ رُسُوْلًا مِنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِہٖمْ وَیُزَكِّیْہُمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِی ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱﴾

چنانچہ خدا نے امتوں میں سے ایک انسان چن لیا اس کے اندر ایسی ہمت اور مطلق مافی پیدا کی کہ وہ اس نیابت الہی کے پورا کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

نبی امتوں میں سے کیوں لیا گیا؟

وہ ان پڑھ لوگوں میں سے لئے گئے۔

کیونکہ پڑھے لکھے لوگ اہل کتب۔ اپنی فطرت غراب کر چکے ہیں۔ ان کے قلوب شکوک و اوہام کے گوارے بنے ہوئے ہیں وہ حقیقت شناسی سے بیگانے ہو چکے ہیں۔ اس لئے ان کو کوئی بات سمجھانا آسان نہیں ہے۔ مکہ معظمہ ایک غیر متدن مرکز ہے اور کسی خاص قوم کے تمدن کے زیر اثر نہیں ہے۔ اس لئے بھی یہ مرکز اس قتل ہے کہ صحیح اور صلح

تعلیم جو انسانیت کی اساس پر قائم ہو اس قوم میں پھیل سکے۔ اہل قریش اسلحہ کی اولاد سے ہیں وہ قدیم روایات علیہ کے حامل ہیں۔ اگرچہ اس وقت جہالت کے باعث ان کی حالت اچھی نہیں ہے لیکن اوپر کے پردے کے نیچے صلح اور کارکن طاقت موجود ہے۔ وہ بین الاقوامی پروگرام اخذ کرنے کی سب سے زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں پھر ان پر کوئی حکومت بھی نہیں ہے، جس کی وجہ سے ان پر پابندیاں عائد ہو چکی ہوں ہر ایک خاندان اور ہر گھرانہ اپنی فطری آزادی پر قائم ہے۔ اگر ان لوگوں کو بین الاقوامی پروگرام کے اصول صحیح طور پر سمجھا دیئے جائیں تو ان کے تمام خاندان اس میں رنگین ہو جائیں گے اور اس طرح بین الاقوامی کام کے لئے پیری تیار ہو جائے گی۔

عام اہل یسود و نصاریٰ کو اہل کتب اور اہل عرب کو اُتی، ہمارے نزدیک مجوس، ہنود اور بدھست بھی اُتی اقوام میں داخل ہیں۔ ان کے پاس کوئی کتب نہیں ہے جس کے احکام کو یہ ناقابل تبدیل قانون ملتے ہوں۔ اگر کوئی تھی بھی تو مورد زمانہ سے وہ عوام میں سے بالکل نکل چکی ہے اور عوام اتنے جاہل رہ گئے ہیں کہ انہیں کسی کا علم بھی نہیں ہے اور یہ صرف اپنے علماء کی زبانی تعلیم ہی کو خدائی تعلیم ملتے ہیں صرف نصاریٰ اور یسود ساری انسانیت کو جامع نہیں ہیں۔ انسانیت کو جمع کرنے کے لئے ہنود، مجوس اور بدھوں کو بھی ذہن میں لانا پڑتا ہے۔

### ”الملک“ کا اثر حیات انسانی پر

چھوٹے چھوٹے فقرے ہوں جن میں حکمت کے گر مستور ہوں، الفاظ فصیح ہوں جملے کی ترکیب دلکش ہو ایسے جملوں کو آیات کہا جاتا ہے۔  
رسول ان کو اس قسم کی آیات سکھاتا ہے، جن میں فطرت انسانی کے مطابق احکام دیئے گئے ہیں۔ یہ احکام انسانیت عامہ کے تقاضے پورے کرتے ہیں رسول ان کو یہ باتیں اپنی قوم کی ماوری زبان میں جو فصاحت و بلاغت کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے پڑھ کر سنانا ہے اور یاد کروانا ہے کیونکہ یہ لوگ ان پڑھ ہیں اس قسم کے جملے ان کو روز موکام آنے والے ہیں۔ یہ استدلال کی الجھنوں سے پاک ہیں۔ اس قسم کے مختصر جملوں پر حکمت کی بڑی عمارت کھڑی کی جاسکتی ہے۔  
شلہ ولی اللہ نے حکمت کے چار اصول قرار دیئے ہیں۔

(1) طہارت (2) سلامت (3) خضوع (4) عدالت

انہوں نے حکمت منویٰ، حکمت ہلدی، حکمت ملی اور بین الاقوامی حکمت انہی اصول اربعہ پر راجع کر دکھائی ہے۔ اگر ان اسامی کو چھوٹے چھوٹے جملوں میں بغیر کسی خاص ترتیب کے عام لوگوں کے پیش کر دیئے جائیں اور ان میں سے ہر شخص ایک جملہ جن کر اسے اپنا مقصد زندگی بنالے تو یہ اس قوم کی حکیمانہ ترقی کے لئے بنیاد ثابت ہوں گے۔

انسوس ہے کہ ہمارے ہاں حکمت کے ان جملوں کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور فقط توحید کے لفظ کو سامنے رکھ کر تمام شرائع کو اس طرف راجع کر دکھائے ہیں اور عدالت کو بالکل بھول گئے ہیں۔

### توحید اور عدل

ہماری تحقیق یہ ہے کہ اسلام نے توحید پر جو زور دیا ہے اور شرک کے روکی جو اہمیت جتنائی ہے تو اس کی روح یہ ہے کہ شرک سب سے بڑا ظالم ہے۔ دوسرے لفظوں میں توحید انسانیت کی سب سے محکم اساس ہے۔ اگر ہمارے بچوں اور ان پڑھ لوگوں کو اخلاق کے اساسی جملے یاد کرا دیئے جائیں جو ان کے روز مرہ میں استعمال ہو سکتے ہیں تو ہماری نہایت قرآن حکیم کے سمجھنے کے لئے بہت جلد تبدیل ہو سکتی ہیں مگر اس کو تمہی نے بلو جو بہت محنت کرنے کے ہمیں نتیجے سے محروم کر رکھا ہے۔

اگر تقویٰ کے لفظ میں عدالت شامل ہے جیسے اَعْبُدُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ سے سمجھ میں آتا ہے یا جیسے شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ کی آیت میں اشارہ ہے اور ہم ان اشاروں کو صحیح طور پر سمجھ لیتے تو ہماری سوسائٹی اتنی نہ گرتی۔ لا الہ الا اللہ کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انصاف قائم کیا جائے۔ یہ ”قَائِمًا بِالْقِسْطِ“ کا ترجمہ ہے۔ اگر کوئی جماعت اللہ کے سوا تمام معبودوں کا انکار کر دے اور جس سوسائٹی میں رہے وہاں انصاف قائم کرے اور وہ انصاف کو اپنے ایمان کے مرکزی نقطے تک پہنچا دے یعنی اسے جتنا اللہ پر یقین ہے اسی قدر انصاف کرنا اپنا فرض بنالے تو اس سے بڑھ کر نہ انقلابی جماعت ہو سکتی ہے نہ اصلاح کرنے والی۔

## خدا کی قدوسیت کا اثر

(2) وَنَزَّكِيَّهِمْ جو ہمت کسی جائے سوچ سمجھ کر کسی جائے اور پوری ذمہ داری کے ساتھ کسی جائے۔

### تزکیہ کیا ہے؟

ایسی ہمت دنیا میں اثر پیدا کرتی ہے اس سے انقلاب نمایاں ہوتا ہے اور اس سے اصلاح ہو سکتی ہے پس سوچ سمجھ کر ذمہ داری سے ہمت کہنا تزکیہ ہے۔

لوگوں کو اصول بتا دیئے گئے ہیں اب ان سے جو کچھ کہا جائے وہ ان اصولوں کی طرف راجع ہونا چاہئے۔ وہ اپنے معاملے کو گھر میں جاری کریں یا شہر میں۔ ان کا تعلق ان کی ذات کے ساتھ ہو یا حکومت کے ساتھ۔ ان اصولوں سے جو انہوں نے ابتدا میں اپنا لئے ہیں۔ باہر نہیں جائیں گے۔ ہر معاملے کی تمہ میں وہ انہی اصولوں کو ملحوظ رکھیں گے۔

### ذمہ داری کا مطلب

سوچ سمجھ کر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک ہمت کہتے ہیں تو وہ خود بھی اس کے پورے پورے پابند ہوتے ہیں۔ یہ ان کی ذمہ دارانہ حیثیت ہے۔ اس کے لئے انسان تحکے کے بعد ہی تیار ہوتا ہے۔ ان دونوں خوبیوں کے خلاف جو ہمت بھی ہوگی وہ گندی ہے جس میں اس قسم کی کوئی گندی علوت ہو اس کی نسبت کہا جائے گا وہ ثلوان یا جابل ہے۔ ایک شخص کو کہا جائے کہ وہ بد معاش ہے تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ کتنا کچھ ہے اور کرنا کچھ ہے۔ اس قسم کی گندیوں سے پاک انسان مرئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں انسان کو پاک کرنے کی طاقت ہے۔ ہر فرد کے دل میں پاکیزگی کا خیال مستقل طور پر قائم کر دیتے ہیں۔ یہ ہے نَزَّكِيَّهِمْ کا ترجمہ۔

### العزیز کا اثر

## وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

الْكِتَاب : جماعتی قانون، اسے افراد کی حالت سے کوئی تعلق نہیں، البتہ اگر جماعت مجموعی طور پر اس کی پابندی نہ کرے تو برباد ہو جائے گی افراد میں صلاحیت ہلکی



رہے تو ممکن ہے مگر افراد میں مل کر کام کرنے کی صلاحیت ختم ہو جائے گی اس قانون میں تبدیلی نہیں ہوتی وہ اس جماعت کا مستقل عنوان ہوتا ہے۔

باقول تبدیل قانون کو عربی میں لکھا ہوا قانون کہا جاتا ہے۔ حاکم جب ایک قانون کو لکھ دیتا ہے تو اس میں تبدیلی نہیں کرتا۔ اس لئے توریت کے غیر متبادل احکام عشرہ کو الکتاب کہا گیا ہے اسی طرح قرآن حکیم کو بھی جو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات میں غیر متبادل ہے اور جو حقیقت میں توریت ہی کا دسرا ایڈیشن ہے الکتاب کہا گیا ہے۔

قرآن حکیم کی ایک ایک سورت بھی الکتاب ہے۔ اس میں مفرد جملوں کے قطعی درجے ہیں۔ بعض میں اونچی تعلیم ملحوظ رکھی گئی ہے کتب سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس ایک سورت کے ان مفرد جملوں یا آیتوں کے نظام کو سمجھا جائے۔

يَعْلَمُهُمْ : رسول اللہ ﷺ ان کو سکھاتے ہیں یعنی ان میں یہ سمجھ پیدا کر دیتے ہیں۔ اب ایک سورت پڑھنے والا اس کا مطلب نکل لے گا اس میں کوئی تمہید ہوگی کوئی دلیل ہوگی اور کوئی نتیجہ ہوگا۔ سب میں ایک نظام اور ربط پایا جائے گا اس کے بغیر کوئی مجموعہ کتب کما ہی نہیں سکتا۔

### تناسق سؤر اور ربط آیات کی ضرورت

نہایت افسوس ہے کہ گزشتہ پانچ سو برس میں سورتوں کے تناسق کا علم بہت تھوڑا رہ گیا ہے گو آیات کے تناسق کا علم کافی حد تک محفوظ ہے۔ ایک ہی قسم کی آیتیں مختلف سورتوں میں رکھی گئی ہیں۔ لوگوں نے ان کے خصائص پر بحث کرنا بالکل چھوڑ دیا ہے۔ اگر یہ علم باقی رہتا تو دو مختلف خیال اپنے فکر کے لئے قرآن سے استدلال نہ کر سکتے۔ چونکہ سورتوں کے تناسق اور ایک ہی مضمون کی مختلف سورتوں کی آیتوں کے ربط کا علم نظر سے گم ہو چکا ہے اس لئے عالم ایک سورت کی ایک آیت سے ایک نتیجہ نکل لیتا ہے اور دوسرا عالم کسی دوسری سورت کی آیت سے ایک اور مطلب نکل لیتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قرآن حکیم سے دو مختلف چیزوں کے لئے سند مل سکتی ہے۔ قرآن حکیم کے متعلق اس قسم کا فکر پیدا کر دینا عقلمندوں کے نزدیک نہایت ناہیا ہے۔

قانون کی پابندی سے جماعت کی جو شیرازہ بندی ہوتی ہے وہ اس جماعت کو عزت مند بناتی ہے تو خدائے عزیز اس کتب (قانون) کے ذریعے سے مومنوں کو عزت دینی چاہتا

## الْحَكِيمُ كَاثِرٌ يُعَلِّمُهُمُ الْحِكْمَةَ

### الحکیمہ قانون کی روح کا نام ہے

قرآن حکیم انسانیت میں جو تہذیب پیدا کرنی چاہتا ہے اس کی بنیاد انسانیت کے عام اصولوں پر ہوگی۔ ان احکام سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ انسانیت مکمل ہوتی جائے گی احکام کی یہ روح معین کر دے تاکہ ان احکام سے انسانیت کو اس طرح ترقی دینے کے سوا دوسرے مطلب کے لئے کس طرح پڑھنی چاہئے یہ الکتاب (The Law Letter of) ہے اس کی تشریح و توضیح فقہاء (Gurists) کا کام ہے قرآن حکیم نے نماز کے متعلق یہ بھی فرمادیا ہے کہ اَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي (۱۴ آیت نمبر ۱۴) یعنی نماز ادا کرنا اس مطلب کے لئے ہے کہ انسان کو اس کا رب یاد آتا رہے۔ یہ صلوٰۃ کی حکمت کھلائے گی۔ اب اگر ہم سورۃ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کے تمام قوانین کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہیں۔ مگر اللہ کا ذکر ہماری طبیعتوں میں رائج نہیں ہوتا تو سمجھا جائے کہ ہماری نماز منقطعہ ہے۔ اور نماز پڑھنے سے کوئی دنیاوی فائدہ مقصود ہے۔ اس ایک جملے نے نماز کو غلط طریقے پر استعمال کئے جانے سے روک دیا۔

اسی طرح قرآن حکیم کی نسبت کہا گیا کہ هٰذَا لِلْمُتَّقِينَ یعنی یہ انصاف قائم کرنے والوں کے لیے رہنمائی کا کام دیتا ہے۔ اس ایک جملے میں قرآن حکیم کی ساری حکمت ضبط کر دی گئی ہے۔ اب اگر قرآن پڑھنے والوں کا مقصد انصاف قائم کرنا نہیں ہے تو وہ حقیقت میں قرآن نہیں پڑھ رہے۔ وہ منقطعہ نماز کی طرح کوئی دنیاوی فائدہ حاصل کرنے کے لئے سورۃ قرآن کو ذرا بے جا بناتے ہیں۔

(2) وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

یہ لوگ اس سے پہلے ان قوانین اور ان کی روح سے قطعاً نا آشنا تھے۔ گو ان میں صلاحیت موجود تھی۔ مگر مطمئن سے بعد ہو جانے کی وجہ سے ان کی سوسائٹی کا نظام اس

موضوع سے بہت دور آگے بڑھ کر اس جماعت نے قیصو کسریٰ سے مقابلہ شروع کر دیا۔ یہ لوگ بین الاقوامی پروگرام سے نا آشنا تھے۔ لیکن جب وہ پروگرام ان کو دیا گیا تو انہوں نے اسے آگے بڑھانے کی تمام شرطیں پوری کیں اور دنیا کی سب سے بڑی شہنشاہتوں کو چیلنج دے دیا یہ نتیجہ تھا اس تربیت کا جو قرآن نے انہیں دی۔

(3) **وَاٰخِرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيْمُ ۝**

### امیوں کا دوسرا طبقہ

اٰخِرِيْنَ مِنْهُمْ سے مراد ایرانی ہیں۔ یہ امیوں کا دوسرا طبقہ ہے۔ بخاری میں روایت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی سے مطالبہ ہو کر فرمایا کہ دوسری قوم جو ابھی تک عرب سے نہیں ملی وہ ان کی قوم ہے۔ مِنْهُمْ کی ضمیر اُنہوں کا مرجع اُتین ہی ہے۔

اہل فارس ابتداء میں ایک کتب کے مالک ہوں گے۔ لیکن اب وہ کتب ایسے پھوٹے سے طبقے میں محدود ہو کر رہ گئی تھیں جس نے اس کے علم پر قبضہ کر رکھا تھا اور یہ علماء ہی اس علم کے خزانہ دار رہ گئے تھے۔ عوام بالکل ای تھے اب یہ لوگ عربوں سے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کر کے ان کے ساتھ شامل ہو گئے آگے یہ چل کر ایرانی ہی ہندوؤں اور بدھوں کے استاد بنیں گے۔ چنانچہ ہندوستان میں اسلام ایرانی علماء کی کوششوں سے پھیلا اسی طرح ترکوں کو بھی ایرانیوں ہی نے اسلام سے متعارف کرایا اس طرح اسلام کی بین الاقوامیت متحقق ہو گئی۔

مکہ میں بین الاقوامیت اور اس کی ترقی دراصل اس قسم کی بین الاقوامیت کا بیج کی زندگی میں ہی بویا گیا تھا کیونکہ بلال حبشی، صیب رومی اور سلمان فارسی کو اس زمانے میں قریش کا ہم پلہ تسلیم کر لیا گیا تھا۔ حالانکہ یہود نے تورات کو ماننے والی غیر یہودی اقوام کو اپنے برابر تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ابتداء کی زندگی میں جس بین الاقوامیت کی بنیاد اشخاص کی شمولیت سے رکھی گئی تھی اس نے آگے چل کر اقوام کی بین الاقوامیت کی شکل اختیار کر لی۔ چنانچہ جلد میں ایران فتح کرنے کے لئے عرب کے ساتھ عراقی نو مسلم بھی شامل ہوئے۔ ایسے ہی رومی فتوحات میں شام کے نو مسلم عربوں کے شریک رہے یہ وہ

صورت ہے جس کی طرف سورہ صف کی آخری آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔  
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ  
 لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ  
 اللَّهِ فَأَمْنَتْ طَائِفَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ  
 آمَنُوا عَلَىٰ عُنُوقِهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ۝

یعنی ہر قوم کو دعوت قرآن دی گئی اس میں سے جو حصہ اس تحریک میں شامل ہو گیا  
 اس نے اپنی قوم کو ان لوگوں سے جنگ کی جو اس تحریک میں شامل نہ ہوئے اور خدا کی مدد سے  
 وہ اپنے مخالفوں پر غالب آگئی۔ اس کام میں عربوں نے ان کی رہنمائی کی۔

### غیر ممالک میں مراکز

یہاں ایک حقیقی دستور حقیقت کی طرف تنبیہ کرنے کی ضرورت ہے اور وہ یہ کہ  
 عرب اپنے امام جاہلیت میں ہجرت کر کے عراق اور شام میں جا بسے تھے انہوں نے اپنے  
 عربی قوی خصائص ترک نہیں کئے تھے۔ وہ ان غالب قوموں کے اندر مقبور زندگی بسر کر  
 رہے تھے۔ جب حجاز میں عربی انقلاب رونما ہوا تو یہ عربی قبائل خفیہ طور پر مسلمان ہو  
 گئے۔ اور انہوں نے بعد میں مسلمان حملہ آوروں کی امداد کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عراق  
 اور شام بہت جلد مفتوح ہو گئے ہماری سمجھ میں مکہ معظمہ میں انہی قوموں کے حقیقی  
 ڈیپوٹیشن آتے رہے ہیں جن کو جنوں کے دُفد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس طرح عراق اور  
 شام کی حدود کے اندر آنے والے انقلاب کے مراکز پیدا ہو چکے تھے اسلامی فتوحات کی  
 سرعت کا یہ راز ہے جس کی طرف تاریخ ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ یہ سورہ صف ہی کی  
 تعلیم کا نتیجہ تھا کہ عراق اور شام کے اندر قرآن کی تعلیم پھیلانی گئی۔ جس سے خود ان  
 قوموں کا ایک طائفہ اس پروگرام کو ماننے والا پیدا ہو گیا اور بعد میں اپنے دشمنوں سے مڑ  
 گیا۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کے تمام عملیات میں یہ حکمت ملحوظ نظر آتی ہے۔

(4) ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

### بین الاقوامی مرکزیت

یہ خصوصیت جو اس بین الاقوامی مرکز قائم کرنے والی جماعت کو نصیب ہوئی کہ ان

کے پروگرام پر دوسری قوموں کے حصے ٹھیک ہوتے جاتے ہیں۔ اور اپنی قوموں سے لڑنے میں زیادہ ہمت دکھاتے ہیں اللہ کا خاص فضل ہے (آیت نمبر 87)

### یہود کی گر لوٹ

حضرت مسیحؑ نے عدم تشدد کی پابندی کے ساتھ تعلیمی کام شروع کیا ان کے حواریوں کی زندگی میں اس قسم کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ وہ تعلیم دیتے ہوئے شہید ہوئے مگر تعلیم کو ترک نہ کیا۔

حضرت مسیحؑ کے حواریوں کے کام کے نمونے پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں نے بھی کام کیا یہ انصار اور مہاجرین ہیں جب کام پڑھا تو فرائض تقسیم ہو جائیں گے لیکن جو چیز سب میں مشترک رہے گی وہ یہ ہے کہ وہ موت سے نہیں گھبرائیں گے عدم تشدد کی پابندی کریں گے تعلیم دیں گے۔ اور جب تک انہیں خاص تیاری کے بعد حکم نہ دیا جائے وہ لڑیں گے نہیں اس کے باوجود وہ موت سے نہیں بھاگیں گے۔ ظاہر ہے کہ مختلف قومیں کب یہ برداشت کر سکتی ہیں کہ ان کے نظام کو توڑنے والی تعلیم ان کے گھروں میں پھیلے؟ وہ ضرور رکھنیں ڈالیں گے وہ ان لوگوں کو تکلیفیں پہنچائیں گے حتیٰ کہ قتل بھی کریں گے۔ حضرت مسیحؑ کے حواریوں کی زندگی میں بھی اس قسم کی مثالیں ملتی ہیں۔ اب اگر ان میں یہ جذبہ کمزور ہو گیا ہے اور وہ موت سے گھبراتے نہیں تو وہ کار آمد ثابت نہیں ہوں گے۔ اگلی آیتوں میں یہی مضمون آتا ہے۔

(5) مَثَلُ الَّذِينَ حُمِلُوا الصَّالِاتُ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِاللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۔

### انقلاب کے لئے موت سے بے خوفی کی ضرورت

یہود اس بزدلی اور منافقت کا مجسمہ ہیں ان کا اس بات کو نہ سمجھنا کہ تعلیم موت سے بڑھ کر بے خوفی کی چیز ہے۔ ان کو انسانیت سے گرا دیتا ہے وہ جس تحریک کے حامل ہیں وہ اعلیٰ درجے کی انسانیت کی تحریک ہے جس تحریک میں اتنی نہیں کس درجے کی بھی انسانی عزت و شرف کا شائبہ ہو گو وہ اتنی جامعیت نہ رکھتی ہو کہ اس میں اخلاق فاضلہ اور

اعمال صالحہ ہوں بلکہ صرف ایک آدمہ میں انسانیت کی شان بلند کرنے والی ہو وہ بھی دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتی اور نہ اس کی تعلیم جاری رہ سکتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں پادشہ پیدا ہوگی جب تک اس کے معلم اور مبلغ موت سے بڑھ کر آگے نہ بڑھیں یورپ کی انقلابی سوسائٹیوں کو دیکھ کر یہ فکر بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ انسانیت کی بہت تھوڑی جزوی خدمت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بھی ان کو موت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کے باوجود وہ بے خوف ہو کر آگے بڑھتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔

حَمِلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا سَجَّہ میں نہیں آتا کہ طالع کی ایک جماعت ہے جو حضرت موسیٰ کی تعلیم کی حامل ہے۔ وہ یہ ضرورت محسوس نہیں کرتی کہ (لَمْ يَحْمِلُوهَا) وہ اس ڈیوٹی کے لوازم محسوس نہیں کرتے۔ نام تو ہے وہ تورات سکھانے والے حَمِلُوا التَّوْرَةَ مگر سکھانے کی جو شرمیں ہیں وہ اپنے اندر پیدا نہیں کرتے۔ اس صورت میں اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ انسانیت سے گر گئے ہیں کیونکہ انسانیت کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس تعلیم کو قبول کیا ہے اسے آگے بڑھانے کے لئے موت تک قبول کی جائے پس وہ نرے گدھے ہیں اور کتلیں لادے پھرتے ہیں۔ مگر ان کا مطلب نہیں سمجھتے جس سے ان کے دلوں میں کام کا رولہ پیدا ہو گدھے پر کتلیں لادو اسے کچھ خبر نہیں ہوگی کہ کتلیں ہیں یا اینٹیں۔

يَسْ مَثَلُ الَّذِينَ كَتَبُوا يَا أَيُّهَا اللَّهُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

## ظلم اور تکذیب آیات اللہ

قرآن حکیم جیسی تعلیم کا ان کو گدھا کرنا معمولی بات نہیں ہے انہوں نے ظلم کی بنیاد ڈال دی ہے انصاف کا ایک قانون قوم مانتی ہے تو وہ دنیا میں بہترین نمونہ پیش کر سکتی ہے۔ اب انصاف کے اتنے بڑے قانون کو جو حضرت موسیٰ کے ذریعے سے دنیا میں پھیلا اور بیکار اور بے شرم بنا دینا اور اس کی تعلیم برائے نام جاری رکھنا اور ایسے نمونے تیار کرنا جن سے کوئی شخص تربیت نہ پاسکے بہت بڑے ظلم کی بنیاد ڈالتا ہے۔ پھر یہ لوگ اپنے آپ کو

مجرم تک نہیں مانتے تو گویا موسیٰ کی تعلیم ان کے نزدیک صحیح نہیں تھی اور صحیح طریقہ وہ ہے جس پر یہ لوگ چل رہے ہیں یہ آیات اللہ کی صریحی مکتذب ہے سیاسی کاموں میں اس طرح نہیں ہو سکتا کہ ایک تحریک کی تائید کرنے والا ہے دونوں اس کے موید مان لئے جائیں تو یہ حقیقت میں اس تحریک کی مکتذب ہے کام سے انکار کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ چل دینی کام میں سر جاتا نظر آتا ہے اس سے انکار کر دیتا۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔

ان لوگوں کو ایک دفعہ صحیح بات بھادی گئی ہے مگر اب وہ اس پر عمل کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے اس لئے اب ان کو نیا نبی دینا ضروری نہیں۔ نبی ایسی مردہ جماعت کے سامنے آکر کیا کرے گا؟

۔ سورہ اعراف رکوع نمبر 22 میں ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ أُنَافٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ سَكَنَ الْأَنْعَامُ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝  
یعنی جو لوگ کتب الہی کے حامل ہوتے ہوئے اور کائنات میں ہدایت کا سامان ہوتے ہوئے اور اس امر کے پلوجود ان قلب، بھر اور سمجھیں حصول علم دینے گئے ہیں سوچتے ہیں اور سوچ کر کام کا ارادہ نہیں کرتے وہ حیوانوں سے بھی گئے گزرے ہیں کیونکہ حیوانات علم حاصل کرنے کے ان ذرائع سے محروم ہیں وہ اگر سوچ سمجھ کر اپنی راہ عمل نصیب نہ کریں تو یہ ان کی فطرت ہے مگر انسان جب اس قسم کی روش اختیار کرے تو وہ اپنی انسانیت سے گر جاتا ہے۔ پھر یہ نہیں کہ وہ مطلق حیوانیت کے مقام پر ٹھہر جائے بلکہ وہ اپنے قویٰ کو غلط طریق پر استعمال کرتا ہے۔ اور اس طرح حیوانیت مطلق سے بھی گر جاتا ہے اس لئے اس آیت میں کہا گیا کہ ان کی مثل بہت بری ہے۔ بشن مثل۔ واللہ اعلم

اب یہود کو ان کی غلطی پر صاف الفاظ میں متنبہ کیا جاتا ہے۔  
 (6) قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ تَوْنِ  
 النَّاسِ فَتَمَنَّوْا الْمَوْتَ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

### یہود کو چیلنج

یعنی اگر یہود کا یہ خیال ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس طرح موسیٰؑ کو ساری دنیا سے چن لیا  
 ایسے ہی موسیٰؑ کے قبیع ہونے کی وجہ سے یہود دنیا کی ممتاز ترین قوم ہے اور کوئی قوم اس  
 مقام پر نہیں پہنچتی تو ان کا زعم صرف اسی صورت میں صحیح ملتا جاسکتا ہے کہ موسیٰؑ کی تعلیم  
 کے پورے پورے پابند ہوں اور خدا سے موت مانگیں یعنی جس میدان میں موت کا اندیشہ  
 ہو وہاں آگے بڑھ کر اپنی تعلیمت کو پھیلائیں۔ یہ لوگ اپنے آپ کو حضرت مسیحؑ کے  
 حواریوں سے بہتر مانتے ہیں مگر وہ لوگ تو مسیحؑ کی تعلیم اور تورات موت کے منہ میں جا کر  
 پہنچا آتے ہیں اگر یہود سچے ہیں تو انہیں بھی اس طرح آگے بڑھ کر میدان میں جانا چاہئے۔

### تمنائے موت کی تفسیر قرآن سے

تمنائے موت کی تفسیر قرآن نے کر دی ہے ایک صحابی بدر میں حاضر نہ ہو سکے تھے وہ  
 کہنے لگے کہ کاش ہمیں بھی کفار سے لڑنے کا موقع ملتا پھر اللہ سبحان تعالیٰ دیکھا کہ ہم کیا  
 کرتے۔ اس کے بعد احد کی جنگ ہوئی وہ اصحاب اس جنگ میں شامل تھے مگر احد میں  
 شکست ہوئی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔  
 وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ  
 تَنْظُرُونَ ۝ (آل عمران آیت نمبر 142 رکوع نمبر 14)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی اصطلاح میں تمنائے موت کے معنی ہیں۔  
 میدان جنگ میں جانے کے لئے آلودہ ہونا دوسرے لفظوں میں قتل ہونے کے لئے اپنے  
 آپ کو پیش کرنا۔ قرآن کا پروگرام ہو یا تورات وہ ایک ہی چیز ہے۔ یورپ کی انقلابی  
 جماعتوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس میں موت سے ڈر ہونے کا لہ نہ ہو وہ  
 کسی معمولی انقلابی تحریک کو کامیابی سے نہیں چلا سکتا۔ قرآن حکیم یا تورات کے انقلاب کو



کامیاب بنانا تو بہت بڑی چیز ہے۔

(7) وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبْنَاءُ بِمَا قَلَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝

### موت سے بھاگنے کا سبب

چونکہ یہ لوگ انسانیت کے درجہ سے گر چکے ہیں اس لئے یہ کبھی ایسے میدان میں نہیں اتریں گے جہاں انہیں موت کا خوف ہوگا۔ غلط طریقے پر زندگی قیصر کرنا اپنے شرعی پروگرام کی مخالفت کرتے ہوئے سلمان زندگی جمع کرنا سب سے بڑا ظلم ہے جس کی ایک علمی جماعت مرتکب ہو سکتی ہے اگر وہ ایسے موقعوں پر جانے لگیں تو جو سلمان انہوں نے اکٹھا کر رکھا ہے اور جس کے پھیلنے میں وہ دن رات مگن ہیں وہ برباد ہو جائے گا مگر انہیں سلمان دنیا کی فراغت نصیب نہ ہوگی جب تک وہ اپنے قانون کی حکومت نہ کر لیں گے۔ لیکن وہ اس قانون کی حکومت قائم کرنے کے لئے قربانی دینے کو تیار نہیں اس لئے ان کا اس پروگرام پر قبضہ جما کر بیٹھنا ظلم عظیم ہے۔

جملہ معترضہ : ہم نے اپنی بیرونی زندگی میں اپنے ہندوستانی نوجوانوں کو جو کالہوں میں تعلیم پانچکے تھے یا ہماری اپنی درسگاہوں میں پڑھ چکے تھے کا کافی تجربہ کیا ہے۔ ان میں موت کے منہ میں جانے کی ہمت کسی دوسری قوم کے نوجوانوں سے کم نہیں پائی گئی۔ ایک ایک آدمی کو تین تین دفعہ موت کے منہ میں بھیجا گیا۔ وہ خوشی خوشی گیا اور کامیاب واپس آیا۔ اگر ہم یہ چیزیں نہ دیکھ لیتے تو ہمیں کبھی یہ ہمت نہ ہوتی کہ ہم شاہ ولی اللہ کے پروگرام یا شیخ الاسلام کے پروگرام کو زندہ کرنے کا نام لیتے چونکہ ہمارے نوجوانوں میں یہ مرض سراپت نہیں کئے ہوئے اس لئے ہم خداوند تعالیٰ سے توقع رکھتے ہیں کہ اگر ہماری قوم میں دین کی پابندی کے ساتھ آج کے سائنٹفک انقلاب کا ڈھنگ پیدا ہو سکے تو ہم دنیا کی قوموں کی صف اول میں بیٹھ سکیں گے اسے چاہے مرض سمجھو یا غیبا ہماری قوم دین کے پروگرام کے سوا کسی اور پروگرام پر اٹھے گی نہیں یورپین ذہنیت کے لوگ اسے مرض ہی سے تعبیر کرتے ہیں مگر ہمارے پاس ایک دینی انقلابی پروگرام موجود ہے اور وہ ایک ایسی جماعت کے ہاتھ پر ہے جس کی تربیت دادہ نوجوان موت سے نہیں گھبراتے اس لئے ہم یقین رکھتے ہیں کہ اگر ہم کو اس پروگرام سے پوری طرح واقف کر دیا جائے تو وہ کسی

دوسری قوم سے ہرگز پیچھے نہ رہیں گے۔

## جو موت سے گھبراتے ہیں وہ پیچھے ہٹ نہیں سکتے

یہاں ہم یہ بات نہایت بلند آہنگی کے ساتھ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی مرشد نما بزرگ علمی قصص رکھنے والا استو موت کے منہ جانے کے لئے آگاہ نہیں ہے تو اسے جماعت کی سرداری سے مستغنی ہو جانا چاہئے ہمارے استو حضرت مولانا محمود حسنؒ ہمارے بزرگوں میں تیسرے طبقے کے آدمی ہیں پہلے طبقے کے لوگ وہ تھے جو حضرت مولانا کے ساتھی تھے دوسرے طبقے کے وہ لوگ تھے جو مولانا گنگوہیؒ کے مرز کے تھے (مولانا شیخ الہند دونوں جماعتوں سے پیچھے کی جماعت کے تھے ہم نے ان کو موت سے اتنا بے خوف دیکھا ہے کہ ہم دنیا کے کسی انقلابی کو ان کے برابر نہیں مان سکتے۔ اس لئے ہماری طبیعت میں فخر ہے کہ ہمارا استو دنیا کا سب سے زیادہ موت سے بے خوف بزرگ تھا۔ جس جماعت کا رہنا ایسا ہو اور جس کے نوجوان افراد ایسے ہوں جیسے ہم نے دیکھے وہ دنیا میں ناکام نہیں رہ سکتے مگر شرط یہ ہے کہ موت سے ڈرنے والے آدمیوں کو جماعت کی رکینت سے قطعاً خارج کر دیا جائے۔

ہمارے استو جملہ کی تحریک کے رہنما ہماری اس جماعت کے سب آدمی اس چیز کو جانتے ہیں حتیٰ کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی ترجمان القرآن میں سورۃ برات کی کسی آیت کی تفسیر میں اشارہ کیا ہے کہ انہوں نے فلاں سن میں علماء کو دعوت جملہ دینی شروع کی تو سوائے مولانا کے اس تحریک کا کہیں سے جواب نہ ملا۔ یہ اتنی صاف بات ہے کہ مولانا ابوالکلام بھی جو دوسری جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ اسے جانتے ہیں اسی طرح علی گڑھ کی جماعت کے لوگ بھی اسے جانتے ہیں اب اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں۔ مولانا شیخ الہند کی جماعت میں ایک طبقہ ان کی تحریک کی عملاً مخالفت کرتا رہا کم سے کم ان کے عمل سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے کہ مولانا شیخ الہند کے طریقے کی تنظیف ہو جاتی ہے مگر وہ مولانا کے خلاف زبان سے کچھ نہیں کہتے ہم نے ایک مرتبہ اپنی جماعت کے لوگوں کو ایک مثال دے کر یہ بات سمجھائی۔ کہ مولانا شیخ الہند کو ماننے والی جماعت تین حصوں میں تقسیم ہو گئی۔

① ایک جماعت تو وہ ہے جو حضرت مولانا شیخ الہند کے پروگرام کو صحیح مانتی ہے اور ان کے ساتھ شریک کار ہو گئی ہے۔

② دوسری جماعت وہ ہے کہ ان کے پروگرام کو صحیح تو مانتی ہے لیکن یہ لوگ کام نہ کر سکے اور اپنی کمزوری کا طر پر پیش کرنے لگے اور اپنے آپ کو مجرم کے طور پر پیش کرنے لگے یہ دونوں لوگ ایسے ہیں جیسے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایمان والی جماعت تھی۔

③ تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو اپنے قول و فعل سے حسرت مولانا شیخ الہند کے پروگرام کو غلط ثابت کرتے ہیں۔ اور مدعی ہیں کہ ہم مولانا شیخ الہند کے شاگرد ہیں۔ اور ان کے علوم کے حامل ہیں یہ جماعت ایسی ہے جیسی رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں منافقین کی جماعت تھی۔

اب ہم کہتے ہیں کہ یا تو مانتا پڑے گا کہ نعوذ باللہ مولانا شیخ الہند جلیل اور مسند تھے انہوں نے مسلمانوں کو غلط راستے پر ڈال دیا اور ان کو بہت نقصان پہنچایا۔ اگر مولانا شیخ الہند کو حق پر مان لیا جائے تو ان کے اہل میں سے جو لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں اور قلم ان کے خلاف تلقین کرتے ہیں وہ ان کے مکتذب ہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ مولانا شیخ الہند کا مسلک بھی ٹھیک ہو۔ اور ان کے خلاف دعوت دینے والی جماعت راستی پر ہو اس قسم کے لوگوں کو ضرور دیوبندی جماعت کی لیڈر شپ سے علیحدہ کر دیا جانا چاہئے جب تک یہ منافقین پیدا کرنے والے لوگ ذمہ داری کے منصب پر قابض رہیں گے مخلصین آگے بڑھ کر کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ آج ہمارا بس نہیں چلتا کہ ہم ان کو جماعت سے نکالنے میں کامیاب ہو جائیں۔ مگر جب ہمارا بس چلے گا ان کو ملک سے خارج کرنے، جیل میں قید کرنے یا موت کی سزا دینے سے کبھی گریز نہیں کریں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

(8) قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ تَبْلُغُونَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

### موت سے مفر نہیں

موت سے ڈرنے والے لوگ موت سے بچ نہیں سکتے۔ وہ نہایت نامعقول فکر میں پھنس کر رہ گئے ہیں جس قسم کی توقعات انہوں نے ہاتھ رکھی ہیں وہ مرنے سے پہلے کبھی پوری نہ ہو سکیں گی بلکہ وہ حسرتیں لے کر مرجائیں گے اور پھر اتنے بڑے پروگرام کو بہادری کرنے کی ذمہ داری کی جواب دہی کے لئے خدا کے سامنے حاضر ہوں گے وہ ان کے تمام

ظاہری کاموں اور ان کے دلوں کے خفیہ ارادوں کو بخوبی جانتا ہے۔

## مسلمانوں کے لئے درس عبرت

حاصل یہ ہے کہ قرآن عظیم نے اسی تعلیم کے لئے دو نمونے پیش کئے ایک قریش کا اور ایک آراین قوموں کا یہ دونوں قرآن حکیم کو صحیح طور پر سمجھتے ہیں اور اس تعلیم کو آگے بڑھانے کے لئے جدوجہد جاری رکھیں گے۔ اور موت سے نہیں ڈریں گے یہ حضرت مسیح کے حواریوں کا نمونہ تھا۔ جو قرآن حکیم نے معین کیا ہے۔

اس کے بعد دوسری جماعت یہود کی پیش کردہ گئی ہے۔ جنہوں نے تورات پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ کام کرنے والوں کو تنبیہ کر دی گئی کہ ان کے نمونے کی پیروی نہ کریں اور ان سے کوئی مشابہت اپنے اندر پیدا نہ ہونے دیں جس طرح نصاریٰ نے بلوچوں کے ہاتھوں تکلیف اٹھانے کے ان کی اس غلط حرکت میں موافقت نہیں کی مسلمان بھی اس بری حرکت میں ان کی موافقت نہیں کریں گے قرآن حکیم نے حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح کا نمونہ زندہ کر دیا مگر وہ یہود کے طرز عمل سے ہزار ہے یہود پر ایک دفعہ تو حضرت مسیح کی مخالفت کرنے کی وجہ سے لعنت پڑی اور دوسری وجہ وہ قرآن حکیم کی مخالفت کی وجہ سے ملعون ہوئے ان کی کبھی موافقت نہ کی جائے گی انہوں نے طلب دنیا کو اپنی زندگی کا مقصد وحید بنا لیا ہے۔ چنانچہ آج سرمایہ داری کا مرکز یہ ہو رہی ہیں۔

## ہنود اور یہود کی مماثلت

ہماری سمجھ میں ہندو برہمن یہودیوں کا پورا پورا نمونہ ہیں اگر یورپ میں سرمایہ داری کی مصیبت یہودیوں نے پیدا کر رکھی ہے تو ہمارا خیال ہے کہ ہندوستان میں ہندو جو برہمنوں کے تابع ہیں (گاندھی جی ہوں یا مہاتما جی) سرمایہ داری کی وہی مصیبتیں پیدا کریں گے جو یہود نے یورپ میں پیدا کیں ہم ان لوگوں کے ساتھ مل کر کسی شکل میں کام کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر یہ حکلی خدمت میں کوئی سچا کام کریں تو اس میں بھی ان کے ساتھ نہ شرکت کریں۔ یعنی ان سے قطعی طور پر مستغنی ہو جائیں ہم نے ابھی یہ درجہ اپنے لئے پیدا نہیں کیا بعض اوقات وہ اچھا کام کرتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ان سے علیحدہ رہ کر اتنا اچھا کام نہیں کر سکتے تو ہم اس خاص حرکت میں

ان کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ان کا سارا پروگرام  
لمنے کے لئے تیار ہیں۔

(9) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا  
إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ فَلَكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

### یہودیت سے بچنے کا طریق

اب مسلمانوں کو ایسا طریقہ بتانا چاہئے کہ ان میں یہودیت نہ آئے اس میں شک نہیں  
کہ کسی زمانے میں یہود اچھی قوم تھے۔

يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْلُ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنْتُمْۤ اَفْضَلُنْتُكُمْ  
عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ (البقرہ 2 نمبر 27)

مگر ان میں بعد میں تہذیب اسلاموں کو ان باتوں سے متنبہ کر دینا چاہئے جس سے یہ  
تہذیب پیدا ہوا تاکہ وہ ان باتوں سے بچے رہیں۔

نمبر 9 اس امر کی توضیح شروع ہوتی ہے۔

جماعتی کام میں ایک وقت ہے یا تو قرآن کی انقلابی تعلیم کے سمجھنے اور اس پر عمل  
کرنے کی تیاری ہو سکتی ہے یا مذہبہ کلیا جاسکتا ہے اگر اس قسم کا تعارض ایک وقت میں  
پیدا ہو جائے تو ہمیشہ مذہبہ پیدا کرنے کے خیال کو چھوڑ دینا چاہئے یہ جذبہ اسی وقت تک  
پیدا نہیں ہو سکتا جب تک قرآن کی تعلیم حاصل کرنے میں سہی نہ کی جائے۔

فَلَكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

اگر ہمیں انقلابی تحریکوں کی حقیقت ان کی کامیابی کے پروگرام کا موازنہ ہے تو تم بھی ملی  
منفعت کو اس انقلابی فکر پرست پر ترجیح نہیں دو گے۔

### انقلاب میں کامیابی کی شرط

کسی جماعت میں انقلابی تحریک کی کامیابی کا انحصار اس امر پر ہوتا ہے کہ اس کے  
کارکنوں کا دماغ بلند ہو وہ انقلابی مہملات کو آخر تک سوچ سکیں ان کی ہمت اتنی بلند ہو کہ  
وہ اس راہ میں تمام مشکلات خندہ پیشانی سے برداشت کر سکیں جب رہنمائے انقلاب

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز خطبہ دیں یعنی اگلے ہفتے کا پروگرام دیں تو وہ لوگ جو انقلاب کی حقیقت سمجھ چکے ہیں۔ اس اجتماع سے غیر حاضر نہیں ہو سکتے وہ کسی ملی منفعت کے خیال سے اس جماعت کی حالت سے کوئی نہیں کر سکتے۔

(10) فَإِنَّا قَضَيْتِ الصَّلَاةَ فَاُنْتَشِرُوا رَفِی الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

ترجمہ : پس جب نماز ادا ہو چکی ہو تو زمین پر چلو۔ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم نفع پاؤ۔

### انقلاب اور جلبِ مل

اس میں شک نہیں کہ انقلابی ضروریات اور ملی ضروریات محض کا تعارض پیش آئے تو انقلابی ضروریات کو ترجیح دی جانی چاہئے مگر مقصود یہ نہیں ہے کہ اکتسابِ مل کو کلیتہً ترک کر دیا جائے بلکہ انقلابی تعلیم حاصل کر لینے کے بعد اور پروگرام سیکھ چکنے کے بعد ملی منافع حاصل کرنے میں بھی پوری ہمت سے کام لو مدعا صرف یہ ہے کہ حصولِ مل کو انقلابی کاموں پر ترجیح نہ دی جائے۔

وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ یعنی جتنی ملی منفعت کی ضرورت ہے اس سے زیادہ اللہ سے طلب کرو اس طرح تھوڑے وقت میں زیادہ کام کرنے کی ہمت پیدا کر لو تاکہ علیٰ مجلس میں جو وقت صرف کیا ہے اس کی کسر بھی نکل جائے۔

وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ جب تم ملی معاملات میں مصروف ہوتے ہو اس وقت بھی اللہ کو نہ بھولو۔ بلکہ اسے یاد رکھو اللہ تمہیں اتنی سمجھ دے دے گا کہ تم اس کی کوپورا کر لو۔

### ایک محسوس مثل

اگلی آیت میں اس کلیہ قاعدے کو ایک محسوس مثل کے ذریعے سے عام فہم بنا دیا گیا

(11) وَإِنَّا رَأَوْنَا رَبَّنَا أَتَيْنَا مِنْهُ لُؤْلُؤًا وَنَرْكُوكَ فَأَتَمَّمَا قُلُومًا ۝ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ الْغَنِيِّ وَالْغَنِيِّ خَيْرٌ مِنَ الْكَافِرِ ۝

ترجمہ : اور جب وہ لوگ تجارت یا تماشہ دیکھتے ہیں تو اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں کہہ دو جو اللہ کے پاس ہے وہ تماشہ اور تجارت سے کہیں بہتر ہے اور اللہ بہتر روزی دینے والا ہے۔

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ نماز جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے ایک قافلہ آیا۔ لوگ خطبہ چھوڑ کر قافلے والوں سے ملنے چلے گئے تاکہ پہلے معاملہ کر کے زیادہ نفع حاصل کر سکیں۔ اس قسم کی فطری نہیں کرنی چاہئے۔ جب اٹھابی علی کام ہو رہا ہو ملی معاملات اور کھیل کود سب مؤخر کر دینے لازم ہیں۔

قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهِو وَمِنَ التَّجَارَةِ ۝

قرآن حکیم کی اٹھابی تعلیم سے جو طاقت جماعت میں پیدا ہوگی وہ تجارت اور لہو و لعب سے بدرجما بہتر ہے۔

وَاللَّهُ خَيْرٌ الرَّزَاقِينَ ۝

انسان اٹھابی عقل میں جتنی ترقی کرے گا اتنا ہی تجارت میں بھی زیادہ نفع کمانے کی قابلیت پیدا کرے گا۔

تجارتی بیج بھی اٹھابی تحریکات کے واؤ بیج کی مانند ہیں جن لوگوں کے دماغ اٹھابی مسائل حل کر سکتے ہیں وہ اس دائمی قوت کو تجارتی کاموں کی طرف متوجہ کریں تو وہیں بھی مفید نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔

(نوٹ) موت سے بھاگنا اور اس منفعت کو اٹھابی کاموں پر ترجیح دینا فلاح کا سبب بن جاتا ہے۔ جو شخص اس علت میں جلا ہو جائے وہ پکا منافق ہے۔ چنانچہ اگلی سورت اسی ذہنی حالت پر تبصرہ کرتی ہے۔ اس لئے اس کا نام سورۃ منافقون ہے۔







# قرآنی حزب انقلاب

سورہ المجادلہ کی حکیمانہ  
انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

غازی خدا بخش (مرحوم)

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مرحوم)

مکتبۃ دارالکتاب

32۔ میکلیگن روڈ۔ ایچ کے بی بی سنٹر۔ چوک اسے جی آفس لاہور

فون: 7239138



## حرف اول

یہ حقیقت مسلم ہے کہ یہ دور اجتماعیت کا دور ہے اور اس دور میں وہی فکر انسانیت کے اجتماعی مقاصد سے عمدہ برآ ہو سکتی ہے جو قرآنی اجتماعیت کے قیام کی نقیب ہو، اسی اجتماعیت کے قیام کے لئے پہلا عملی مرحلہ تنظیم سازی کا ہے کیونکہ کوئی بھی فکر خواہ وہ کس قدر بلند اور اعلیٰ کیوں نہ ہو، تنظیم اور حزب کے بغیر چند الفاظ سے زیادہ اہمیت نہیں پاتا۔ اسی بناء پر قرآن حکیم نے اجتماعی زندگی کی اہمیت اور نظم و ضبط کی ضرورت کو زیادہ واضح کیا۔ جس کے نتیجے میں جماعت مجاہدہ جیسی حزب اللہ وجود میں آئی۔ جس نے عالمی طاغوتوں کی سرکشی کا قلع قمع کر کے نظام عدل قائم کیا۔

زیر نظر کتابچہ میں قرآن حکیم کی سورۃ مجادلہ کی روشنی میں اسی حزب انقلاب کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ جس کو جناب غازی خدا بخش مرحوم نے حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کے افکار کی روشنی میں ترتیب دیا ہے۔

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کی سعادت ہے کہ اس کے توسط سے پہلی بار یہ کتابچہ منظر عام پر آیا ہے۔ امید ہے کہ احباب فکر اسے نہ صرف پسند کریں گے بلکہ اس کی روشنی میں اپنے لائحہ عمل کا جائزہ بھی لے سکیں گے۔

چیئرمین شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

## عرض مرتب

شیخ المند حضرت مولانا محمود حسن دہلوی نے فرمایا کہ میرے شاگردوں میں ادب قرآن میں جو درجہ کشمیر کی واوی لولاب کے سید انور شاہ کو حاصل ہوا وہ کسی اور کو نہیں اور قرآنی سیاست میں جو درجہ عبید اللہ سندھی نے حاصل کیا وہ کسی اور کے حصہ میں نہ آیا۔ یہ بات شیخ المند نے کب کہی؟ جب انگریز نے انہیں مالٹا میں قید کر دیا۔ یہ بات کس نے سنی؟ یہ ان کے شاگرد حسین احمد مدنی نے سنی جب وہ ان کے ہمراہ اسیر مالٹا تھے اور مولانا سندھی عملی طور پر قرآنی سیاست میں حصہ لے رہے تھے اور استاد محترم کے ارشاد کے مطابق افغانستان پہنچ کر افغان فوجوں کو ہمراہ لے کر انگریز فوجوں کے مقابلے میں سینہ سپر تھے۔ آخر انگریز مسلح پر مجبور ہو گئے اور ایک شرط یہ قرار پائی کہ عبید اللہ سندھی کو افغانستان میں نہ رہنے دیا جائے۔ حضرت سندھی نے اپنی پچیس سالہ جلاوطنی کی میعاد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے روس، ترکی اور حجاز کا رخ کیا۔ انگریز نے حضرت سندھی کو افغانستان میں نہ رہنے دیا۔ مولانا سندھی نے اپنی جدوجہد جاری رکھی اور آخر ہندوستان سے نکلوا دیا۔ پچیس سالہ جلاوطنی کے بعد اپنی قوم کو دوٹ کی قیمت سمجھانے کی غرض سے ہندوستان میں قدم رکھا یہ پاکستان بننے سے پہلے کی باتیں ہیں۔

شیخ الطہر حضرت لاہوری سے امام انقلاب سندھی نے ان کے شاگردوں میں سے دو نوجوان طلبہ کئے۔ حضرت لاہوری نے اپنے دو شاگردان کے حوالے کئے۔ ایک تھے شیخ بشیر احمد بی اے اور دوسرا راقم آثم خدا بخش عفی عنہ جو کچھ عرصہ کے لئے کابل، مکہ معظمہ اور سندھ کے گوشہ چر جمنڈا میں حضرت سندھی کی رفاقت میں رہا۔ حضرت سندھی نے وصال سے پہلے چار ہزار صفحات مختلف المالیوں میں قرآن و حدیث، سیاست اور تصوف وغیرہ کے موضوعات پر لکھوا دیئے۔ انہیں المالیوں میں سے ایک المالی کی ایک سورۃ قارئین کے غور و فکر کے لئے تحریر کی جاتی ہے۔

غازی خدا بخش (مرحوم)

### مقدمہ

یہ سورۃ حزب اللہ کی تکمیل کی ضرورت ثابت کرتی ہے۔ یہ عقلی طور پر طے ہو چکا ہے کہ کوئی انقلاب پارٹی ڈکٹیٹر شپ (Party Dictator Ship) کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ قرآن حکیم جو انقلاب لانا چاہتا ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ کتاب الہی کی حکومت تمام قانون پر غالب ہو جائے۔ اس مضمون کو پورا کرنے والی جماعت حزب اللہ کہلائے گی۔ یہ سورت حزب اللہ کی ضرورت کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کرتی ہے۔

مسلمانوں کے سامنے دو جماعتیں تھیں

(۱) کئے کے مشرکین اور (۲) منافقین مینہ

### خلافت باطنہ

مسلمان مشرکین مکہ پر ایک حد تک بدر میں فتح پانچے ہیں کہ معظمہ میں حزب اللہ کی جو بنیاد رکھی گئی تھی اور ایک لحاظ سے عقلی جماعت کو منظم کر لیا گیا تو اطراف مکہ معظمہ میں اسلام پھیلا یا گیا یہ لوگ اسلام لانے کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہ سمجھتے کہ قرآن حکیم کے خلاف کوئی چیز نہیں مانتی چاہئے۔ اس طرح قرآن حکیم کی حکومت پیدا کرنے والی جماعت منظم ہو گئی مگر شروع شروع میں اس کی تنظیم عقلی تھی۔ اس لئے لوگوں کو اب تک عام طور پر علم نہیں ہے کہ مکہ معظمہ ہی میں حکومت پیدا ہو چکی تھی اس لئے شاہ ولی اللہ اسے خلافت باطنہ کے نام سے موسوم کرتے تھے۔

(طیوض الحرمین و تفہیمات الہیہ جلد اول ص ۳)

اس جماعت کے نظام سے السابقون الاولون من المهاجرین والانصار وقف تھے۔

### حزب اللہ کی ضرورت

دوسری جماعت جس سے مسلمانوں کا واسطہ پڑا وہ مدینہ منورہ کے یہودیوں کے طرفدار منافقین تھے۔ وہ خبیثہ چالیں چلتے مگر بظاہر اسلام کا دعویٰ بھی کرتے جاتے۔ اندیشہ

تھا کہ جب تک مسلمانوں کے خاص لوگ ان غلط کاروں کی تدابیر کے روکنے کی طرف متوجہ نہ ہوں گے اسلام میں ایک بڑا رخنہ پیدا ہو جائے گا پس ایک ایسی جماعت کی تشکیل کی ضرورت تھی جو قباحتوں اور شرارتوں کا سدباب کرتی رہے۔ اس جماعت کا نام حزب اللہ رکھا گیا۔ سورۃ بقرہ میں اس جماعت کی تشکیل کا اعلان کیا گیا ہے اور اس کی ضرورت سمجھائی گئی ہے۔ اب قرآن حکیم کی خدمت کرنے والی جماعت کا نظام مکمل ہو گیا۔ اگر کوئی لڑے یا کوئی پروپیگنڈا کرے یہ اس کے خلاف لڑائی اور پروپیگنڈہ کرے گی۔

### ایک اسلوب نزول

قرآن حکیم کے نزول کا عام اسلوب یہ رہا ہے کہ عام عرب کی ذہنیت میں حکمت کا کوئی اعلیٰ مسئلہ مرتکز کرنے کے لئے اس امر کا انتظار کیا جاتا ہے کہ کوئی ایسا حادثہ پیش آ جائے جو اس مقصد سے کسی قدر قرب رکھتا ہو۔ اس واقعہ سے لوگ متاثر ہو جائیں تو ذہن عامہ کی اس توجہ سے فائدہ اٹھا کر قرآن ایک اعلیٰ اصول سمجھاتا ہے۔ اور عوام کو اس کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

### ترتیب نزول و کتابت

نزول قرآن میں جس قسم کی تقدیم و تاخیر مقول ہے کتابی صورت میں وہ ملحوظ نہیں رکھی گئی۔ اس لئے کہ نزول کے وقت عوام کی ذہنی حالت کو ملحوظ رکھا جاتا تھا کہ وہ جلدی سمجھ جائیں مگر واقعات کی ترتیب ایسی نہیں ہو سکتی کہ ان کے مطابق ایک کتاب مرتب ہو سکے۔ اسی سے ظاہر ہے کہ جب منزل آیتیں کتابی صورت میں لائی جائیں گی تو جو لحاظ مخاطبین اولین کی ذہنیاتوں کا پہلے رکھا گیا تھا۔ اب وہ ملحوظ نہ رکھا جائے گا۔ اس لئے اب ان کو ایسے ابواب و سورتوں میں تقسیم کر دیا جائے گا جس کا سلسلہ نیا فکر پیدا کرنے کے لئے مفید ہو اس میں گہرا فکر کرنے والے پیش نظر رکھے جائیں گے پس سورتوں کی کتابی ترتیب کا نزولی ترتیب سے مختلف ہونا ضروری ہے۔

ایک بڑھیا (خولہ) کو اس کا خاوند (اوس بن ثابت) ایسے لفظوں میں طلاق دے دیتا ہے کہ اب وہ کسی حالت میں رجوع نہیں کر سکتا۔ وہ بڑھیا بال بچے لے کر کہاں جائے؟ اور کیا کہے؟ رجوع نہ کرنا جاہلیت کی پرانی رسم تھی یعنی کوئی شخص یہ کہہ دیتا کہ انت علی کلفہ انی (اے اصطلاح میں ٹھہار کہتے ہیں) تو جاہل خیال کے مطابق وہ عورت کسی شکل میں بھی مرد کے گھر نہیں رہ سکتی تھی۔

جس عورت پر مصیبت کا یہ پہاڑ ٹوٹا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے گھر آتی ہے اور علیہہ بیٹھ کر اپنی مصیبت کا اظہار کرتی ہے اور یہ کہتی ہے کہ بتائیے میں کہاں جاؤں اور بچوں کو کس طرح پالوں۔ رسول اللہ ﷺ اسے کوئی خلاصی کا طریقہ نہیں بتاتے اور فرماتے ہیں کہ اب کیا کیا جاسکتا ہے؟ قانون یہی ہے مگر بڑھیا ہے کہ برابر چٹا کسے جاتی ہے اور دم نہیں لیتی وہ بار بار یہی کہتی ہے کہ خدا کے لئے بتائیے اب میں کیا کروں؟ یہ واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پیش آیا وہ فرماتی ہیں کہ میں پاس ہی بیٹھی تھی مگر وہ خاتون اتنی بلی زبان میں باہیں کرتی تھی کہ میں اس کی بات نہ سمجھ سکتی تھی اس پر سورۃ مجادلہ کی آیات نمبر ۴ تا ۱۲ نازل ہوئیں جن میں حکم دیا گیا کہ ٹھہار کے کفارے کے بعد عورت اپنے شوہر کے گھر بس سکتی ہے۔

### اسلوب قرآن

قرآن حکیم کا یہ عام اسلوب ہے کہ وہ اجتماعی سیاسی امور کے سمجھانے کے لئے گھریلو واقعات کو عنوان بناتا ہے کیونکہ عرب اپنے گھر پر حاوی تھے۔ اگر ملک کو ایک بڑا گھرانہ فرض کر لیا جائے تو جو اصول تدبیر منزل میں کام دیتے ہیں وہی تدبیر ملک میں۔۔۔۔۔ کام دے سکتے ہیں۔

یہ ایک مخصوص واقعہ ہے عام طور پر اس قسم کے حادثات پے در پے نہیں ہوا کرتے۔ اس حادثے کے واقع ہونے پر قرآن حکیم نے عرب کے ایک مسلم قانون میں مناسب ترمیم کر دی۔ اس قسم کی جتنی ترمیمیں قرآن حکیم میں نازل ہوتی ہیں وہ سب

ایسے وقت میں نازل ہوئی ہیں۔

جب لوگوں نے محسوس کیا کہ ان کے لئے ایک آسانی کر دی گئی ہے۔ مگر یہ واقعہ حکم کے نزول کا سبب خفی عی بن سکا ہے گو یہ قوم کے ذہن میں جلی ہو کر نہیں آیا۔ ہاں ہمہ اس قسم کی مشقت کو ہر شخص محسوس کر سکتا ہے اور ترمیم کو سن کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس حکم نے سوسائٹی کے لئے کتنی سہولت کر دی ہے یہاں سے انتقال ذہنی کیا جاتا ہے اسے عربی فن شعر میں بڑا براعت الاستہلال کہتے ہیں یعنی ایک غیر متعلقہ چیز کہہ کر شاعر لوگوں کو توجہ نہایت لطیف انداز سے ایک اور مضمون کی طرف لے جاتا ہے۔ اس میں سننے والوں کو بڑا لطف آتا ہے عرب نہایت اس طرح کے نظم سے بخوبی آشنا تھی۔

### واقعہ ظہار اور قیام حزب اللہ میں ربط

سیاست اجتماع سے پیدا ہوتی ہے اور عرب شعوب و قبائل میں متفق ہیں۔ ایک قبیلے کی اجتماعیت اپنے ہی اندر محصور ہے۔ بین القبائل کوئی اجتماعیت نہیں ہے جو جماعت اس قسم کی محدود اجتماعیت رکھتی ہے وہ رفتہ رفتہ تفرقہ اور انفرادیت میں جلا ہو جاتی ہیں اور ہر گھروں سے گھر سے الگ ہو جاتا ہے۔ اور اپنے مصالح میں منہمک ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس کے بعد یہ منزل آتی ہے کہ خود اس گھر کے اندر کی اجتماعیت میں تفرقہ و تشتت پیدا ہونے لگتا ہے اور افراد خانہ میں انفرادیت آ جاتی ہے۔ اس طرح فطرت انسانیہ جو اجتماعیت پر پیدا کی گئی ہے خراب ہو جاتی ہے عرب میں رسم ظہار کے ذریعے مرد اپنی بیوی سے کنارہ کشی کر لیتا تھا پھر ایک ایسی ہی رسم ”ایلاء“ تھی اور تیسری رسم طلاق تھی ان کے ذریعے سے اجتماعیت خانگی کو توڑا جاتا تھا۔ قرآن حکیم نے ان تخریبی رسوم کو یا تو بالکل منسوخ کر دیا یا نہایت محدود کر دیا اور ایسی شرطوں سے مشروط کر دیا جن سے ان کی معضرت محدود ہو گئی چنانچہ اس صورت میں جو مجاہد اور شکوہ مذکورہ ہے۔ اس سے مقصود اس تخریبی حالت کی اصلاح ہے۔ وہ عورت رسم ظہار کی معضرت محسوس کرتی ہے اور چاہتی ہے کہ اس سے نکلنے کا راستہ مل جائے۔ وہ لن سینکڑوں عورتوں میں سے



ہے جن کو یہ مصیبت پیش آ چکی ہے یا آ سکتی ہے خود حضرت محمد ﷺ بھی اس کی معرفت محسوس کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی طریقہ معلوم ہو جائے جس سے اجتماع ملی کو قطع پہنچے اور یہ رسم ختم ہو جائے اس احساس کے جواب میں سورۃ مجادلہ میں آیات نمبر ۴ تا ۱۴ نازل ہوئیں۔ اس طرح اجتماعیت قوی میں ایک خرابی موجود ہے کہ عرب لوگ ایک غیر عرب قوم کے ایماء پر ایک ترقی کن جماعت (مسلم) میں تفرقہ پیدا کرنا چاہتے ہیں ضرورت ہے کہ اجتماعیت خانگی کی خرابی دور کرنے کے ساتھ اجتماعیت قومیہ کی اس دشمن طاقت کا بھی استیصال کر دیا جائے۔

چنانچہ آیت نمبر ۴ کے آخری الفاظ وللکفرین عذاب الیم اور آیت نمبر ۵ ان الذین یحادون اللہ ورسولہ کہتوا کما کہت الذین من قبلہم وقد انزلنا بہت بہتۃ وللکفرین عذاب مہین

ان دونوں چیزوں کی مشابہت پر وال ہیں آیت ۴ کے آخر میں عذاب الیم ہے آیت نمبر ۵ کے آخر میں عذاب مہین ہے اور جو لوگ اجتماعیت ملیہ کو برباد کرتے ہیں وہ عذاب الیم کے مستحق ہیں اور جو لوگ اجتماعیت ملیہ کو برباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ عذاب مہین کے سزاوار ہیں۔ اول الذکر لوگوں کے لئے حدود مقرر کر دی گئیں اور آخر الذکر لوگوں کے لئے حزب اللہ کا قیام و قوام ضروری قرار دیا گیا۔ آگے چل کر حزب اللہ کی تفصیل اور حزب المصطفیٰ کے ساتھ مقابلہ بیان کر دیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم)

## تفسیر سورۃ المجادلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیت نمبر اقد سمع اللہ قول النی تجادلک فی زوجہا و تشتکی الی اللہ واللہ یسمع تحاور کما ان اللہ سمیع بصیر

ترجمہ: بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو تجھ سے اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑتی تھی اور اللہ کی جناب میں شکایت پیش کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا یقیناً اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

## ایک غلط رسم کی اصلاح

آیت نمبر ۲ الذین یشہرون منکم من نساءہم ما من امہاتہم ان امتہاتہم الا اللاتی للذینہن وانہم لیقولن منکر من القول وزور وان اللہ لعفو غفور

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے طہار کرتے ہیں تو وہ ان کی حقیقی مائیں نہیں بن جاتیں ان کی حقیقی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے انہیں جتا ان کا اپنی بیویوں کو ماں کہہ دینا بری بات اور جھوٹ ہے مگر اللہ اس قسم کی لغو حرکت کو معاف کر سکتا ہے اور بخش سکتا ہے۔

آیت نمبر ۳ والذین یشہرون من نساءہم ثم یعودن لما قالو فتحریر رقہ من قبل ان ینسبا الیکم تو عطفون بہ واللہ بما تعملون خبیر

ترجمہ: جو لوگ اپنی بیویوں سے طہار کریں اور پھر اپنے قول سے رجوع کرنا چاہیں ان کے لئے لازم ہے کہ وہ ایک غلام آزاد کریں اس سے پیشتر کہ وہ اپنی بیویوں کو چھو نہیں تمہیں اس بات کی نصیحت کی جاتی ہے ورنہ اللہ تمہارے ہر ایک عمل سے باخبر ہے یعنی اگر تم اس قانون کی خلاف ورزی کرو گے تو اللہ کو دھوکہ نہ دے سکو گے اور وہ تم کو اس کی ضرور سزا دے گا۔

آیت نمبر ۴۳ فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل ان ينمسا فمن لم يستطع فاعطام

سنتين مسكينا ذلك لتومنون بالله ورسوله فتلك حدود الله وللكافرين عذاب اليم

ترجمہ: جس شخص کے پاس آزاد کرنے کے لئے غلام نہ ہو تو وہ دو ماہ متواتر روزے رکھے اس سے پہلے کہ وہ اپنی بیوی کو چھوئے اور جو اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یہ قانون اس لئے بنایا گیا ہے کہ اللہ پر ایمان قائم رہے اور رسول پر بھی ایمان قائم رہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود ہیں۔ جو لوگ ان حدود کی پابندی قبول کرنے سے انکار کریں گے وہ دردناک عذاب پائیں گے اب یہاں سے حزب اللہ کی تشکیل کی ضرورت بیان کی جاتی ہے۔

آیت نمبر ۵ ان الذين يعادون الله ورسوله كذبوا كذا كبت الذين من قبلهم و قد انزلنا آیت

بينت و للکافرين عذاب مهين

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ اوندرے منہ گرائے جائیں گے جیسے ان سے پہلے لوگ اوندرے منہ گرائے گئے۔ یقیناً ہم نے یہ آیات واضح نازل کی ہیں اور جو لوگ ان کی بیروی سے انکار کریں گے ان کو بے عزتی کا عذاب چکھایا جائے گا۔

## منافقین کی شکست

مذکورہ آیت نمبر ۵ میں الذین یحلون اللہ سے مراد منافقین ہیں۔ ماکبت الذین

من قبلهم سے مراد مشرکین مکہ ہیں جنہیں بدر میں شکست اور ذلت نصیب ہو چکی ہے۔

قد انزلنا آیت بینت اس دوسری جماعت (منافقین مدینہ) کو ذلیل کرنے کے لئے

یعنی تمہاری جماعت کے اندر جو رخسہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اس کا سدباب کرنے کے لئے ہم

سنے واضح اور صاف اصول بیان کر دیئے ہیں کہ تم یوں اپنی جماعت منظم کر لو وللکفرین

عذاب مهين اس پارٹی کا نیا نظام منظم ہو جانے کے بعد یہ منافقین منہ نہ دکھاسکیں گے۔

آیت نمبر ۶ یوم یبعثہم اللہ جمیعاً فیہم بما عملوا احصاء اللہ ونسوءہ واللہ علی کل شئی شہید

یہ لوگ اللہ کے سامنے اکٹھے کئے جائیں گے تو ان کا جماعتی حساب ہو گا اس دن اللہ تعالیٰ انہیں ان کے عملی اعمال بتائے گا۔ (فیبعثہم بما عملوا) اللہ نے ان کے اعمال کو گن رکھا ہے۔

(احصاء اللہ) حالانکہ وہ بھولے ہوئے ہیں۔ (ونسوءہ) اللہ ہر چیز پر شاہد ہے۔ واللہ علی کل شئی شہید

جیسے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز منافقین کو ان کے اعمال بتائے گا اللہ چاہتا ہے کہ مومن بھی کوشش کر کے ان کو بتائیں اور جس طرح یہ خفیہ خفیہ کام کرتے ہیں مومن بھی ان کے کام پر تنقید کر کے ان کو بیس دنیا میں بتا دیں۔ (یہ ہمارا استنباط ہے) اس سے حزب اللہ کے منظم ہونے کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۷ الم تر ان اللہ یعلم ما فی السموت وما فی الارض ما یکون من نجرى ثلثہ الا ہو رابعمہم ولا خمسہ الا ہو سادسہم ولا اونی من ذلک ولا اکثر الا ہو معہم این ما کانو ثم ینبئہم بما عملوا یوم القیامہ ان اللہ بکل شئی علیہ

## مسلم خفیہ جماعت

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز سے واقف ہے؟ جب تین آدمی آپس میں مشورہ کرتے ہیں تو چوتھا خدا ہوتا ہے اور اگر پانچ ہوں تو چھٹا خدا ہوتا ہے اگر ان سے کم یا زیادہ ہوں تو بھی وہ جہاں کہیں ہوں وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے وہ قیامت کے روز ان کے اعمال بتائے گا یقیناً اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔

چھوٹی چھوٹی جماعت تین یا پانچ آدمیوں کی بنائی جاسکتی ہے اور اگر اتنے بھی میسر نہ ہوں تو ان سے کم بھی بنائی جاسکتی ہے۔ غرض جتنے آدمی ملیں کام شروع کر دینا

چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح حزب الشیطان کام کر رہی ہے اس کے مقابلے میں حزب اللہ بھی اپنا کام شروع کرے۔

آیت نمبر ۸ الم تر الى الذين نهوا عن النجوى ثم يعودون لما نهوا عنه ويتنجون بلائهم والعدنان ومعصيت الرسول فاذا جاءه وك حيوك بما لم يخطبك به الله ويقولون في انفسهم لو لا يعطينا الله بما نقول حسبههم جهنم يصلونها فبئس المحصرون

## حزب الشیطان کے اصول

اس آیت میں حزب الشیطان کے کام بیان کئے گئے ہیں اور سمجھایا گیا ہے کہ کن باتوں کے لئے خفیہ سوسائٹی بنانا ممنوع ہے اور وہ یہ ہیں (۱) اثم (گناہ) (۲) عدوان (سرکشی) (۳) معصیت الرسول (رسول کی نافرمانی) ترجمہ: کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو خفیہ مشورہ بازی سے روکا گیا مگر وہ وہی کام کرتے ہیں جن سے ان کو روکا گیا اور گناہ سرکشی اور رسول کی نافرمانی کے لئے مشورہ کرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ لوگ تیرے پاس آتے ہیں تو تجھے ایسے لفظوں میں سلام کرتے ہیں جن سے اللہ تجھے سلام نہیں کرتا اور اپنے جی میں کہتے ہیں کہ جو ہم کہتے ہیں اس پر اللہ ہم پر عذاب کیوں نہیں کرتا ان کے لئے جہنم کافی ہے وہ اس میں پڑیں گے اور وہ نہایت برا مکان ہے۔

یعنی جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے ہیں تو بعض ذمہ داری سے استعمال کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کی خبر ہو تو اللہ ہم پر عذاب کرتا اس طرح وہ اپنی خفیہ جماعت کے کارنامے بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ آیت نمبر ۱۰ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس قسم کی خفیہ سوسائٹی بنائیں نیز اس کے قواعد بتائے گئے ہیں۔

آیت نمبر ۹ یا ایہا الذین امنوا اذا تناجیتم فلا تنسوا جواہلا لکم والعدنان ومعصیت الرسول و تناسوا بالبر والتقویٰ واتقوا اللہ الذی الیہ تعدون ۵

## حزب اللہ کے بنیادی اصول

اے مسلمانو! تم جب آپس میں مشورے کرو تو اثم، عہوان اور معصیت الرسول کے لئے مشورے نہ کرو بلکہ نیکی (بر) اور انصاف (تقویٰ) پھیلانے کے لئے مشورے کرو اس خدا سے ڈرتے رہو جس کی طرف اٹھا کر لوٹائے جاؤ گے۔

مسلمانوں کو اس قسم کی جماعت بنانے کا حکم دیا گیا ہے اس کا مقصد متعین کر لینا چاہئے یعنی (بر) (اخلاقی قانون) اور تقویٰ (انصاف) کے قیام کے لئے۔

قانون کے بعض حصے اخلاقی ہوتے ہیں یہ قانون کی روح ہوتے ہیں اور دوسرا حصہ وہ ہوتا ہے جس کے چلانے میں حکومت ----- قوت بھی استعمال کر سکتی ہے ات تقویٰ بھی کہا گیا ہے پس وہ جماعت قانون کی شکل (تقویٰ) اور روئے (بر) دونوں کو قائم رکھے کے لئے ہو نہ کہ اثم عہوان اور معصیت الرسول کے لئے وانقولہ اللہ العلیہ نعتہ من اپنی سوسائٹی کا اصل حاکم اللہ ہی کو سمجھو غائب اور حاضر سب کو جانتا ہے جب مسلمان اس قسم کی سوسائٹی بنالیں گے ان کا ڈر جاتا رہے گا۔

آیت نمبر ۱۰

انما النجوى من الشیطن لیحزن النین لمنو و لیس بضارهم شیئا الا باذن اللہ فعلی اللہ  
فلینکل المؤمنون ۵

شیطان خفیہ مشورہ بازی مسلمانوں کو غم میں ڈالتی ہے مگر یہ ان کو اللہ کے حکم کے بغیر ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتا اور مومن صرف خدا ہی پر بھروسہ رکھیں۔

## حزب اللہ کا فائدہ

مناقضین نے خفیہ جماعت بنا کر مسلمانوں کو یہ کہہ کر ڈرانا شروع کر رکھا ہے کہ ہمارا تعلق یہودیوں کے ساتھ ہے جن کے آگے قیصر روم کے ساتھ تعلقات ہیں اس لئے

ہم اور یودی قیصر کی طاقت استعمال کر کے مسلمانوں کو بہاد کر دیں گے لیکن اسے معمولی چیز سمجھنا چاہئے اور جب ان کے پروپیگنڈے کا استعمال کرنے والی حزب اللہ قائم ہو جائے گی تو اس حزب الشیطان کا ضرر ختم ہو جائے گا جیسے ایک چیز سے بیماری پیدا ہوتی ہے تو اللہ نے اس کا علاج پیدا کر دیا ہے وہ علاج کرنا چاہئے۔ اس سے فائدہ ہو گا ایسے ہی سوسائٹی حزب الشیطان کا دخیل پیدا ہو گیا ہے یہ حزب الشیطان ضرر پہنچانے کے لحاظ سے اصل چیز نہیں ہے بلکہ نفع و ضرر اصل میں اللہ کے دست قدرت میں ہے حزب الشیطان کا پیدا ہو جانا حزب اللہ کے قیام کا معمولی سبب ہے پس مسلمانوں کو اللہ کے بھروسے پر کام کرنا چاہئے اور اسلامی سوسائٹی کو ان بادشاہوں کے پروپیگنڈے کے اثرات سے محفوظ مطمئن کرنے کے لئے ایک جماعت بنالینی چاہئے جیسے عام مضر اسباب کا توڑ سوچنے کے لئے انسان اللہ پر بھروسہ کر کے کام کرتا ہے ویسے ہی اس صورت میں بھی کرنا چاہئے۔

آیت نمبر ۱۱ یا ایہا الذین امنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجلس فانفسحوا یضح اللہ لکم فاذا قیل انشرو فانشرو فایرفع اللہ الذین امنو منکم والذین افتوا العلم ہرجات ما قالہ بما تعملون شہیر

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب تمہیں کہا جائے کہ مجالس میں کھلے کھلے مہوشو تو کھل کر بیٹھ جاؤ اللہ تمہیں پھیلا دے گا اور جب تم سے کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ جاؤ! تم میں سے جو لوگ ایمان والے ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ ان کے درجے بلند کرے گا اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے۔

### خفیہ تنظیم

اس آیت میں خفیہ سوسائٹی کے اندرونی نظام پر بحث ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں ایک شخص حکم دینے والا ہونا چاہئے تم اس کے حکم کے مطابق مہوشو اور اس کے حکم سے جلسہ برخاست کرو وہ ”صدر“ کون ہو گا؟ وہ شخص ہو گا جسے ایمان اور علم زیادہ دیا گیا ہو پس ایسے شخص کو ”صدر“ بنا لو اور اس کے حکم کے مطابق جلسہ کیا کرو۔

جس طرح ایک عورت نے اللہ کے حکم سے اپنا گھر درست کر لیا تم بھی اسی اللہ کے حکم سے اپنا گھر درست کر لو۔

آیت نمبر ۴ یا ایہا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول فقد موئین ینبی نبولکم صدقہ طلاق خیر لکم فاطہر ما فان لم تجدوا فان اللہ غفور رحیم

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! جب تم رسول اللہ سے مشورے کا ارادہ کرو تو تم اپنے مشورے پیش کرنے سے پہلے صدقہ دیا کرو یہ تمہارے لئے اچھی اور زیادہ پاک بات ہے اگر صدقہ دینے کے لئے نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اس مالی قربانی کی شرط ہے۔  
---- اکثر منافقین جملہ جائیں گے

----- پھر باقی ایمان اور علم کی شرط کے ماتحت رک جائیں گے۔ اس طرح سوسائٹی کا اندرونی نظام منافقین سے پاک ہو جائے گا۔

اس جماعت کے فیصلے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش ہونے چاہئیں۔

آیت نمبر ۳ اشفقتم ان نقتلوا ہیں ینبی نبولکم صدقہ ما فاقم فاعملو و تلب اللہ علیکم فاقبوا الصلوۃ فاتوا الزکوۃ و اطیعوا اللہ و رسولہ و اللہ خبیر بما تعملون ۵

کیا تمہیں خوف ہوا اس چیز کا کہ اپنے مشورے پیش کرنے سے پہلے صدقات دو؟ تو جب جہی نے یہ نہ کیا اور اس حالیکہ اللہ تمہیں معاف کر چکا ہے تو نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے بخوبی واقف ہے یعنی جو شخص صدقہ نہ دے سکے یہ نہیں کہ وہ اس وجہ سے اپنا حق رکیت ہی کو بیٹھے گا بلکہ وہ اپنا استحقاق اپنے علم و عمل سے پیدا کر سکتا ہے یعنی اس مجلس کے مقاصد پر عمل پیرا ہو کر دکھائے اور لوگوں کو خیرات اور اطاعت رسول پر جمع کرے!

ان میں سے کوئی آیت منسوخ نہیں ہے دونوں محکم ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اس جماعت کا مالی نظام الگ ہونا چاہئے۔ اور انہی لوگوں کی کمائی میں سے اس کے فنڈ کی بنیاد پڑنی چاہئے اگر کسی کے پاس روپیہ نہ ہو تو اس کے ایمان اور عمل صالح کی بناء پر اسے ممبر بنایا جاسکتا ہے یہاں حزب اللہ کی تشکیل اور



اندرونی نظام کے متعلق ہدایات پوری ہو گئیں اس کے بعد آیت نمبر ۳ تا ۲۰ حزب الشّٰطِن یعنی مسلمانوں کے مخالف کام کرنے والی جماعت کی تصریح آتی ہے۔

آیت نمبر ۳۳ اَلَمْ تَرَ اِلٰى الَّذِيْنَ تَوَلّٰوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ذٰمًا مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُوْنَ عَلٰى الْكُفْبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اس قوم سے رشتہ الفت استوار کیا ہے جو اللہ کی غضوب علیہ ہے؟ وہ لوگ نہ تم میں سے ہیں نہ ان میں سے، وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور وہ اس چیز کو بھی جانتے ہیں۔

الذین تولا سے مراد منافقین ہیں قوما غضب اللہ علیہم سے مراد یہودیوں ہیں۔ جب قرآن حکیم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ دنیا میں غالب ہو گا تو منافقین یہ باتیں سن کر یہودیوں سے جا کر کہہ دیتے ہیں جو یہ باتیں قیصر تک پہنچا دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ خیال پورا ہونے سے پہلے قیصر کی طاقت عرب کو ہڑپ کر لے۔ یہودی نہ مسلمانوں کے دوست ہیں (ماہم منکم) کہ ان کے فائدے کی بات کریں گے نہ منافقوں کے دوست ہیں (ولا منہم) کہ عرب کی ترقی کی حمایت کریں گے۔ وہ جھوٹی باتوں پر قسمیں کھا کھا کر اپنا وقار قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۳۵ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ذٰلَہُمْ سَاءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

اللہ نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو کچھ لوگ کر رہے ہیں وہ نہایت ہی برا ہے یعنی ان منافقین اور یہود کو عنقریب نہایت دردناک سزائیں ملیں گی تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا۔

آیت نمبر ۳۶ اتَّخَذُوا اِيْمَانَهُمْ جُنْدًا فَصَلُّوا مِنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝

ان لوگوں نے قسموں کو اپنے بچاؤ کے لئے دُھال بنا کر رکھا ہے اور اس طرح وہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روک لیتے ہیں ان کے لئے بے عزت کرنے والا عذاب ہے۔

آیت نمبر ۱۸ لن تغنی عنهم اموالهم ولا اولادهم من اللہ شیئا اللہک اصحاب النار ہم فیہا خالدون ○

ان کے اموال اور اولاد ان کے کسی کام نہ آئیں گے اللہ کے مقابلے میں یہ لوگ آگ کے مستحق ہیں اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

### منافقین اور یہود سے سلوک

یہ لوگ مسلمانوں میں شامل ہو کر قسمیں کھا کھا کر اتنی خیر سگالی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس کے باوجود وہ مسلمانوں کی جماعت میں رخنہ پیدا کرنے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں حزب اللہ جب مضبوط ہو جائے تو ان کو ذلت آمیز شکست دے کر نکال کر باہر کرے گی۔

اس وقت ان کے اموال اور اولاد جن کے بھروسے پر وہ اس قسم کی کارروائیاں کر رہے تھے کسی کام نہ آئیں گے اور موت کے بعد اپنے اعمال کی پاداش میں جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔

آیت نمبر ۱۸ یوم یبعثہم اللہ جمیعاً فی حلفون لہ کما یحلفون لکم و یحسبون انہم علی شئی الا انہم ہم الکنبون ○

جس روز ان سب کو اٹھائے گا یہ اس کے سامنے بھی اس طرح قسمیں کھائیں گے جیسے اب تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ان کی بات بن جاتی ہے۔

خبردار! یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

یعنی یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ جس طرح مسلمانوں کے سامنے قسمیں کھا کھا کر اپنا وقار قائم کر لیتے ہیں اللہ کے سامنے بھی اپنا صدق ثابت کریں گے لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں اس دن سے پہلے ہی اللہ مسلمانوں کے سامنے ان کے جھوٹے وقار کا بھانڈا پھوڑ دے گا اور وہ یوں کہ حزب اللہ ان کا پردہ فاش کر دے گا۔

## منافقین اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے

مگر وہی کام کچھ نہ کرتے تھے اس پر بھی گمان کرتے تھے کہ انہم علی شینی یعنی ہم ایمان پر ہیں یعنی ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ اور اس کی کتاب کو مانتے ہیں اس لئے وعدہ انعام یعنی فتح میں ہمارا بھی حصہ ہے اور آخرت میں بھی ہمیں بلند درجات نصیب ہوں گے مگر وہ اسلام کی خاطر جانی اور مالی قربانی نہیں کرتے اس سے معلوم ہوا کہ وہ جھوٹے ہیں مثلاً رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوتا ہے۔

فقاتل فی سبیل اللہ لا تکلف الا نفسک و حرص المومنین (النساء ۸۴)

ترجمہ: راہ حق میں لڑیے آپ اپنی ذات کے ہی مکلف ہیں اور مسلمانوں کو آمادہ قتال کیجئے تو وہ کہتا ہے انا اول المسلمین (فرمانبرداروں میں پہلا) مگر یہ منافق اس کے خلاف کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۹ استعوذ علیہم الشیطن فانساهم ذکر اللہ و اللک حزب الشیطن الا ان حزب الشیطن ہم الخسرفن ○

ان پر شیطان چھا گیا ہے اور اس نے ان کو اللہ کی بھیجی ہوئی یاد دہانی بھلا دی ہے یہ حزب الشیطان ہے اور خبرواریہ حزب الشیطن ہمیشہ ناکام ہی رہتا ہے۔

## شکست کی مکرر پیش گوئی

یعنی شیطان نے ان کو تو رات بھلا دی ہے اور ان کی کوششیں صرف کھانے پینے اور دنیاوی عزت و جاہ کے حصول تک محدود رہ گئی ہے تو رات کو زندہ کرنے والا نبی آیا ہے تو یہ اس کی مخالفت کرنے لگے ہیں یہ کیسے احمق ہیں؟ یہ حزب الشیطن ہیں یہ حزب اللہ کے مقابلے میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔

آیت نمبر ۲۰

ان الذین یحاذقن اللہ و رسولہ اللک فی الاولین

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل لوگوں میں سے ہیں۔  
 بھلا اس سے ذلیل تر کون ہو سکتا ہے جو اپنے دین اور اپنی قوم کی مخالفت شروع کر دے؟  
 پس یہ لوگ دنیا میں ذلیل ہوں گے۔

آیت نمبر ۲۱ کتب اللہ لا ځلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز

اللہ نے لکھ دیا ہے۔۔۔۔۔ کہ بلا شک و شبہ میں اور میرے رسول ہی غالب آیا کرتے ہیں یقیناً اللہ قوت و عزت دینے والا ہے۔

اللہ کا یہ قاعدہ تمام آسمانی کتابوں میں مرقوم ہے پس رسول اللہ ﷺ کا غلبہ مقدر ہے اور ان کا غلبہ گویا تمام رسولوں کا غلبہ ہے۔

آیت نمبر ۲۲ لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یو ادمن من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباہم ام ابناہم ام انا خو انہم او عشیرتہم اللہک کتب فی قلوبہم الایمان وابدہم بروح منه فیدخلہم جنت تجری من تحتہا الانہر ځلین فیہا یرضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ط اللہک حزب اللہ ط الا ان حزب اللہ ہم المفلحون

تجھے ایسے آدمی نہیں ملیں گے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے دوستی کاٹھیں، چاہے یہ مخالفین ان کے آباء، بیٹے اور بھائی بند اور اہل قبیلہ ہی کیوں نہ ہوں، یہ لوگ وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان رقم کر دیا ہے اور اپنی طرف سے روح کے ذریعے مدد دی ان کو اللہ ایسی جنتوں میں داخل کرتا ہے جن کے نیچے پانی کے سوتے بہتے ہیں اور ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے یہ حزب اللہ ہے اور یقیناً ہمیشہ حزب اللہ ہی غالب رہتا ہے۔

رضی اللہ عنہم اللہ ان سے راضی ہے اس لئے جب قرآن کی حکومت پیدا ہوگی تو وہ اس کے حاکم ہوں گے۔

رضوا عنہ وہ اللہ کی اس کتاب کو چھو ذکر اور کچھ نہیں چاہتے وہ اس پر راضی ہیں۔  
 المفلحون وہ حزب اللہ ہی ہمیشہ غالب رہا ہے اور قاعدے کے مطابق اب بھی کامیاب و کامران ہو گا۔ حزب الشیطن ہرگز کامیاب نہ ہو سکے گا۔

# قرآنی اقدام انقلاب

سورہ حشر کی حکیمانہ  
انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مرحوم)

مکتبۃ دارالکتاب

32۔ میلنگن روڈ۔ ایچ کے بی بی سنٹر۔ چوک اے جی پفس لاہور

فون 7239138



## حرف اول

قرآن حکیم جس ہمہ گیر انقلاب کو پیدا کرنا چاہتا ہے اس کے لئے اس نے حزب و تنظیم کی اہمیت کو واضح کیا ہے اور تاریخ انسانی اس قرآنی حقیقت کو ثابت کرتی آرہی ہے کہ انقلابات عالم کے پیچھے ایک منظم حزب و جماعت کا اساسی اور بنیادی کردار ادا ہوتا ہے۔ قرآنی انقلاب کی جماعت اعلیٰ مقاصد کی خاطر رجعت پسند طاقتوں سے محاذ آرائی کو ایک ناگزیر ضرورت کے طور پر قبول کرتی ہے۔ چنانچہ معروضی حالات کے تحت وہ دفاعی حکمت عملی اور پیش قدمی کی پالیسی دونوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرتی ہے۔

بر عظیم ہند میں انگریزی استعمار کے دور میں بعض مسلم زعماء نے اس خیال کو عام کرنے کی کوشش کی کہ اسلام میں محض دفاعی جنگ کی اجازت دی گئی ہے۔ یہ سوچ ذہنی مرعوبیت اور فکری پر آگندگی کا منظر ہے اور قرآن حکیم اور اسوہ حسنہ دونوں اس کی تردید کرتے ہیں۔ چنانچہ زیر نظر سورت المحشر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی اقدامی جنگ (غزوہ بنی نضیر ۲۷ھ) ہی کا ذکر ہے اور یہ قرآن حکیم کے انقلابی ہونے کی ایک واضح اور بین مثال ہے۔

یہاں معذرت کے ساتھ یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ تفسیر جس مسودے سے نقل کی گئی ہے اس کے آخری صفحہ کی چند سطور کرم خوردہ ہونے کے باعث ہم قارئین کے سامنے پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ ہمیں متبادل مسودے کی تلاش ہے جو نئی ان سطور کا علم ہوا اگلے ایڈیشن میں انہیں شامل اشاعت کر دیا جائے گا۔

### غزوہ بنی النضیر

یہ غزوہ ۳ھ میں غزوہ احد اور بدر معونہ کے بعد ہوا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھوں بنی کلاب کے دو اشخاص کا قتل ہو گیا۔ یہ قبیلہ چو تکہ بنی نضیر کا حلیف تھا (بنو نضیر یہود کے تین قبائل میں سے ایک تھا) اس لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کی دلت (خون بہا کی رقم) سے متعلق گفتگو کرنے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ سمیت کئی صحابہ رضوان اللہ علیہم بھی تھے۔ وہ لوگ بظاہر بڑی خوش اخلاقی سے پیش آئے اور آپ کو ایک دیوار کے پاس بٹھا دیا۔ بعد ازیں یہ سازش تیار کی کہ دیوار کے اوپر سے ایک بڑا پتھر آپ پر گرا کر آپ کو قتل کر دیا جائے اس منصوبہ کی بذریعہ دجی اطلاع ملنے ہی آپ وہاں سے فوراً خاموشی سے چلے آئے آپ کے جانے کی اطلاع پا کر صحابہ کرام بھی چلے آئے، آپ نے ان کو بنی نضیر کے منصوبہ سے آگاہ کیا۔

اس واقعہ کے بعد آپ نے بنو نضیر کو دس دن کے اندر مضافات مدینہ خالی کرنے کا حکم دے دیا اور یہ بھی واضح کر دیا کہ اس مدت کے بعد تم میں سے جو شخص علاقہ میں پایا جائے گا وہ قتل کر دیا جائے گا۔ یہ لوگ جانے پر آمادہ تھے لیکن حزب منافقین کے سربراہ عبداللہ بن ابی نے یقین دہانی کرائی کہ اس کی جماعت کے دو ہزار ارکان امداد کے لئے تیار ہیں۔ حتیٰ کہ قلعہ بند ہونے کی صورت میں قلعہ کے پائدر ایک ساتھ مرنے پر بھی کمر بستہ ہیں۔ اس کے علاوہ بنو قریظہ کا گروپ اور بنو عطفان کا گروہ بھی اس مشکل گھڑی میں تمہارا ساتھ دیں گے۔ لہذا نبوی حکم کو ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر بنو نضیر نے مضافات مدینہ چھوڑنے سے انکار کر دیا۔

اس ہٹ دھری کے جواب میں آپ نے مدینہ پر حملہ کی تیاری کا حکم دیا۔ مدینہ میں حضرت عبداللہ بن ام المکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فوج کا علم دیا۔ چنانچہ بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اور منافقین، بنو قریظہ اور بنو عطفان میں سے کسی نے بنو نضیر کا ساتھ نہ دیا۔ بالآخر بنو نضیر نے اپنے مکانات اور قلعہ چھوڑ کر



باہر جانے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ آلات  
 حرب کے سوا اونٹ پر جس قدر اسباب لاوا جائیں اس کو معہ اہل و عیال لے کر علاقہ خالی  
 کر دیں۔ چنانچہ یہ لوگ خیر متخل ہو گئے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی  
 اللہ عنہ کا قول منقول ہے کہ سورہ حشر، سورۃ بنی النضیر ہے۔

(ماخوذ از اصح السیر)

## موضوع

سورۃ الجاولہ میں حزب اللہ کی جس تکفیل کا ذکر آیا ہے وہ منافقین کی سازشوں کی روک تھام کے لئے ہے۔ اب اس کے ساتھ حزب قوت کا نظام بھی ملا دیجئے تو یہی حزب اللہ سیاسی سازشوں کا مقابلہ کرنے کے ساتھ ہی حزب حریفوں کا مقابلہ بھی کرے گا۔ سورۃ المحشر میں حزب اللہ کی اس جدید توسیع کا ذکر ہے۔

## حزب کا سیاسی ارتقاء

جب ایک حزب ایک خاص نظریے پر قائم ہو جاتا ہے وہ اندرونی مزاحمتوں کو بھی دور کرتا ہے اور بیرونی حملوں کو برداشت کر کے ان کا مقابلہ بھی کر سکتا ہے۔ اس قسم کے حزب کے مرتب ہوتے ہی اس کا اپنے مخالف نظریات کے احزاب کے ساتھ اعلان جنگ ہو جاتا ہے۔ وہ دنیا میں صرف اپنی ہستی اور اپنے ساتھیوں کی ہستی برداشت کرتا ہے مثلاً ”جو حزب اس حزب کی قیادت کو تسلیم کر لے اسے تو وہ اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے مگر کسی خود مختار مخالف حزب کی ہستی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے مخالف احزاب کی مخالفت کرنا اس کا فرض ہو جاتا ہے۔ ان مخالف احزاب کے خلاف اعلان جنگ کرنا اس کی طبعی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ لڑائی کا موقع ملے یا نہ ملے سیاسی احزاب کے ارتقاء کا یہ فلسفہ ہے۔

## حزب اللہ کی تاسیس مکہ معظمہ میں

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حزب مکہ معظمہ میں پیدا ہوا وہاں وہ بالکل ابتدائی حالت میں تھا۔ چند آدمیوں سے زیادہ اس کے ماننے والے نہ تھے پائیں ہمہ ایک دنیا ان کے نام سے کانپ رہی تھی۔ چنانچہ اس حزب کو فنا کرنا ہر شخص اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اس لئے کہ وہ حضرت ابراہیم کی متابعت میں حنیفہ دین کو قائم کرنے کا دعویٰ کرتا تھا اور کسی مخالف قوت کو نہیں مانتا تھا۔ خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ تھی۔ یہ حزب مکہ معظمہ میں رہتے ہوئے اپنا نظام مکمل کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے فی الحال طرح دیتا جاتا تھا۔ جس نے مخالفت کی یا ضد اس سے ہٹ گئے یہ ان کی سیاسی پالیسی تھی۔ اس کا

مطلب یہ نہ تھا کہ ان کے نزدیک لڑنا جائز نہ تھا۔ بارہا ایسے مواقع آئے کہ لوگوں نے خواہش کی کہ لڑنے کی اجازت مل جائے۔ مگر قرآن نے اس وقت یہی حکم دیا کہ ”کفو الیہ کیم“ (اپنے ہاتھ روک کر رکھو) اس سے بھی واضح سند یہ ہے کہ سورۃ کافروں کی سورت ہے اور وہ تمام دنیا کی مخالفین کے لئے الٹی میٹم ہے کہ تم سے صلح کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جو لوگ دین کے اندر سیاست ”کیسے ترقی کرتی ہے“ کے سیاسی اصول پر ملاحظہ نہیں

کرتے بلکہ سب چیزوں کو اخلاقی نقطہ نگاہ سے حل کرنا چاہتے ہیں وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور قرآن حکیم کی تعلیم کو منظم طور پر کبھی بھی سمجھا نہیں سکتے۔

### حزب اللہ مدینہ منورہ میں

حزب اللہ جس کی بنیاد مکہ معظمہ میں رکھی گئی تھی اب اپنا مرکز بدل کر مدینہ منورہ میں جمع ہوتا ہے۔ وہ یہاں نسبتاً آزاد ہے۔ یہاں کمزور طاقتوں نے حزب اللہ کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ سورۃ مجادلہ میں اس طرف توجہ دلائی گئی کہ ان مخالفین کو حقیر نہ سمجھو۔ اگر ان کا سدباب نہ کیا گیا تو یہ اسہنی سوسائٹی کو کھا جائیں گے اس پر مسلمان سنبھلے اور منافقین ڈر گئے۔

### منافقین سے مقابلہ

منافقین جس طاقت کے بل بوتے پر باتیں بناتے تھے وہ یہودی طاقت تھی جن کے قریبے پاس ہی تھے۔ اور حجاز کی تمام سرمایہ داری یہود کے قبضے میں تھی۔ اور جاہلیت میں قریش بھی تاجر ہونے کی حیثیت میں سرمایہ داری سے کسی قدر انس پیدا کر چکے تھے۔ اس لئے یہود اور قریش ہم جھگی کی دجہ سے آپس میں ملتے رہتے تھے۔ اب ان لوگوں نے اور تو مدینہ میں مسلمانوں کے گھروں میں فساد ڈالنے کے لئے خفیہ سازشیں شروع کر دیں اور اور کسریٰ و قیسر تک اپنے پیام پہنچانے شروع کر دیئے۔ اب اس سیاسی پارٹی کا جو اپنے آپ کو آزاد سمجھتی ہو ایسی حالت میں صبر سے بیٹھے رہنا: نزنہ تھا۔ اگر مخالفین حملہ نہیں کرتے تو یہ سیاسی حزب حملہ کرے گا۔ یہ ہے وہ حملہ جسے اول الحشر (۲۵۹) کہا گیا (غزوہ بنی نضیر ۴ کا واقعہ ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ پہلا اقدامی حملہ تھا۔ اس سے پہلے جتنی جنگیں تھیں وہ سب مدافعت تھیں۔ بعض لوگوں نے صرف ان مدافعتی جنگوں سے قاعدہ بنالیا کہ حزب اللہ کا کام صرف مدافعتی جنگ کرنا ہے۔ یہ لوگ ان اقدامی جنگوں کو بھی دیکھیں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء نے کیں (غزوہ بنی نضیر اس قسم کی اقدامی جنگوں کی پہلی مثال ہے)۔

### کیا اسلامی جنگ مدافعتی ہے

مسلمانوں میں قدیم سے ایسی جماعتیں چلی آتی ہیں جو اسلام کا نام تو لیتی ہیں مگر اس کی سیاست نہیں سمجھتیں۔ ایسی جماعتوں کے لوگ اسلام کی تعلیم کو فقط اخلاقیات میں منحصر کر دیتے ہیں اور سیاسی تقدم کو ایسی شرطوں کے ساتھ مشروط کر دیتے ہیں جن کا تحقق ناممکن ہے۔ اسی طرح وہ قوم کو مار دیتے ہیں۔ اس قسم کی جماعتیں جہاں کہیں مسلمانوں میں پیدا ہوئیں انہوں نے فائدے کی بہ نسبت نقصان زیادہ پہنچایا۔

پاک و ہند میں انگریزی غلبے کے بعد مسلمانوں میں دو تحریکیں چلائی گئیں۔

بعض نے قرآنی حکمت نہ سمجھتے ہوئے اس خیال کی تائید کی کہ اسلام کی جنگیں ہمیشہ مدافعتی رہی ہیں۔ ان کا فیصلہ یہ ہے کہ اسلام نے کبھی حملہ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ مدافعت ہی کی ہے۔ اس پر بہت کچھ لکھا گیا۔

قرآن حکیم کی آیت **هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله** فلو كره المشركون سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن حکیم بین الاقوامی انقلاب کا پروگرام پیش کرتا ہے۔ چنانچہ ایک جماعت کی صورت میں انقلابی ذہنیت والے استاد ہر طبقے میں موجود رہے۔ مثلاً حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور شیخ الحدیث مولانا محمود حسن قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی انقلابی تخیل ان میں پایا گیا۔

اسلام اور جنگ      الغرض انقلابی جماعت دیکھے گی کہ وہ مخالفوں کا مقابلہ کر سکتی ہے تو وہ اقدامی حملہ کرنے میں تاخیر نہیں کرے گی۔ اس مسئلے کو یوں حل کیا گیا کہ حملہ کرنے میں پیش قدمی کرنا یا مدافعت پر اکتفا کرنا یہ دو سرے درجے کی چیز ہے۔ اس کا فیصلہ

کرنا قابل فکرم کا کام ہے۔ یہ اصولی بحث نہیں ہے۔ کمانڈر اپنی فوج کی حالت کے مطابق مدافعت ہی کو کافی سمجھے گا۔ تو فقط مدافعت ہی کرے گا۔ اور اگر حملہ کرنا ضروری خیال کرے گا تو حملہ کرنے میں پیش قدمی کرے گا۔

دنیا میں مذہبی پروگرام دو طریقوں پر چل رہے ہیں۔ بعض مذاہب وہ ہیں جو لڑنا اور حملہ کرنا کسی حالت میں بھی جائز نہیں سمجھتے جیسے بدھ و حرم والے جو اصولاً انہما کے قائل ہیں اور جنگ کو کسی شکل میں بھی جائز نہیں سمجھتے۔

دوسرے وہ مذاہب ہیں جن کے نزدیک حسب ضرورت لڑنا جائز ہے۔ پس اصولی بات یہ ہے کہ کسی مذہب کے نزدیک جنگ جائز ہے یا نہیں۔ اس معیار کے مطابق قرآن حکیم جنگ کو بالکل جائز رکھتا ہے۔ قرآن حکیم ایک عظیم الشان بین الاقوامی انقلاب کا زبدست حامی ہے۔ قرآن فقط انقلابیوں کی چیز ہے جو مناسب موقع پر اپنے انقلاب کی کامیابی کے لئے لڑنا جائز سمجھتے ہیں۔

## تفسیر سورۃ الحشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۔ صبح للہ ما فی السموت و ما فی الارض و هو العزيز الحکیم  
ترجمہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے اور وہی زبدست حکمت والا ہے۔

### سورۃ مجادلہ کے ساتھ ربط

سورۃ مجادلہ میں مسلمانوں کو حزب اللہ کی تنظیم جدید کی جو دعوت دی گئی تھی اور جس کی توسیع کی طرف اس سورۃ (الحشر نمبر ۵۹) میں ان کی توجہ دلائی گئی ہے وہ اس لئے نہیں ہے کہ اللہ اس کا محتاج ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زمین اور آسمان کا نظام اس بات پر گواہ ہے کہ اللہ اپنے کام پورے غلبے اور حکمت کے ساتھ چلا رہا ہے۔ مگر وہ مسلمانوں کو حزب اللہ کی توسیع کے ذریعے سے غلبہ (عزت) دینا چاہتا ہے۔

هو الفی اخرج الذین کفر فامن اهل الکتاب من ديار هم لاول الحشر ما ظننم ان یخربوا  
وظنوا انهم ما نعتهم حصونهم من الله فانه الله من حیث لم یحتسبوا فقف فی قلوبهم الرعب  
یخربون بیوتهم بايديهم فایلی المومنین

ترجمہ وہی ہے جس نے ان کو جو اہل کتاب میں سے مگر ہیں لشکر کے پہلے ہی اجتماع  
پر ان کے گھروں سے نکل دیا تم خیال نہیں کرتے تھے کہ وہ نکلیں گے اور وہ خیال رکھتے  
تھے کہ ان کے قلعے ان کو اللہ سے بچالیں گے پھر اللہ نے ان کو آن لیا جہاں سے انہیں  
خیال نہ تھا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ اپنے گھر اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں  
کے ہاتھوں اجاڑنے لگے۔

### یہودی شکست اور اپنے ہاتھوں تخریب

خدا کا عزیز اور حکیم ہونا یوں ظاہر ہوتا ہے کہ حزب اللہ کے قیام کے بعد پہلے ہی  
اجتماع عسکری اور اقدامی حملے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کے فضل سے یہودی کو اپنے گھروں سے  
نکل جانا پڑا۔ مسلمان یہ خیال کرتے تھے کہ یہودی نکلیں گے نہیں اور خود یہودی بھی  
اپنے قلعہ نما مکانوں میں اپنے آپ کو محفوظ اور مستحکم سمجھتے تھے۔ مگر اللہ نے مسلمانوں  
کی دھاک ان کے دلوں میں بٹھادی اور یہود نے خود ہی اپنے مکانوں کو گرانا شروع کر دیا  
اور اس تخریب..... Scorched earth policy میں وہ حکمت الہی کام کرتی تھی جو  
مسلمانوں کو عزت اور یہودیوں کو ذلت دینا چاہتی تھی۔ مسلمانوں نے بھی ان یہودیوں کو  
برہاد کیا اور ان کے قلعوں کے توڑنے پھوڑنے میں کمی نہ کی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اے آنکھوں والو! اس سے عبرت حاصل کرو۔

### مسلمانوں کے لئے عبرت

یعنی مسلمانوں میں ایسی جماعت کبھی پیدا نہ ہونے دی جائے۔ اس لئے یہودی  
تورات پر ایمان رکھتے تھے۔ اور مسلمان قرآن حکیم پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور قرآن حکیم  
اور تورات حقیقت میں ایک ہی چیز ہے۔ جب تورات کے ماننے والوں نے اپنے آپ کو

تورات سے بعید کر لیا تو ان کا یہ حال ہوا کہ وہ اپنے ہاتھوں اپنے گھریاں برباد کرنے پر مجبور ہو گئے۔ مسلمانوں کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ وہ دنیا میں انقلابی کی حیثیت سے پیش ہوئے ہیں اور خدا نے انہیں کامیاب ہونے کا موقعہ دیا ہے۔ اگر وہ اس انقلاب سے پیچھے نہیں ہٹتے تو دوسری قومیں ان سے ضرور انتقام لیں گی۔ پس ایسی حالت کبھی پیدا ہی نہ ہونے دی جائے۔

۳۔ فلولان کتب اللہ علیہم الجلاء لعذبہم فی الدنیا فلہم فی الاخرۃ عذاب النار ترجمہ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ نے ان پر جلا وطن ہونا لکھ دیا تھا تو وہ ان کو دنیا میں عذاب دیتا اور آخرت میں ان کیلئے آگ کا عذاب ہے۔

### یسود کی جلا وطنی

تورات میں یسود کو بتایا گیا تھا کہ اگر تم نے تورات کے احکام کی خلاف ورزی پر ضد کی تو تم سے حکومت چھین لی جائے گی۔ اور پھر یا تو تم جلا وطن کر دیئے جاؤ گے یا قتل کر دیئے جاؤ گے ان دونوں باتوں میں سے ایک کا مستحق ہونا ضروری ہے۔

بنی نصیر کو تورات کی دو سزاؤں میں سے ہلکی سزا دی گئی۔ پس اب آیت کا ترجمہ یوں ہو گا کہ ”اگر اللہ نے انہیں جلا وطن کرنا نہ لکھ دیا ہوتا۔“

اکثر تفاسیر پڑھنے والے لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ یہ حکم جلا وطنی خاص طور پر ان یسودیوں کے لئے تھا۔ مگر ہم یوں سمجھتے ہیں کہ تورات میں دو سزاؤں میں سے ایک کا ملنا مستحق ہے یعنی جلا وطنی یا قتل۔ اس لئے آیت کا ترجمہ یوں کریں گے کہ ”مگر ان یسود کو تورات کی خلاف ورزی کی پاداش میں سزا دینے میں جلا وطنی داخل نہ ہوتی تو قتل کر دیئے جاتے مگر چونکہ قتل کی متبادل سزا جلا وطنی بھی تھی اس لئے ان کو جلا وطنی ہی کی سزا دی گئی جو دونوں میں سے نرم سزا تھی“ مسلمانوں کی حالت کے اس وقت یہ مناسب سزا تھی جو وہ دے سکتے تھے۔

### دنیاوی عذاب

اگر یہود اپنے شقاق کے بعد مدینے میں رہتے تو ضرور قتل کر دیئے جاتے۔۔۔ ولعد  
بہم فی الدنیا اب مسلمانوں کے ممکن کے بعد ان کا مدینے میں رہنا دشوار تھا۔ انقلاب کی  
ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ مخالف فکر کو برداشت نہیں کرتا آخر جوا الیہود وانصار  
من جزیرۃ العرب (جزیرہ عرب سے یہود و نصاریٰ کو نکال دو) سے مراد حجاز علی سمیل  
الوجوب ہے اور باقی عرب سدا الذریعہ ہے۔

۴۔ ذلک بانہم شاقو اللہ و سولہ ومن یشاق اللہ فان اللہ شدید العقاب

ترجمہ یہ اس لئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہوئے اور جو کوئی اللہ کا  
مخالف ہوا تو اللہ کا عذاب سخت ہے۔

### جلا وطنی کیوں؟

ان کو یہ سزا اس لئے دی گئی کہ انہوں نے نہ صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی مخالفت کی بلکہ تورات کے احکام کی خلاف ورزی بھی کی۔ جو لوگ خدا کے  
احکام کی نافرمانی کریں ان کو خدا تعالیٰ سخت سزا دیا کرتا ہے۔

۵۔ ما قطعتم من لیثتم انتم کسموھا قائمتہ علی اصولہا فان اللہ ولی الخبی الفاسقین

ترجمہ جو کجیور کا درخت تم نے کاٹ ڈالا یا اپنی جڑ پر کھڑا رہنے دیا تو وہ اللہ کے حکم  
سے ہے اور اس لئے کہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔

### میدان جنگ میں صحیح فیصلہ

مسلمانوں نے یہودیوں کے بعض درخت کاٹ ڈالے اور بعض یونسی چھوڑ دیئے۔  
اس کے بعد لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ کہ کاشا ضروری تھا یا چھوڑنا۔ اس پر اللہ تعالیٰ  
نے فیصلہ کیا کہ دونوں ہی درست ہیں پس میدان جنگ میں کام کرنے والے لوگ جو فیصلہ



بھی کریں صحیح مانا جاتا ہے اس پر تنقید کرنے کا حق کسی کو نہیں ہے۔ فوج کی ایک کہنی ایک طرف سے حملہ کرتی ہے اور دوسری دوسری طرف سے ان کے کمانڈر اپنی ہی کہنیوں کو جو حکم دیتے ہیں وہ سمجھتے ہیں۔ ان پر یہ بحث کرنا کہ فلاں نے درست حکم دیا اور فلاں نے غلط یہ اصول جنگ کے خلاف ہے۔ یہ ترجمہ ہے فیلان اللہ کا یعنی جنگ کا جو قانون اللہ تعالیٰ نے حکمنموں کو دیا ہے یہ اس کے اندر ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ کسی کو اللہ نے کاٹنے کا حکم دیا اور کسی کو نہ کاٹنے کا۔ اللہ حزب اللہ کے کام کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ اس کی مثل ویسی ہی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو اللہ اپنی طرف منسوب فرماتا ہے۔

۶۔ لما افاء الله على رسوله منهم فما اوجفتم عليه من خيل ولا ركاب ولكن الله يسلط رسوله على من يشاء والله على كل شيء قدير

ترجمہ اور جو مال اللہ نے اپنے رسول پر ان (کفار) سے لوٹا دیا تو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے غلبہ دیتا ہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

### الحشر کا اصل موضوع

یہ آیات نمبر ۶ تا ۱۰ اس سورۃ (الحشر) کا بحث اصلی ہیں سورہ مجادلہ میں صحیح اصول عقلی اور اخلاق فاضلہ کی بنا پر حزب اللہ کے قیام کی توضیح کی گئی تھی مگر ایسی جماعت اموال و اتصالات کے اشتراک کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں حزب اللہ کے فتن کی تشریح کی گئی ہے۔

یہود جب خارج البلد ہوئے تو وہ تمام اٹھانے کے قابل چیزیں لے گئے اور اراضی اور چاہات (کنوئیں) باقی رہ گئے یہ چونکہ لڑائی کے بغیر ہاتھ آئے تھے اس لئے ان کو فتن کا مال قرار دیا گیا۔ ان آیات نمبر (۶ تا ۱۰) میں مال فتن کی تقسیم کے اصول بیان کئے گئے۔

مال غنیمت کی تقسیم سورہ انفال میں کی گئی ہے اور مال نے کی تقسیم اس سورت (الحشر) میں کی گئی ہے۔

### مال کی تعریف

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ چونکہ تم نے گھوڑے اور اونٹ دوڑا کر یہ مال حاصل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے دلوں میں رعب ڈال دیا (اس رعب میں ان مسلمانوں کا بھی کچھ اثر ہے جو اس وقت جنگ میں شریک نہیں ہیں) اس لئے اس طرح حاصل شدہ مال فقط سپاہیوں کا حق نہیں ہوگا بلکہ سب مسلمانوں کا حق ہوگا۔

### مال کی اراضی کس کی ہیں

اپنے رسولوں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ غالب کرتا ہے۔ وہ اس فتح کا مخلوضہ اپنی ذات کے لئے نہیں چاہتے کہ اب یہ زمین ہماری ملکیت ہوگئی بلکہ اب وہ اس حزب اللہ کی ملکیت بن جاتی ہے۔ اس حزب اللہ نے اپنے اپنے قہوڑے قہوڑے صدقات سے ملی اساس قائم کی تھی۔ (البقرہ ۳۴)

اب خدا نے اپنے فضل سے زمین دے دی۔ یہ زمین اس حزب کے ہاتھ میں رہے گی اور وہ اس سے قائدہ اٹھائیں گے۔ یہ حزب اللہ کی ترقی کی رفتار ہے یعنی پہلے حملہ کرنا جائز ہو گیا اور نیز فتوحات میں سے اجتماعی قائدہ پہنچا۔ پہلی فتوحات میں جو مال غنیمت حاصل ہوتا تھا وہ سب سپاہیوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اب وہ اجتماعی حق بن گیا۔

### انقلاب کی حقیقت

یہ ہے انقلابی قوت، اس کا نام لڑائی نہیں ہے اس کا نام انقلاب ہے لڑائی تو لڑائی تھے اصولوں پر لڑی جائے گی اور سپاہیوں کو مال غنیمت دیا جائے گا یا محض وہ دی جائے گی۔ مگر انقلاب میں فقط میدان جنگ میں لڑنے والا حصہ کام نہیں کرتا۔ بلکہ نہ لڑنے والا

حصہ بھی کام کرتا ہے۔ مثلاً وہ پروپیگنڈہ کر کے فوجوں کی مدد کرتا ہے یہ جو مخالفین کے دلوں میں رعب پڑا یہ پروپیگنڈہ کرنے والے حصے کی برکت سمجھنی چاہئے اسی کی طرف آیت نمبر ۱۱۱ میں اشارہ ہے کہ کائنات اور نہ کائنات دونوں جائز ہیں کیونکہ لڑنے والا حصہ فوجی ضرورت کے پیش نظر درختوں کو کاٹتا ہے اور نہ لڑنے والا حصہ مسخّطیل کے استفادے کے پیش نظر نہیں کاٹتا۔

نمبر ۱۱۱۔ مَا آتَاكَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَاللَّسُّوْلِ وَلِلْغَنِيِّ وَالْغَنِيَّةِ  
وَالْمَسْكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَمَا لَا يَكُوْنُ لِلَّهِ بَيْنَ الْاَفْنِيَاءِ مِنْكُمْ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَكُمُ  
عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

ترجمہ جو مال اللہ نے اپنے رسول پر بستیوں والوں سے لوٹایا تو وہ اللہ کیلئے رسول کے لئے قربات والوں کے لئے قیموں کی لئے تماموں کے لئے اور مسافر کیلئے ہے مگر وہ تم میں سے دولت مندوں کے درمیان گردش میں نہ رہے اور جو تم کو رسول دے تو لے لو اور جس سے منع کرے تو چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

## مال فے کے پانچ حصے

مال فے کے مندرجہ ذیل پانچ حصے ہوں گے۔

- (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک زندہ رہیں
- (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذوی القربی بحیثیت رسالت
- الف (۱) لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اَخْرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ لِمَا وَهَبَ
- (۲) الَّذِيْنَ قُبُوْا وَالَّذِيْنَ اٰلَا اِيْمَانٍ مِنْ قَبْلِهِمْ يَحِبُّوْنَ مِنْ اٰجِرِ الْاَلَمِ
- ب (۱) وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ

(۳) وَالْغَنِيَّةِ

(۴) وَالْمَسْكِيْنِ

(۵) وَابْنِ السَّبِيْلِ

اللہ کا حصہ تھمکا ہے

اللہ کا یہ حصہ تھمکا ہے۔ گویا مل نے کسی کا ذاتی اور محض حق نہیں ہے بلکہ حقیقت میں اللہ ہی کا سب کچھ ہے۔ کیونکہ پوشا ہی اللہ کی ہے۔ زمین اللہ کی ہے۔ اس لئے ملکیت بھی اللہ کی ہے۔ پس اللہ کے بعدوں کو تغلب و کھانے کا کون سا موقع ہے۔ اس کے بعد مل نے کے عمل طور پر پانچ حصے کئے گئے۔

رسول اللہ کا حصہ: آپ کے بعد کس کا؟

(۱) ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ خاندان نبوی اور جو ذوالقربی ہوئے وہ اس حصہ میں سے حصہ پائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا جانشین ان کے حصے کا حقدار ہے یا نہیں؟ سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر نے اپنے آپ کو اس حصے کا حقدار مقرر نہیں کیا مگر سیدنا حضرت عثمان نے حصے کا مالک قرار دیا۔

ذوی القربی

(۲) ذوی القربی یعنی وہ لوگ جو امور رسالت میں شریک کار ہیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ یہ آپ کے محض رشتہ دار نہیں ہیں۔ محض رشتہ داروں کو آپ کے حصے میں سے ملے گا۔ پس ذوی القربی سے مراد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا شاف ہے۔ اصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ دار وہ ہے جو آپ کے ساتھ اس سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے جتنا وہ اپنے ماں باپ سے کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے۔

لَا يَوْمَ مِنْ أَحَدِكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ أَحِبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (الحديث)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ اپنوں کا سا معاملہ کریں گے اور ان کی حاجت کی کفالت ذوی القربی کی طرح کریں گے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت قاطمہ الزہراء نے خادمہ طلب کی تو فرمایا کہ انصار کے بیٹوں کو تم سے زیادہ ضرورت ہے۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پارٹی کی ضرورت

اگر کتاب الہی کی اشاعت کو پارٹی پر وگرام میں منجھ کر لیا جائے۔ جیسے ہم سورہ مجادلہ میں حزب اللہ کی تائیس سے استنباط کر چکے ہیں اور انسانی عقائد جماعتوں کا فیصلہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ کوئی انقلاب پارٹی کی آمریت کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا تو انبیاء کرام کی کامیابی کو ان کی پارٹیوں کی کامیابی تسلیم کرنا پڑے گا۔ انبیاء کرام اپنی پارٹیوں کے لیڈر ہوتے ہیں اس لئے دنیا غلطی سے رہنما کو ڈکٹیٹر سمجھ لیتی ہے۔ حقیقت میں کوئی نبی اپنے انقلابی رفقاء کی کامیابی کے بغیر کامیاب نہیں ہوا۔ بڑے بڑے اولوالعزم نبی اپنے رفقاء کی کمزوری کے سبب اپنی تعلیمات کے نتائج نہ دیکھ سکے جیسے موسیٰ علیہ السلام کی تاریخ سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ بذات خود بڑے اولوالعزم نبی تھے اور ان کی نظیر تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ مگر ان کے رفقاء کی کمزوری سے انہیں بے حد تکلیف پیش آئیں اور حنظل مقصود پر پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ چنانچہ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۲۷ ملاحظہ ہو۔

۳۶

قال فاتھا محرمته علیہم اربعین سنہ یتیمون فی الارض فلا تأس علی القوم الفسقین ترجمہ اللہ نے فرمایا تحقیق وہ زمین ان پر چالیس برس حرام کی گئی ہے وہ اس ملک میں سرگرداں پھریں گے۔ سو تو نافرمان قوم پر السوس نہ کر

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت پر ربط آیات میں تحریر فرمایا اگر یہ (بنی اسرائیل) ایسے ہی ڈرپوک اور بے حس ہو گئے ہیں تو ان کو ارض مقدس کی بادشاہی دینے سے کیا نفع ہوگا؟ لہذا سزا کے طور پر یہ چالیس سال یہاں جگمگ میں پھریں تاکہ بے غیرت اور بے حس بڑھے مرعائیں اور ایک نئی نسل غیور اور حریت پسند پیدا ہو۔ وہ جا کر اپنے آبائی ملک پر قبضہ جمالے۔

اور قرآن حکیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کو الذین معہ کی کامیابی پر منحصر کرتا ہے۔

الف لكن الرسول والذين امنوا معه جا هددا ياتو اليهم فافلتك لهم الخيرات  
وافلتك هم المفلحون اعد الله لهم جنت تجري من تحتها الانهار يخلدون فيها ذلك الفوز العظيم  
(سورة التوبة آیت ۸۸، ۸۹)

ترجمہ لیکن رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان والے ہیں وہ اپنے مالوں اور جانوں  
سے جلاو کرتے ہیں اور انہی لوگوں کے لئے بھلائیاں ہیں اور وہی نجات پانے والے ہیں  
اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ہلکا تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں  
گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

(ب) محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحما بينهم تراهم ركعا سجدا  
يبتغون فضلا من الله ورضوانا سيما هم في وجوههم من اثر السجود ذلك مثلهم في التوراة  
ومثلهم في الانجيل كره اخراج شطاء بفقره فاستغلف فاستوى على سواده يوجب الزراع ليخفظ  
بهم الكفار وعد الله الذين امنوا وعملوا الصالحات منهم مغفرة واجرا عظيما (سورة الفتح)

ترجمہ محمدؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں  
آپس میں رحم دل ہیں۔ تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع و سجود کر رہے ہیں۔ اللہ کا فضل اور اس  
کی خوشنودی تلاش کرتے ہیں۔ ان کی شناخت ان کے چہروں میں سجود کا نشان ہے۔  
یہی وصف ان کا تو رات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف ہے مثل اس کھیتی کے جس  
نے اپنی سوئی نکالی پھر اسے قوی کر دیا۔ پھر موٹی ہو گئی۔ پھر اپنے سنے پر کھڑی ہو گئی۔  
کسانوں کو خوش کرنے لگی۔ تاکہ اللہ ان کی وجہ سے کفار کو غصہ دلائے۔ اللہ نے ان  
میں سے ایمانداروں اور نیک کام کرنے والوں کے لئے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا  
ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذوی القربی کون ہیں

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کی کامیابی ان کے حزب کی کامیابی ہی ہوتی ہے  
اس کے بعد اگر یہ پوچھا جائے کہ رسول کے ذوی القربی ہیں؟ تو بلا تامل یہی جواب دیا  
جائے گا کہ ”اس کی پابندی کے ممبر“ مگر ایک ایسا آدمی جس نے انبیاء کی کامیابی کا ایسا نقطہ  
نگاہ سے مطالعہ نہیں کیا۔ کہ ”رسول اللہ کے شخصی رشتہ دار“

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبی قربی

نبی اکرم کے نسبی رشتہ دار اولاد نبی ہاشم اور پھر اولاد علیؑ اور اولاد عباسؑ ان کی سیاست کا مخصوص انداز ہی تھا کہ وہ بنی اسرائیل کے طریق پر خلافت قائم کر کے آپ اس کے مرکز میں آنا چاہتے تھے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے استحقاق کی ہرگز مراحت نہیں فرمائی۔ بنی امیہ کی خلافت کے زمانے میں بنی ہاشم حزب مخالف کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔ اب انہوں نے جماعت کے ذریعے سے کوشش کی اور کامیاب ہوئے۔ کامیابی کے بعد وہ صے ہو گئے (۱) بنی عباس (۲) طلوعین

## نسبی قربی کسی ترجیحی حق کے مستحق نہیں

بنی عباس نے مرکزی خلافت پر قبضہ کر لیا اور طلویوں نے اطراف مملکت پر، طلوی آیت قل لا اسئلكم علیہ اجر الا المودۃ فی القربی (سورۃ الشوری آیت ۲۳) ترجمہ کہہ دو میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔ جو رشتہ داری کی محبت کے سبب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ذات مرا لیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اجر یہ ہونا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی حکومت قیامت تک تمام مسلمانوں کے گلے میں پڑی رہے خواہ وہ حکومت کیسی ہی کیوں نہ ہو۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اجر یہ ہے کہ لوگ اپنے اپنے اقرباء سے محبت سے پیش آئے لگیں۔

واتقوا اللہ اللہ التی تساءلون بہ والارحم ان اللہ کان علیکم رقیباً

(سورۃ النساء آیت نمبر ۱)

ترجمہ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے واسطے سے آپس میں سوال کرتے ہو اور قربت والوں کے بارے میں سے خبردار رہو بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے۔ شریعت اسلامیہ کی بنیاد اس پر ہے کہ یہ دعوت الی اللہ ہے اللہ کے احکام کا اجماع

ہے اور ان کا انصاف کے ساتھ قیام ہے۔ شریعت الہیہ کا دو سرا جزو اعظم جو اس سے متفرع ہوتا ہے صلہ رحمی ہے یعنی اہل حق کے حقوق بے کم و کاست ادا کئے جائیں انسانی فطرت اسی پر مجبور ہے اور قرآن حکیم اس فطرت انسانی ہی کے تقاضے پورا کرنے کی تعلیم دیتا ہے اگر یہ فطرت خراب ہو جائے تو انسانیت خراب ہو جاتی ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے فرماتے ہیں کہ میری رسالت کا اجر اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ تم آپس میں صلہ رحمی کرو اور اس باب میں گمراہی میں جلا نہ ہو جاؤ اس آیت میں اس امر کی طرف اشارہ واضح موجود نہیں ہے کہ مودۃ فی القربی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربات داروں کے ساتھ مودۃ ہے۔

### مودۃ فی القربی کا اصل مفہوم

اس دعوت کی کہ لوگ اپنے اپنے اقربا کے حقوق ادا کریں یہ حکمت تھی کہ لوگ اس پر مطمئن تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس چیز کی طرف بلائے ہیں جس میں ہمارا ہی نفع ہے۔ پس اہل بیت اور سب مائیں اس دعوت کو سختی تھیں کیونکہ قطع رحم سے سب سے زیادہ نقصان امتات ہی کو پہنچ سکتا ہے۔ جب انہوں نے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تبلیغ و سعی اصلاح کا اس کے سوا اور کوئی اجر طلب نہیں کرتے کہ ہماری اولاد ہماری خدمت کرے تو وہ اسلام کی طرف زیادہ مائل ہو جاتی تھیں۔ جو شخص کہ مصلحت میں اسلام کے پھیلنے کی رفتار کا مطالعہ کرے وہ اس چیز کو نہایت بین پائے گا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

قل ما سئلكم من اجر فہو لكم

(سورہ السبا آیت نمبر ۷۷)

ترجمہ کہہ دیجئے میں نے تم سے جو کچھ معاوضہ مانگا ہو تو وہ تم ہی رکھو

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی دوسرے انبیاء کی طرح امت سے کوئی مادی یا غیر مادی اجر طلب نہیں کرتے۔ وہ تو ساری عمر ہی فرماتے جاتے ہیں کہ ان اجر الابرار،



اللہ سبحانہ ۴ الفرقان نمبر ۵، یوسف نمبر ۱۲، یونس نمبر ۷۷، حود نمبر ۵) یہی سنت انبیاء ہے۔

البتہ یہ صحیح ہے کہ حقدم فی الاسلام ہونے کی وجہ سے بنو ہاشم حجیوں سے افضل و اولیٰ ہیں، بشرطیکہ ان میں شرائط خلافت پائی جائیں۔  
الغرض قرآن حکیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبی رشتہ داروں کا اس آیت میں کوئی ذکر نہیں کرتا۔ اس لئے ان سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جو حضورؐ کی تحریک میں جان و مال لٹا کر شریک ہوتے ہیں۔ وہ حزب اللہ کے مندرجہ ذیل تین اجزاء ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین قسم کے ذوی القربی

۱۔ مہاجرین۔ آیت نمبر ۸

۲۔ انصار آیت نمبر ۱۰

۳۔ تابعین یا حسان آیت نمبر ۱۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح پوزیشن

یہ تینوں قسم کے لوگ ذوی القربی کی تفسیر ہیں۔ فی میں سے جو حصہ ہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے وہ کافی بڑی مقدار ہے۔ یہ اس لئے دیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی یعنی نسبی رشتہ دار بہت سے ہیں جن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طبی حقوق ہیں۔ ان کے مصارف اس حصے میں سے نکلیں گے۔ ذی القربی کا جو ہر حصہ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی اور نسبی رشتہ داروں کے لئے نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ تو یہ ہے کہ وہ اپنا ذاتی پانچواں حصہ بھی کبھی پورا وصول نہیں کرتے بلکہ انزواج مطہرات اور قریبی رشتہ داروں کے واجبی حقوق ادا کرنے کے بعد باقی مانعہ رقم پھر بتائی اور مساکین کے حصے میں

لوٹا دیتے ہیں۔ اس کے بعد یہ خیال بتانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر احصہ اپنے ذاتی نام سے اور ہر احصہ اپنے ذوی القربی کے نام سے لیتے ہیں یہ اس پرانی سرمایہ دارانہ وحیت کا نتیجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے شہنشاہیت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ بنی ہاشم میں چند آدمی اس خیال کے ضرور پیدا ہو گئے تھے مگر حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ نے ان کو کامیاب ہونے نہیں دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسلی حق جس کے بعض بنی ہاشم مدعی تھے قائم نہ ہو سکا۔ یہ اسلامی تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا شرف ہے۔ اس لئے حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ بہت بڑی عزت کے مستحق ہیں اگر ایسا نہ ہوتا بلکہ بعض بنی ہاشم کی پالیسی چل جاتی تو ساری دنیا یہی کہتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کا دعویٰ کر کے اپنے خاندان کے لئے چند روزہ شہنشاہی پیدا کر لی۔

### حضرت ابو بکرؓ کا دانشمندانہ فیصلہ

بعض بنی ہاشم نے بہت جلدی سے اپنی اس رائے کی رہائی کے لئے حضرت فاطمہ الزہراءؓ کو انتخاب کیا اور انہیں میراث کا مدعی بنا کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس بھیجا حضرت ابو بکرؓ نے نہایت سختی سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل بیت کو فقہ دیتے تھے میں بھی دیتا رہوں گا اس سے زیادہ تمہارا کوئی حق قائم نہیں ہوتا۔ حضرت ابو بکرؓ کی جلدی اور استقامت نے مسلمانوں کو ایک بہت بڑی مصیبت سے بچا لیا۔ بعض بنو ہاشم کے اتباع اسے اچھا نہیں سمجھتے مگر ہم کہتے ہیں کہ وہ روپیہ کیوں نہیں کھاتے

### بنی ہاشم کے لئے روپے کی ضرورت

(۳) بنی۔ جو لوگ جمہور میں شریک ہو کر شہید ہوں ان کے بچوں کی کفالت اور تربیت کے لئے علیحدہ محکمہ قائم کرنا ضروری ہے۔

### مساکین کے لئے روپے کی ضرورت

(۴) مساکین۔ اسباب و موانع کی وجہ سے جو لوگ کامیاب نہ ہو سکیں انہیں اتنی مدد دی جائے کہ وہ اپنے پیٹے اور کام کے آلات فراہم کر کے اپنا کام جاری کر سکیں۔ ایک کاریگر کے پاس اپنے کام کرنے کے اوزار نہ ہوں تو وہ ضائع ہو جائے گا اسے اس فنڈ سے روپیہ دینا جائز ہے۔ اس کے بعد وہ قوم کا ایک مفید فرد بن جائے گا۔

### ابن السبیل سے کیا مراد ہے؟

(۵) ابن السبیل۔ پراپیٹڈ جس قدر ضروری ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں پراپیٹڈ کرنے کے بے شمار طریقے ہیں ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ لوگ اپنی خوشی سے ملنے آئیں اور سب چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں ان کا خرچ اس فنڈ سے ادا کیا جاسکتا ہے۔ ایسے ہی سیاحت مسلمانوں کا عمومی فرض ہے۔ سیروانی الارض کی بار بار تاکید کی گئی ہے کہ جو شخص یہ فرض ادا کرنا چاہتا ہے اس کا فرقہ مسلمانوں کے ذمے ہے۔ قرآن حکیم میں السانعون (سورہ قوبہ) کے علاوہ سائنحات (سورہ تحریم) کا بھی ذکر ہے کیونکہ عظیم ملت محض مردوں ہی سے نہیں ہوتی بلکہ مردوں اور عورتوں دونوں سے ہوتی ہے۔ سیاحت سے غیر مسلم اقوام کے مکائد کا بھی علم حاصل ہوتا ہے۔ یہ اطلاعات مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ بعض اوقات ممالک غیر سے علم حاصل کرنے کی ضرورت ہوگی تاکہ ملت اسلامیہ میں اسے شائع کیا جائے۔ حج کی تشریح اس غرض کو بہت حد تک پورا کرتی ہے۔

کمی لا یکنون دولۃ بہن الا غنیا منکم (تاکہ وہ تمہارے اغنیاء ہی میں دست بدست منتقل نہ ہوتی رہے)

### اسلام اور سرمایہ داری

پارٹی کا جو مرکزی خزانہ جمع ہو رہا ہے اگر اس میں یتیم مسکین اور امین السبیل کو بھی وہی حق دے دیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین و متوسلین کو دیا جاتا ہے تو سرمایہ داری کی ظاہری صورت بھی ختم ہو جائے گی۔

سرمایہ دار لوگ اپنا تفوق جتانے کے لئے اپنی سوسائٹی علیحدہ کر لیتے ہیں۔ یہ طریقہ بدرجہ سرمایہ داری کے تغلب کا ذریعہ بنتا ہے۔ جب روپیہ ان کے ہاتھوں میں سے علیحدہ نہیں آتا بلکہ یتیم اور مسکین کو بھی اس میں برابر کا شریک بنا دیا گیا ہے تو سرمایہ داری بنیادی طور پر اسلام میں نہیں آئے گی۔

### علوانہ تقسیم

اس تقسیم سے فہمی کی دولت غریب اور مساکین میں بٹ جائے گی۔ جو خاتمِ قتل کے بعد حاصل ہوں ان کا حصہ ۴ حصہ مجاہدین میں تقسیم ہوگا۔ لیکن نے کا کل مل فقراء میں تقسیم ہوگا۔ اس طرح فقراء اور اغنیاء دونوں کے لئے آمدنی کے مستقل ابواب معین ہوں گے اور یوں حزب اللہ کا قیام تقویٰ پر رہا۔ یعنی منصفانہ تقسیم پر (الجلادہ ۹)

### اراضی فی اور حقوق کاشتکاری

فی میں جو اراضی مسلمانوں کے قبضے میں آئیں گی ان میں زمین پر کاشتکاروں کے حقوق مسلم رہیں گے۔ اس کی صورت یوں خیال کی جاتی ہے کہ ”ملک میں ایک حکومت متغلب تھی اسے اس پارٹی نے شکست دے کر زمین کی حکومت کا چارج لے لیا یہ اراضی ان کاشتکاروں کے قبضے میں سے نہیں نکال جائے گی“ کیونکہ وہ اس اسلامی انتظامی پارٹی سے براہ راست نہیں لڑے وہ ایک متغلب حکومت کے ماتحت تھے۔ اس کے دباؤ سے جنگ میں شامل ہوئے تھے۔ جب اس حکومت کو شکست ہو گئی تو انہوں نے مسلم

حکومت کو اپنے اوپر اس طرح تسلیم کر لیا جس طرح پہلی مستغلب حکومت کو مانتے تھے ان لوگوں کو جو زراعت پیشہ ہیں زراعتی حقوق سے محروم کرنا خطرناک غلطی ہوگی۔ پس یہ زمین اپنے کاشت کاروں سمیت اس نئی حکومت کے قبضے میں آئے گی۔ یہ گورنمنٹ کاشت کاروں سے جو حق وصول کرے گی وہ اس پارٹی کے ارکان میں تقسیم ہوگا۔ زمین تقسیم نہیں کی جائے گی۔ اگر یہ کاشت کار نا اہل ثابت ہوں تو دوسرے کاشتکار ان کی جگہ لگا دیئے جائیں گے مگر وہ ہوں گے اسی ملک کے لوگوں میں سے۔ اس طرح اسلامی انقلاب نے اپنے ماتحت ہوم رولر جماعتیں پیدا کر لیں۔ اسلامی حکومت اصل میں وحدانی حکومت نہیں جیسے ایک قوم کی ہوتی ہے بلکہ وہ ایک انٹرنیشنل حکومت ہے۔

### زمین پر ملکیتوں کا حق مسلم

ہر ایک ملک کی زمین سے سب سے پہلے اہل ملک قائمہ اثنائیں گے۔ یہ حق ملکیتوں کے لئے مسلم رکھا گیا ہے مگر وہ کاشتکاری کر کے ہی قائمہ اثنائیں گے۔ حکومت اس پارٹی کی ہوگی جو ملک کو فتح کرے گی۔ ملکیتوں میں سے جو لوگ اس پارٹی میں شامل ہوتے جائیں گے وہ حکومت میں حصہ لے سکیں گے۔ اس طرح ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ وہ کاشتکار اسلام قبول کر کے اپنے ملک کے پورے مالک بن جائیں گے۔

اسلام کو ان لوگوں کی اصلاح پیش نظر ہے ان کی اراضی پر قبضہ کر کے کسی دوسرے ملک کے لوگوں کو قائمہ پہنچانا مقصود نہیں ہے۔ ان کے ملک میں ایک غلط نظام حکومت کرتا تھا۔ اسے توڑ کر صحیح نظام پر چلنے کی آسانیاں بہم پہنچادیں۔

اراضی کی کاشت سے دوسرے حاصل ہوں گے۔

(۱) ایک حصہ پیداوار کاشتکاروں کے قبضے میں جائے گا اس سے حکومت کو کوئی تعلق نہیں ہوگا اور کاشتکاروں سے زمین چھین کر دوسرے ملک کے کاشتکاروں کو نہیں دی جائے گی۔ جب تک وہ حکومت کا حق ادا کرتے رہیں ان کی اراضی ان کے قبضے میں رہیں گی۔ خود اس ملک کے دوسرے کاشتکاروں کو بھی ان کی اراضی چھین کر نہیں دی جائے گی۔

(۲) پیداوار کا دوسرا حصہ حکومت کے خزانے میں جائے گا۔ ہماری فقہی اصطلاح میں اس کا نام ”خراج“ ہے۔ اس کی کوئی مقدار محین نہیں کی گئی۔ یہ کاشت کار اور حکومت کے درمیان مصالحت سے طے ہو سکتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جس میں ادا کرنا اسے ”مقاسمہ“ کہتے ہیں۔ (۲) نقدی کی صورت میں ادا کرنا اسے ”خراج موقوف“ کہتے ہیں۔

### خراج کا مصرف

خراج سے جو آمدنی سرکاری خزانے کو ہوگی وہ عام مسلمانوں کے فوائد میں استعمال کی جائے گی جن کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ کسی خاص شخص کا کوئی حق نہیں مانا جائے گا۔ یہ نقد حق کے عام مسائل ہیں جو ممالک اسلامیہ میں معمول بہ ہیں۔ جس پارٹی نے اپنا خون دے کر انقلاب برپا کیا ہے اسے زندہ رکھنے کے لئے اسے معنی دینا ضروری ہے۔ اس لئے یہ اس کا حصہ ہوگا۔

### حضرت عمرؓ کا دانشمندانہ فیصلہ

جب عراق کی اراضی فتح ہوئیں تو وہاں کسری کی حکومت متغلب تھی اور ملکی کاشتکار ہی اراضی کی مالک تھے۔ مسلمانوں نے حضرت عمرؓ کے زمانے میں یہ سوال اٹھایا کہ یہ زمینیں ہمیں تقسیم کر دی جائیں۔ سیدنا عمرؓ نے نہایت دور اندیشی سے کام لے کر مجاہدین کا یہ مطالبہ منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کی رائے تھی کہ ان زمینوں کی آمدنی مسلمانوں کی فوجی قوت اور سلطنت کا نظام قائم رکھنے والی طاقت کے لئے وقف کر دی جائے تاکہ انقلاب کو اور آگے بڑھا سکیں۔ مگر جن لوگوں کا مطالبہ تھا وہ راضی نہ ہوتے تھے اس پر بارہ ماہ برابر جھگڑا ہوتا رہا۔ آخر حضرت عمرؓ کو یہ آیت (الحشر) یاد آئی، سیدنا عمرؓ نے اس سے یہ استدلال کیا کہ یہ چیز تو سارے مسلمانوں کی ہے فقط مجاہدین کی نہیں ہے اس لئے تقسیم کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا اس تشریح پر سب متفق ہو گئے۔

### درس و اعتبار

اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ موقوفہ زمینیں محض ملکیت میں نہیں دی جاسکتیں اور یہاں سرمایہ داری فزع ہوئی ہے۔

### حضرت امام شافعی کی رائے

یہ مسئلہ شاہ ولی اللہ کے فلسفے کی اساس ہے انہوں نے ”زالہ الغلطہ“ میں اس مسئلے پر مفصل بحث کی ہے شاہ صاحب نے اس رسالے میں حضرت عمر بن الخطاب کا جو مذہب لکھا ہے اس میں حضرت امام شافعی کی یہ رائے بتائی ہے کہ یہ زمین قاتل تقسیم مانتی چاہیے۔ یہ عربی عیشترم ہے وہ عرب نیشن ہی کو ساری دنیا پر غالب بنانا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمام ممالک پر عربوں کا مستقل قبضہ ہو اور وہی ساری دنیا کے جاگیرداری کے اصول پر مالک بن لئے جائیں۔ اس لئے کہ انہوں نے ملک فتح کیا ہے۔ کیا یہ وہی شمشادی نہ ہو گی جو قیصر و کسری کی تھی اور جسے برباد کرنے کے لئے قرآن آیا؟ مگر شاہ صاحب حضرت امام شافعی کے اس فکر کا نہایت چھلندی مگر نہایت شدت سے رد کرتے ہیں اور یہاں سے ان کی قوت اجتہاد کا اندازہ ہوتا ہے۔

### ائمہ احناف کی رائے اور شاہ ولی اللہ

اتفاق کی بات ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف امام شافعی کے موافق نہیں ہیں۔ شاہ صاحب ان کی طرف داری کرتے ہیں۔ ہندوستان کی ساری اسلامی سلطنت کی بنیاد اسی اصول پر رکھی گئی تھی۔ ہندوستان کی تمام زمینیں خراجی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تقسیم محض نہیں ہو سکتی۔ مگر پچھلے بادشاہوں نے اپنی کمزوری کے سبب سے اس اصول کو توڑ دیا اس لئے ان کی سلطنتیں برباد ہو گئیں۔

### کیا اکراہ فی الدین جائز نہیں؟

اسلام ایک انقلاب لاتا ہے۔ اس کی انقلابی پارٹی اپنی ڈیکلریشن پیداکرنے کے لئے لڑتی ہے۔ ہم اسے اعلامیہ قبول کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنے قانون کی اتنی بھی عزت نہیں کر سکتے کہ اس کے جبری غلبے کے حامی ہوں تو پھر ہمارے انقلاب کی کامیابی مطوم! قرآنی قانون کے ماتحت جو غلبہ حاصل ہو گا قرآن اسے جبر قرار نہیں دیتا۔ وہ کہتا ہے لا اکراہ فی الدین "قد قنع الرشد من الی۔ البقرہ ۲۵۶" اس آیت کا ترجمہ شاہ ولی اللہ نے یہ کیا ہے کہ قد قنع الرشد کو لا اکراہ کی علت بتایا ہے یعنی چونکہ قرآنی ہدایت اس کی مخالف قوتوں کی گمراہی سے نمایاں ہو چکی ہے اس لئے قہوڑے سے جبر کو جبر نہیں کہنا چاہئے۔ کیا انسانوں کو چاہی کے منہ میں دے دیا جائے اس لئے کہ لوگ کہیں گے کہ یہ جبر کر رہے ہیں؟ جب فلاحی طبعیتوں میں راجح ہو جائے تو آزادی ان کو جبراً ہی دینی پڑتی ہے۔ اس کے ساتھ اگر رہاء (سود) کو جبراً بند کرنے کا حکم بھی ملا دیا جائے تو یہ وہ حکم سرمایہ داری کو ختم کرنے کے لئے کافی ہوں گے۔

### فلسفہ ولی اللہ اور انقلاب

اسلام کا یہ وہ انقلاب ہے جسے حضرت شاہ صاحب کا فلسفہ اپنا اساس قرار دیتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ انسان کی تمام ضرورتیں حلیم کرتا ہے۔ مثلاً "خدا شناسی اور رشتہ داروں کے حقوق کو انسانی فطرت کے مطابق حلیم کرتا ہے مگر اموال میں یہ انقلاب تمام دنیا میں بدل کو جاری کرنا چاہتا ہے ہم اس فلسفے کو اساس بنا کر تمام دنیا کو مسلمان بنا سکتے ہیں۔ ایک حصہ تو اس تحریک کو ظاہراً "اور ہلٹا" قبول کرے گا۔ اور باقی ہمارا دوست ہو جائے گا۔ اور پھر وہی مسلم اور ذی کی تقسیم ہو کر اسلام آج کے زمانے میں بھی غالب آسکا ہے (وذا ذلک علی اللہ یحییٰ)

آیت نمبر ۱۸۱ للفقرۃ المهاجرین الذین اخرجوا من ديارهم واموالهم یتفقون فضلا من اللہ فرضوانا ینصرقن اللہ فرسولہ الخ لک ہم الصلحون۔



ترجمہ۔ (یہ مال) ان وطن چھوڑنے والے ضرورت مندوں کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکالے ہوئے آئے ہیں، اللہ کا فضل اور رضامندی ڈھونڈتے آئے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی لوگ سچے ہیں۔

آیت نمبر ۱۰ والذین تبوء الدار والايمان من قبلهم يحبون من هاجر اليهم ولا يجدون في صدورهم حاجة مما اوتوا فبؤ ثمرهم على انفسهم ولو كان بهم خصاصة فمن يوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون

ترجمہ۔ اور (مال نے) ان لوگوں کے لئے جو ان سے پہلے اس گھر (مدینہ) اور ایمان کو ٹھکانہ بنا چکے محبت کرتے ہیں ان سے جو ان کے پاس ہجرت کر آئے اور اس سے اپنے دل میں تنگی نہیں پاتے جو مہاجرین کو دیدی جائے اور ان کو اپنی جالوں پر مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہو، اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچائے گئے تو وہی مراد پانے والے ہیں آیت نمبر ۱۱ والذین جاءوا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين امنو ربنا انك رؤوف رحيم

ترجمہ۔ اور (مال نے) ان لوگوں کے لئے جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں اے رب بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ایمان میں ہم سے پہلے داخل ہوئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے بیر نہ رکھ اے رب تو ہی نرمی والا مہربان ہے۔

### ذوی القربی کی صحیح تفسیر

مذکورہ بالا یہ تینوں آیات ذوی القربی کی صحیح تفسیر ہیں۔ یعنی رسالت کے قریبی رشتہ دار یہ لوگ ہیں۔ تیسری شق (والذین جاء ومن بعد هم) میں قیامت تک کے مسلمان شامل ہیں الفقراء المهاجرین اعد الذین تبوء الدار والايمان یہ انقلاب کی مرکزی طاقت ہے۔ انہیں کسی اور جگہ السابقون الاحلون من المهاجرین والاخصار (التوبہ! ۱۰۰) سے تعبیر کیا گیا ہے۔

### انقلاب اور اسلام کا لزوم

اگر یہ ہماری سمجھ صحیح ہے کہ قرآن حکیم ایک انقلابی پروگرام رہتا ہے تو پھر اس نتیجے پر پہنچنا مشکل نہیں ہے کہ مسلمان کسی زمانے میں بھی انقلاب سے غافل نہیں ہو سکتے اور قرآن کے انقلابی نظریات کو چھوڑنے والے مسلمان قرآن حکیم کے حامل نہیں کہلا سکتے بلکہ وہ یسود و نصاریٰ کی طرح مسلمانوں کے پس افتادہ حصے بن سکتے ہیں مگر قرآن حکیم کی تحریک کو آگے چلانے والے لوگوں میں ان لوگوں کا ہرگز شمار نہیں ہو سکتا جبکہ وہ قرآن کے انقلاب کو نہ سمجھ سکتے ہیں اور نہ اسے چلانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

### مجددین اور انقلاب

جو لوگ ہر صدی میں نیا انقلابی نظام لائیں گے وہ اسلامی زبان میں مجددین کہلاتے ہیں۔ الف ثانی کی تجدید ہندوستان میں حضرت شیخ احمد سرہندی سے شروع ہوئی اور امام ولی اللہ نے اسے مکمل کیا۔ ہندو پاکستان کے لئے یہی ایک نظام ہے جس میں وہ اسلام قائم رکھ سکتا ہے اور جس پر چل کر وہ اپنی حکومت پیدا کر سکتا ہے۔ مگر سیاسی فکر کی کمزوری کی وجہ سے لوگوں نے امام النہد ولی اللہ دہلوی کی حکمت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا۔ اگرچہ یہ لوگ شاہ صاحب کی علمی تحقیقات کو اول درجے پر مانتے رہے مگر وہ شاہ صاحب کے انقلابی کارناموں پر متنبہ نہیں ہوئے۔ اب اگر ان کو نئے سرے سے متنبہ پیدا کر دیا جائے تو یقین ہے کہ وہ قاعدہ حاصل کرنے میں کوتاہ نہیں رہیں گے۔

### مہاجرین کا حصہ نے میں

للفقراء المهاجرین۔ یہ ذوی القربی کا پلا حصہ ہیں یہ قریش کے محتاج لوگ ہیں جنہوں نے تحریک اسلام کی خاطر گمراہ چھوڑا اور عسرت و فقری قبول کی جو لوگ مکہ معظمہ چھوڑ کر آنا چاہتے تھے اہل مکہ ان کو روپیہ پیسہ ساتھ لے جانے نہیں دیتے تھے۔ مہاجرین

(رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے خالی ہاتھ جانا منظور کیا اس سے وہ محتاج ہو گئے۔ اسلامی انقلاب کی یہ سب سے پہلی مرکزی طاقت ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بحیثیت رسالت ذوی القربی ہیں۔ یہاں ان کی دو صفیں بیان کی گئیں ہیں۔

### فضل اور رضوان

(۱) یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا۔ وہ اللہ کا فضل چاہتے ہیں وہ معمولی ضرورتوں پر اکتفاء کرنے پر صبر نہیں کرتے؟ وہ دنیا میں (اور اس نتیجے کے طور پر آخرت میں بھی) بلند مرتبے پر بیٹھنا چاہتے ہیں۔ وہ اللہ کی رضا چاہتے ہیں۔ یعنی اللہ کا قانون دنیا میں نافذ کرنے پر مسرور ہیں۔ اگر وہ اپنے وطن میں اس قانون کو حاکم نہیں بنا سکتے تو ایسی جگہ کو چلے جاتے ہیں جہاں بیٹھ کر وہ یہ کام کر سکتے ہیں مگر رضا ان کی اس میں ہے کہ قانون الہی دنیا میں سر بلند ہو۔

### نصرت

وینصر من اللہ ورسوله۔ وہ اللہ اور رسول کے دئے ہوئے قانون کی نصرت کو اپنا مقصد حیات بناتے ہیں۔  
اولئک ہم الصادقون۔ یہ سچے لوگ ہیں یہ اپنے ایمان کے مطابق کام کر کے دکھاتے ہیں اس لئے سچے ہیں۔ ایمان کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اسے عمل میں لا کر دکھایا جائے۔ یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے واسطے نمونہ ہیں۔  
والذین جہودا الدار والایمان۔ (وہ لوگ جنہوں نے گھر بنا لیا دار الاسلام میں اور گھر بنا لیا ایمان میں)

### دار الاسلام مدینہ منورہ

نبیۃ الدار۔ اللہ کے ہاں مدینہ دار لاسلام تھا۔ اس میں یہ صلاحیت تھی کہ مسلمانوں کا مرکز بن کر کام کرے۔ وہ اس زمین پر گھر بنا کر بیٹھ گئے اور پھر انہوں نے دوسرے لوگوں (مہاجرین) کو دعوت دی کہ آجاؤ۔

### محبت مہاجرین کا نتیجہ

یحبون من ہاجر الیہم۔ جو لوگ اسلامی مرکز کے لئے ان کے ہاں آتے ہیں وہ ان سے محبت کرتے ہیں ان کو اپنے اموال و الماک میں شریک بناتے ہیں۔

### سرمایہ پرستی سے نفرت

فلا یجدن فی صدقہم حاجۃ مما افتوا۔ ان لوگوں کو جو کچھ دیا گیا ہے اس کی طرف اپنے دل میں کوئی حاجت نہیں پاتے یعنی روپے پیسے کو اپنی حاجت کے لئے خزانہ بنا کر نہیں رکھتے یہ ہے اصل میں سرمایہ پرستی کی پوری ضد۔

فیوۃ ثرمن علی انفسہم فلو کان بہم خصاصۃ

اگرچہ خود بھوک میں جلا ہوں مگر پھر بھی وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں

فمن یوق شح نفسه فاولئک ہم المفلحون

اور کلیہ قاعدہ ہے کہ جو لوگ مال و دولت کے طمع سے اپنے نفسوں کو پاک کر لیں وہ اپنی علمی و ایمانی تحریکوں کو کامیاب بنا لیتے ہیں۔ بعض اوقات ایک صحیح تحریک محض اس لئے ناکام ہو جاتی ہے کہ اس کے کارکن مال و دولت کو اس تحریک سے زیادہ محبوب سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ مرکزی کمیٹی کا دوسرا حصہ تھا قریش کے سوا جتنی قومیں اسلام کی خدمت میں پہلے دن شریک ہوئیں وہ سب انصار میں شامل ہیں اور مدینہ طیبہ کے لوگ ان کا مرکز ہیں۔

### انصار اور مہاجرین کا درجہ

نبیہ و الایمان۔ قرآن اور سنت کا علم جب محاسنات و مناقبات سے مجھو کر کے دیکھا جائے ایمان کہلاتا ہے۔ لیکن اس میں محاسنات اور مناقبات کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ اس علم کا استقرار و تمکن مقصود اصلی ہے چاہے اس کے لئے مقابلہ کرنا پڑے یا مقابلے کا انتظار کرنا پڑے۔ اس میں راز یہ ہے کہ جو شخص قتل کرنا چاہتا ہے مصلحت و فتنے کے لحاظ سے چند دن ترک قتل پر مبر نہیں کر سکتا وہ لزوم قتل کے وقت صبر کے ساتھ لزوم بھی نہ سکے گا۔ اصل میں مسلمان کے اندر بقتلون اور بقتلون دونوں کا مزج بالجزم ہونا ضروری ہے اس کے تمام افعال اسی مزج بالجزم کے اندر ہوں۔ انصار کا وطن قبل ہجرت ہی علم القرآن کا مرکز بن چکا تھا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص (مصعب بن عمیر) کو وہاں تعلیم اسلام کے لئے بھیج چکے تھے۔ ان لوگوں نے حفاظت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیعت کی تو اس کے عوض فقط یہ طلب کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چھوڑیں گے نہیں۔ گویا انصار نے مہاجرین کو اول درجے پر اور اپنے آپ کو دوم درجے پر رکھا وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ان کا شر مہاجرین کی مدد سے مرکز اسلام بن سکتا ہے۔ مدینہ منورہ پہلے فقط طلی مرکز تھا جب مہاجرین آگئے تو وہ سیاسی اور دینی دونوں قسم کا مرکز بن گیا۔ انصار نے مہاجرین کو اپنے اوپر مقدم مانا اور جو لوگ بعد میں آئے انہوں نے مہاجرین اور انصار کے مجموعے کو اپنے پر مقدم کیا۔

اب تیسری جماعت آتی ہے جو ہمیشہ ہمیشہ پیدا ہوتی رہے گی۔

### انصار و مہاجرین کے لئے استغفار کا مطلب

جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں اور پہلے مہاجرین کو بخشو۔ ایمان لانے میں ہم پر سبقت کی بخش دے یعنی ہم سے اور ان سے جو غلطیاں ہوئیں وہ معاف فرما دے۔ والذین سبھونا بالایمان یہی مہاجرین اور انصار ہیں۔ بعد میں آئے

والے لوگ سابقین کی غلطیوں پر تنقید کرنا اپنا فرض قرار نہیں دیتے بلکہ اپنا فرض یہ قرار دیتے ہیں کہ ان کی خوبیوں میں شریک ہوں۔

جو شخص ان لوگوں کو اپنا مقتدا بنائے جو نبی نہ ہوں اور وہ شخص خود بھی صاحب رائے اور صاحب فکر ہو اسے ان مقتداؤں کے بعض اعمال و افعال میں گنجائش مقال مل سکتی ہے۔ اس صورت میں وہ ان کے اقتداء کو تسلیم کرتا ہے مگر ساتھ ہی ان کے لئے ان غلطیوں کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہے اگر وہ ان غلطیوں سے چشم پوشی نہ کرے تو پھر ان کا اقتداء نہیں کر سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ ان غلطیوں کو غلطیاں سمجھتا ہے اور ان کا ان غلطیوں میں اقتداء نہیں کرنا چاہتا۔ اور نہ ان کی غلطیوں کی وجہ سے وہ ان مقتداؤں کو چھوڑ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ (ان غلطیوں کو چھوڑ کر) اور بہت سی باتوں میں قابل اقتداء ہیں اس لئے وہ ان کے لئے بھی اور اپنے لئے اللہ سے بخشش طلب کرتا ہے۔

### انقلاب کے اجزاء ثلاثہ

انقلاب کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔

(۱) نصب العین (۲) پروگرام (۳) مرکزی کمیٹی

(۱) اسلام کا نصب العین تو یہ ہے۔ ہوالہی اوسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی

الدین کلمۃ (الفح-۲۷)

(۲) اسلام کا پروگرام قرآن حکیم ہے۔

(۳) اس کی مرکزی کمیٹی افسانہ من المسلمین من المصلحین والاصحاب (التوبہ-۱۰۰) کی ہے۔

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشیر اور معتدین تھے اور بعد میں ان کی جگہ جو کمیٹی کام کرے گی الذین اتبعوہم باحسان اس کے لئے انہی کا طرز عمل انقلاب میں قابل اقتداء ہو گا۔

## انقلاب میں دھوکا

ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين امنو۔ ایمان والوں کے لئے ہمارے دلوں پر کوئی کھوٹ پیدا نہ ہونے لگے۔ ہم ان کو دھوکا نہ دیں کہ نام تو لیں قرآنی انقلاب کا اور جمع کرنے لگیں سرمایہ۔ اور قوموں پر حاصل کریں تغلب جو ان سابقین بالایمان نے نہیں کیا۔ سرمایہ پرستی اور طوئیت کی شکل پیدا کرنے کے سامان اسلام کے نام سے جمع کرنا کھوٹ اور دھوکا و غل ہے لوگ ہم پر احمق تو اس لئے کرتے ہیں کہ ہم اسلام کو اصلی شکل میں قائم کر کے دکھائیں گے اور ہم ان کو دھوکا دے کر اپنی شمشادیت قائم کر لیں خدا کرے ایسا نہ ہو۔

## مال فتنے کی تقسیم کا سبب

ان کو یہ روپیہ کیوں دیا گیا؟ یعنی ساری قوم یا ساری پارٹی میں یہ روپیہ کیوں تقسیم کیا گیا ہے؟ اس کی غرض یہ ہے کہ اس پارٹی کو فکر معاش سے بے فکر کرنا مقصود ہے تاکہ وہ اپنے مخالفوں کے مقابلے کے لئے مضبوطی کے ساتھ تیار ہو جائے اس کے مخالفین اسلام کے خلاف جو بین الاقوامی پروگرام بناتے ہیں پارٹی ان سب کا مطالعہ کرتی رہے اور اپنی اور اپنے پروگرام کے تحفظ اور اسباب فراہم کرتی رہے اور دشمنوں کے مقابلے میں بین الاقوامی نظام پیدا کرے۔ اب یہ پارٹی دوسری قوموں کو اپنا ہم خیال بنا کر انصار کی جماعت میں شامل کرے گی اور اس سرمایہ کی مدد سے اپنا کام مستقل طور پر جاری رکھے گی۔

آیت نمبر ۱۱۱ الم تر الی الذین نافقوا یقولون لا خوانهم الذین کفروا من اهل الکتاب لئن اخرجتم  
لنخرجن منکم فلا تطیع فیکم احدا ابدا فان قولتکم لننصرکم والله یشهد انهم لکذبن

## قرآن کے خلاف بین الاقوامی محاذ

ترجمہ۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا ان منافقوں کو جو اپنے بھائیوں اہل کتاب کے کافروں

یعنی یہودیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تم کو نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے۔ اور تمہارے بارے میں کسی کا حکم کبھی نہیں مانیں گے۔ اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہیں مدد دیں گے (اس طرح یہ مسلمانوں کے خلاف ایک بین الاقوامی محاذ پیدا کر رہے ہیں) مگر اللہ اس بات کو صاف طور پر کہہ دیتا چاہتا ہے کہ یہ لوگ (منافقین) جھوٹ بولتے ہیں۔

### منافق کون ہے؟

حزب اللہ کی تحظیم ہو جانے کے بعد وہ لوگ جو اس کے نظریات کے موافق نہیں ہیں وہ منافق ہیں یہ چاہتے ہیں کہ قرآن حکیم کو سیاسی قوت حاصل نہ ہو۔

آیت نمبر ۳۱ لئن اخرجوا لا یخرجون معہم فلئن قوتلوا لا ینصرہنہم فلئن نصرہم لیولن الادیار ثم لا ینصرن

### دو ہشگونیال

(ترجمہ) اگر اہل کتاب نکالے گئے تو یہ (منافقین) ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے۔ اگر اہل کتاب کے ساتھ جنگ ہوئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے۔ اور اگر مدد میں کبھی کھڑے ہوں گے۔ تو وقت پر پیٹھ دکھائیں گے پھر ان (منافقین) پر جو تکلیفیں آئیں گی ان پر ان (منافقین) کو کوئی مدد نہ دے گا۔

آیت نمبر ۳۲ لا انتہم اشد ریت فی صدہم من اللہ ط ذلک بانہم قوم لا یفقیہون

### مضبوط مسلح جماعت کی ضرورت

(ترجمہ) البتہ خوف ان کے دلوں میں (اللہ کے خوف) سے زیادہ ہے یہ اس لئے کہ وہ نہیں سمجھتے۔۔۔۔۔

یہ لوگ قانون کی اس وقت تک عزت نہیں کرتے جب تک ان کوئی دھمکانے والا



نظر نہ آئے۔ یہ لوگ قرآن حکیم کی حکومت کا انتظار کرنے کی خاطر یہودیوں سے اتصال کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تمہارے خلاف خدا کا حکم بھی آیا تو ہم اسے بھی قبول نہ کریں گے اس سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ ان کے دلوں میں خدا کے قانون کی کتنی وقعت ہے۔ اس لئے مسلمانوں کی ایک بہت مضبوط جماعت قرآن حکیم کی حمایت کے لئے ہر وقت تیار رہنی چاہئے جو ان لوگوں کو اس قرآنی قانون کے احرام پر مجبور کر سکے

آیت نمبر ۳۷۔ لا یقاتلونکم جمیعاً الا فی قری محصنہ العین فراء جلد یاسہم بینہم شدید نحسہم جمیعاً قلوبہم شنی ذلک بانہم قوم لا یفعلون۔

(ترجمہ) :- وہ سب مل کر قلعہ نہا بیتوں یا دیواروں کی آڑ کے بغیر تم سے نہیں لڑ سکیں گے ان کی آپس میں لڑائی سخت ہے تو انہیں اکٹھا سمجھتا ہے اور ان کے دل جدا جدا ہیں یہ اسلئے کہ وہ عقل نہیں رکھتے

### انقلاب اور جمود کا فرق

ان کی بے سمجھی کی یہ دلیل کافی ہے کہ آپس میں بھی متفق نہیں ہو سکتے۔ اس لئے وہ ایک انقلابی سوسائٹی کے قانون کا اصلی طاقت میں اندازہ ہی نہیں لگا سکتے۔ انقلابی سوسائٹی کا قانون اس کے ہر ایک فرد کو ہر حرکت دے سکتا ہے اور ان لوگوں کی یہ حالت ہے کہ قلعہ دار گاؤں یا دیوار کی آڑ کے سوا تم سے کہیں اکٹھے ہو کر لڑ بھی نہیں سکتے ان میں آپس میں سخت دشمنی ہے

(ہماری اس طبیعت کی بھی کبھی یہی حالت تھی ہم بھی اپنے فریق کے سوا مسلمانوں کے کسی فریق سے محبت نہیں رکھتے تھے۔ جب سے ہمیں انقلاب کی سمجھ میں آئی ہے اس روز ہے ہم اپنے میں یہ وسعت پاتے ہیں کہ اگر کسی دوسرے فریق والے ہمارے ساتھ انقلاب میں شریک ہو جائیں تو ہم ان پر پورا اعتماد کر سکتے ہیں۔ ہم یہود کی اس

حالت کا حل یوں کرتے ہیں کہ وہ تو رات کی انقلابی روح کو بھول چکے تھے۔ اب ہم مسلمانوں میں یہ بھی بے تکلف دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے جس حصے نے انقلاب بھلا دیا ہے اس کی حالت بھی اچھی نہیں رہی

### یہود کا ایک عیب

ہلک باتہم قوم لایمقلون انہوں نے عقلی مسائل میں آزادی سے غور کرنا چھوڑ دیا ہے۔ وہ جذبات اور اغراض کو سامنے رکھ کر عقلی قانون گھڑتے ہیں۔ وہ حقیقت میں عقلی قانون نہیں ہوتے۔ وہ فرضیات ہیں۔ عقلی قانون وہ ہیں جو تمام انسانی نوع کے لئے یکساں کام دیں۔

آیت نمبر ۵۵۔ کمثل الذین من قبلہم قریباً ذاقوا عذاباً امراہم فلم یعذب الہم

### یہود کے متعلق ایک ہیشنگوئی

(ترجمہ) یہ لوگ (یہودی) اس طرح ککست کھائیں گے جیسے ان سے پہلے عنقریب ککست کھا چکے ہیں (یعنی قریش) اور ان کو دردناک عذاب تلے گا۔ یہ بت تکلیفیں اٹھائیں گے یہ جلاوطن کر دئے جائیں گے۔ ان کو مذہبی زندگی کے بغیر سکون نصیب نہ ہو گا۔ مگر کہیں (بغیر کسی تعاون کے) اپنے مذہبی نام سے گھر نہ بنا سکیں گے۔ اس طرح وہ گو نہ عذاب میں مبتلا ہوں گے۔۔۔

آیت نمبر ۶۱۔ کمثل الشیطن اذ قال لا انسان الا کفر فلما کفر قال انی بری منک انی اخاف اللہ رب العالمین

### منافقین کی عقل

(ترجمہ) (یہ منافق یہودیوں کو جوڑنے پر اکسارہے ہیں) ان کی مثال ایسی ہے جیسے شیطان کسی سے کہے کفر کر اور اب وہ کفر کر گزرے تو اس سے کہے بھائی میں تو تیرا ساتھ

نہیں دے سکتا میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔

آیت نمبر ۷۱۔ فکان عاقبتھما انھما فی النار خالداً فیہا ذالک جزاء الظالمین (ترجمہ)۔ ان دونوں کی سزا یہ ہے کہ دونوں آتشِ جہنم میں جائیں گے اس میں بیشک رہیں گے ظالموں کی سزائی ہے

ظلم کرنے والا اور ظلم میں مدد کرنے والا دونوں ایک ہی درجے کے مجرم مانے جاتے ہیں

### حزب اللہ کی زندگی کی دوسری منزل

یہودیوں اور منافقوں کی طرف سے مخالفت و محاصرت و محاکمات کا پہلا مرحلہ تھا۔ دوسرا مرحلہ جو کل پیش آنے والا ہے اور اس سے بھی زیادہ سخت ہے وہ کسری و قیصر کا مقابلہ ہے اس لئے مسلمانوں کو محض انقلابی کام کے لئے وقف ہو جانا چاہئے۔ یہ آمدنی جس کی تقسیم اوپر (آیت نمبر ۷) بیان کر چکی ہے اس تیاری میں بہت مدد دے گی۔ اب دوسرے حصے پر بحث ہوتی ہے

آیت نمبر ۷۸۔ یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ ولا تنظروا نفس ما قدمت لکم۔ واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون

### بین الاقوامی سرداری

مسلمانو! اللہ سے ڈرو (یعنی اس کے نام سے انصاف کا قانون دنیا میں جاری کرو) ہر ایک انسان اس امر پر غور کرتا رہے کہ اس نے کل کے لئے کیا چیز تیار کرنی ہے اور اللہ سے ڈرو یعنی اس کے نام پر انصاف جاری کرنا کام زیادہ زور سے کرو۔ اللہ تمہارے کاموں کو خوب اچھی طرح جانتا ہے

یعنی جس قدر زور دار کام ہونا چاہئے وہ زور ابھی پیدا نہیں ہوا تم انصاف کو نہایت مضبوط بنیادوں پر قائم کرو ورنہ اقوام کی سرداری تمہیں نہیں مل سکے گی۔ تمہیں اپنی قوم کی سرداری کے لئے جتنا انصاف پسند ہونا چاہئے اقوام کی سرداری کے لئے اس سے کہیں

۱ زیادہ انصاف پسندی کو ترقی دینا ضروری ہے۔

آیت نمبر ۹۹۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُم أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

### اللہ کو بھولنے کا نتیجہ

(ترجمہ) تم ان لوگوں کی مثل نہ بن جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ یہی لوگ نافرمان ہیں یعنی اللہ کے جس قانون کو مانتے تھے اس کے احترام پر اپنی جان و مال قربان کرنے سے جی چرانے لگے) نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے ان کے اپنے نفس بھلا دئے (یعنی اللہ نے ان کو اپنے ذاتی کمالات سے اندھا کر دیا۔ ان کے اندر جو طاقت تھی وہ معطل ہو گئی وہ احساس کمتری (Inferiority Complex) میں اس قدر مبتلا ہو گئے کہ وہ سمجھنے لگے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے حالانکہ ان کے مخالف ان سے زیادہ قوت نہیں رکھتے۔ وہ کر سکتے ہیں تو یہ کیوں نہیں کر سکتے مگر خدا نے ان کو پہلے جرم کی سزا میں ان سے اعتماد علی النفس چھین لیا۔

### اللہ کی یاد کا فائدہ

نسا اللہ۔ کتاب اللہ کے موافق عمل کرنا بھول گئے۔ قانون شکنی کرتے کرتے قانون الہی کو بھلا ہی بیٹھے اور اپنی خواہشوں کے پیچھے لگ گئے اللہ کی کتاب کی ادنیٰ برکت یہ ہے کہ وہ ایسے افکار سکھاتی ہے جن پر انسانیت مجتمع ہو سکتی ہے۔ انسان اگر کتاب اللہ کو یاد رکھے اور اس کے موافق عمل کرتا رہے تو وہ اجتماعی بن جاتا ہے۔ لیکن جب اسے بھلا دے تو وہ اپنی اجتماعیت بھی بھول جاتا ہے اور انفرادیت پسند (Individualist) بن کر رہ جاتا ہے اسی حالت میں اس کی زندگی کا معیار کذب و خیانت بن جاتے ہیں۔

## بزدلی کس طرح پیدا ہوتی ہے

خدا ان کو اپنی ذاتی قوتوں سے غافل کرتا ہے۔ وہ اجتماعی قوت سے کام کر سکتے تھے لیکن اس کے متعلق خیال کرنے لگ جاتے ہیں کہ ہم نہیں کر سکتے کیونکہ اب وہ انفرادی العیل (Individual minded) بن چکے ہیں۔ اجتماعیت کا خیال ان کے دلوں سے نکل چکا ہے اس لئے وہ کسی اجتماعی کام کے کرنے کا اپنے اندر یقین ہی نہیں پاتے۔ انہوں نے اجتماعیت کو چھوڑا تو انفرادی العیل ہو گئے اس کے بعد رفتہ رفتہ ان میں احساس کتری (Inferiority Complex) پیدا ہو گیا جو انفرادیت پسندی (individualism) کا لازمی نتیجہ ہے اب ان کو اس کا وہم و گمان بھی نہیں گزر تا کہ ہم بھی کوئی کام اجتماعی قوت سے کر سکتے ہیں۔

## فاسق اور کافر میں فرق

اولئک ہم الفاسقون

(ترجمہ) یہ لوگ بد معاش ہیں۔۔۔۔۔

جو لوگ قانون کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں وہ تو کافر ہیں اور جو قانون کو تسلیم کر کے اسے نہ چلائیں بلکہ قانون شکنی کی عادت پالیں وہ فاسق ہیں بد معاش ہیں کبھی کبھار غلطی سے قانون کی خلاف ورزی کرنے سے انسان فاسق نہیں بن جاتا۔

آیت نمبر ۲۰۔ لا یسنوی اصحاب النار واصحاب الجنہ ہم الفاسقون

ترجمہ:- دوزخ والے اور بہشت والے برابر نہیں بہشت والے ہی کامیاب ہیں

## مسلل کام کرنیوالے اصحاب جنت ہیں

اصحاب الجنہ وہ لوگ ہیں جو صحیح قانون صحیح طور پر جاری کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں یہ لوگ ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں مسلل کوشش جاری رکھنے کے بعد حق پرست

جماعت کے لئے ناکامی کا تصور ہی باطل ہو جائے عارضی شکستیں جن کا دفاع ہو سکتا ہے پیش آسکتی ہیں مگر یہ جماعت دوسرا پہلو بدل کر ان کا بدلہ لے سکتی ہے اس لئے ان کو شکست نہیں مانا جاتا اور نہ اس قسم کی عارضی شکستوں (Reverses) سے دل ٹوٹنا چاہئے۔ ایسے لوگ ہی جنت کے حقدار ہوتے ہیں۔ یہ فوز و کامرانی جماعت کے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔

آیت نمبر ۲۱۔ لَوَاتِرْ لَنَاهُنَا الْفُرْقَانُ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَآيَةٍ خَاشِعًا مَّصْدَعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لَضَرِبَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ

ترجمہ نہ۔ اگر ہم یہ قرآن ایک پہاڑ پر اتارتے تو تو دیکھ لیتا کہ وہ اللہ کے ڈر سے دب جاتا پھٹ جاتا اور یہ مثالیں ہم لوگوں کو سناتے ہیں تاکہ وہ غور کریں

### قرآنی انقلاب کی راہ میں دو پہاڑ

فوز حاصل کرنے کے لئے یقین محکم اور عمل عظیم کی ضرورت ہے قرآن حکیم وہ عظیم الشان انقلابی قوت ہے کہ اس کے آگے موانع کے پہاڑ بھی نہیں ٹھہر سکتے۔ یہ موانع دو قسم کے ہیں۔

۱۔ کسی کی شنشائے صدیوں سے قائم ہے اور ایک پہاڑ کی مانند کمزری ہے اور انقلابی جماعت بالکل بے سرو سامان ہے۔

۲۔ اقدس میں بنی اسرائیل کا وہی ظلام صدیوں سے قائم ہے جس کی پشت پناہی قیصر کی شنشائیت کر رہی ہے۔ قرآن کی نئی دینی تحریک اس ساز و سامان سے عاری ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ قرآن حکیم کا ظلام سرمایہ پرستی اور بے محنت دونوں پر غالب آئے گا اور یہ دونوں پہاڑ پاش پاش ہو جائیں گے یعنی نہ سرمایہ پرستی (Capitalism) رہے گی نہ دینی سرمایہ داری (Brahmanism) جو یودیوں نے پیدا کر رکھی ہے یہ دونوں تحریکیں انسانیت کے لئے سخت معرعات ہو چکی ہیں ان کا برباد ہو جانا لازم ہے اہل فکر اس پر غور کریں۔



قرار دینے سے اللہ پاک ہے

### حاکمیت اعلیٰ صرف خدا کی ہے

هو الله الذي لا اله الا هو - محبوب صرف اللہ ہی ہے - قانون اسی کا چلتا ہے پس اس کے سوا کوئی بھی اس نظام میں اپنی حاکمیت اعلیٰ (Sovereignty) قائم کرنے کا حق وار نہیں ہے۔ تمام قانون چلانے والے اللہ کے نائب ہو کر کام کر سکتے ہیں۔ الملک - ملک اسی کا ملک اسی کی ہے، اس لئے وہی ملک ہو سکتا ہے۔

القدس - کسی شخص کو اس نئے نظام میں مقدس مان کر اسے خدا کا قائم مقام نہیں مانا جاسکتا، ورنہ وہی برہمنیت (Brahmanism) اور پاپاسیم (Papasim) پیدا ہو جائیں گے جن کے استعمال کے لئے یہ نظام قائم کیا جا رہا ہے قدوس فقط ایک ہی خدا ہے

### قرآنی تحریک ہمیشہ کامیاب رہے گی

السلام - چیزوں کو سلامتی کے ساتھ ترقی کی انتہا تک پہنچانا ثمرات پیدا کرنا تحریکوں کو کامیاب بنانا اللہ کا کام ہے جو السلام ہے انقلاب کے تمام نتائج پہلے ہی دن نہیں نکل آتے بلکہ بتدریج بعض نتائج سو سال کے بعد نکلتے ہیں اور بعض اس سے بھی بعد نکلیں گے۔ یہ پروگرام قیام انسانیت کے خاتمے تک اپنے نتائج پیدا کرتا رہے گا کیونکہ خدا تعالیٰ جو سلام ہے اسے ہمیشہ سالم رکھنا چاہتا ہے۔

تمام ادیان شروع شروع میں اچھی حالت ہی میں تھے مگر قوموں کے تداخل سے معزین گئے مگر اسلامی تحریک کا مرکز محفوظ کر دیا گیا ہے کہ اس میں کوئی دوسری چیز مخلوط ہی نہیں ہو سکتی یہ خداوند تعالیٰ کے اسم السلام کا اثر ہے اس لئے یہ تحریک ہمیشہ کامیاب رہے گی

### قرآنی انقلاب کے نتائج

(۱) امن ہو جائے گا۔ المؤمن - اس تحریک کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ملک میں امن پیدا ہو



(۲) تحفظ ثمرہ۔ المہمن۔ حصہ داروں کے حصے محفوظ رہیں گے ان کی کوشش رائیگاں نہ جائیں گی اور وہ اپنی مساعی کے نتائج سے اس دنیا میں یا آخرت میں ضرور بہرہ اندوز ہو سکتے۔  
(۳) عزت۔ العزیز۔ اس تحریک میں کام کرنے والے عزت مند رہیں گے ان کو عزت دی جائے گی

(۴) غلبہ۔ البیبار۔ اس تحریک میں کام کرنے والوں کو غلبہ دیا جائے گا اور وہ زیر دست بنائے جائیں گے۔

(۵) بڑائی۔ الکبر۔ اس تحریک میں کام کرنے والے بڑے بنائے جائیں گے

### ان کا مفع صرف خدا ہے

یہ تمام خوبیاں جو اس تحریک میں کام کرنے والوں میں پیدا ہوں گی اور تمام فوائد جو انہیں حاصل ہوں گے ان کا مفع و مصدر ذات الہی ہی کو سمجھنا چاہئے۔ یہ صفات اسی کا پر تو ہیں اور یہ اعلمات اس کی طرف سے ہیں۔ انکے عطا کرنے میں کسی انسان یا فرشتے کو شریک نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ واقع کے خلاف ہے۔۔

قانون دینے میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا انسانیت کے لئے خطرناک ہے اور اسکے اخلاق کو تباہ کر دینے والا فکر ہے خدا کو مالک الملک مان کر پھر کسی اور کو اس کا شریک نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ اسے کس شریک کی ضرورت نہیں ہے (سبحن اللہ) ملت حنیفہ کا قلب یہ ہے

لبیک لبیک اللہم لبیک لبیک ! لا شریک لک لبیک ! ان الحمد والنعمة لک والملك  
لا شریک لک گویا الحمد النعمہ اور الملك صرف خدا کے۔ ان میں اور کوئی اس کا شریک  
سیم نہیں ہے

آیت نمبر ۲۴۔ هو اللہ الخالق الباری المصور له الاسماء الحسنی یسبح له مافی السموات  
والارض وهو العزیز الحکیم

ترجمہ ادبی اللہ ہے پیدا کرنے والا ٹھیک ٹھیک بنانے والا، صورت دینے والا اسی کے اچھے اچھے نام ہیں۔ سب چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

### کیا کوئی نیانی آئے گا

اس تحریک کی کامیابی کے بعد آگے کیا دور شروع ہو گا؟ کیا کوئی نیانی آئے گا جس کا انتظار کرنا چاہیے؟ کیا وہ عالمگیر انقلاب کے کوئی نئے اصول لے کر آئے گا؟ ہماری سمجھ یہ ہے کہ یہ تحریک کسی نئے نبی کا انتظار نہیں سکتی اور نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین قرار دیتی ہے تو کیا دنیا اب ایک ہی ڈھنگ پر چلتی رہے گی۔ اگر دنیا میں تبدیلیاں آئیں گی تو ان کے مطابق نئے نظام بھی آئے جائیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن حکیم جو نظام لے کر آیا ہے۔ وہ تمام اقوام کے لئے قیامت تک کے لئے کافی ہے۔ الخالق :- چونکہ اللہ خالق ہے اس لئے نئی نئی چیزیں پیدا ہوتی رہیں گی۔

(یخلق ما لا نعلمون) (النحل: 8) ان سے بڑے بڑے کام جن کو پہلی قومیں نہیں کر سکیں آسان ہو جائیں گے۔ خلق کے معنی ہیں ایک چیز سے دوسری چیز بنانا یہ نظام کائنات اس طرح چل رہا ہے کہ ایک نظام اپنے مابعد نظام کے لئے انڈے کا کام دیتا ہے۔

المصور :- اللہ تعالیٰ اس مادے کو نئی نئی صورتیں دیتا رہے گا۔  
الباری :- اور ان میں نئی نئی استعدادیں پیدا کرنا رہے گا۔

لہ الا سماء الحسنی :- وہ اپنی صفات حسنہ سے ہر وقت کام لیتا رہے گا۔ اس نظام میں کسی نئے اضافے کی ضرورت نہیں ہے جو نظام آپ کا ہے یہ کافی ہے اب انسانیت بہ اعتبار آلات ترقی کرے گی۔ اصول انسانیت قرآن حکیم میں مضبوط ہو چکے ہیں۔ انسانیت ہمیشہ ان کی مدد سے اپنے اندر انقلابات پیدا کرتی رہے گی اس لئے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح اس انقلاب کو قیامت تک کامیاب بنایا جاتا رہے گا۔

### نئے نظام کی خوبیاں

یسبح له ما فی السموات والارض وهو العزيز الحكيم ○

آسمان و زمین کی تمام چیزیں اپنی ساخت میں بالکل بے عیب ہیں اور قواعد مسلمہ کے اندر کام کر رہی ہیں پس وہ خدا جس نے یہ نیا نظام دینا کو دیا ہے۔ اس نئے نظام کو بے عیب طور پر انسانیت دے رہا ہے اب اسی کے ذریعے سے انسانیت کو عزت حاصل ہوگی۔ کیونکہ یہ نظام حکمت پر مبنی ہے اور انسانیت کو حکمت سکھاتا ہے یہ عزت و حکمت اللہ کی طرف سے آتی ہے۔

الحمد لله کہ سورۃ الحشر کی تفسیر ختم ہوئی۔ جن اہل علم حضرات نے اس شرح کا مطالعہ بنظر غائر کیا ہے۔ ان سے معلوم نہیں ہے کہ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ نے عجیب عجیب نکات بیان کئے ہیں۔ اللہ رب العزت نے انہیں قرآن و لہی کا جو ملکہ عطا کیا ہوا تھا وہ خاص الخاص تھا۔ ایسی ہستیاں دنیا میں بار بار پیدا نہیں ہوا کرتیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خدمت قرآن کے صلہ میں اس صدقہ جاریہ کو ہمیشہ ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔ آمین

# قرآنی قانون انقلاب

سورہ الممتحنہ کی حکیمانہ  
انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

غازی خدا بخش (مردوم)

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مردوم)

مکتبۃ دارالکتاب

32- میکلیگن روڈ۔ ایچ کے بی بی سنٹر۔ چوک اے جی آفس لاہور

فون: 7239138



## حرف اول

دین اسلام کو جو تابی اور تازگی عطا کی گئی ہے وہ ہر دور میں صاحب عصر محمد دین کے ذریعہ آشکارا ہوتی رہتی ہے۔ دین حق کی اس ناقابل تسخیر خوبی کو دھندلانے کے لئے انسانیت دشمن طاقتوں نے ہر حربہ آزمایا لیکن پہلے راؤٹ میں کامیابی کے باوجود بالاخر انہیں چاروں شانے چت کرنا ہی پڑا۔

دور حاضر میں اللہ تعالیٰ نے ولی الہی جماعت کو یہ امتیازی وصف بخشا ہے کہ وہ دین کی روح اور اس کے مغز تک رسائی کے ساتھ ساتھ عصری تقاضوں کے شعور سے بھی بہرہ مند رہی ہے اسی جماعت کے سربراہ افتخار حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کا ہاتھ تو دور کی نبض پر تھا اور انہوں نے جس خوبی سے قرآنی حکمت کو عصر حاضر کی جالی پہچانی آواز بتایا وہ انہی کا حصہ ہے۔

زیر نظر مصلحت میں سورۃ المستندہ کی وہ تفسیر پیش کی جا رہی ہے جو مولانا سندھی سے ان کے دو شاگردوں شیخ بشیر احمد بی اے اور غازی خدا بخش مرحوم نے اخذ کی ہے اس سورت کے ذریعہ مولانا موصوف نے قرآنی انقلاب کے لئے قاعدے و ضابطے کی پابندی پر زور دیا ہے اس بنا پر سورت کی اس مختصر تشریح کا عنوان قرآنی قانون انقلاب قرار پایا۔

چیز میں

## سورة الممتحنة

یہ سورت مکی ہے

### موضوع سورت

اگر حزب اللہ کے ارکان خیانت کریں تو انہیں کیا سزا دی جائے گی؟ اس مسئلے کی توضیح الممتحنہ میں کی گئی ہے اسی سلسلے میں حزب اللہ کے ارکان کو رازداری کا حکم دیا گیا ہے یہ جنگی قوت پیدا کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔

### سورة الحشر کے ساتھ ربط

سورة حشر میں لڑنا اور سرمایہ جمع کرنا حزب اللہ کے فرائض میں داخل کیا گیا تھا اس سورة الممتحنہ میں بتایا گیا ہے کہ حزب اللہ اپنا حاکمانہ نظام ایک قانون کے اندر رہ کر قائم کرے کیونکہ جو جماعت قانون کے اندر رہ کر اپنا نظام رکھ سکتی ہے اسے اگر دوسری قوم پر حاکم بنا دیا جائے تو وہ اس کا انتظام بھی قانون کے اندر رہ کر سکے گی اس طرح ظالمانہ قوتوں کا استیصال ہو سکے گا۔

## فصل اول

### ایک واقعہ

حزب اللہ کا ایک ممبر ہے وہ مہاجر ہے وہ کفار کی جاسوسی کرتا ہے اور پکڑا جاتا ہے اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا معاملہ کرتے ہیں؟ اس پر لوگوں کی توجہ اس امر کی طرف منعطف ہوئی کہ کیا ایسا سلوک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بعد تمام قاعدے تلقین کر دیئے گئے اور حکم دے دیا گیا کہ حزب اللہ کے ممبران قواعد کے اندر رہ کر کام کریں۔

حدیبیہ میں جو صلح ہوئی تھی وہ کفار نے توڑی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی کے ساتھ عصا جمع کر کے مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا آپ نے

کوشش کی کہ اس تیاری کی خبر باہر نہ نکل سکے لیکن ایک بدری مہاجر حاطب ابن ابی بلتعہ نے مکہ والوں کو خط لکھ بھیجا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے والے ہیں تحقیقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میں نے اس لئے اطلاع دی کہ اہل مکہ جن کے قبضہ میں میرے اہل و عیال ہیں اس احسان کے عوض وہ ان سے اچھا سلوک کریں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ عذر قبول فرمایا اور اس سے کچھ تعرض نہ کیا اس پر یہ آیات نمبر ۳ تا ۵ نازل ہوئیں جن میں پیغمبر کے اس فعل کو قاعدہ مقرر کرنے کے بجائے ایسے حالات کے لئے نئے قوانین دیئے گئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیت نمبر ۱ بابہا الذین امنوا لا اتخذوا عدوی و عدوکم اعلیاء تلحقون الیہم بالموءد فقد کفر فابیہا  
 حاء کم من الحق یخرجون الرسول وابیہا کم ان تؤمنوا باللہ ربکم ان کنتم خرجتم جہاداً فی  
 سبیلی و ابتغاء مرضاتی تسرفن الیہم بالموءد وانا اعلم بما اخفیتم فعلمنا انکم لمن یفعلہ منکم  
 فقد ضل سواء السبیل

ترجمہ۔ اے ایمان والو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ ان کے پاس دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ تمہارے پاس جو سچا دین آیا ہے اس کے یہ منکر ہو چکے ہیں رسول کو اور تمہیں اس بات پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ اپنے رب پر ایمان لائے ہو۔ اگر تم جہاد کے لئے میری راہ میں اور میری رضا جوئی کے لئے نکلے ہو (تو ان کو دوست نہ بناؤ) تم ان کے پاس پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں خوب جانتا ہوں جو کچھ تم مخفی اور ظاہر کرتے ہو اور جس نے تم میں سے یہ کام کیا تو وہ سیدھے راستے سے ہٹ گیا۔

## دشمن طاقت

دشمن طاقت کی توضیح اس آیت میں ان الفاظ میں کردی گئی ہے۔

قد کفر فابیہا جاء کم من الحق یخرجون الرسول فابیہا کم ان تؤمنوا باللہ ربکم ما جاء کم  
 من الحق وہ انقلاب ہے جو قرآن حکیم لے کر آیا ہے۔

ان نومنوا باللہ ربکم تم نے اس انقلاب کو کامیاب بنانے کا ذمہ اٹھایا۔

انسان اپنے رب کے سوا کسی کا حکم مان ہی نہیں سکتا یہ طبعی حقیقت ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم نے خدا کے حکم کے سوا اور سب حکموں کے ماننے سے انکار کر دیا۔

یخرجون الرسول وایہکم "اس جرم" کی پاداش میں کہ تم اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں ماننے انقلاب کے مخالفین رسول اللہ کو اور تمہیں وطن سے خارج کر دیتے ہیں وہ مار نہیں جیتے رشتہ داری ہے اور ڈرتے ہیں کہ اس وجہ سے خود ان کے اندر شدید اختلافات پیدا نہ ہو جائیں اس لئے وہ گھر سے نکال ڈالنے پر اکتفا کرتے ہیں حقیقت میں انسان کی جلا وطنی بھی موت کے قریب ہے یہ ہے دشمن طاقت

### دشمن کون ہے؟

اس قسم کی جماعت جب بھی پیدا ہو گی دشمن کھلائے گی اس میں ہم دو چیزوں کو اساس قرار دیتے ہیں۔

(۱) قرآن کے انقلاب کو سمجھ کر اس کا انکار کرنا۔

(۲) اس انقلاب کو کامیاب بنانے والی جماعت سے لڑائی مول لینا تاکہ وہ جماعت اسے کامیاب نہ بنا سکے۔

اب ایک شخص ہے جو قرآن حکیم کے انقلاب کو نہیں سمجھتا یا وہ اس جماعت کو قرآن کے انقلاب کو ذمہ داری سے کامیاب بنانے والی جماعت نہیں مانتا یا وہ ان سے لڑائی نہیں کرتا تو ایسا شخص مذکورہ بالا تعریف کے مطابق کافروں کی فہرست میں شامل کئے جانے کا مستحق نہیں سمجھا جائے گا۔

جو شخص ان شرطوں کو پورا کرتا ہے اور قرآنی جماعت کے بالمقابل حیدان میں آتا ہے اور پھر ایک ایسی جماعت اس کی حلیف ہو کر لڑتی ہے جس میں یہ تفصیلی اجزا نظر نہیں آتے تو عملی طور پر اس حلیف کو بھی کافر ہی تصور کیا جائے گا۔

آج کل عام مسلمانوں کی ذہنیت تو وہی ہیں جو پہلے زمانے کے مسلمانوں نے اپنے



حکلف لڑنے والوں کے لئے قائم کی تھیں مگر وہ لڑنے والے آدمی مر چکے۔ ان کے نام سے یا ان کی وراثت سے جو قومیں پیدا ہوئیں ہم لوگ ان کو بھی ان کے آباء و اجداد کی طرح لڑنے والا فرض کر لیتے ہیں ہمارے نزدیک یہ مفروضہ صحیح نہیں ہے یہ مفروضہ اس طرح غلط ہے جس طرح یہ مفروضہ غلط ہے کہ آج کے مسلمان ان مسلمانوں کے قائم مقام ہیں جنہوں نے قرآن کے جملہ یا انقلاب کو کامیاب بنایا تھا اگرچہ ایک مسلمان اپنے آپ کو طبعی طور پر ان مسلمانوں کا جائز وارث مانتا ہے مگر یہ حقیقت کے خلاف ہے وہ باتیں ان مسلمانوں میں نہیں ہیں اس لئے ان کی طرح کامیابیوں کے مالک نہیں ہیں۔ ہماری سمجھ میں ان کافروں کے قائم مقام بھی حقیقت میں ان لڑنے والے کافروں کے پورے پورے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

### لڑائی قائم ہو جانے کے بعد حزب اللہ کا فرض

اس کی طرف آیت کے اس حصے میں ارشاد ہے ان کنتم عرجتم جہاداً فی سبیل اللہ بقتلہ مرضائی بہ الذین امنوا سے خطاب ہے۔

پہلے درجے پر ایمان کا مطلب یہ تھا کہ ایمان لانے والا قرآن حکیم کو صحیح مانتا ہے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا عزم بالجزم کر چکا ہے اور اس کے حکلف قانون کو نہ ماننے کا بھی عزم منہم کر چکا ہے اب وہ جمل ایمان ذرا مفصل ہو جاتا ہے۔

### سبیل اللہ کیا ہے؟

حزب اللہ کے پروگرام کو سبیل اللہ کہا جاتا ہے۔

### جملو کیا ہے؟

حزب اللہ کے پروگرام کو کامیاب بنانے کی ہر ایک جدوجہد کو جملو کہا جاتا ہے۔

### جملو کی غرض و غایت

اس جدوجہد کی عملی صورت قانون متعین کرتا رہے گا قانون کی روح ہمیشہ قائم رکھنی چاہئے تو قانون ٹھیک نتیجہ پیدا کرے گا کیونکہ جب قانون کی روح نظر انداز ہو جاتی

ہے تو قانون کی ظاہری پابندی مفید نتائج پیدا نہیں کرتی۔

### قانون کی روح

قانون کی روح کو ہمیشہ نظر رکھنے کو "اجتہاد مرضاتی" کے ذریعے سے ظاہر کیا گیا ہے۔ حزب اللہ کی اعلیٰ جماعت کے لئے جو عنوان مقرر کیا گیا ہے۔ وہ "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" ہے اللہ کو راضی کرنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس کے قانون کے سوا کسی اور قانون کی پروا نہ کی جائے۔ اسی بات کو اجتہاد مرضات اللہ کہا گیا ہے گویا اللہ کے قانون کو مان کر غیر کے قانون کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جائے تو اس سے رضاء الہی حاصل ہوتی ہے قانون کی اس پیرٹ کو قائم رکھنا نہایت ضروری ہے۔

### حزب اللہ کے قانون کی مخالفت کا مطلب

اس کی طرف لا تتخذوا اعدی و عدوکم الیاء تلحقون الیہم بالمعۃ میں ارشاد ہے اور جس کی تفصیل تسمیہ الیہم بالمعۃ ہے۔

یعنی قانون کی خلاف ورزی کا مطلب یہ ہے کہ "سیرے اور اپنے دشمن کو دوست بناتے ہو اور پھر اسے خفیہ پیام بھیجتے ہو" جب تم نے ان کے ساتھ دشمنی کا اعلان کر دیا ہے تو پھر دوستی کہاں تک معقول ہو سکتی ہے؟ یہ مخالف کی ادنیٰ ترین اعانت ہے اس سے انسان خود ہی سمجھ سکتا ہے کہ اس سے زیادہ اعانت کتنا جرم ہے۔

فانا اعلم بما اخفیتم فما اعلنتم فمن یفعل منکم ففعل سوا السبیل

یہ جماعت حزب اللہ کہلاتی ہے اس لئے اس کے اعمال کی نگرانی اللہ سبحانہ تعالیٰ خود ہی کرے گا اور وہی انسان کو اس کے اعمال کے مطابق ثمرہ دے گا سبیل اللہ (حزب اللہ کے پروگرام) کی مخالفت کرنے والا غلط راستے پر چل پڑا ہے۔ اس لئے اسے خدا ضرور سزا دے گا۔

سورۃ کے باقی حصے میں اس مرکزی آیت کی تشریح ہے۔

آیت نمبر ۲ ان یشفقو کم یمکنوا لکم اعداء فیسطوا الیکم ایدیہم والمنتہم بالسوء وودوا لو

تکفرون

ترجمہ۔ اگر ان کو تم پر دسترس ہو جائے تو انہما عداوت کرنے لگیں اور تم پر برائی کے ساتھ دست درازی اور زبان دگرازی کرنے لگیں اور وہ چاہتے ہیں کہ تم مگر ہو جاؤ۔

### محافلین کا مقصد

تمہاری اس غلطی سے تمہارے دشمن کیا فائدہ اٹھاتے ہیں؟ اگر وہ ملی نقصان جو تمہاری اس حرکت سے پہنچ سکتا ہے تمہاری نظروں میں ہوتا تو تم ایسی حرکت نہ کرتے وہ نقصان یہ ہے کہ مخالف تمہاری بھیجی ہوئی اطلاعات سے فائدہ اٹھا کر تمہارے پروگرام کو توڑنا اور تمہیں اس سے منکر بنانا چاہتے ہیں۔

آیت نمبر ۳ لن تنفعکم ارحامکم ولا اولادکم یوم القیامہ بفضل بینکم واللہ بما تعملون بصیر ترجمہ۔ تمہارے رشتہ دار اور اولاد قیامت کے دن تمہیں فائدہ نہیں پہنچائیں گے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔

تم نے اتنے بڑے نقصان کے مقابلے میں جو جزوی فائدہ سوچا تھا کہ اپنی اولاد اور رشتہ داروں کو فائدہ پہنچا سکو گے یہ رشتہ داری اللہ کے ہاں پہنچ کر یعنی قیامت میں تمہارے کام آنے والی چیز نہیں ہے۔ جس رشتہ داری میں خدا کے حکم کا خیال نہ ہو وہ خدا کے سامنے پیش ہونے تک ٹوٹ جائے گی۔ بفضل بینکم) لہذا جزوی فائدے کو مقدم نہ کرو۔

آیت نمبر ۵۴ قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم و الذین معہ اذ قالوا القومہم انا براہم منکم و مما تعبدن من دین اللہ کفرنا بکم فبدا بیننا و بینکم المعافاة و البغضاء ابدا حتی تو منوا باللہ و حدہ الا قول ابراہیم لابیہ لا تستغفرن لک و ما املک لک من اللہ من شیء ربنا علیک تو کلنا والیک انبیا و الیک المصیر ربنا لا نجعلنک فتنۃ للذین کفروا و اغفر لنا ربنا انک انت العزیز الحکیم

ترجمہ۔ بے شک تمہارے لئے ابراہیم میں اچھا نمونہ ہے اور ان لوگوں میں جو ان کے ہمراہ تھے جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ بے شک ہم تم سے بیزار ہیں اور ان

سے جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ہم نے تمہارا انکار کر دیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اور ہیر پیدھ کے لئے ظاہر ہو گیا یہاں تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان لاؤ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے کہنا کہ میں تمہارے لئے معافی مانگوں گا اور میں اللہ کی طرف سے تمہارے لئے کسی بات کا مالک بھی نہیں ہوں اے ہمارے رب ہم نے تجھ ہی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف ہم رجوع ہوئے اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے اے ہمارے رب ہمیں جان کا تختہ مٹھ نہ عا جو کافر ہیں اور اے ہمارے رب ہمیں معاف کر بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

### حضرت ابراہیم کی مثل

حزب اللہ میں کوئی شخصیت ایسی ہے جس کو آئیڈیل سمجھا جائے تو وہ حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھی ہیں انہوں نے اپنی قوم کے ساتھ جو سلوک کیا وہی معاملہ ہمیں کرنا چاہئے۔ انہوں نے علی الاطلاق کہہ دیا کہ ہم تم سے بیزار ہیں اور ہمارے تمہارے درمیان عداوت اور بغض پیدا ہو گیا ہے یہ محاصمت اس وقت تک رہے گی جب تک تم خدا کے قانون کی اطاعت کی طرف لوٹ نہ آؤ۔ اب ہم تمہارے دشمن ہیں اور ہمیں اس کام میں مدد دینے کے ذمہ دار نہیں ہیں ان کی دعا یہ تھی ربنا علیک تو کلنا والیک اتہنا والیک المصبرہ ربنا لا نجعلنا فتنہ للذین کفروا فاغفر لنا ربنا انک انت العزیز الحکیم

تم بھی اس دعا کو اپنا آئیڈیل بناؤ۔

### حضرت ابراہیم کی ایک دعا

الاقول ابراہیم لا بیہ لا مستغفرن لک وما املک لک من اللہ من شئ

ابراہیم نے اپنے باپ کے لئے دعا مانگی تھی ان کی یہ بات قائل قہید نہیں ہے انسانوں کی لغزشوں پر قرآن اپنے قانون نہیں بدلتا۔

آیت نمبر لاقد کان لکم فیہم اسوۃ حسنتہ لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر لمن یتول مان اللہ

هو الغنى الحميد

ترجمہ۔ بلاشبہ ان لوگوں میں تمہارے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ کا اور قیامت کے دن کی امید (مقیدہ) رکھتا ہو اور جو روگردانی کرے گا تو اللہ بالکل بے نیاز اور لائق تعریف ہے۔

الغرض تمہارے لئے ان لوگوں کے افعال و اعمال بہترین نمونہ ہیں جو شخص ان کے نمونے پر نہ چلے اللہ کو اس کی مطلق پروا نہیں ہے اگر اس کا دعویٰ خدا سے محبت کا ہے تو اسے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کے طریق پر چلنا چاہئے۔

آیت نمبر ۷ عسی اللہ ان يجعل بینکم فیمن الذین عادتم مومن مودة واللہ قدير واللہ غفور رحیم

ترجمہ۔ شاید کہ اللہ تم میں اور ان میں کہ جن سے تمہیں دشمنی ہے دوستی قائم کر دے اور اللہ قادر ہے اور اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

### کیا دوستی کا امکان ختم ہو گیا؟

کیا اب یہ سمجھ لیا جائے کہ جو لوگ ہمارے دشمن ہیں ان سے دوستی پیدا ہونے کا امکان ختم ہو گیا اس لئے ان سے کوئی دوستانہ معاملہ کرنا ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا؟

اس آیت میں سمجھایا گیا ہے کہ یہ مطلب نہیں خدا ایسے سالن پیدا کرے گا کہ ان کے ساتھ دوستی پیدا ہو جائے مگر یہ غلط ہے کہ تم اس قانون کی خلاف ورزی کر کے ان سے دوستی پیدا کرو۔ اللہ انہی کے دلوں میں انقلاب پیدا کر دے گا کہ وہ تم سے دشمنی کرنا چھوڑ دیں گے اس وقت تم بھی ان سے دوستی کر سکتے ہو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ دشمنی کر رہے ہوں تو ان کی محبت تم اپنے دلوں میں رکھ کر ان کی ہد کر دو۔

آیت نمبر ۸ لا ینہکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دینکم ان تبرؤہ و تقسطوا الیہم ان اللہ یحب المقسطین

ترجمہ۔ اللہ تمہیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اس بات سے کہ تم ان سے

بھلائی کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

### دوستی کیا جائز ہے؟

یہاں یہ مذکورہ بالا خیال کی تصریح کی گئی ہے یعنی جب ایسی حالت پیدا ہو جائے کہ وہ لڑنا چھوڑ دیں تو پھر ان سے دوستی ممنوع نہیں ہے۔

آیت نمبر ۹۰ انما ینھکم اللہ عن الذین قتلوکم فی الدین وَاخرجوکم من ديارکم وَاظاہرہا علی اِخراجکم ان تولوہم فَمَن یَتولہم فَاُولَئِکَ ہُم الظالمون

ترجمہ:- تمہیں اللہ انہی سے منع کرتا ہے کہ جو دین میں تم سے لڑے اور انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دیا اور تمہارے نکالنے پر لوگوں کی مدد بھی لی کہ ان سے دوستی کرو۔ اور جس نے ان سے دوستی کی تو پھر وہی ظالم بھی ہے۔

دوستی کرنے کی ممانعت اس وقت تک ہے جب تک وہ دشمنی پر ہیں۔

قَاتِلُوْهُمْ فِی الدِّیْنِ اَصْلَ دُشْمَنِ ظَاہِرٍ وَاَعْلٰی اِخْرَاجِکُمْ اِنْ کَے حَلِیْفٌ

### دشمن کا دوست

مَن یَتولہم فَاُولَئِکَ ہُم الظالمون جو دشمنوں سے دوستی کرے وہ بھی دشمنوں ہی میں شمار ہونے لگتا ہے۔

### فصل دوم

حزب اللہ کے ممبروں کے فرائض قانونی طور پر منعقد کر لئے گئے ان کی روح تخریبی ہے یعنی یہ کہ یہ کام نہیں کرنا چاہیے اب انہیں بتایا جائے گا کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔

### دشمن کا آدمی مسلم کیپ میں

فصل اول میں اس امر پر بحث کی گئی تھی کہ ایک شخص حزب اللہ کا رکن ہو کر کفار کے ساتھ خفیہ راہ و رسم پیدا کرے تو کیا کرنا چاہیے اب اس فصل میں اس کے

برعکس اس مسئلے پر بحث کی گئی ہے کہ کوئی شخص مخالف یکپ میں ہوتے ہوئے حزب اللہ کی طرف دست مودت بڑھائے تو کیا کرنا چاہئے۔

جو لوگ مخالف یکپ سے آتے ہیں وہ بعض اوقات دشمنی کے لئے آتے ہیں گو وہ اپنے آپ کو دوست ظاہر کرتے ہیں وہ یا تو مسلم یکپ میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں یا میل کے راز کی جستجو کرتے ہیں اس لئے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ دشمن کے یکپ سے تمہارے پاس آئیں پہلے ان کا امتحان لے لو تاکہ دیکھ لو کہ وہ دشمنی کرنے تو نہیں آئے؟ اگر تم سمجھو کہ وہ دوستی کی راہ سے آئے ہیں تو ان کو اپنی جماعت میں شامل کر لو لیکن اگر وہ اپنے ساتھ روپیہ پیسہ لائے ہیں تو وہ واپس کر دو۔ یہ روپیہ کافروں کا شمار ہو گا اسے مسلم یکپ میں استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

بعض نااہل فقیہ مسلمانوں میں ایسے پیدا ہو گئے جنہوں نے مسلمانوں کی اجتماعی مالی طاقت کو سخت صدمہ پہنچایا۔ وہ انارکسٹ معلوم ہوتے ہیں یہ لوگ اجتماعیت کے معنی جانتے ہی نہیں بد قسمتی سے انارکسٹ فقیہوں کا فقہ حنفی پر غلبہ ہو گیا اس کا سبب بادشاہوں کا ظلم بنا ہے۔ بادشاہوں کے ظلم سے بچنے کے لئے ہر شخص بادشاہ کے حکم کا انکار نہ کرنا اپنا کمال سمجھتا ہے اس طرح ہوتے ہوئے ان میں سے اجتماعیت بالکل رخصت ہو گئی۔

آیت نمبر ۱۰ یا ایہا الذین امنوا اذا جاءکم المؤمنات مهاجرات فامتننوا عن اللہ اعلم بائما  
 نہن فان علمتمون مومنات فلا تر جموہن الی الکفار لان حل لہم ولا ہم یحلون لہن واتوہم  
 ما انفقوا ولا جناح علیکم ان تنکحوہن ان اذا اتیتوہن اجورہن ولا تمسکو بمعصم الکوافر  
 و سلوا ما انفقتہم ولیسئلوا ما انفقوا و لکم حکم اللہ بحکم بینکم واللہ علیم حکیم

ترجمہ۔ اے ایمان والو جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کی جانچ کر لو اللہ ہی ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے پس اگر تم انہیں مومن معلوم کرو تو انہیں کفار کی طرف نہ لوٹاؤ نہ وہ عورتیں ان کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافران کے لئے حلال ہیں اور ان کفار کو دے دو۔ جو کچھ انہوں نے خرچ کیا اور تم پر گناہ نہیں کہ تم ان

سے نکاح کر لو جب تم اہلین ان کے مردے دو۔ اور کافر عورتوں کے ناموس کو قبضہ میں نہ رکھو اور جو تم نے ان عورتوں پر خرچ کیا تھا مانگ لو اور جو انہوں نے خرچ کیا وہ مانگ لیں اللہ کا یہی حکم ہے جو تمہارے لئے صلوٰۃ فرمایا اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

امتنوہن امتحان کا طریق آیت نمبر ۳ میں آتا ہے۔

### کافر خاوندوں کا مردواپس کر دیں

واتوہم ما انفقو یہ عورتیں جو تمہارے پاس آتی ہیں ان پر ان کے پہلے خاوندوں نے جو مال خرچ کیا ہے یعنی ان کا مردہ ان کو واپس کر دو۔

ولا جناح علیکم ان تنکھوہن انا انکھوہن اجورہن یعنی تم اپنا مردا کر کے ان سے نکاح کر سکتے ہو

ولا تنسکوا بضم الکوافر جس طرح بعض عورتیں کافروں کے یکپ سے مسلم یکپ میں آتی ہیں ایسے ہی ایسی عورتیں بھی ہیں جو مسلمانوں کے نکاح میں تھیں مردہ ہجرت کی قائل نہ تھیں اس لئے وہ پیچھے کافروں کے یکپ میں رہ گئیں جس طرح پہلی قسم کی عورتوں کے پہلے تعلقات قانون تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے اس طرح ان مسلمانوں کے کافر عورتوں کے ساتھ تعلقات کو بھی قرآنی قانون تسلیم نہیں کرتا اور حکم دیتا ہے کہ ان سے اپنے تعلقات قطع کرو اس لئے حکم دے دیا کہ ان عورتوں کا ناموس جو کافر رہ گئیں اور اسلامی پروگرام کو تسلیم نہیں کرتی اپنے قبضے میں مت رکھو۔

### اپنی بیویوں کا مردواپس لے لو

فاستلوا ما انفقتم فیہن نے اپنی بیویوں کا جو مرد مقرر کیا تھا وہ ان سے واپس لے لو۔

ولیسئلوا ما انفقو انہوں نے جو مرد مقرر کیا تھا وہ تم سے لے لیں۔

فلکم حکم اللہ بحکم بینکم یہ حکم اللہ کا ہے اس لئے انصاف پر مبنی ہے جو کافر انصاف کرتا ہے وہ اللہ کا حکم قائم کرتا ہے جو مسلمان ظلم کرتا ہے وہ شیطان کا حکم قائم



کرتا ہے ایسا مسلمان ایجابیت کو فراموش کر چکا ہے۔

آیت نمبر ۱۱ فان فاتکم شیئی من ازمواجکم الی الکفار فمقابلہم فاتوا الذین ذہبت ازمواجہم مثل ما انفقوا واتقوا اللہ الذی اتمم بدمومنون

ترجمہ اور اگر کوئی عورت تمہاری عورتوں میں سے کفار کے پاس نکل گئی ہے پھر تمہاری باری آجائے تو تم ان مسلمانوں کو دے دو۔ جن کی بیویاں چلی گئیں ہیں جتنا کہ انہوں نے دیا تھا اور اس اللہ پر ڈرو کہ جس پر تم ایمان لائے ہو۔

### اگر کافر مردانہ کریں

اگر کافر لوگ ان عورتوں کے مردانہ کریں جو تم نے چھوڑی ہیں تو مال غنیمت میں سے پہلے ان مسلمانوں کا حق ادا کرو جن کی بیویاں کفار کے پاس جا چکی ہیں فمقابلہم ماتھ مارو ان سے اکتال غنیمت لے لو۔

مثل ما انفقوا جتنا مسلمانوں نے خرچ کیا ہے وہ انہیں دے دو۔  
واتقوا اللہ اللہ کے انصاف کی پیروی کرو یعنی خود بھی انصاف کرو۔

آیت نمبر ۱۲ یاایہا النبی اذا جالک المثومنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیا " فلا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین بیعتان یفترینہ بین اہلہن فارجلھن ولا یمصینک فی معرف فبا یمنھن واستغفرلھن اللہ ان اللہ غفور رحیم

ترجمہ اے نبی جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ بہتان کی اولاد لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (ظلمہ شوہر سے جنی ہوئی) بنا لیں اور نہ کسی نیک بات میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو ان کی بیعت قبول کر ان کے لئے اللہ سے بخشش مانگ بے شک اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

### امتحان کا طریق

کفار کی جو عورتیں امتحان دینے کے بعد قبول کی جاسکتی ہیں (جس کی طرف آیت

نمبر ۱۰ میں اشارہ کیا گیا ہے) ان کے استحقاق کا کیا قاعدہ ہو گا؟ یہ طریقہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے اس سے نئے رکن کے فرائض متعین ہو جائیں گے یعنی یہ کہ وہ کن کن چیزوں کا اقرار کرے کہ اسے حزب اللہ کی رکنیت کے لئے قبول کر لیا جائے۔

### بیعت کا مطلب

بیابینک اپنا پورا اختیار تجھے دے دیں۔ اپنا سر رکھ دیں یعنی اقرار کریں کہ اگر ہم حزب اللہ کی خلاف ورزی کریں تو آپ سزا جاری کرنے کے پورے پورے مختار ہیں۔

### سیاست اور بیعت

جب ہم ایک عہد کریں اور ساتھ ہی یہ بھی اقرار کر لیں کہ اگر اس کی خلاف ورزی کریں تو اس کی سزا جتنی کو تیار ہیں خواہ وہ ضابطی مال کی صورت میں ہو یا ہر قلم کرنے کی شکل میں ہم ہرگز اعتراض نہ کریں گے اس اقرار نامے کو بیعت کہتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ اس بیعت کو سیاسی رکنیت کی اساس قرار دیتے ہیں (القول الجلیل اور فیوض الحرمین) ہمارے نادان علماء سیاست کو مذہب سے علیحدہ تلاش کرتے پھرتے ہیں اور اسلام و ایمان کی بیعت گویا ان کے نزدیک سیاسی اہمیت نہیں رکھتی ہم ان لوگوں کو مسہلے امت میں سے گنتے ہیں شاہ ولی اللہ کا ہم پر بڑا احسان یہی ہے کہ انہوں نے ہمیں اجتماعی سیاست سمجھا دی ہے انہوں نے جن اصولوں پر اسلامی اجتماعیت کو حل کیا ہے اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا گو وہ لوگ اپنا فکر (Idea) الگ رکھتے ہیں مگر اچھے کامیاب بنانے کے لئے قوانین و تدبیر کرتے ہیں جو شاہ صاحب بتاتے ہیں ان نادان فقہاء کے پیچھے چل کر مسلمان کبھی ان معصیتوں کے سمندروں سے پار نہیں اتر سکتے جو ان کی اجتماعیت ٹوٹنے کے بعد ان کے راستے میں حائل ہو گئے ہیں اب نہ ہمارا علمی نظام باقی رہا ہے نہ اخلاقی نہ مالی نہ گھر کا ٹھکانہ ہے نہ مسجد کا ہر جگہ بد نظمی ہی بد نظمی مہیب شکل میں نظر آ رہی ہے اس کے لئے ایک اجتماعیت شناس امام چاہئے جو قرآن کا اجتماعی نقطہ نظر سمجھا سکے کوئی

مستعار سیاست یا ادھر اور اہر گرام مسلمانوں کو معیت سے نجات نہیں دلا سکتا اس سلسلے میں شاہ صاحب کے پروگرام کے ماسواء کوئی پروگرام ہمیں نظر نہیں آتا۔

### (۱) خلافت باطنہ اور (۲) خلافت ظاہرہ

شاہ صاحب کی حکمت کے مطابق اس بیعت ہی کے طریقے سے حکومت پیدا ہوتی ہے اس کی دو شکلیں ہیں۔

(۱) اگر لڑنے کی اجازت نہ ہو تو شاہ صاحب اسے خلافت باطنہ قرار دیتے ہیں۔

(۲) اگر لڑنے کی اجازت ہو تو اسے خلافت ظاہرہ قرار دیتے ہیں۔

### حکومت کس طرح قائم کی جاتی ہے

شاہ صاحب بادشاہ کا لفظ استعمال نہیں کرتے ان کی نگاہ میں بادشاہی فقط ذات خداوندی کو زیبا ہے ان کے نزدیک مسلمان کا بہترین امتیاز یہ ہے کہ وہ اللہ کا بہترین نائب ہو کر حکومت کرے۔ اس لئے وہ اسے خلافت سے تعبیر کرتے ہیں دوسرے لفظوں میں مسلمانوں کی بادشاہی اس بیعت ہی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے بیعت کرنے والا آدمی جس سے بیعت کرتا ہے اسے ایک سلطان مانتا ہے اگر وہ فقیہ ہے اور حکیم ہے تو ایک آدمی کی بیعت ہی سے اس کی سلطنت کی بنیاد پڑے گی اگر سیفہ ہے تو لاکھوں کے مجموعے سے بھی کوئی نظام قائم نہیں ہو سکتا نہ کوئی قائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔

### بیعت کی مدات

مومن عورتیں کن باتوں پر بیعت کرتی ہیں۔

### (۱) انکار شرک

(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گی کسی شخص کو اپنا کار ساز ماننا اسے خدا کا شریک بنانا ہے اسی طرح کسی شخص کو حکومت کا مرکز ماننا بھی شرک کرتا ہے وہ وعدہ کرتی ہیں کہ ان دونوں قسموں کے شرکوں میں سے کسی قسم کا شرک بھی قبول نہیں کریں گی۔

## (۲) مالی حقوق کی حفاظت

ولایتِ سر قن کسی کا مال نہیں چرائیں گی لوگوں کے جو مالی حقوق مسلمہ ہوں گے ان کی خلاف ورزی نہیں کریں گی مالی حقوق پر کم سے کم درجے کا حملہ چوری ہے وہ یہ نہیں کریں گی چہ جائیکہ اس سے بالاتر کسی اور ذریعے سے کسی کا مال ہضم کرنے کی کوشش کریں۔

## (۳) حفاظتِ عزت

ولا یزنین وہ زنا نہیں کریں گی  
انسان کی عزت عصمت کے ساتھ نکاح کی پابندی میں ظاہر ہوتی ہے وہ وعدہ کرتی ہیں کہ کسی کی عزت برباد نہ کریں گی۔

## (۴) اولاد کا قتل نہ کرنا

ولا یقتلن اولاد من اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے اپنی عزت بچانے کے لئے اور زنا کاری چھپانے کے لئے اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔

## (۵) نیوگ کا انکار

ولا یاتین بیهتان بفسرینہ بین ایدیہن وار جلمہن ایک کا بچہ دوسرے کے نام نہ لگائیں گی۔  
ایک عورت ایک مرد سے بچہ لے کر دوسرے کے نام لگا دیتی ہیں یہ بہتان ہے پہلے لوگوں میں رواج رہا ہے کہ ایک مرد سے کام نہ چلے تو عورت دوسرے مرد سے بچہ لے آتی ہے اسے نیوگ کہتے ہیں یہ حرام ہے عورت ایسی حرکت نہ کرے۔ بچہ پیدا کرنے کی خواہش اور نسل بدھانے کا جذبہ بے شک تقاضائے فطرتِ انسانی ہے مگر ایک مصنوعی طریقے کو فطرت کا قائم مقام بنانا بہتان ہے جس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

ہمارے لوگوں نے چند خاص ملکوں میں بیٹھ کر اور ان کے اندر رہ کر قوانین بنائے ہیں وہ ان ملکوں کی فقہ ہے یہ فقہ ساری کی ساری قرآن حکیم میں نہیں آسکتی پس بغداد کی فقہ ہندوستان میں نہیں لائی جاسکتی اور انگلستان کا قانون پاکستان میں نہیں چل سکتا بخارا

کے ہاوشاہ ہندوستان پر حاکم ہو جاتے ہیں اور انگلستان کے تاجر ہندوستان میں آتے ہیں دونوں اپنے اپنے ملکوں کے قانون یہاں جاری کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ لوگ ان قوانین کے سمجھنے سے عاجز آ جاتے ہیں انہی میں سے نیوگ کا مسئلہ ہے لوگ اسے زنا میں داخل کرتے ہیں یہ غلط ہے یہ ایک قانون کے تحت ہے اس لئے اسے زنا نہیں کہا جاسکتا زنا سے مراد ہے کسی قسم کا نکاح نہ ہونا اور نیوگ ایک قسم کا نکاح ہے کہ اسے زنا کے تحت نہیں لایا جاسکتا اس لئے قرآن حکیم کو اسے جداگانہ طور پر منع کرنا پڑا۔

اب تک جو چیزیں تھیں وہ منقہ حیثیت میں تھیں اب ایک مثبت چیز سے اس قانون کی تکمیل کر دی جاتی ہے دلا بمصہبک فی معرف

### معروف کا معنی

جو چیز کسی ملک میں حلقہ کی بجا رہی (اکثریت) میں مقبول مانی جائے اسے معروف کہا جاتا ہے جب بیعت معروف پر ہوگی تو گویا ساری شریعت کو تسلیم کر لیا گیا۔  
فباہمن ان کی بیعت قبول کر لو

واستغفرلہن اللہ اگر وہ غلطی سے خلاف ورزی کر بیٹھیں تو اللہ سے ان کے لئے مغفرت طلب کرو۔

ان اللہ غفور رحیم حزب اللہ کی کمزور حالت میں عورتیں اس کی ممبر بنی ہیں مگر وہ سیاسیات میں بڑی طاقت نہیں مانی جاتیں اس سے انہیں مایوس نہیں ہونا چاہئے اللہ ان کی کمزوری دور کر دے گا اور یہ چھوٹی طاقت بھی بہت بڑا کام کر سکتی ہے۔

آیت نمبر ۳۳ یاایہا النین امنوا الاتوا لواقوما غضب اللہ علیہم فلینسوا من الآخرة کمایش الکفار من اصحاب القبور

ترجمہ اے ایمان والو اس قوم سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہوا وہ تو آخرت سے ایسے ناامید ہو گئے جیسے کافر اہل قبور سے ناامید ہو گئے۔

### زندگی پر مایوسی کا اثر نہ ہونے دو

کفار جو اہل کتاب سے نہیں ہیں اہل قبور سے بالکل مایوس ہو چکے ہیں یہ مایوسین

کی پہلی جماعت ہے یہ لوگ سمجھ بیٹھے ہیں جو قبر میں چلا گیا اس کی ترقی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ انہوں نے اپنی ترقی کا میدان فقط قبر سے ورے تک سمجھ لیا ہے ان کے مقابلے میں مایوسین کی دوسری جماعت اہل کلب کی بھی پیدا ہو گئی ہے وہ باوجود آخرت کو تسلیم کرنے کے عملی طور پر اپنے آپ سے مایوس ہو چکے ہیں اور یقین کر چکے ہیں کہ وہ اپنے جماعتی نظام سے ترقی کی کوئی ہمت پیدا نہیں کر سکتے یہی وجہ ہے کہ وہ کسی بڑے انسان کی آمد پر امیدیں لگائے بیٹھے ہیں کہ وہ آئے گا تو ہم ترقی کر سکیں گے اس کے بغیر ہم اجتماعی نظام سے کوئی کام نہیں لے سکتے۔ یہ یہود ہیں مسلمان ان سے دوستی پیدا کر کے ان کی مانند بن جائیں اور کسی بڑی خارجی طاقت کے مظہر بن کر نہ بیٹھ رہیں بلکہ قرآن حکیم کی مدد سے اپنی ترقی کا سامان آپ اپنے اجتماعی نظام کی مدد سے پیدا کریں یہود و نصاریٰ دونوں اپنی آخرت سے مایوس ہو کر قبر سے ورے تک اپنا میدان ترقی سمجھنے لگ گئے ہیں۔ مسلمان ان خیالات سے متاثر نہ ہوں۔

### آخرت اور زندگی کا تلازم

قوموں کی زندگی میں آخرت کا عقیدہ ان کے دنیاوی عقیدہ کا ہلن ہوتا ہے جب یہ آخرت کی زندگی سے مایوس ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ دنیا کی زندگی میں مایوس ہو جائیں گے ایک ہی عمل ہے وہ منہ میں ایک اثر پیدا کرتا ہے اور پیٹ میں جا کر دوسرا پیدا کرتا ہے۔ منہ کے اندر پیدا شدہ اثر کو ظاہری حیات تصور کیا جائے تو پیٹ کے اندر پیدا شدہ اثر کو باطنی حیات کہا جاسکتا ہے۔ یہ دونوں حالتیں لازم و ملزوم ہیں جو بعض اپنے اعمال سے آخرت میں مایوس ہے وہ اپنی محبت اور اجتماعیت سے دنیا میں بھی ترقی کا کوئی سامان پیدا کرنے کی امید اپنے اندر پیدا نہیں کر سکے گا اس قسم کے لوگوں سے دوستی پیدا کر کے ان کے سے نہ ہو جاؤ۔

### مایوسین کی محبت کے نقصانات

اس سورت کے آغاز میں کہا گیا تھا کہ یا ایہا اللہین استولوا تتخذہم اعدی وعدوکم

اہلباء یعنی ان لوگوں کے ساتھ جو اجتماعیت اسلام کے دشمن ہیں اور اس میں رخنہ اندازی کر رہے ہیں ان سے کسی قسم کی محبت نہ رکھو تو اس کی حکمت آخری آیت میں بیان فرمادی کہ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم بھی اپنی زندگی سے مایوس ہو جاؤ گے درمیان میں اور بھی بہت سے نقصانات اس قسم کی دوستی ----- سے پیدا ہوں گے جن کا ذکر آچکا ہے مگر سب سے بڑا نقصان یہ اخلاقی نقصان ہے جو عام مایوسیت (Pessimism) کی شکل میں ظاہر ہو گا یہ تمہاری موت ہے۔

آخر اور اولیٰ ایک دوسرے کے مقابل الفاظ ہیں اگر ایک چیز کو اولیٰ کہا جائے تو دوسری چیز آخرۃ کو کہنا چاہئے دنیاوی زندگی کا ایک حصہ جو پہلے اور اولیٰ ہو تو جو حصہ اس کے بعد آئے گا اسے آخرۃ کہنا جائز ہے گویا دنیاوی زندگی کی آخرۃ ہے جو دوسری زندگی سے متصل ہوتی ہے پس دنیاوی زندگی کا آخری حصہ اور دوسری زندگی کا پہلا حصہ آپس میں علت و معلول کا تناسب رکھیں گے جس مفہم کے دل میں دوسری زندگی کی کامیابی کا تصور ہو وہ ضرور اپنی دنیاوی زندگی کے آخری حصے میں کامیابی کا یقین حاصل کرنا چاہے گا تو وہ علت و معلول کا تناسب قائم رکھ سکے گا۔

ایک قوم اہل کتاب ہے اس کی اسی تعلیم نے اسے ایک فکر دیا ہے اگر یہ اپنی ہمت اور اس کتاب کی تعلیمات کی پابندی سے اس فکر کو حاصل کرنے سے مایوس ہو گئی تو اس کی نسبت یہ کہنا صحیح ہے کہ یسوا من الآخرۃ

### وللاخرة خير لك من الاولى کی تفسیر

سورۃ الضحیٰ میں جو آیا ہے وللاخرة خير لك من الاولى تو اس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کی دو حالتوں میں تناسب دکھایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ دوسری حالت جو آنے والی ہے وہ اس پہلے حالت سے اچھی ہو گی جس میں وحی کے انقطاع کی وجہ سے مایوسی ہو گئی تھی جیسے سورج ڈھل جاتا ہے اور رات ہو جاتی ہے اور پھر دوسرے دن سورج نکل آتا ہے اسی طرح وحی کے انقطاع سے مایوسی کا نتیجہ نکالنا

صحیح نہیں ہے یہ انقطاع اس لئے ہوا کہ دوسری وحی پہلی سے قوی تر آنے والی ہے پہلی وحی اس کے لئے بنیاد کا کام دے گی لہٰذا یہ بنیاد جس قدر مضبوط ہوگی اس پر اسی قدر مضبوط عمارت بن سکے گی اس لئے عارضی انقطاع وحی سے جو حالت پیدا ہوئی ہے اسے اولیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کے بعد سلسلہ وحی کے آغاز سے جو نیا دور حیات شروع ہوا ہے اسے آخرت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اسی طرح اس تمام دنیاوی زندگی کو اولیٰ کہا جائے تو حیات مابعد الممات کو آخرت کہنا جائز ہے لیکن ان معنوں میں آخرت کی بہتری ان سے پہلے معنوں میں اولیٰ کی بہتری پر موقوف ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترجمے کی طرف تفہیمات الہیہ میں اشارہ فرمایا ہے۔



# تفسیر سورۃ منافقون

سورۃ المنافقون کی حکیمانہ  
انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مرحوم)

مکتبۃ دارالکتاب

32۔ میکلیگن روڈ۔ ایچ کے بی بی سنٹر۔ چوک اے جی آفس لاہور

فون: 7239138



## تفسیر سورۃ المنافقون (مدنی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ جمعہ کے ساتھ ربط =

1- پچھلی سورت الجمعہ میں بے عمل لوگوں کے متعلق دو چیزیں بیان کی تھیں۔  
بے عمل لوگ علم حاصل کرنے میں کوتاہی کرتے اور سستی برتتے ہیں  
اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ احکام الہی کی تعمیل صورت تو باقی رہتی ہے لیکن  
معنوی طور پر ختم ہو جاتی ہے۔

مثل الذین حملوا النورۃ ثم لم یحملوها کمثل الحمار یحمل  
اسفاراً

2- یہ لوگ احکام الہی کی تعمیل میں جان دینے سے جی چراتے ہیں۔

فتمنوا الموت ان کنتم صلیقین

منافق کون ہے؟

جب کسی انسان کے تحت الشعور (Subconscious Mind) میں جان  
بچانے کا فکر بیٹھ جاتا ہے تو وہ احکام الہی سیکھنے سے بچا کر گریز کرنے لگتا ہے۔ کیونکہ  
اسے ہر وقت یہی ڈر لگا رہتا ہے کہ ان احکام میں کہیں ایسی چیز کا ذکر نہ آجائے جس  
پر مجھے جان دینی پڑے وہ سمجھتا ہے کہ جتنی دیر تک جہاں میں ہوں اچھا ہے۔ اس  
طرح کا مسلمان بظاہر ایک مسلم سوسائٹی کا ممبر بنا رہ سکتا ہے لیکن وہ اس سوسائٹی  
کے مرکز میں نہیں آسکتا اور نہ بیدار مرکزی طاقت اس پر کبھی اعتماد کر سکتی ہے۔  
کسی سیاسی جماعت میں جو شخص اس قسم کا ہو جب اس سے ایسی حرکتیں صادر ہوتی

ہیں جو اس تحریک کو روکنے کا باعث بنتی ہیں تو وہ قتل کر دیا جاتا ہے۔

### نفاق کا انجام کفر ہے

اس طرح کی زندگی بسر کرتے رہنے سے ضرور کوئی نہ کوئی وقت آجاتا ہے کہ ایسا شخص اس تحریک کے روکنے والوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ دینی تحریک سے روکنے والے کا نام کافر ہے۔ منافق اصل میں انقلابی تحریک کو روکنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس لئے وہ اسے آگے بڑھانے والی تحریکات میں حصہ لینے سے ہمیشہ گریز کرتا ہے البتہ یہ بات کہ اس نے تحریک کو روکا اس پر اس وقت صادق آتی ہے جب وہ عملاً "مخالفین تحریک میں شامل ہو جائے ایسے شخص کو قرآن حکیم کی اصطلاح میں منافق کہا جاتا ہے۔ جب وہ مخالفین تحریک میں شامل ہو کر تحریک کو روکتا ہے تو کافر بن جاتا ہے۔ اسے زمانہ حال کی بولی میں (Sleeping Partner) اور اخلاقی ہمدردی (Moral Sympathy) کے جو الفاظ رائج ہیں درحقیقت منافقانہ ذہنیت ہی کا اظہار کرتے ہیں اگرچہ اس حد تک نہ سہی جو کفر سے ملی ہوتی ہے ایسا شخص عمرانیت کی اصطلاح میں (Value Deranged) کہلاتا ہے۔

### منافق کا اخراج مصلحت

منافق شخص ترقی کرنے والی سوسائٹی کا غیر فعال حصہ ہوتا ہے اور کسی ترقی کرنے والے معاشرے میں غیر فعال حصہ کوئی قیمت نہیں پاتا۔ کوئی کام اسے سپرد کر کے یہ توقع رکھنا کہ وہ ذمہ داری کے ساتھ اسے پورا کرے کا غلط ہوتا ہے لیکن اسے سوسائٹی سے علیحدہ بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چلتے چلتے اسے سمجھ آجاتی ہے اور فعال بن جاتا ہے۔

جیسے کنواں کھودتے ہیں تو کسی جگہ سخت زمین آجاتی ہے اور انسان مایوس ہو کر اسے چھوڑ بیٹھتا ہے۔ مگر زلزلے یا کسی اور موثر قوت کے بروئے کار آجانے سے زمین پھٹ جاتی ہے اور پانی نکل آتا ہے اس لئے ایسے انسان کو سوسائٹی سے کلیہً خارج کرنا مصلحت قرار نہیں دیا گیا۔ اس مصلحت سے رسول اکرم ﷺ نے منافقین کو اپنی جماعت سے خارج نہیں کیا۔ گو وقت آنے پر منافقین اسلامی تحریک

سے علیحدہ ہو گئے۔

## منافع کی سزا موت

تاہم کوئی پارٹی صحیح طریق سے کام نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ منافقین کو الگ نہ کرے اسے صحیح طور پر معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے اندر کون کون سے منافقین ہیں ان پر بھروسہ نہیں کیا جائے گا اور نہ انہیں ذمہ داری کا کام دیا جائے گا۔ لیکن اگر منافقین کی حرکات اس حد تک پہنچ جائیں کہ مرکزی جماعت انہیں قتل کرنا مفاد عامہ کے لئے ضروری سمجھے تو وہ یہ بھی کر سکتی ہے لیکن یہ بڑی ذمہ داری سے فیصلہ کرنے کی چیز ہے۔

## قتل کی شرط

ہمارے خیال میں منافقین کو اس وقت قتل کرنا چاہیے جب وہ اعلانیہ طور پر تحریک کی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں اس صورت میں ان کے قتل سے کوئی فساد برپا نہیں ہوتا، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس سوسائٹی میں انسان کی جان محفوظ و مامون نہیں ہے ہر شخص کو یقین ہونا چاہیے کہ جب تک اس پر جرم ثابت نہ ہو جائے اس کا جان و مال محفوظ ہے مگر یہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ منافقین اور کارکن لوگ ایک ہی صف میں بٹھا دیئے جائیں۔

## دوسری سزا

ضرورت کے وقت ایسے آدمیوں کا پردہ فاش بھی کیا جاسکتا ہے کیونکہ ان کا کوئی حق نہیں ہے کہ وہ کام کرنے والوں کی راہ میں رکاوٹ پیدا کریں۔

## ڈسپلن کمیٹی

ہم نے یورپ میں پارٹیوں کا جو نظام دیکھا ہے اس میں خاص چیز یہ ہے کہ پارٹی میں ضبط (Displine) قائم رکھنے کے لئے ایک علیحدہ کمیٹی ہوتی ہے اسے ڈسپلن کمیٹی (Disipline Committee) کہتے ہیں اس کمیٹی کا فیصلہ آخری ہوتا

ہے اس کے خلاف کوئی اپیل نہیں ہو سکتی۔ نہ کوئی اسے منسوخ کر سکتا ہے یہ کمیٹی مگرانی کرتی رہتی ہے۔ اس کے جاسوس ہر رکن پر ہر وقت مسلط رہتے ہیں کہ وہ کس سے ملتا ہے کیا کام کرتا ہے؟ کیا فکر رکھتا ہے؟ بعض اوقات اس کا فیصلہ ہوتا ہے کہ اسے سوسائٹی میں نہیں رکھنا چاہیے اس وقت اسے قتل ہی کر دیا جاتا ہے اس فیصلے کو کوئی رو نہیں کر سکتا۔ انقلاب میں ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے چنانچہ ہمارے زمانے میں جو انقلابات ہو چکے ہیں ان میں ایسا ہی کیا جا چکا ہے۔

### اس سورت کا موضوع

یہ سورت حقیقت میں اس جماعت منافقین کی ذہنیت کی توضیح کرتی ہے جو مذہبی حلقے میں پائی جاتی ہے۔ نزول قرآن کے زمانے میں یہ علمی جماعت ہے۔ تورانی کی حامل ہے۔ مگر موت سے بھاگتی ہے ظاہر ہے کہ یہ لوگ جو سوسائٹی پیدا کریں گے وہ اسی قسم کے ممبروں پر مشتمل ہوگی۔ ایک آدمی کتاب الہی کو تو مانتا ہے مگر اس کے حکم سے جان دینے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ ایسے شخص کی صحبت سے جو سوسائٹی پیدا ہوگی وہ منافقوں کی سوسائٹی ہی ہو سکتی ہے اگر ایک عالم اس قسم کی تحریک جاری کرے جس سے بنی آدم کا ایک اچھا خاصہ حصہ منافق بن جائے تو ان سب کا وبال اس ایک کی گردن پر ہوگا۔ اس قسم کے عالم بالتورات یا عالم بالقرآن منافق سے ایک سلیم الطبع ان پڑھ آدمی بدرجہا بہتر ہے وہ جاہل تو ہو سکتا ہے لیکن منافق نہیں بن سکتا۔ یہاں تک کہ بعض اوقات کسی سبب صحیح بات نہ سمجھنے کی وجہ سے وہ اعلانیہ منکر بھی ہو جائے تو یہ بھی ہو سکتا ہے مگر اس سے یہ کبھی نہ ہوگا کہ ایک تعلیم کو اعلانیہ تو مانتا رہے مگر اس کا قلب یقین سے یکسر خالی ہو یہ سلامت طبع کے خلاف ہے۔

جملہ معترضہ! مثال کے طور پر ایک بڑا مقصد ہے اس کے حاصل کرنے کے مختلف طریق ہو سکتے ہیں۔ فرض کیجئے ایک گروہ ایک اصول کار اختیار کر لیتا ہے۔ وہ ایک پارٹی کھلائے گی۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے دوسرا گروہ دوسرا طریق اختیار کرتا ہے۔ یہ دوسری پارٹی بن جائے گی ایک طرح سوچنے والے لوگ دوسری

طرح سوچنے والی پارٹی میں شامل نہیں ہو سکتے وہ بالمتقابل پارٹی بنائیں گے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دو مختلف اصول کار رکھنے والی پارٹیاں مخلوط ہو جاتی ہیں۔ اس سے کام میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے مثلاً فرض کیجئے کہ ایک پارٹی لڑنے کو جائز سمجھتی ہے اور دوسری لڑنے کو ناجائز سمجھتی ہے گو دونوں کا مقصد ایک ہی ہے یعنی ملک کے لئے آزادی حاصل کرنا۔ اگر یہ دونوں پارٹیاں مخلوط ہو جائیں تو اس کے کام میں جمود (Deadlock) پیدا ہو جائے گا۔

ایسے ہی ایک پارٹی ہے جو ایک ایک شخص کا مخالف طاقت سے لڑنا جائز سمجھتی ہے یہ انقلابی جماعت ہے دوسری پارٹی وہ ہے جو سوائے ایک بڑے مسلمان بادشاہ اور بڑی فوج کے مخالف غیر مسلم طاقت سے لڑنا جائز نہیں سمجھتی۔ اگر یہ دونوں مل کر کام کرنے لگیں تو دونوں شکست ہو جائیں گی۔ اس لئے ان کو دو پارٹیوں میں تقسیم ہو جانا چاہیے یہ نہایت کار آمد اصول کار ہے جو یورپ کی انقلابی پارٹیوں کے تجربے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے ہم مختلف الاصول جماعتوں کے مل کر کام کرنے کے قائل نہیں رہے۔ پارٹی پالیٹکس کا اصول اولین یہ ہے کہ ہم فکر لوگ ہی جمع ہو کر پارٹی بنائیں اور ایک متحدہ پروگرام پر کام کریں۔

جملہ معترضہ (منجانب مرتب) حضرت مولانا سندھی لاہور سے ایک عالم کو اپنے ساتھ گوٹھ پیر جمنڈے (سندھ) لے گئے وہ ان کی درسگاہ میں پڑھانے لگ گیا ایک روز اس عالم نے مولانا سے بڑے زور سے کہا کہ میں فلاں روز لاہور جا رہا ہوں میرے لئے تین سو روپے کا بند دبت ہو جانا چاہیے۔ مولانا کے پاس کچھ بھی نہیں تھا جس روز کا ان عالم صاحب نے نوٹس دیا تھا۔ اس سے ایک روز پہلے وہ پھر روپے لینے کے لئے پیچھے پڑ گئے۔ مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد وہ عالم آگے بڑھے کہ وہیں مولانا سے پھر تقاضا کریں لیکن مولانا تو اخل پڑھنے کے لئے نیت باندھ چکے تھے عالم صاحب کو مایوس ہو کر بیٹھ جانا پڑا لیکن وہ تھماتے رہے۔ مولانا نے ابھی دو نفل پڑھ کر سلام پھیرا ہی تھا کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور روپوں کی ایک حسیلی مولانا کے سامنے پیش کی آپ نے اشارہ فرمایا کہ یہاں رکھ دو وہ رکھ کر چلا گیا۔ پھر مولانا نے اس عالم کو اشارہ کیا کہ ان روپوں میں سے لے لو انہوں نے اپنے

مطالبے کے تین سو روپے گن کر لے لئے اور باقی روپے جو تعداد میں کئی سو تھے، قحطی ہی میں رہنے دیئے۔ مولانا کی زندگی میں ایسے بہت سے واقعات آئے کہ پلے ایک پیسہ بھی نہیں لیکن ہزاروں کی ضرورتیں فضل الہی سے پوری ہوتی رہیں اور آپ برابر انقلابی کام میں لگے رہے۔

ان کے شاگرد رشید حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کی زندگی بھی توکل علی اللہ کی بے شمار مثالوں سے پر ہے۔

(1) اِنَا جَاءَكَ الْمُنْفِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ اَنْكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنْكَ لِرَسُولِهِ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اَنْ الْمُنْفِقِينَ لَكَاذِبُونَ ○

ترجمہ: جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق جھوٹے ہیں۔

### منافقین کی منافقت

منافق کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور ان کا یہ کہنا صحیح ہے اس لئے کہ اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں مگر ان کا آپ کو رسول کہنا محض زبانی ہے وہ دل سے مان کر رسول اللہ نہیں کہتے دیسے ہی کہتے ہیں یہ لوگ رسول اللہ کو رسول اللہ بھی کہتے رہیں گے اور اس کے کام میں رکاوٹیں بھی ڈالتے رہیں گے اس لئے ان کا یہ زبانی دعویٰ جھوٹا ہے۔

(2) اتَّخَذُوا اِيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْلَمُونَ ○

ترجمہ: ان لوگوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے سو یہ لوگ خدا کی راہ سے روکتے ہیں بے شک وہ کام بہت برے ہیں جو یہ کرتے ہیں۔

اگر ان سے کہا جائے کہ تم رسول اللہ کو رسول اللہ مانتے ہو تو وہ قسمیں کھا کھا کر یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کو مانتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی پر اصرار کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی اس



سے روکتے ہیں اب زبانی قسمیں کھا کھا کر کہنا کہ ہم رسولؐ کو مانتے ہیں نہایت برا کام ہے اس طرح کی سوسائٹی پیدا کرنا جرم ہے۔ قرآن حکیم وہ پہلی کتاب ہے جس نے علم کی غایت اصلی عمل کو قرار دیا ہے علم اگر معاشرے کی ترکیب میں داخل ہے تو معاشرہ بغیر افراد کے عمل کے حقیقی صورت اختیار نہیں کر سکتا قرآنی عمرانیات علم کی عظمت علم و عمل کے امتزاج سے ظاہر ہوتی ہے۔ معاشرے اور علم کی مناسبت سے عمل کو جو اہم مقام حاصل ہے وہ آج کی عمرانیات کا اہم مسئلہ ہے چنانچہ دور جدید کے مشہور ماہر عمرانیات (Talcaot Parsons) معاشرے کے وجود اور ارتقاء کے لئے عمل پر بہت زور دیتا ہے لیکن قرآن حکیم نے علم و عمل کے لزوم کو انسانی زندگی کے لئے جس قدر ضروری قرار دیا ہے وہ ٹالکوٹ پارسنز کی ضخیم کتابوں سے کہیں زیادہ موثر ثابت ہوا ہے صحیح علم پڑھنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کام کا ارادہ پیدا ہو جائے جب صحیح علم سے کام کا ارادہ پیدا نہ ہو تو اس پڑھنے کا کیا فائدہ۔ فرض کرو کہ ہم ایک کتاب اس شرط کے ساتھ پڑھتے ہیں کہ اس پر عمل نہیں کریں گے اس کتاب کے پڑھنے کی فضیلت کی سند تو مل جائے گی اور پڑھا بھی سکیں گے لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس قسم کا کام انسانیت کے لئے زہر قاتل ہے۔

### منافقت کا سبب

(3) ذالک بانہم امنوا تم کفر و افطبع علی قلوبہم فہم لا یفقیہون ○ ترجمہ: ہم اس بنا پر یہ کہتے ہیں کہ یہ ایمان لائے پھر نیک ہو گئے لہذا ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی اب یہ لوگ حق بات کو سمجھتے ہی نہیں۔ ان کی یہ ذہنی حالت کیوں ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ پہلے تو ارادہ کرتے ہیں کہ ہم یہ کتاب پڑھتے ہیں تاکہ اس پر عمل کریں، پھر مشکل چیز آجاتی ہے یعنی جان دینی پڑتی ہے اس وقت جان چرا جاتے ہیں پھر ان کے دلوں میں اس غلطی کی ندامت پیدا ہوتی ہے یہ ان کا دوبارہ ایمان لانا ہے پھر دوسری دفعہ جان دینے کا موقعہ آتا ہے تو پھر جان چرا جاتے ہیں اس طرح بار بار کرتے رہنے سے جان چرا جاتے ہیں۔ اس طرح بار بار کرتے رہنے سے جان چرانے کی عادت پختہ ہو جاتی ہے

پھر ان کے دلوں سے یہ احساس ہی جاتا رہتا ہے کہ قرآن پر عمل کرنا ضروری ہے۔  
یہ نصوص و آیات حضور رسالت مآب ﷺ کے دور کے بے عمل اور  
منافق افراد کی حد تک محدود نہیں بلکہ دور جدید کے اصول عمرانیات کے مطابق بھی  
یہ آیتیں ان لوگوں کی ذہنیت کی ترجمانی کرتی ہیں جو اسلام کو موجودہ ساختفک  
تمذیب کے مقابلے میں بے اثر ناقابل عمل اور ختم شدہ قوت (up Force  
Shent)) سمجھتے ہیں۔

فقطع علی قلوبہم

### دلوں پر مرگ جانے کا مطلب

اب ان کے دلوں میں عمل کرنے کا ارادہ پیدا ہی نہیں ہوتا۔ یہ مطلب  
ہے دلوں پر مرگ جانے کا۔

○ فہم لایفقیہون

آخر میں یہ احساس بھی پیدا نہیں ہوتا کہ علم کا عمل کے ساتھ کچھ تعلق  
ہے لیکن ان کی عقلی قوتیں تدرست ہوتی ہیں۔

(4) واذا رایتمہم تعجبک اجسامہم وان یقولوا نسمع لقولہم کانہم  
خشب مسندۃ یحسبون کل صیحة علیہم ہم العدو وفا حذر ہم قتلہم اللہ  
انی یوفکون

ترجمہ: اے پیغمبر جب آپ ان کو دیکھیں تو ان کے ظاہری جسم آپ کو  
خوش نما معلوم ہوں اور اگر یہ باتیں کریں تو آپ ان کی باتوں کو دلچسپ ہونے کی  
وجہ سے کان لگا کر سنیں گویا وہ خشک لکڑیاں ہیں جو کسی دیوار کے سارے لگا دی گئی  
ہیں وہ ہر بلند آواز کو اپنے ہی خلاف خطرہ سمجھتے ہیں یہی لوگ دشمن ہیں آپ ان  
سے بچتے رہئے خدا ان کو ہلاک کرے یہ کہاں پھرے چلے جا رہے ہیں۔

(سورہ منافقون کی یقینہ تفسیر ص 593 پر ملاحظہ فرمائیں)

# قرآنی فکر انقلاب

سورہ اخلاص و معوذتین  
کی حکیمانہ انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ

مرتب

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مرحوم)

میچنگی دارالکتب

32- میٹلین روڈ- ایچ بی سنٹر- چوک اے جی آفس لاہور

فون: 7239138



## اسلام

بین الاقوامی اختلاب کی عالمگیر تحریک ہے جس کے امام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس اختلاب کی بنیاد قرآن حکیم پر ہے۔ آپؐ اور آپؐ کے قریبی صحابہ (ساتھیوں) کی کوششوں سے جو جماعت پیدا ہوئی وہ پہلے عرب پر غالب آئی پھر وہ ایک محدود علاقے میں مرکز اقوام بنی۔ یہ اس کی زندگی کے ابتدائی پچاس سال کی روداد ہے جن میں وہ نہایت اعلیٰ اصول قائم رکھ سکی۔

اس دور کی تاریخ اور فلسفہ اسلام کے نام پر اختلاب لانے والوں کے لئے رہتی دنیا تک نمونہ ہے۔ اس دور کی تاریخ امام ولی اللہ دہلویؒ سے بہتر کسی نے نہیں لکھی اور نہ ان کے سوا کسی اور نے اس دور کا فلسفہ معین کیا ہے۔ محمد حاضر میں یورپ اور اس سے اثر لینے والی دنیا کو علمی رنگ میں سوچنے اور سمجھنے کی عادت ہو چکی ہے۔ اسلام کی حقیقت امام ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفے کے سوا اور کسی طریق سے نہیں سمجھائی جاسکتی اور نہ یورپ کی مرکزیت کو اس کے سوا کسی اور طریقے سے توڑا جاسکتا ہے اور یورپ کی مرکزیت توڑے بغیر قرآن اور اسلام کو قائم کرنا ناممکن ہے۔ **مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ** (اللہ کے رسول محمد اور ان کے ساتھیوں) کے کلام کے نمونے پر بزرگ عظیم پاک و ہند میں اسلام کو جمہوری رنگ میں غالب کرنے کا ایک جامع سائنٹیفک سیاسی معاشی اور اخلاقی اختلاب کا عملی پروگرام کارل مارکس سے تنویر حاصل پہلے بنایا گیا۔ اس کا محور دہلی تھی۔ پاکستان حقیقت میں اسی اختلاب کی جزوی تصویر ہے جسے مکمل کرنا ہر پاکستانی کو جو ان کا فرض ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## وِیْبَاجِہ

قرآن حکیم کی دعوت عالم گیر انقلاب (World Revolution) کی دعوت ہے جس کا تعلق ساری نوع انسانی کے ساتھ ہے اس انقلاب کا عنوان اعلیٰ ”توحید الہی“ ہے۔ اور یہ

ایک خالق

ایک نظام اقدار اور

ایک سیاسی و اقتصادی نظام

کی طرف بلاتا ہے۔

اس انقلابی تحریک کا آغاز مکہ مکرمہ میں ساتویں صدی عیسوی کے شروع میں ہوا۔ مدینہ منورہ میں اس نے اپنی ابتدائی منزل عربی قومی انقلاب کی منزل پوری کی۔ پھر یہ انقلاب بین الاقوامی منزل میں داخل ہوا۔

اس عالم گیر انقلاب کا پہلا دور سترہویں صدی عیسوی تک رہا پھر اس کی لہریں مدہم پڑ گئیں اور دنیا ایک ارتجاع عظیم (Reaction) میں مبتلا ہو گئی پہلے دور کے ابتدائی پچاس برس انقلاب کے نمونے کا دور ہے اس کے بعد کے سارے زمانے میں اس انقلاب کی پشت پناہی شعلی ظلمات کرتے رہے۔ اس دور میں جو چھوٹے چھوٹے ارتجاعات (Reactions) آتے رہے ان میں سے ہر ایک کے بعد دوسرے یا تیسرے درجے کا انقلاب بھی آتا رہا لیکن اٹھارہویں صدی سے دنیا ایک نئے دور میں داخل ہو گئی اب بلاشبہ دنیا سے اٹھنے لگی اور انسانی معاشرے میں جمہوری اور عوامی دور شروع ہو گیا۔

اس مختصرے کتبچے میں جو قرآن حکیم کی آخری تین سورتوں اخلاص اور صافات کی تفسیر پر مشتمل ہے ہم اس عالم گیر انقلاب کی بنیادی فکر، توحید اور معنویت (Implications) پر نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ انقلابی تحریک کے اس دور میں اس فکر کو قرآنِ اول کی روشنی میں از سر نو سمجھنے کی ضرورت ہے تاکہ نئے دور کے انقلابی اپنے عمل کو اس دور کے فکر پر واصل کر آگے بڑھیں۔ یہ اور اہل مولانا عبید اللہ سندھی (نور اللہ مرقدہ)

(1872-1944ء) کے انکار سے ماخوذ ہیں اور انہی کے مطالعے اور تجربات زندگی کا نتیجہ ہیں۔

نیاز آگین

بشیر احمد بی۔ اے

سیکرٹری دلی اللہ سوسائٹی پاکستان

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

### تسمیہ

کسی معاشرے کی اجتماعی زندگی تین ستونوں پر قائم ہوتی ہے:-

- ① سیاسیات
- ② اقتصادیات اور
- ③ فلسفہ

اگر کسی معاشرے کو ایک ”فرد“ (Person) مان لیا جائے تو سیاست اس کے اجزاء کو آپس میں مربوط کر کے اس کے ڈھانچے کو قائم رکھتی ہے۔ اقتصادیات اسے نشوونما بخم پہنچاتی ہے اور فلسفہ اس کی معنوی زندگی کی تنظیم کرتا ہے۔ اگر کوئی مختلف طاقت اس معاشرے پر حملہ کر کے اس کی سیاسی طاقت چھین لے لیکن اس کا اقتصادی ڈھانچہ (Economic Structure) اور اس کا نظام فکر (Ideology) محفوظ رہیں۔ تو وہ اپنی سیاسی شکست کا دوا کر کے اپنی ہستی اذ سر نو قائم کر سکتا ہے تاریخ اس کی بہت سی مثالیں پیش کرتی ہے۔

لیکن اگر اس معاشرے کی فنی اور سیاسی شکست کے بعد اس میں اقتصادی بدحالی بھی پیدا کر دی جائے لیکن اس کا فکری نظام قائم رہے تو بھی وہ پہلے سے زیادہ محنت کر کے اپنی اقتصادی حالت کی اصلاح اور اپنی سیاسی کمزوری کا دوا کر سکتا ہے۔<sup>2</sup> لیکن اگر سیاسی طاقت اور اقتصادی نظام کے ساتھ ہی اس معاشرے کا فکری نظام بھی ٹوٹ جائے تو پھر اس کے معاشرے کا دوبارہ زندہ ہونا ناممکن ہو جاتا ہے۔<sup>3</sup>

۱۔ افغانستن کی جنگیں اس کی اچھی مثالیں ہیں انگریزوں نے اسے تین مرتبہ (1862-1879 و 1919) میں سیاسی اور فنی شکست دی لیکن اس کی اقتصادی اور فکری طاقت محفوظ رہی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ افغانوں نے اپنے آپ کو بھر مضبوط کر لیا۔ (مرتب) ۲۔ ہمارے زمانے میں ”اسرائیل“ شاید اس کی موزوں مثال ہو۔ یہودیوں نے شکست پر شکست کھائی ملک ملک مارے مارے پھرے لیکن آخر کار تجارت اور صنعت و حرفت کے ذریعے سے اپنی اقتصادی حالت بحال کر کے ایک چھوٹے سے ملک میں اپنا ایک سیاسی مرکز قائم کر ہی لیا۔ (مرتب) ۳۔ اسلام جن ملکوں میں اپنی تاریخ کی ابتدائی صدیوں میں داخل ہوا۔ ان ملکوں مثلاً ایران، افغانستان، ترکستان، مصر، شام و غیرہ میں اصل مذہب کا کوئی ہم لیا اپنی نہیں رہا۔ اب ان ملکوں کی سیاسی اور اقتصادی طاقت اسلام ہی کی خدمت میں استعمال ہو رہی ہے۔ (مرتب)



بڑے عظیم پاکستان دہندہ میں خود ہماری تاریخ اس تاریخی عمل کی ایک مثال ہے۔ سترہویں صدی عیسوی میں بڑے عظیم ہند پر ہمارا قبضہ تھا۔ اس زمانے میں یورپی قومیں اس بڑے عظیم کی طرف بڑھیں انہوں نے یہاں کی حکمران طاقت کو شکست دینے کے لئے پہلے یہاں سیاسی اور اقتصادی غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کی اور پھر فکری حملہ کیا۔

سیاسی میدان میں فرانس اور برطانیہ کی آدریش دکن میں شروع ہوئی۔ رفتہ رفتہ انگریزوں نے فرانسیسیوں کو ٹھل باہر کیا۔ 1858ء تک سارے ملک پر خود قابض ہو گئے اور مغل حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ یہ ہماری سیاسی اور فکری شکست تھی۔

اقتصادی میدان میں یورپی قوموں، خصوصاً انگریزوں نے ہماری صنعت و حرفت اور تجارت کو برباد کر دیا۔ ہمارے ملک کی پیداوار کو ڈیڑھ کے مول غریب کر لے گئے اور اپنی مصنوعات سونے کے بھڑے ہمارے ملک میں ٹھونس دیں۔ رفتہ رفتہ اس بڑے عظیم کی ساری آبادی کو اقتصادی بدحالی میں مبتلا کر دیا۔ یہ ہماری اقتصادی شکست تھی۔

اس پر اکتفا نہ کر کے انگریزوں نے ہم پر فکری حملہ بھی کیا چنانچہ انہوں نے ہمارے مذہبی افکار میں جو ہماری زندگی کی بنیاد تھی۔ دوسرے پیدا کر کے شروع کئے۔ یہ ان کا اصلی فکری حملہ تھا۔ اس کے ذریعہ سے انہوں نے ہمارے نوجوانوں کے دلوں میں اسلامی مذہبی حقائق کے خلاف شکوک پیدا کر کے ان کے یقین کی جڑیں ہلا دیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے افکار ایسے انداز میں پیش کئے کہ ہمارے نوجوان ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ چنانچہ یورپی مادہ پرستانہ سائنس اور فلسفے نے ہمارے نوجوانوں کے افکار میں مزید تڑپ پیدا کر دیا یہ یورپ والوں کا ثبت فکری حملہ تھا۔

اس دو گانہ حملے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارا نوجوان طبقہ مغربی افکار سے مرعوب ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ یورپی طرز پر سوچنے لگے۔ اور اپنی شخصیت کو بیٹلا۔ لیکن ہم میں سے ایک اہم اقلیت نے اس فکری حملے کو برداشت کر لیا۔ وہ اس کے مقابلے کے لئے ڈٹ گئے۔ اور اس نے رفتہ رفتہ محنت کر کے 1947ء میں انگریزوں کو ملک سے ٹھل باہر کیا۔

اب یہ اقلیت امام دلی اللہ دہلوی کے فکر پر کام کرنے والوں کی ہے اس جماعت کے کارکنوں نے پہلے 1826ء میں پشاور کو مرکز بنا کر کام کرنا شروع کیا اور کوشش کی کہ سکھوں سے باغیہ چھین کر دہلی پر قبضہ کریں۔ اور امام دلی اللہ دہلوی کے فکر پر جمہوریت قائم کریں۔ لیکن یہ جماعت 1831ء میں ہلاکوٹ کے حلوئے میں شکست کھا گئی اس کے بعد اس کے کارکنوں نے انگریزوں کو ملک سے باہر نکالنے کے لئے 1915ء میں افغانستان اور ترکی کے فکری احمقوں کی کوشش کی لیکن ان کا یہ پروگرام بھی پورے طور پر کامیاب نہ ہو سکا البتہ وہ انگریزوں کو

یہ ہماری سیاسی فتح ہے اب ضرورت ہے کہ ہم تاریخ کے عمل کو الٹ دیں اور فکری نظام پر قائم کی ہوئی مملکت پاکستان کو اقتصادی لحاظ سے مضبوط کریں۔ پھر اسے بین الاقوامی میدان میں غالب کریں۔ اس وقت ہم کہہ سکیں گے کہ ہم نے اسلام (کامل طور پر) قائم کر لیا۔

اصل میں کسی قوم کا نظام فکر اس کے فلسفہ حیات (Philosophy of Life) پر مشتمل ہوتا ہے وہ اس کے افکار میں سے تعارض (Antadonism) دور کر کے وحدت فکری پیدا کر دیتا ہے جس سے معاشرے میں وحدت عمل ظاہر ہوتی ہے یہ فکر عمل کی وحدت ہی اس معاشرے کی نشوونما اور قوت کا موجب بنتی ہے اس کے برخلاف جس معاشرے میں وحدت فکری نہ ہو اس میں انتشار عمل پیدا ہو جاتا ہے اور اندرونی اختلافات اس کی بربادی کا باعث بنتے ہیں۔

قرآن کا مرکزی فکر : قرآنی نظام فکر (Ideology) میں توحید الہی مرکزی نقطہ ہے جس کا خلاصہ سورۃ اخلاص میں دیا گیا ہے یہ مرکزی فکر کسی خاص محدود معاشرے کی تنظیم کے لئے نہیں بلکہ ساری نوع انسانی کی تنظیم کے لئے ہے۔ یہ ایک اور مقام آیت الکرسی میں بھی دیا گیا ہے لیکن وہاں کا طرز بیان لوہے درجے کے سوچنے والے طبقے کے لئے ہے ”سورۃ اخلاص“ میں اسی فکر کو توسط درجے کے انسانی ذہنوں کی رعایت رکھ کر بیان کیا گیا ہے اس لحاظ سے یہ سورت بے نظیر ہے۔

اعلان بیزاری : قرآنی انقلاب کی ابتدائی منزل کی تاریخ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں اس انقلاب کا ظہور ہوا۔ مختلف لوگوں کا فکر شرک پر مبنی تھا قرآن نے پہلے تو اپنی جماعت کی جداگانہ مستقل حیثیت مخالفین سے منوالی اور اعلان کیا۔

”اے لوگو! جو میرے نظام فکر کا انکار کرتے ہو میں (کسی) اس چیز کی عہدوت نہیں کرتا جس کی تم کرتے ہو اور نہ تم اس (ذات واحد) کی عہدوت کرتے ہو جس کا میں پرستار ہوں۔ (ایسے ہی) نہ میں (کبھی) ان کی پوجا کروں گا جن کی تم کرتے ہو اور نہ تم اس ذات کی عہدوت کرو گے جس کی میں کر رہا ہوں

(بقیہ حاشیہ) جدی فکست دینے میں کامیاب ہو گئی اس کے بعد اس پارٹی کے ایک پھور انقلابی کارکن مولانا عید اللہ سندھ می (1872-1944ء) نے 1926ء میں استیض (ژر) سے تقیم ہند کا پروگرام شائع کیا جسے یورپ میں خوب اشاعت دی گئی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ شمل مغربی ہند میں مسلمانوں کی آزاد ریاست قائم کرنے کا تحریک مسلمانوں میں پیدا ہو گیا اور 1947ء میں پاکستان کی ریاست وجود میں آئی۔

(اس لئے) تمہارا مسلک حیات الگ ہے اور میرا مسلک حیات الگ ہے۔“  
(سورہ کافرون نمبر 109)

جنگ : اس اعلان مہارزت ( ) کے بعد جنگ چھڑ جانی ناگزیر تھی۔ چنانچہ اس کا سلسلہ شروع ہونے سے پہلے مکہ کرمہ کے بین الاقوامی پُر امن شہر (Open City) کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کو مرکز بنایا گیا۔ اس میں بہت سے سیاسی اور نفسیاتی قائدے پوشیدہ تھے۔ اس کے بعد جنگ ”بدر“ (2ھ) سے جو سلسلہ شروع ہوا وہ آخر فتح مکہ (8ھ) پر ختم ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ۔

(ا) مخالفین کی سیاسی شکست : جب اللہ کی مدد اور فتح آگئی تو تو نے دیکھا کہ لوگ جو حق درحق اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے۔ یہ مخالفین انقلاب کی فوجی اور سیاسی شکست تھی۔

(ب) مخالفین کی اقتصادی شکست : اس کے بعد مخالفین کو اقتصادی (Economic) اور معاشرتی (Social) شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ قرآن حکیم فرماتا ہے :  
”ابو لب کے (جو اسلام کی مختلف پارٹی کا گویا مہمجن (Pranannerer) تھا دونوں ہاتھ لوٹ گئے اس کا بل اور اس کی کملی کسی کام نہ آئی۔“ (سورہ لب نمبر 111)

(ج) مخالفین کی فکری شکست : (1) سورہ اخلاص 112 : قرآنی انقلاب کے مخالفین کی سیاسی اور اقتصادی شکست کے نتائج کی تکمیل کے لئے قرآن حکیم نے اپنے نظریہ توحید کا اس دور سے پرہیز شدہ کیا کہ عرب کی مشرکہ ذہنیت بالکل برباد ہو گئی اور قرآنی ذہنیت ان پر غالب آئی۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کا مشرکہ ذہنیت کی طرف لوٹنا ناممکن ہو گیا۔ چنانچہ قرآن حکیم کہتا ہے کہ اَلْيَوْمَ يَنْسَى الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ (المائدہ 315) یعنی اب تمہارے نظام حیات کے منکر (کافر) اس بارے میں قطعاً مایوس ہو چکے ہیں کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر لیں گے۔

خالق کے متعلق فکر کو اس طرح صاف کرنے کے لئے کہ شرک کی منجائش مطلقاً باقی نہ رہے قرآن حکیم کی یہ سورت نہایت جامع ہے۔

(2) سورہ فلق (113) : سورہ اخلاص میں جس توحید باری کا ذکر کیا گیا ہے اس کا پھیلاؤ تمام کائنات میں دیکھنا ضروری ہے۔ اگر ایک عقل مند انسان ساری کائنات کو اپنے نظریہ توحید پر منطبق کر لے تو وہ توحید میں پختہ ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ توحید کو کائنات کے

ساتھ جمع نہ کر سکے یعنی وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ ساری کائنات کے وجود کا ایک ایک ذرہ کس طرح ایک وجودِ اقصیٰ (Ultimate Being) سے آیا ہے اور ساری کائنات میں ایک ہی ذہنِ عالی (The Great Mind) کی تدبیر کس طرح کام کر رہی ہے تو اس کی توحید آج ہے تو کل نہیں ہوگی۔

(3) سورۃ النّاس (114) : کائنات میں بے شمار اشیاء موجود ہیں۔ بعض اپنی چھوٹی ٹی میں حیرت انگیز ہیں جیسے سالمہ (Atom) اور منفی برقیہ (Electron) بعض اپنی بڑائی میں حیرت انگیز ہیں جیسے سحابے (Nebulae) اور کہکشاؤں (Galaxies) خود کائنات اپنی وسعت اور عظیم و ترتیب کے اعتبار سے نہایت ہی حیرت انگیز ہے لیکن اس سے بھی اوپر انسان کا ذہن (Mind) ہے جو ساری کائنات میں سب سے زیادہ حیرت ناک چیز ہے۔ وہ اس کائنات کا تصور کرتا ہے اور اس کا راز معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ اپنی اُنا (Ego) کو اپنی نوع میں منحصر سمجھتا ہے اس لئے اگر اس کی نوع میں خدا تعالیٰ کی توحید کا اثر و نفوذ پوری طرح سے سمجھ میں آجائے تو یہ عقیدہ مکمل طور پر پختہ ہو جاتا ہے۔ ان سورتوں میں توحید کے نظریے کی تکمیل کی گئی ہے اس لحاظ سے یہ سورتیں سورۃ اخلاص کا تختہ ہیں۔

وہ فلسفہ توحید جس نے انقلاب کے ذریعہ سے شرک کی جڑیں اکھاڑ کر پھینک دیں ان تین سورتوں میں مکمل ہو گیا ہے۔ اب یہ تعلیم ہے اور رسول اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کا عملی نمونہ جب تک نوع انسانی کو زمین پر قائم ہے اس تعلیم سے رسول اکرم ﷺ اور آپ کے قریبی ساتھیوں کا نمونہ سامنے رکھ کر پورا پورا قائمہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

## سورة الاخلاص

بسم الله الرحمن الرحيم

فَنُوتِيتْ كَارَوْ : (۱) قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (تو کہہ دے کہ اللہ ایک ہی ہے) دنیا میں دو قسم کی جماعتیں پائی جاتی ہیں۔

(۱) وہ جماعتیں جو کسی دین کی پابند ہیں اور

(۲) وہ جماعتیں جو کسی دین کی پابند نہیں ہیں۔

جب کوئی قوم اپنے بلند ترین انسانی نصب العین۔ (دین) سے گر جاتی ہے تو اس میں شرک پیدا ہو جاتا ہے۔ غیر مذہبی جماعتوں میں شرک عموماً "ختمیت (Dualism) کی شکل اختیار کر لیتا ہے کوئی فلسفی جماعت یہ تسلیم نہیں کرتی کہ خیر اور شر ایک ہی مرکز سے نکل سکتے ہیں۔ وہ ان کے لئے جدا جدا مرکز مان لیتی ہے۔ جیسے درخت کی جماعت نے جو شروع شروع میں مذہبی جماعت تھی۔ جب فلسفیانہ مسلک اختیار کر لیا تو اس نے خیر کا ایک مرکز مانا اور اسے اُہور مُرد یا یزدان کہا اور شر کا دوسرا مرکز قرار دیا اسے اُہرمن کہہ کر۔ یہ اہل فلسفہ اس نکتے کو نہ سمجھ سکے کہ خیر اور شر ایک مرکز سے کس طرح صادر ہو سکتے ہیں؟ حالانکہ وہ اس مسئلے پر کائنات گیر ذہن سے غور کرتے تو وہ تصور کر سکتے تھے کہ کائنات کی ہر ایک چیز اپنی جگہ مفید ہی ہے یہ الگ بات ہے کہ وہ ایک نوع کے لئے مفید ہے اور دوسری کے لئے غیر مفید یا مضر۔ کون نہیں جانتا۔

( ) اس لئے کسی شے کو شر مطلق (Absolute Evil) کی ذیل میں لانا غلط ہے اس طرح ہر ایک شے کا وجود ایک مرکز سے ملنا حکمتِ علیہ کی رو سے نہ صرف جائز بلکہ لازم ہے چنانچہ اس آیت میں اعلان کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ ہی کا ایک وجود ہے جو کائنات کے ایک ایک اُترے کا مصدر ہے۔ ایسے ہی کائنات میں جو تدبیر جاری ہے اس کے

ہیں مظهر میں بھی اس ذات واحد ہی کا ذہن عظیم کار فرما ہے۔

شفاعت کے غلط پہلو کا رد : (2) اَللّٰهُ الصَّمَدُ (اللہ بے نیاز ہے) مذہبی جماعتیں مرکزی طاقت تو ایک ہی تسلیم کرتی ہیں لیکن جب وہ شرک میں مبتلا ہو جاتی ہیں تو بعض ذیلی طاقتیں ایسی بھی بن لیتی ہیں جنہیں مرکزی طاقت چھوڑ نہیں سکتی۔ ان ذیلی طاقتوں کے تقاضوں کو ملنا مرکز کے لئے ضروری سمجھ لیا جاتا ہے۔ مثلاً ”کما جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک انسان پیدا کیا اسے اپنے قرب کا درجہ عطا فرمایا۔ اب وہ شفاعت کرے تو اسے رد نہیں کیا جائے گا۔ (یعنی خدا تعالیٰ اسے رد نہیں کر سکتا) اس آیت میں اسی قسم کے مشرکانہ فکر کا رد کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ ہر شے سے بے نیاز ہے کوئی انسان کتنا ہی معتز کیوں نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے غطا کے مطابق کام کرنے پر مامور ہے اس میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی بات پلجھ منوالے۔

اِبْنِیَّتِ کا رد : (3) لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ (نہ اس نے کسی کو جنم نہ کسی سے جنم کیا)۔

اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی تخلیقات کام کر رہی ہیں اس کی تخلیقات یوں تو ہر ایک انسان کے قلب پر پڑتی ہیں لیکن جس انسان کے قلب پر ان کا بہت زیادہ اثر ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست علوم حاصل کر سکتا ہے۔ اس کا ایک مکمل نظام موجود ہے۔ ایسے خاص افراد کو انبیاء کہتے ہیں مگر یہ ہوئی مذہبی جماعتیں اس نظام کو نہیں سمجھتیں اور خدا کے برگزیدہ بندوں کو خدا کا ”بیٹا“ کہنے لگ جاتی ہیں۔ ۲۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ خدا کا کوئی بیٹا ہو ہی نہیں سکتا اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہو سکتا ہے۔

بُثِّ پرستی کا رد : وَلَمْ یَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ (اور نہ اس کے برابر کوئی ہے) فنونیت کا ایک درجہ تو وہ تھا جس میں خیر و شر کے الگ الگ مرکز بن لئے گئے تھے۔ اس کا رد پہلی آیت میں ہو چکا ہے۔ اس کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ بن لیا جائے کہ کوئی کمزور طاقت ترقی کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے برابر ہو گئی ہے قدم پوٹتیوں کا یہی عقیدہ تھا۔ اور ہندوؤں

۱۔ انبیاء کرام خصوصاً حضرت نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کا مسئلہ اس سے الگ چیز ہے اس کے متعلق قرآن حکیم میں جگہ جگہ تصریح کر دی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے ان (اباؤں) سے ہو گیا۔ (مرتب)  
 ۲۔ قرآن حکیم میں آیا ہے وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ رَّابُّنَا اللّٰهُ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ (الطوبہ 30-31) یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ (مرتب)

میں بھی اکثر اسی قسم کی افکار پائے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان میں بُت پرستی یا دیوتا پرستی رائج ہو گئی۔ اس آیت میں ان کا رد کیا گیا ہے۔  
فرض اس مختصر سورت میں:

(1) کُذِّبَتْ

(2) ظلمات مطلقہ۔

(3) اُہلِیَّتْ اور

(4) بُت پرستی یا دیوتا پرستی

کا پورا پورا رد کر دیا گیا ہے اور خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق یہ حقیقت واضح کر دی گئی ہے کہ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک و ہمسر نہیں۔ وہی وجود کا مصدر مطلق ہے اور اس کی تجلیات کائنات میں کلام کر رہی ہیں ان میں سے ہر ایک امر پر قرآن حکیم کی سورتوں میں مفصل بحثیں آچکی ہیں 'سورۃ اخلاص' گویا ان تمام بحثوں کا خلاصہ۔

Black ہے۔

جن اہل مکہ کا اس سورۃ پر ایمان بن گیا وہ اور کچھ سمجھیں یا نہ سمجھیں وہ قرآن حکیم کے دئے ہوئے توحید کے سبق کو تو کبھی نہیں بھلا سکتے اب ان میں کسی قسم کی بھی مشرک نہ ذہیت پیدا نہیں ہو سکتی اور اس مشرک نہ ذہیت کی خاطر جو اقتصادی طاقت پیدا ہوئی وہ عود نہیں کر سکتی اور یہ اقتصادی طاقت جو سیاسی طاقت کی بحالی کی کوشش کرتی وہ کبھی وجود میں نہیں آسکتی۔ اس طرح سے قرآنی ذہیت عرب میں مستحکم طور پر قائم ہو گئی۔

## سُورَةُ الْفَلَقِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

توحید کا پھیلاؤ کائنات میں : توحید ایک نظریے کے طور پر بیان کر دیئے جانے کے بعد ضروری ہے کہ یہ واضح کر دیا جائے کہ یہ اصول توحید ساری کائنات میں کس طرح کار فرما ہے چنانچہ سورۃ فلق میں یہی چیز دکھائی گئی ہے۔

سورت کی تمثیلی شرح : جتہ الاسلام مولانا محمد قاسمؒ نے اس سورت کے مضامین کو تمثیل کے ذریعے سے واضح کیا ہے۔

(1) ہانپن ایک پودا لگاتا ہے اس کی سب سے پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جو چیزیں پودے کی طبیعت دشمن ہیں ان سے پودے کو بچانے کا سلوک کرے مثلاً بعض چمپائے سبزی کھاتے ہیں یہ ان کی طبیعتی غذا ہے۔ ان کی جو طبیعت ہے اس میں پودے کی موت پوشیدہ ہے۔ ہانپن کے لئے ضروری ہے کہ وہ پودے کو اس قسم کی چیزوں کے شر سے بچانے کے لئے اس کے گرد ہاڑ لگا دے۔

(2) پودے کے بوٹنے کے لئے غذا کی ضرورت ہے۔ ہانپن وہ بھی بہم پہنچاتا ہے اگر وہ غذا بہم نہ پہنچائے تو پودا اسی طرح فنا ہو جائے گا جس طرح جانوروں سے نہ بچائے جانے کی صورت میں فنا ہو جاتا۔

(3) بیرونی آفتیں مثلاً برف شدید گرمی، بجلی وغیرہ بھی پودے کو ہلاک کر سکتی ہیں ہانپن کے لئے ضروری ہے کہ وہ پودے کو ان بیرونی آفتوں سے بھی بچائے اگر وہ پودے کو ان آفتوں سے نہیں بچائے گا تو وہ جس طرح چارپائے کے حلقے سے یا غذا کے بہم نہ پہنچنے سے ہلاک ہو جاتا ہے اسی طرح وہ اس آفت کا شکار ہو کر بھی ہلاک ہو سکتا ہے۔



(4) ایک شخص کو پودے سے تو کوئی دشمنی نہیں ہے لیکن اس کے مالک سے عدوت رکھتا ہے وہ اس مخلوق کی وجہ سے پودے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا چاہتا ہے اگر پودے کو اس کی جڑ دوستی سے نہ پھلایا جائے تو بھی پودا اسی طرح سے فنا ہو جائے گا جس طرح پہلی تین حالتوں میں فنا ہو جاتا ہے۔  
یہ پودے کی زندگی کی طبعی ضروریات ہیں۔

انسان کو ایک پودا مان لیا جائے تو اسے بھی ان چاروں قسم کی آلتوں سے بچانے کی ضرورت ہوگی انہیں ذہن میں رکھ کر خدا تعالیٰ سے دعا کی جائے گی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انسان کی بدنی قوتوں کو جس قدر نقصان پہنچ سکتے ہیں اس سے محفوظ رہنے کی تدبیر کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں منحصر کر دیا جائے۔

دفع معصرت کی ضرورت : انسان کا جو تعلق کائنات سے ہے اس کے دائرہ مقرر کئے جاسکتے ہیں۔

(1) انسان کو اس عالم کی چیزوں سے فائدہ پہنچتا ہے۔

(2) انسان کو اس عالم کی چیزوں سے نقصان پہنچتا ہے۔

جب ایک محل مند انسان ان دونوں پہلوؤں پر غور کرنے بیٹھے گا تو وہ سمجھ لے گا کہ انسان کو کائنات سے جو نقصان پہنچ سکتا ہے اس سے بچنے کی تدبیر پہلے سے ہونی چاہئے دفع معصرت کے سلسلے میں کائنات کے ساتھ انسان کے جو تعلقات ہیں وہ منضبط کر لئے جائیں اور ان میں ہر جگہ خدا تعالیٰ کی تدبیر کو کارفرما مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انسان کا جس قدر تعلق کائنات کے ساتھ ہے اس کے ہر ایک حصے میں خدائے وحدہ لا شریک کی تاثیر کام کر رہی ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہی انسان کو ہر ایک قسم کے شر سے بچا سکتا ہے۔

اس سے آگے بڑھ کر ایک محل مند انسان سوچتا ہے تو یہ اثر خود بخود اس کے ذہن میں آجاتا ہے کہ کائنات سے جو منفعت انسان کو پہنچ سکتی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے دست قدرت میں ہے۔

اس طرح کائنات کے تمام اجسام میں اللہ تعالیٰ کی تاثیر و تدبیر کا ایک نمونہ ہمارے ذہن میں آجاتا ہے اور انسان اپنے بدن کی سلامتی کو دیکھ کر کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کارفرمائی کو ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہی سورہ قلن کا موضوع ہے۔  
اب ہم اس مثل کے مطابق اس سورت پر غور کرتے ہیں۔

(1) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ (کہہ دے کہ میں چھ کر پیدا کرنے والے رب کی پناہ میں آتا ہوں)

عمل انفلاق اور اس کی ہمہ گیری : تمام مادی اشیاء کی تخلیق میں عمل انفلاق (Fission) کار فرما نظر آتا ہے۔ یہ عمل ساری کائنات میں جاری ہے۔ خود کائنات کے متعلق حکماء کی تحقیق یہ ہے کہ اس نے اپنی زندگی ایک بہت بڑے انفلاق (Explosion) سے شروع کی۔ اس کے نتیجے کے طور پر سحابے (Nebulae) وجود میں آئے۔ اور پھر ان کے انفلاقات سے تمام ستارے (سورج) پیدا ہوئے۔ ان میں سے ہمارے سورج کے انفلاق سے سیارے بنے جن میں ہماری زمین بھی شامل ہے اس کے بعد زمین کے کسی انفلاق سے ہمارا چاند وجود میں آیا۔

اسی طرح سے اعضاء والے جانداروں (Organisms) میں خلیات (Cells) کے پھٹنے (Fission) سے مرکب ابدان پیدا ہوتے ہیں۔ تمام حیوانات میں خلیات کے پھٹنے سے ہی نشوونما کا عمل ہوتا ہے اور دانے اور گٹھلی کے پھٹنے سے ہی پودے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لئے قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کو فَالْبَاقِ الْحَبِّ وَالنَّوَى (دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا) بتایا گیا ہے۔

عمل انفلاق کے مالکیر نظام کے خالق کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر تدبیر اور کائنات گیر قدرت کا اس سے بہتر تصور نہیں دیا جاسکتا جیسا اس آیت میں دیا گیا ہے۔ پھر یہ عمل انفلاق محض تحرّجی نہیں ہے بلکہ تعمیری بھی ہے اور نظام ربوبیت کا مددگار ہے۔ اس حیثیت سے بھی نظام انفلاق کی عظمت اس بات کی دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ ہی ہر قسم کے شر سے پناہ کا مرکز بن سکتا ہے۔

(1) پہلا شعر : (2) مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ (ہر ایک چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی)۔

جس چیز کی مخلوق میں انسان کے لئے شر ہے (جیسے سانپ بچھو وغیرہ) اس کے شر سے بچنے کے لئے رَبُّ الْفَلَقِ کی پناہ میں آتا ہوں۔

یہ پودے کی زندگی کی وہی منزل ہے جب اسے ان چیزوں سے خطرہ لاحق ہوتا ہے جن کی طبیعت میں پودے کے لئے شر ہے۔

(2) دوسرا شعر : (3) وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝ (اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے)۔

جب چاند غروب ہو جاتا ہے اور رات تاریک ہو جاتی ہے۔ اس کی روشنی سے پردے کو جو لائمہ پانچتا ہے وہ ختم ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی انسانیت کو ”نظرا“ پہنچانے والی جتنی چیزیں ہیں مثلاً صحیح علم، علم کے مطابق عمل کا صحیح نمونہ۔ ان کے فقدان سے جو نقصان انسان کو پہنچ سکتا ہے وہ ہماری اس مثال کے پچھلے میں آ جاتا ہے۔

ہمیں تمام ایسی چیزوں اور مسلمانوں کے نہ ملنے سے جن سے ہماری انفرادی، اجتماعی اور نوعی پرورش ہوتی ہے جو لوہ جس قدر نقصان پہنچ سکتا ہے اس سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔

(3) تیسرا شر: (4) وَمِنْ شَرِّ النَّفَثَاتِ فِي الْعُقَدِ (اور گروہوں میں پھونکنیں مارنے والیوں کے شر سے)۔

نفث: پھونک مارنا: نفثات پھونکنیں مارنے والیاں۔ یہ مؤنث کا مینہ ہے یہ جماعت کے لئے بھی آتا ہے۔ اکثر مفسرین اتنی ہی بات کہہ کر خاموش ہو گئے کہ عورتیں جو پھونکنیں مار کر جلدو کرتی ہیں۔ یہ اس عمل کی ایک مثال ہے اس کی دوسری مثال جماعتیں بھی ہو سکتی ہیں۔

عقد: عقدہ: (بہ معنی گرہ) کی جمع۔ اگر نفثات سے مراد عورتیں لی جائیں تو عقد سے مراد ”دھلگے میں لگائی جانے والی گرہیں“ ہو سکتی ہیں۔ اگر اس سے مراد جماعتیں لی جائیں تو عقد سے مراد ”پختہ خیالات“ ہوں گے جنہیں انسان گرہ پائیدار بنا ہے۔ یہ اس کا عقیدہ یا ایمان ہوتا ہے جو اس کے وجود کے ساتھ اس طرح بچست ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے۔ تمام انسانی ترقی اسی نکتے کے ساتھ وابستہ ہے ایمانی قوت جتنی مضبوط ہوگی اتنا ہی انسان کی ہمت اور ارادہ مضبوط ہوگا۔ اور وہ اتنا ہی مضبوط اور دیرپا کلام کر سکے گا۔

پراپیگنڈا کرنے والی ایک جماعت پراپیگنڈا کرتی ہے وہ ایک گھر لوگوں کے کلاں میں پھونکتی اور ان کے دلوں میں ڈالتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سننے والوں کا اپنا عقیدہ رفتہ رفتہ اس سے متاثر ہونے لگتا ہے۔ اس طرح مختلف پراپیگنڈا کرنے والی جماعتیں اپنے پراپیگنڈا کے ذریعے انسان کے زندگی بخش پروگراموں کو ٹکھا ثابت کر کے ایک انسانی معاشرے کو موت کے گھاٹ اتار دیتی ہیں۔

آج کل پراپیگنڈے کی طاقت توپ و تفنگ کی طاقت سے زیادہ ملنی گئی ہے ایام جنگ میں 9/10 طاقت پراپیگنڈہ (Cold war) یا (war of Nerves) کی تسلیم کی گئی ہے اور 10

1/10 آلات کے ذریعے جنگ (Hot war) کی جس میں معمولی بدوق سے لے کر انتہائی ملک آلات تک سب داخل ہیں۔

انسانی معاشرے کی فکری زندگی کے لئے پرائیویٹ کادی اثر ہے جو پودے کے لئے برف وغیرہ کا

(4) چوتھا شعر: (5) وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ (اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے۔)

ایک شخص کو ایک نعمت دی گئی ہے اس کا حاسد یہ نہیں چاہتا کہ اس شخص کے پاس وہ نعمت رہے لیکن مجھے اس سے بڑھیا مل جائے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ مجھے وہ نعمت یا اس سے اعلیٰ تر نعمت ملے یا نہ ملے لیکن اس شخص کے پاس یہ نعمت نہ رہے۔

چیزوں کی تقسیم حکمت الہی کے مطابق ہوتی ہے اس کی حکمت جسے جو دنیا مناسب خیال کرتی ہے۔ عطاء فرمادیتی ہے۔ جو شخص کسی ایسے شخص سے دشمنی کرتا ہے جسے کوئی نعمت دی گئی ہے وہ اصل میں نعمت تقسیم کرنے والے پروردگار المہبطی سے دشمنی کرتا ہے عموماً کے ساتھ اس کی براہ راست کوئی عدولت نہیں ہوتی یہ دیکھی بات ہے جیسے بلخ کے مالک نے دشمنی کرنے والا اپنی دشمنی پودے پر نکالے۔ ایسے شخص سے بچنے کے لئے میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں۔

نتیجہ : اس مختصر صورت میں ان تمام شوروں کا ذکر آگیا ہے جن سے انسان کو اپنی ترقی کے لئے بچنے کی ضرورت ہے۔ توحید کا عقیدہ ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ انسان اپنی جسمانی سلامتی کی خاطر ہر قسم کی معصرت سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ کی پناہ میں آجائے۔ اس کے ساتھ یہ تصور خود بخود انسان کے ذہن میں آجاتا ہے کہ خدا تعالیٰ ساری کائنات پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔ اور وہ نہ صرف یہ کہ انسان کو ہر ایک شر سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ جو کائنات کے کسی گوشے سے انسان کو جزائے ہر وہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت سے ہی بچ سکتا ہے بلکہ کائنات کی کسی شے سے انسان کو جو قائلہ بچ سکتا ہے اس تصور سے ہر ایک بچے بوڑھے اور مود عورت کے دماغ میں قدرت الہی کی وسعت بینہ جاتی ہے۔

اتنا بڑا علم اتنے مختصر الفاظ میں ایسے عام فہم انداز اور مقرون اشیاء کے ذریعے سے بیان کرنے کی مثل قرآن حکیم کے سوالور کسی جگہ تلاش کرنا بے سود ہے۔

## سُورَةُ النَّاسِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

توحید کا پھیلاؤ نوع انسانی میں : کائنات یا محض اکبر (Macrocosm) کے اندر توحید کا پھیلاؤ دکھانے کے بعد ضروری ہے کہ خود نوع انسانی کے اندر اس فکر کا پھیلاؤ دکھایا جائے انسان کو محض اصغر (Microcosm) کہا جاتا ہے۔ وہ مجموعی طور پر کائنات کا نمائندہ ہے۔ وہ کائنات کی سب سے بڑی شخصیت ہے۔ اس کا ذہن کائنات کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور حیرت ناک چیز ہے اور اس کا انا (Ego) سب سے زیادہ موثر اور ہمہ گیر ہے۔ اس لئے اس کے اندر توحید کا پھیلاؤ دکھانا زیادہ ضروری ہے۔ کائنات کے وسیع دائرے کے اندر انسانیت کا دائرہ چھوٹا سی، لیکن یہ سب سے اہم دائرہ ہے اس کا مرکز بھی وہی توحید خالص ہے جس کا ذکر سورہ اخلاص میں آچکا ہے۔ اس انسانی دائرے میں انسانی اجتماعیت کا اہم ترین مقام ہے جو تمام انسانی شریعتوں کا موضوع (Subject) ہے لیکن اسلام تمام شرائع کو ایک نظام میں جمع کرتا ہے اس لئے اس سورت میں نوع انسانی کے دائرے کے اندر توحید ہادی کو جس وسعت سے بیان کیا گیا ہے وہ اسی کتب عظیم کا حصہ ہے۔

تمام لوہان عالم میں سے صرف اسلام اجتماعیت انسانی کے درجہ کمال پر بحث کرتا ہے۔ قرآن حکیم کی پیش کردہ اجتماعیت انسانی تین ہم مرکز ..... (Concentric) دائروں میں مجموعی ہے۔ یعنی ۱

① دائرۃ ربوبیت

② دائرۃ ملکیت

③ دائرۃ الوہیت

(1) دائرہ ربوبیت : قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ (کہہ دے کہ میں تمام انسانوں کی ربوبیت کرنے والے کی پناہ میں آتا ہوں)۔

سورہ قلن کی تشریح میں پودے کی جو مثیل اختیار کی گئی تھی اسے آگے بڑھائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان پودے کی طرح پیدا ہوتا ہے اور نشوونما پا کر اپنے جیسے اور ”پودے“ پیدا کرتا ہے اور ان کی تربیت کرتا ہے۔

انسان اپنے آباؤ اجداد کو دیکھتا ہے کہ انہوں نے اس کی تربیت کی پھر وہ خود اپنے آپ کو اپنی لولاد کی تربیت کرتے پاتا ہے گویا اس کے خاندان کے اندر ”ربوبیت“ کا ایک نظام موجود ہے لیکن قرآن حکیم انسانوں پر یہ حقیقت واضح کرنا چاہتا ہے کہ ربوبیت کا یہ عمل کسی ایک خاندان کے اندر محدود نہیں ہے یعنی یہ دائرہ اتنا تنگ نہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد ہماری پرورش کر کے ختم ہو گئے اور ہم اپنی لولاد کی پرورش کر کے ختم ہو جائیں گے۔ بلکہ کوئی نظام ایسا ہے جو ساری نوع انسانی کی ربوبیت کر رہا ہے۔ وہ ذات جو ساری نوع انسانی ہی کی نہیں بلکہ ساری کائنات کی ربوبیت کر رہی ہے حقیقی معنوں میں رب ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد اپنے آباؤ اجداد کی ربوبیت کے محتاج تھے۔ ہم اپنے آباؤ اجداد کے دست نگر تھے اور اب ہماری لولاد ہماری ربوبیت کی محتاج ہے۔ یہی سلسلہ دیگر حیوانات میں پلایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کڑا زمین پر ہر جگہ ربوبیت علم کے آثار موجود ہیں بلکہ نوع انسانی کی تخلیق سے بھی پہلے سے یہ سلسلہ جاری ہے اس سلسلہ ربوبیت کی تخلیق و تدبیر میں نہ ہمارے آباؤ اجداد کا ہاتھ ہے نہ خود ہمارا نہ ہماری لولاد بلکہ ربوبیت علم کا یہ نظام اتنا وسیع ہے اور اس کی تدبیر اتنی پیچیدہ ہے کہ عقل مند سے عقل مند انسان بھی ابھی تک ربوبیت کے اس نظام کا پورا اندازہ نہیں لگا سکے اور پھر یہ ربوبیت کسی ایک نسل یا خطے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے وہ ممکن یا ناک کی پابندی میں نہیں ہے۔ اسے دیکھ کر انسان کی فطرت سلیمہ تعجبنا کرتی ہے کہ ایک ”رَبِّ مُطْلَق“ کی ہستی کو تسلیم کرے اور پھر اس کا جو تعلق انسانیت علم کے ساتھ ہے وہ متعین کر کے اپنی ”ربوبیت“ کو اس کی ربوبیت علم کا پر تو سمجھے اور اپنے آپ کو ”رَبِّ الْعَالَمِينَ“ ”رَبِّ النَّاسِ“ کا خلیفہ بنے۔ اسی میں انسان کا شرف ہے اور یہی اس کی ترقی کا راستہ ہے۔

(2) دائرہ ملکیت : (2) مَلِكِ النَّاسِ ۝ (لوگوں کے بولشلہ حقیقی کی پناہ میں آتا ہوں)۔

انسان کی ارقطقی زندگی (Cultural Life) کی ترقی میں ایک منحل آتی ہے جب وہ دہائی زندگی (ارطق اول) اور قصبائی زندگی (ارطق دوم) سے بلند تر ہو کر شہری زندگی (ارطق سوم) اختیار کرتا ہے اس منحل پر پہنچ کر وہ معاشرے میں حکومتی نظام پیدا کرتا ہے تاکہ اس میں عدل قائم کرے۔

یہ عدل جب انسانی زندگی کے معاشی اور اقتصادی شعبوں کا انتظام کرتا ہے تو ربوبیت کی شکل اختیار کرتا ہے اور جب سیاست کے شعبے میں کام کرتا ہے تو طوکیت بن جاتا ہے۔ یہ دونوں دائرے ایک دوسرے پر منطبق ہو جاتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ معاشرے میں معاشی عدل اور سیاسی عدل انہی بنیادوں پر قائم ہونا چاہئے جن بنیادوں پر یہ عدل خاندان میں قائم ہوتا ہے یعنی جس طرح ماں باپ اپنے بچوں کو غذا ابھم پہنچاتے ہیں ان کی تعلیم و تربیت اور صحت و تفریح کا سلسلہ کرتے ہیں ان کی غلطیوں پر رحم آمیز عدل (with mercy Justice tempered) سے ان کی سیاست کرتے ہیں ایک اچھی حکومت بھی اسی طرح کرتی ہے۔ اس کا نظام ربوبیت اور نظام عدل پورے معاشرے میں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ جب حکومت اس بلند معیار سے گر جاتی ہے اور معاشرے میں ظلم و ظغیان سر اٹھاتا ہے تو معاشرے میں سے انقلابی قوتیں ابھرتی ہیں اور وہ اس نظام کو برہلو کر کے نیا نظام قائم کر دیتی ہیں۔

احمد علی امین دہلوی (1763-3-17) کی انجمنیت (Sociology) میں یہ دکھایا گیا ہے کہ انسان جب حیوانیت سے اوپر اٹھ کر انسانیت میں داخل ہوتا ہے تو وہ پہلے چھوٹے چھوٹے دیہات بنا کر رہتا ہے جن میں کاشتکاری چند برتنوں کا استعمال، زبان کا استعمال، لباس اور مکان کا استعمال کرتا ہے اور قصین زوجہ کرتا ہے۔ اس منحل میں اس کی تخلیقات میں منخل اور حسن کم ہوتا ہے اسے امام صاحب ارقطقی اول (Culture of Human Culture) قرار دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ بڑے بڑے قصبے آباد کرتا ہے اور ارقطقی اول کی چیزوں میں منخل اور حسن کا اضافہ کرتا ہے اسے وہ ارقطقی دوم (The Second Stage of Human Culture) قرار دیتے ہیں۔ اس سے آگے ترقی کر کے وہ معاشرے میں نظام حکومت قائم کرتا ہے۔ یہ ارقطقات کی تیسری منحل ہے (The Third Stage of Human Culture) جب وہ سیاسی قوموں میں بٹ گیا اور ان میں خونریزیاں ہونے لگیں تو بین الاقوامی حکومتیں قائم ہونے لگیں تاکہ قوموں کو ان خونریزیوں سے روکا جائے۔ یہ بقول امام صاحب انسانی ترقی کی چوتھی اور آخری منحل۔ یا ارقطقی چہارم (The Fourth Stage of Human Culture) ہے۔ جب کسی معاشرے میں سے انقلابی طاقت قائم ہو جاتی ہے اور وہ ظلم و ظغیان کو برداشت کرنے لگ جاتا تو رفتہ رفتہ اسے برہادی کا عذاب آتا ہے (مرتب)

ایک مثل مند انسان اجتماع انسانی میں مرکزی مقام حاصل کر لے تو وہ اپنی "ملوکیت" اور اس کی حد بندیوں پر غور کرے گا تو دیکھے گا کہ ساری کائنات ایک مستقل نظام تدبیر میں جکڑی ہوئی ہے۔ یہ نظام فطری قوانین پر مشتمل ہے جن کا اثر و عمل نہایت وسیع اور ناقابل تبدیل ہے۔ وہ اس نظام فطرت کو توڑنے کی طاقت اپنے اندر نہیں پاتا۔ ان قوانین میں ایک مکمل ربط اور ان کے عمل میں یکسانیت ایک برتر حکیمانہ قوت کے وجود کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جو ساری کائنات کو چلا رہی ہے یہی پہنچ کر وہ اپنی ملوکیت کو اس "مَلِکُ الْکُلِّ" کی ملوکیت کا سلیہ پاتا ہے اور اپنا شرف اسی میں سمجھتا ہے کہ خود کو اس شہنشاہ مطلق کا خلیفہ قرار دے کر اس کے احکام کو انسانی معاشرے میں نافذ کرے۔ یہ جذبہ ایک دانش مند اجتماعی انسان کے اندر ضرور ظاہر ہوتا ہے اور ترقی کرنے والا انسان وہی ہوتا ہے جو اجتماعی ہوا۔

قرآن حکیم واضح دلائل سے ثابت کرتا ہے کہ حکومت اور ملوکیت حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے۔ دوسرے تمام حکمران اس کے حلقہ ہیں۔۔۔

سُرُورِ نِبا فقط اس ذات ہے ہتا کو ہے  
حکمران ہے اک وہی 'ہتا' ہتا کی آوری

اس کی ملوکیت کا حلقہ اتنا ہی وسیع ہے جتنا اس کی ربوبیت کا۔ یہ بات سمجھ لینے کے بعد اس کا نتیجہ سمجھ لینا چاہیں مشکل نہیں رہتا اور وہ یہ کہ انسان اپنے معاشرے میں اپنی مطلق العنان حکومت قائم کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ اس لئے انسانی معاشرے میں فقط شورا کی نظام حکومت ہی قائم ہو سکتا ہے۔

(3) دائرہ الوہیت : (3) إِلَهِ النَّاسِ (میں انسانوں کے مجبور حقیقی کی پناہ میں آتا ہوں)۔ انسانی اجتماع میں یہ تیسرا دائرہ ہے۔ یہ بھی پہلے دو دائروں ربوبیت اور ملوکیت پر منطبق ہوتا ہے۔

الوہیت سے مراد لوگوں کو سمجھ لینے والی وہ معبودیت ہے جو مشق تک بلکہ اس سے بھی آگے پہنچ جائے۔

انسان کے اندر حُب کا ایک جذبہ موجود ہے وہ اصل میں علم ہی کی ایک شلخ

ا۔ ایک انسان اپنی ضرورتیں پوری طرح سے محسوس کرتا ہے لیکن وہ انسانی طاقتوں کے استعمال سے یہ ضرورتیں پوری نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے ساتھ ایک جماعت جمع کر لیتا ہے جس کی مدد سے اس کے مطلب پورے ہونے لگتے ہیں ایسا انسان اجتماعی انسان کہلاتا ہے۔ (مرتب)



ہے انسان کو کسی ذات میں چند خوبیوں نظر آتی ہیں جو اسے اپنی طبیعت کے مناسب محسوس ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ اپنے دل میں اپنے محبوب کے لئے ایک کشش پاتا ہے۔ انسان خود جتنا بلند درجے کا ہوتا ہے اتنے ہی بلند درجے کا محبوب اس کے لئے کشش کا باعث ہوتا ہے۔

جب انسان کائنات پر غور کرتا ہے تو اس میں ہر جگہ حسن و جمال کا ظہور پاتا ہے اور جب وہ نوع انسانیت کی تزیینات کا جائزہ لیتا ہے تو وہ ان میں حسن اور احسان دونوں کی وسیع طلعت پاتا ہے وہ رفتہ رفتہ ان کی پے کرنا ہوا ایک ایسی ذات تک پہنچ جاتا ہے جو کائنات اور نوع انسانی کے اندر حسن و احسان کی مرکز ہے وہ اس ذات کے لئے اپنے قلب کے اندر ایک کشش پاتا ہے اور پھر اسی کا ہو رہتا ہے۔

انسان جب اللہ تعالیٰ کی مذکورہ بالا صفات رَبِّ النَّاسِ "اور مَلِکِ النَّاسِ" کے رنگ میں جا کر معاشرے میں کلام کرتا ہے، تو لائحۂ اس کی "ربوبیت" عام ہوتی ہے اور اس کے حل کا دائرہ اس کی "ربوبیت" کے دائرے کے برابر ہوتا ہے یعنی وہ صرف اپنی اور اپنے خاندان کی تربیت نہیں کرتا بلکہ سارے انسانی معاشرے کی "ربوبیت" کا نظام سوچتا ہے۔ وہ صرف اپنے خاندان کے اندر حل قائم کرنا نہیں چاہتا بلکہ سارے انسانی معاشرے کے لئے معاشرتی اور معاشی حل قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ سارے انسانی معاشرے کا مرکز محبت بن جاتا ہے۔ ایسے ہی جو جماعت اس طرح سے کلام کرے وہ بھی انسانی معاشرے میں محبوبیت حاصل کر لیتی ہے وہ سارے انسانی معاشرے کو اپنا خاندان تصور کر کے اس کی خدمت کرتی ہے یہ ہے انسانی فطرت۔

ایک انجمیت پسند انسان جس طرح ربوبیت کے عالمگیر نظام کو دیکھ کر اپنی "ربوبیت" کو رَبِّ الْعَالَمِیْنَ یا رَبِّ النَّاسِ کی ربوبیت کی ذیل میں لے آتا ہے اور ساری کائنات میں باضابطگی اور نظم و نسق کی وسعت کو دیکھ کر اپنی حکومت کو حاکم عَلَی الْاِطْلَاقِ (مَلِکِ النَّاسِ) کی ملکیت کے تلخ کر کے اس کی خلافت قرار دے لیتا ہے اسی طرح سے وہ اپنی محبوبیت کو بھی اللہ تعالیٰ کی محبوبیت میں مدغم کر کے صرف اسی کو محبوب حقیقی قرار دے لیتا ہے جب جب اس درجے پر پہنچ جاتی ہے کہ انسان اپنے اختیار کو محبوب کے اختیار کے تلخ کر دیتا ہے اسے مہلکہ کہتے ہیں اور محبوب کو اللہ کہتے ہیں۔

ایک انجمی انسان جب اس درجے پر پہنچ کر خدا تعالیٰ کو غے صرف اپنا اللہ حلیم کرتا ہے بلکہ اسے ساری کائنات کا اللہ مانتا ہے اور وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی انسان اللہ

تعلیٰ کے سوا کسی چیز یا انسان سے اعلیٰ درجے کی محبت کرے اور انسانی اختیار کو اس الٰہ واحد کے سوا کسی اور کے تابع کر دے۔ اس قسم کی ذہنیت 'انسانی طوئیت یا مطلق انسانی کو کبھی قبول نہیں کر سکتی اور اس ذہنیت کا مالک انسان جہاں اجتماعیت پسند ہو گا وہیں وہ حقیقی معنوں میں جمہوریت پسند بھی ہو گا فرض انسان سلامتی فطرت کے ساتھ چل رہا ہو تو وہ اپنی طبعی اور ارقطبی ترقی میں ان تین درجوں میں سے گزرے گا۔

وہ اپنے آپ کو دوسروں کا "مملی" بننے کی کوشش کرے گا۔

وہ اپنے آپ کو دوسروں پر "حاکم" بننے کی کوشش کرے گا اور

وہ اپنے آپ کو دوسروں کا "محبوب" بننے کی کوشش کرے گا۔

یہ جذبات ہر ایک انسان میں موجود ہیں۔ اگر اسے صلاحیت اور علم حاصل ہو تو وہ اپنے انہی جذبات کی مثالوں کی روشنی میں کائنات کا مطالعہ کر کے یہ بصیرت حاصل کرے گا کہ انسانیت علم کے "رَبِّ" "مَلِک" اور "اِلٰہ" کو پہچان لے اور پھر اس سے بھی لو نچا اٹھ کر اس ذات واحد کی ربوبیت، طوئیت اور الوہیت کی واضح نشانیاں ساری کائنات میں مشاہدہ کر کے اسے ہی ساری انسانیت اور ساری کائنات کا رب، ملک اور اِلٰہ تسلیم کر لے۔

قرآن حکیم کے نزدیک انسانیت کی ترقی انہی تین کمالات انسانی کی ترقی پر منحصر ہے یعنی انسانیت کی خدمت کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر کے اس کا نائب بننے اس طرح سے انسانیت کے اندر خدا تعالیٰ کی توحید کا مظاہرہ مکمل ہو جاتا ہے۔

(4) مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ

(5) الَّذِي يُوسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ

دوسرے پیدا کرنے والے چھپ چلنے والے کے شر سے جو انسانوں کے دلوں میں دوسرے پیدا کرتا ہے۔

وسوسے کی حقیقت : ان انسانی کمالات کی ترقی کی دشمن کیا چیز ہے؟ اس فکر جلیل میں غلط کس طرح پڑتا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب انسان کے ذہن میں کسی فکر عظیم کے حلق کوئی کمزور نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اسے دوسرے کہتے ہیں یہی دوسرے ترقی کر کے شک بن جاتا ہے۔ جس کا انجام انکار ہوتا ہے۔ انسانی فکر کو بدلنے والی طاقتوں کے واسطے کر لیجئے۔

(1) انسانی جماعتیں : انسان کسی سوسائٹی میں رہنے لگے تو اس سوسائٹی کے اثر سے رفتہ رفتہ اس کا فکر تبدیل ہونے لگتا ہے اصل میں تو ایک طبقے سے دوسرا طبقہ اثر لیتا ہے

لیکن بعض افراد ایسے ہوتے ہیں جن کے مغلات و طبقتوں میں مشترک ہوتے ہیں۔ یہ انسان ایک طبقے میں متاثر ہو کر اس اثر کو دوسرے طبقے میں منتقل کر دیتے ہیں۔ اس طرح اثرات مختلف طبقتوں میں پھیل جاتے ہیں۔

(2) انسان کے سوا دوسری طاقتیں : ان کے اثر سے بھی انسان کے دماغ کا فکر بدل جاتا ہے یہ ساری طاقتیں ہمارے سامنے نہیں آتیں۔

”وسواس“ کیا ہے؟ : عالم مشعل میں انسان کا قرن ہوتا ہے جو یا تو شیئت کی طرف مائل ہوتا ہے یا ملکیت کی طرف یہ جن (پوشیدہ مخلوق) اگر شیئت کی طرف مائل ہو تو ہمارے افکار میں فساد پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے ہی انسانی جماعتیں اپنے مخالف نظام فکر میں دوسرے ڈالنے کی کوشش کرتی ہیں۔ جس کے سمت سے طریقے ہیں۔ ان جماعتوں کے کارندے جو بظاہر پراپیگنڈا کرتے ہیں اصل محرک نہیں ہوتے اصل محرک ان کے پیچھے ہوتے ہیں جن سے ہم واقف نہیں ہوتے وہ جماعتیں ان کارندوں کو لکھا پڑھا کر ان سے کام لیتی ہیں اور انسان کے فکر میں تبدیلی پیدا کرتی ہیں۔

ہم اپنے بزرگوں کی صحبت میں رہ کر اس امر کا تجربہ کر چکے ہیں کہ وہ اپنے ذہن کو ہمارے ذہن کی طرف متوجہ کر کے تاثیر ڈالنا چاہتے ہیں تو ہم پر اثر ہوتا ہے صوفیاء کے ہاں یہ ایک مستقل فن ہے اسے توجہ دینا کہتے ہیں لیکن نہ ہر ایک صوفی توجہ دے سکتا ہے نہ ہر ایک طالب توجہ لے سکتا ہے اس فن کے قواعد و اصول ہیں جن کے تحت توجہ دی جاتی ہے اس سے طالب کے قلب میں افکار پیدا ہوتے ہیں۔

ایسے ہی ہم نے دوسرے مذاہب کے لوگوں کو بھی دیکھا ہے وہ بھی فکری تاثیر (Suggestion) ڈالنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ پروپیگنڈا کے ذریعے سے عوام کے دلوں میں خیالات پیدا کرنا تو سب جانتے ہیں اس طرح سے عوام کے افکار میں انتشار پیدا کر دیا جاتا ہے۔ اس کا آغاز دوسرے ہی سے ہوتا ہے اس طاقت کو جو دوسرے پیدا کرنے میں مرکزیت کا مقام رکھتی ہے۔ وسواس کہا جاتا ہے۔

(6) مِنَ الْحَيَّةِ وَالنَّاسِ ۝ (جنوں اور انسانوں میں سے) اس قسم کی دوسرے پیدا کرنے والی طاقتوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(1) وہ طاقتیں جو نظر آتی ہیں اور

(2) وہ طاقتیں جو نظر نہیں آتیں۔

اول الذکر میں انسان داخل ہیں اور آخر الذکر میں جن، سفلی، ملائکہ اور علوی ملائکہ

شامل ہیں۔

یہ دونوں قسم کی طاقتیں ہمارے دلوں میں افکار پیدا کرتی ہیں۔ امر حق کے خلاف جو انتشار فکری پیدا ہوتا ہے وہ فکری مرض ہوتا ہے جو رفتہ رفتہ افکار حق تک پہنچ جاتا ہے۔ باطل افکار کا نتیجہ : یہ باطل افکار کبھی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے متعلق ہوتے ہیں۔ کبھی اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے متعلق ہوتے ہیں اور کبھی اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے متعلق ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے متعلق جو باطل افکار پیدا ہوتے ہیں وہ آخر کار دولت کے ارتکاز (Concentration of Wealth) اور پیداوار کے احتکار (Hoarding) پر منتج ہوتے ہیں اور رفتہ رفتہ سرمایہ داری پیدا کرتے ہیں جس سے بقول امام ولی اللہ دہلوی "انسان کے اخلاق کا فساد پیدا ہوتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے متعلق جو باطل خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ انسانی ملکیت (Imperialism) پیدا کرتے ہیں جن میں انسانوں سے ناجائز انفعالی (Exploitation) پیدا ہوتا ہے اس سے بھی فساد اخلاقی پیدا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے متعلق جو غلط خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ شرک پیدا کرتے ہیں۔ جو انسانیت پر سب سے بڑا ظلم ہے۔ اور یہ حق دینی کی مانند ہے۔ اس سے خدا پر سے انسان کا بھروسہ اٹھ جاتا ہے اور وہ اپنی روزِ موعود کی زندگی میں ہر ایک طاقت سے مصالحت (Compromise) کرنے کی طرف جھکتے لگتا ہے اور اس طرح اس میں سے انقلابیت (Revolutionary Spirit) نکل جاتی ہے اور رجعت پسندی (Reactionsyism) پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ بلند نصب العین پر قائم نہیں رہتا اور نہ صلح بین الاقوامی نظام پیدا کر سکتا ہے۔

ایسے ہی ربوبیتِ الٰہی کے عقیدے میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ تو انسان سلامت۔ ا کے

---

اب امام ولی اللہ دہلویؒ کے قلمیے میں انسانیت کی ترقی کا مدار چار قسم کے اخلاقی حاصل کرنے میں ہے۔ یعنی طہارت، سلامت، اخلاقت اور عدالت۔ طہارت سے مراد لباس، ماحول اور افکار کی پاکیزگی ہے۔ سلامت سے مراد ہے دنیوی لذتوں میں انہماک نہ ہو بلکہ انسان اپنے فرائض ادا کرنے کے لئے وقت نکل سکے۔ اخلاقت سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی محبت کے جذبے کا دل میں ہونا جس کی وجہ سے وہ اس کے احکام کی پیروی کے لئے ہر وقت تیار رہے اور عدالت سے مراد ہے معاشرے میں سے ہر قسم کا ظلم و ظلمین دور کر کے عدل و انصاف قائم کرکے تفصیل کے لئے دیکھو امام صاحب کا رسالہ "محبت" "جنت اللہ الہامہ" اور "بدور ہازفہ" (مرتب)

خلق سے ماری ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ حرص اور طمع کے امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے ایسا انسان کوئی اعلیٰ درجے کا اجتماعی نظام نہ پیدا کر سکتا ہے نہ چلا سکتا ہے۔  
ملوکیتۃ الہی کے عقیدے میں فساد پیدا ہو جائے تو انسان معاشرے میں خود ”مَلِکِ النَّاسِ“ (انسانوں کا خود مختار مالک) بن بیٹھتا ہے جس سے سیاسی انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ اور انسان عدل کے خلق سے ماری ہو جاتا ہے۔

الْوَبَّیۡۃُ الہی کے عقیدے میں ظلم پڑ جائے تو انسان ظلم کا اجارہ دار بن بیٹھتا ہے۔ اور تقدس کا جہلہ پن لیتا ہے۔ عوام جماعت میں مبتلا ہو کر اپنے جیسے انسانوں کو خدا بنا بیٹھتے ہیں۔ اس طرح انسانیت کے دونوں طبقے اخلاقت کے خلق سے محروم ہو جاتے ہیں۔  
انسانیت کی بربادی : فرض توحید کمال میں دوسرے پیدا ہو جانے سے انسان سلامت عدل اور اخلاقت کے بنیادی اخلاق سے بالکل ماری ہو جاتا ہے اور ان کی بربادی سے طبعی طور پر طہارت کے خلق پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔ اس طرح انسان اپنی پوری انسانیت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ جس معاشرے سے یہ اخلاق نکل جائیں وہ انسانیت سے محروم ہو کر برباد ہو جاتا ہے۔

انسانیت کو اس بربادی سے بچانے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ انسان صرف خدا تعالیٰ ہی کو ”رَبِّ النَّاسِ“ ”مَلِکِ النَّاسِ“ اور ”اِلٰہِ النَّاسِ“ تسلیم کرے اور خود معاشرہ انسانی میں خدا تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ بن کر ان صفات الہی کا مظاہرہ کرے۔

فکری غلبہ : جب اللہ تعالیٰ کی توحید کمال یعنی وجود کی وحدت اور تدبیر کی مرکزیت (جس طرح وہ ساری کائنات اور نوع انسانی میں جاری و ساری ہے) انسان کے ذہن میں بیٹھ جائے اور اپنے ظلم اور تجربے سے اس کی وسعت اور ہمہ گیری کا کمال یقین پیدا کر لے تو کوئی مشرک تصور انسان کے ذہن میں نہیں آسکتا اور نہ معاشرے میں ظلم قائم رہ سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے کہ معظمتہ کی سوسائٹی میں یہ ذہنی انقلاب لا کر اسے شرک اور ظلم سے بالکل پاک کر دیا اور پھر مدینہ منورہ کو مرکز فکر و عمل بنا کر سارے عرب میں ایک عظیم الشان ذہنی، سیاسی، اقتصادی اور اجتماعی انقلاب کھل کر لیا۔ جس کا اثر حدود عرب سے نکل کر رَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (شرق و غرب کے رب) کی سرزمین میں پھیلنے لگا۔

## سُورَةُ فَاتِحَةِ كے ساتھ مربوط

قرآن حکیم کی پہلی سورت الفاتحہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی تین بنیادی صفات کا تعارف کر لیا گیا ہے۔

(1) رَبُّوْبِيَّت

(2) رَحْمَانِيَّت اور رَحِيْمِيَّت

(3) مَاْلِكِيَّت

آخری سورہ الناس میں بھی ان کے مقابلے میں تین صفات کا اعلان کیا گیا ہے:

(1) رَبُّوْبِيَّت (رَبُّ النَّاسِ)

(2) مُلْكِيَّت (مَلِكِ النَّاسِ)

(3) اَلْهُدِيَّت (اِلٰهِ النَّاسِ)

”سُورَةُ فَاتِحَةِ“ میں اللہ تعالیٰ کو رَبُّ الْعَالَمِيْنَ کہا گیا ہے۔ ”سُورَةُ النَّاسِ“ میں اسے رَبُّ النَّاسِ بتلایا گیا ہے۔ دونوں کا مقصود ایک ہی ہے۔

سُورَةُ فَاتِحَةِ میں رَبُّوْبِيَّت کو رَحْمَانِيَّت اور رَحِيْمِيَّت سے مربوط کیا گیا ہے تو سورَةُ النَّاسِ میں اَلْهُدِيَّت کا اظہار کیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ رحمانیت اور رحیمیت دونوں کا عمل ذات خداوندی کو کائنات کا مرکز بنانا ہے جو الوہیت کا نل ہے۔

سُورَةُ فَاتِحَةِ میں مَاْلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے تو سورَةُ النَّاسِ میں اللہ تعالیٰ کا بطور مَلِكِ النَّاسِ اشارہ کیا گیا ہے ظاہر ہے کہ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔

سُورَةُ فَاتِحَةِ میں صراطِ مستقیم کی استدعا کی گئی ہے سورَةُ النَّاسِ میں دوسو اس کے شر سے بچانے کی دعا کی گئی ہے۔ توحید پاری تعالیٰ تک پہنچنے کی عملی شکل صراطِ مستقیم کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے؟ اس راہ میں دوسو اس سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

سُورَةُ فَاتِحَةِ میں صراطِ مستقیم کی استدعا کی گئی ہے۔ تو سورَةُ النَّاسِ میں صراطِ مستقیم سے ہٹنے کی کوشش کرنے والی طائفتُ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ کے دو مظاہر ”الجنة“ وَالنَّاسِ“ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس وَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ کے اثر سے جب قومیں صراطِ مستقیم سے ہٹی ہیں تو یا تو وہ یہود صفت بن کر ”مَغْضُوْب“ علیہ ہوتی ہیں یا نصاریٰ صفت بن کر ”ضَالِيْنَ“ میں شمار ہوتی ہیں۔

گویا قرآن حکیم کو ان آخری عین سورتوں میں اللہ تعالیٰ کی رُبوبیت، ملکیت (مالکیت) اور اُلوہیت کی طرف توجہ دلا کر صراطِ مستقیم یا توحید کے بنیادی فکر پر استقامت حاصل کرنے کی ضرورت بتائی گئی ہے کہ یہی ایک چیز شرفِ انسانی کی بنیاد ہے اور اسی سے نوعِ انسانی کے لئے ہر قسم کی بلوی اور معنوی ترقیوں کی راہیں کھلتی ہیں۔ یہی فکر قرآنی انقلاب کا بنیادی فکر ہے۔ جس پر ساری نوعِ انسانی کو جمع کرنا انسانیت کی طبعی ضرورت ہے۔

هَـوَ الْاٰخِرُ دَعَوٰنَا اَنْ اِلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ الَّذِیْ هُوَ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اَصْحَابِهِ الْذِیْنَ هُمُ الْمُهْتَدِیْنَ وَالْمُهْتَبِیْنَ۔







# قرآنی دستور انقلاب

سورہ مدثر و منزل کی  
حکیمانہ انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مرحوم)

مکتبۃ دارالکتاب

32۔ میٹلین روڈ۔ ایچ کے بی بی سنٹر۔ چوک اے جی آفس لاہور

فون: 7239138



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### مقدمہ

کائنات میں تغیر و تبدل اور کشمکش کا سلسلہ اس قدر ہمہ گیر ہے کہ اس کا کوئی گوشہ اس سے بچا ہوا نہیں ہے۔ بے جان مادے کے طبعی تغیرات سے لے کر حیوانات کی جد لبقاء (Struggle for Existence) تک ہر جگہ یہ سلسلہ تغیرات کارفرما نظر آتا ہے۔ حیوانات میں جوں جوں شعور بڑھتا جاتا ہے۔ کشمکش حیات پیچیدہ سے پیچیدہ تر صورت اختیار کرتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ نوع انسان میں یہ معمولی تنازع الحیات سے بڑھ کر جملہ فی سبیل اللہ یعنی اصولوں کی خاطر جنگ کی منزل پر پہنچ چکی ہے۔

انسانی معاشرہ (سوسائٹی) میں ایک طبقہ دوسرے طبقے پر غلبہ پا کر مظلوب طبقے سے ناجائز انفعالی (Exploitation) شروع کرتا ہے تو مظلوب طبقہ کمزور ہونے کے باعث غالب طبقے کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور دھتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک حد آجاتی ہے جس سے آگے وہ دب نہیں سکتا۔ اس وقت وہ طبقہ ہلاکت کے خلاف جدوجہد کرنے لگتا ہے۔ یہ جدوجہد دو صورتیں اختیار کرتی ہے:

(1) ارتقائی جدوجہد : اس میں غلام کار طبقے کی اصلاح کی کوشش صرف وعظ و نصیحت سے کی جاتی ہے۔ اور مظلوب طبقے میں بھی احساس عمل اس طریق سے پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر اس وعظ و نصیحت کے پیچھے کوئی طاقت نہ ہو تو وہ بالکل بے نتیجہ رہتی ہے اور اگر برسر اقتدار جماعت مخالفانہ نشر و اشاعت (Counter-propaganda) شروع کر دے تو پھر اس تبدیلی چاہنے والی جماعت کی کامیابی محسوس ہوتی ہے۔

(2) انقلاب : اس کا طریق کار یہ ہوتا ہے کہ غربانی پیدا کرنے والی مقتدر جماعت کے خلاف کوئی صاحب فکر و دعوت تبلیغ شروع کرتا ہے اور وہ اپنے گرد ایسی جماعت پیدا کر لیتا ہے جو اپنے نصب العین پر اپنا سب کچھ۔ جان و مال، عزیز و اقارب اور اپنی ہر محبوب شے قربان کرنے کو تیار ہوتی ہے۔ یہ جماعت صاحب اقتدار جماعت سے وہ کڑا اقتدار

پھیننے کی کوشش کرتی ہے جس کے بل بوتے پر وہ کمزور جماعت سے انقطع کر رہی تھی۔ یہ طریق کار اکثر اوقات تبدیلی پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔  
اس انتخابی طریق کار کے تین ضروری جزو ہیں:

- (1) نصب العین (Ideal)
- (2) جماعت (Party)
- (3) لائحہ عمل (Programme)

**نصب العین :** سے مراد ہے کہ کوئی جماعت اپنی سامنے سوسائٹی میں ایک غلط نظام پاتی ہے۔ وہ جماعت اسے بدل کر کے اس کی جگہ صحیح نظام لانا چاہتی ہے تو یہ مخرب اور اس کی جگہ صلح نظام کے قیام کا ارادہ اس کا نصب العین کہلاتا ہے۔

گفت رومی ہر بناء کند کاہلوں کند  
می ندانی لول آل بنیاد را ویراں کند

**جماعت :** سے مراد یہ ہے کہ چند لوگ جو ہم فکر ہیں وہ اپنے فکر کے مطابق عمل کرنے پر جمع ہو جاتے ہیں۔ ان میں کوئی لونچ بچ نہیں ہوتی۔ وہ اپنے نصب العین کو جانتے ہیں اور اس کی خاطر ہر خطرہ برداشت کرنے کو تیار ہیں۔ وہ ایک جسم کی طرح کام کرتے ہیں۔ اس حیثیت میں وہ جماعت کہلاتے ہیں۔

**لائحہ عمل :** یا پروگرام سے مراد یہ ہے کہ وہ جماعت جس کا نصب العین معین ہے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک طریقہ کار سوچتی ہے۔ اس پر خوب اچھی طرح غور و فکر کرتی ہے اور آخر کار سب افراد اسے تسلیم کر کے اس پر گامزن ہونا قبول کر لیتے ہیں۔

جب تک کسی جماعت میں یہ تینوں اجزاء نہ پائے جائیں وہ انتخابی نہیں کہلا سکتی۔ اس جماعت کا فکر شروع سے آخر تک ایک ہی رہتا ہے۔ البتہ طریق عمل یا لائحہ عمل حسب ضرورت بدل سکتا ہے۔

چونکہ صاحب اقتدار جماعت لڑے بڑے بغیر اپنا اقتدار چھوڑ نہیں سکتی۔ اس لئے انتخاب میں عموماً "جگ ناگزیر" ہوتی ہے۔ اس لئے انتخابی جماعت جنگ کو بطور ایک ضرورت کے جائز سمجھتی ہے۔ مگر لڑنے اور نہ لڑنے کا فیصلہ حالات کے مطابق کرتی ہے۔

ابتداء میں وہ خاموشی کے ساتھ کام کرتی ہے اور رائے عامہ کو اپنے ساتھ ملائی ہے۔ یہاں تک کہ نام اقتدار سنبھالنے کے قتل ہو جاتی ہے۔ اس تیاری کے لئے میں وہ مخالف کی طرف سے ہر قسم کے اشتعل کے بلوغت کھلاڑائی سے پرہیز کرتی ہے اور بطریق احسن طرح دینی جاتی ہے۔ اور سب حملوں کو نہایت استقامت اور استقلال کے ساتھ برداشت کرتی ہے۔ اس کے ارکان کو اپنے نصب العین کا پورا پورا علم ہوتا ہے اور سب میں وحدۃ فکری ہوتی ہے۔ اسلئے دشمن کا ہر پیگنڈہ یعنی ”فکری حملہ“ ان کو گرہ نہیں کر سکتا۔ ان کی وحدۃ فکری کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں وحدۃ عمل پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے نفع و نقصان کو مشترک سمجھتے ہیں۔ اس لئے دشمن کا ”اتصلوی حملہ“ بھی انہیں منتشر نہیں کر سکتا۔ اگر قرآن حکیم کی تعلیمات پر مجموعی حیثیت سے نظر ڈالی جائے تو وہ بالکل انقلابی نظر آتی ہیں۔ اور حضرت نبی اکرم ﷺ کا عمل بالکل قرآنی انقلاب کی عملی تفسیر معلوم ہوتا ہے۔

پہلے نصب العین کو لکھتے:

قرآن حکیم میں جبجا اٰمِنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی دعوت دی گئی ہے۔ یہ ایمان کیا چیز ہے؟ کسی بات کو نصب العین بنا کر اسے اپنا کہ اس پر پورے اطمینان اور اشراج قلب کے ساتھ اپنا سب کچھ قربان کیا جائے ایمان ہے۔ اس ایمان کے مرکز میں قرآن حکیم کو لے آئے تو حضرت نبی اکرم ﷺ اور آپ کی مقدس جماعت کا عمل بالکل انقلابی نظر آئے گا۔ چنانچہ قرآن حکیم فرماتا ہے کہ هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّمٍ (یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین ————— سچ اور پائیدار قانون ————— دے کر محض اس لئے بھیجا ہے کہ وہ اسے تمام مجموعہ ہائے قوانین پر غالب کر دیں) اب نبی اکرم ﷺ اور

---

۱۔ ہم نے یہاں فقط جملہ چودہ ”اقتلاب کا نقطہ استعمال کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جملہ کے لئے جس نظام کی ضرورت ہے اس سے ہم محروم ہو چکے ہیں۔ فقط جملہ میر نہ رہنے کی حالت میں فقط اقتلاب سے بڑھ کر عوام کے لئے کوئی معنی خیز نقطہ موجود نہیں ہے۔ جو ہم استعمال کر سکیں۔ اگر ہم اقتلاب کے محیل کو اپنائیں اور ہندوستان کے اندر اسے کھلیاں پائیں تو ہم اس سے اگلی منزل کی تیاری کر سکتے ہیں۔ ہماری سمجھ میں اس کے بغیر آگے بڑھنے کا اس وقت کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اقتلاب کو کھلیاں بنانے کا واحد ذریعہ ہمارے نزدیک درجہ نوآبادی کا حصول ہے۔

آپ کے ساتھیوں کی زندگی پر نظر ڈالیں تو بے شک شبہ نظر آتا ہے کہ انہوں نے قرآن حکیم کو اپنا نصب العین بنایا اور اپنا سب کچھ اس پر قربان کر دیا۔

اس کے بعد جماعت کو لیجئے:

صحابہ کرام (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اَعْلَیٰ) کی ایک خاص تعداد ہے جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ شروع سے آخر تک کام میں شریک رہی۔ قرآن حکیم میں ان کا ذکر عموماً حضرت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آتا ہے۔ چنانچہ سورہ فتح میں ہے کہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ (ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی) اور سورہ توبہ میں ہے کہ وَلَٰكِنَّ الرَّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ (ہم رسول اللہ اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ شریک ایمان ہیں) یہ وہ لوگ ہیں جن کو اس آیت میں صحیحین کیا گیا ہے:

السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ (یعنی مہاجرین اور انصار میں سے پہلے ایمان لانیوالے لوگ اور وہ لوگ جو ان کی اچھی طرح پیروی کریں)

اس آیت میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی جماعت کے دو حصے کئے گئے ہیں:

① وہ لوگ جو مہاجرین اور انصار میں سے پہلے ایمان لائے ان کو حزب اللہ قرار دیا گیا

ہے۔

② وہ لوگ جو ان کی پوری پوری طرح پیروی کریں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قیامت تک رسول اللہ ﷺ اور آپ کی پہلی جماعت کی پیروی کرتے رہیں گے۔

اب پروگرام لیجئے:

نبی اکرم ﷺ کے نکلنے میں مہاجرین اور انصار کا پہلا طبقہ حزب اللہ کہلاتا تھا۔ اس کا پروگرام وہی ہے جو قرآن حکیم نے دیا تھا یہ جماعت اپنے فیصلے قرآن حکیم اور حضرت نبی اکرم ﷺ کی تشریحات کے مطابق کرتی رہی۔ ان کے بعد جو لوگ ان کی پیروی پوری پوری طرح کریں گے (مُتَّبِعِينَ بِإِحْسَانٍ) وہ بھی قرآن حکیم اور تشریحات نبی کریم ﷺ کے مطابق فیصلے کریں گے اور جہاں نئے حالات میں نئی صورتیں پیدا ہوں وہ اپنے متعلق علیہ یا اخلیبت کے فیصلوں سے کام لیں گے۔ امیر اس جماعت میں سے ہو گا اور وہ اپنے رفقاء کے مشورے سے قائم کرے گا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت تک کے زمانے میں جسے امام الائمہ شہ ولی اللہ محدث دہلوی خیر القرونؒ قرار دیتے ہیں اسی طرز پر کام ہوتا رہا اور اس سے سرمو تہلوڑ نہیں ہوا۔ اس کے بعد اختلافات کا ظہور ہونے لگا اس لئے حضرت امام کے نزدیک صرف حضرت عثمانؓ ذوالنورینؓ کی شہادت تک کا زمانہ قتلِ سند ہے۔

قرآن حکیم کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو سارا قرآن ان انقلابی اصولوں پر صبح اترتا ہے۔ اور جن لوگوں نے اسے پہلے پہل دنیا سے روشناس کرایا انہوں نے اسے انقلابی رنگ ہی میں پیش کیا نہ کہ ارتقائی رنگ میں۔ صفاتِ باہد میں سورہ تزل اور سورہ مدثر کی جو تشریح کی گئی ہے وہ انہی اصولوں پر کی گئی ہے۔ (الْفَخْرُ مَنِّي وَالْعَوْلُ بِي مَنْ جُنِدِ اللَّهِ) قرآن حکیم نے جو انقلاب پیدا کیا وہ حقیقت میں کسریٰ ایران اور قیصر روم کے خلاف تھا۔ اس وقت کی مہذب دنیا کا بہت بڑا حصہ ان دونوں حکومتوں کے ماتحت آچکا تھا۔ چنانچہ کسریٰ ایران کی حکومت مشرق میں سرحد ہندوستان تک پہنچ چکی تھی اور قیصر روم کی حکومت مغرب میں ایتھلیے مراکش تک پہنچی ہوئی تھی۔

اس عظیم الشان غلطی میں انسانوں کی بہت وسیع آہلوی موجود تھی لیکن وہ انسانیت کے حقوق سے محروم کر دی گئی تھی۔ امیوں، جاگیرداروں اور شہنشاہانوں نے مل کر کسانوں، تاجروں اور پیشہ ور لوگوں کو اس بری طرح لوٹا کھوٹا شروع کر رکھا تھا کہ وہ بھارے گدھوں اور بیلوں کی حالت تک پہنچ گئے تھے۔ جن کو صرف اس لئے زندہ رکھا جاتا ہے کہ انسان کے کام آتے ہیں۔ سیاسی گروہ کے ساتھ ملٹی لوز مذہبی گروہ نے بھی گویا

۱۔ شہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”قرن اول زینِ آنحضرت بود عظیم از ہجرت تا وقتِ دقعی طانی زینِ شیعین و قرن ثالث زینِ ذی النورین بعد از ان اختلافات پدید آمد۔ فتحا کاہر گردید۔“ (ازالہ الغلط ۱۲۱ ص ۱۴) (یعنی قرن اول سے مراد حضرت نبی اکرم ﷺ کا زمانہ مبارک ہے جو ہجرت سے وقت تک ہے۔ اور قرن دوم سے مراد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کا زمانہ ہے اور قرن سوم سے مراد حضرت عثمانؓ کا عہد ہے۔ اس کے بعد اختلافات اور فتنوں کا ظہور ہو گیا)

۲۔ شہ صاحب فرماتے ہیں کہ لاجرم دایمہ ظہورِ دین حق و قصدِ انتقام از کفرہ جمہو یرہم زون دولت کسریٰ و قیصر را آشیلہ خود گردانید تا چون ایہ ہر دو دولت یرہم خورد اعظم اویان موجودہ در شر آتما یرہم خوردہ باشد (ازالہ الغلط ص ۹۶) (یعنی لاعلمہ دین کے ظہور اور قانونِ حقن کفار سے انتقام کے عزم سے مراد کسریٰ و قیصر کی حکومت کی تھی کہ یہ دونوں حکومتیں چاہے ہو جائیں گی تو موجودہ دنیا میں سے بڑے دین خود بخود تباہ ہو جائیں گے)

”سازش“ کر رکھی تھی۔ اور یہ آخر الذکر گردہ عوام کو اپنے حل پر مطمئن رکھنے کے لئے مذہب سے متعلقین بہم پہنچاتا تھا اور اس کام کی اجرت کے طور پر سیاسی گردہ کی لوٹ کھسوٹ میں سے حصہ پاتا تھا۔ پچھارے عوام پھلی کے لن دو پاٹوں ———— اقتصوی سرملیہ واری اور علمی سرملیہ داری ———— کے بیچ میں پس کر رہ گئے تھے۔ امام لائسنہ امام ولی اللہ دہلوی نے لن کی حالت کا دردناک نقشہ جتہ اللہ البالغہ میں کھینچا ہے۔ وہ چشم عبرت ہیں کے لئے دیدہ کشا ہے۔

لن حالات کا چہرہ اس نملے میں کے کی زندگی میں وہن کے قاصر البل لوگوں نے پیدا کر رکھا تھا۔ یہاں بھی روسا کا ایک طبقہ تھا جس نے عوام الناس کو اقتصوی لحاظ سے اور ”پروہتوں“ کے گردہ نے ذہنی لحاظ سے غلام بنا رکھا تھا۔

دنیا کی یہ حالت تھی جب حضرت نبی اکرم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا۔ قرآن حکیم اس حالت کا نقشہ ان بلیغ الفاظ میں کھینچتا ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (الروم: ۴۱)  
(لوگوں کے کثرت کی وجہ سے خشکی و تری میں سلا بہا ہو چکا تھا) اس کے حقل امام ولی اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَلَمَّا عَظُمَتْ هَذِهِ الْمُصِيبَةُ وَاشْتَدَّ هَذَا الْمَرَضُ سَخَطَ عَلَيْهِمُ  
اللَّهُ وَالْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَكَانَ رِضَاؤُهُ نَعَالِي فِي مُعَالَجَةِ  
هَذَا الْمَرَضِ بِقَطْعِ مَا دَتِهِمْ (جتہ اللہ البالغہ جلد اول ص ۱۰۶)

(یعنی جب یہ مصیبت یعنی اقتصوی لوٹ کھسوٹ حد کو پہنچ گئے اور مرض نے شدت پکڑی تو خدا تعالیٰ اور اس کے مقرب فرشتے سخت ناراض ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور حیثیت نے فیصلہ کیا کہ اب اس میں اصلاح حل کی کوئی محال نہیں ہے۔ اس لئے اس مرض سے انسانیت کو نجات دلانے کے لئے اس کا مہ ———— کسٹی اور قیصر کی حکومت ———— ہی جسم انسانیت سے کٹ کر پھینک دی جائے) اس انقلاب عظیم کے بہا کرنے کے لئے

بَعَثَ نَبِيًّا أُمِّيًّا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُخَالِطِ الْعَجَمَ  
وَالرُّومَ وَلَمْ يَنْتَرِسْ بِرُسُومٍ وَجَعَلَهُ مُبَيِّنًا أَنَا يُعَرِّفُ بِهِ الْهُنَى



الصَّالِحِ الْمَرْضِيِّ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ غَيْرِ الْمَرْضِيِّ .....  
 وَقَضَىٰ بِزَوَالِ تَوْلِيَّتِهِمْ بِتَوَلِّيَّتِهِ وَرَبَّيَا سِتْنِهِم بِأَنَّهُ هَلَكَ  
 كَسْرَىٰ فَلَا كَسْرَىٰ بَعْدَهُ وَهَلَكَ قَيْصَرٌ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ  
 (ہینا)

اللہ تعالیٰ نے اس نبی کو مبعوث فرمایا جو بن پڑھ تھا (ﷺ) اور جو ایرانی اور رومی رسم و رواج سے آڑو تھا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت صلح کے لئے جو خدا تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے معیار مقرر کیا۔ تاکہ اسے دیکھ کر پسندیدہ کا طعم ہو۔۔۔۔۔ اور فیصلہ کیا کہ اس نبی کی حکومت کے ذریعے سے کسریٰ و قیصر کی حکومتوں اور اس کی لیڈر شپ کے ذریعے سے بن کی لیڈر شپ کو ختم کر دیا جائے تاکہ کسریٰ و قیصر نہ رہیں۔

آج یورپ میں اور اس کے سیاسی اور فکری محکوم ملکوں میں چند ہلالی طبقوں کی مالی بلندی اور عوام کی معاشی پستی کی جو حالت ہے اور اس کے نتیجے کے طور پر اخروی زندگی سے جو ”بے نیازی“ اور غفلت ہے وہ رومی اور ایرانی حکومتوں کے بالکل مشابہ ہے۔ اور بن ہلالی طبقوں کی ذہنی اور عوام سے انشغال کے اصول وہی ہیں جو بن دو حکومتوں میں تھے۔ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** دہلوی نے کیا خوب فرمایا ہے کہ **وَمَا تَرَاهُمْ مِنْ مُلُوكٍ إِلَّا دُكَّ** **رُفْنِيكَ عَنْ حِجَا يَا نِهْم** (یعنی ہمارے اپنے ملک کے امراء اور حکام کی جو حالت ہے اسے دیکھ لو تو تمہیں دوسرے ملکوں کے امراء اور حکام کی حالت دیکھنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی) یہ فقرہ آج بھی اتنی صحیح ہے جتنا امام ولی اللہ دہلوی کے زمانے میں تھا۔ آج بھی ہندوستان کی وہی حالت ہے کہ ایک طرف ایک چھوٹا سا سرملیہ دار اور سرملیہ پرست طبقہ ہے جس کی آمدنی ہزاروں سے لے کر کروڑوں تک ہے۔ دوسری طرف وسیع مفلس طبقہ ہے جس کی آمدنی صرف چند آنے ملتا ہے۔ طبقہ ہلاکت نے زیر دست طبقے کو قہر میں کیا ہوا ہے اور زیر دست طبقہ اپنے انسانی حقوق کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے کی طاقت رکھتا تو ایک طرف یہ سمجھنے کی استعداد بھی نہیں رکھتا کہ اس کے انسانی حقوق کیا ہیں اور اس کے فرائض کیا ہیں۔ قرآن حکیم نے اگر بتایا کہ زمین میں جو کچھ ہے وہ بلا امتیاز سب انسانوں کے لئے ہے۔ **(خَلَقَ لَكُمْ مِمَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا)** (جو کچھ زمین میں

ہے وہ سب تم سب کے لئے ہے) انسانوں کے کسی خاص طبقے کے لئے نہیں ہے۔ اس لئے ہر ایک شخص کو اس میں سے اس کی ضرورت کے مطابق حصہ ملنا چاہئے۔ جو لوگ ذرائع پیداوار پر قبضہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور محنتوں کو ان کی ضرورت کے مطابق قائمہ اٹھانے کا موقعہ نہیں دیتے وہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ کی نعمتوں کو ٹھیک طور پر استعمال کر کے کس بلند درجے پر پہنچ سکتے ہیں اور اب ٹھیک طرح استعمال نہ کر کے کس گڑھے میں گرے جا رہے ہیں۔ سوسائٹی کے ایک بڑے حصے کی ضرورتوں سے انسان کس طرح اندھا ہو جاتا ہے اور پھر اس غفلت سے کس قدر نقصان اٹھاتا ہے!

اگلے صفحات میں جن دو سورتوں کی تشریح کی گئی ہے ان میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ قاصد الہی لوگوں کا فرض ہے کہ وہ کھانے پینے کے معاملے میں اپنے محتاج بھائیوں کی خبر گیری کریں۔ لیکن کسی محتاج کو چند لقمے دے کر اس کا پیٹ بھر دینا خبر گیری میں داخل نہیں ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو لکڑیاں بیچ کر خود کھانا سکھایا۔ یہ ہے اصل میں محنتوں کی خبر گیری کرنا۔ آج کل ہماری سوسائٹی میں جس ذلیل طریق سے محنتوں کو نکلوا دیا جاتا ہے۔ یہ ان کو تباہ کرنے کا بدترین ذریعہ ہے ضرورت ہے کہ محنتوں کی خبر گیری کے لئے جلیبا منظم محتاج خانے ہوں۔ جہاں محنتوں کو اس طرح کھلایا پالایا جائے کہ ان کی انسانیت کو صدمہ نہ پہنچے۔ اور جو لوگ کام کر سکتے ہیں ان کے لئے کام بہم پہنچایا جائے۔ یا ضرورت ہو تو ان کے لئے آلات کار بہم پہنچائے جائیں یہ ہے اگلی خبر گیری۔

اس انقلاب کے لئے قرآن حکیم مساکین کی اجتماعی عظیم کارپروگرام پیش کرتا ہے۔ قرآن حکیم کمزور انسانی افراد کو انسانی اجتماع میں یہ حقوق کیوں دیتا ہے؟ یعنی وہ مرفہ الحال لوگوں کو کیوں مجبور کرتا ہے کہ اپنی کمائی میں سے ایک حصہ محنتوں اور مسکینوں کے لئے ضرور نکالیں جو ان کا حق قرار دیا گیا ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرد انسانی کی سلامت کچھ ایسی رکھی ہے کہ وہ اجتماع ہی میں آگے بڑھ سکتا ہے۔ انفرادی

ا۔ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلَّذِينَ نَزَّلُوا وَالْمَحْرُومِ (یہ اس شخص کا حق ہے جس کی حالت سوال تک پہنچ جائے اور جو اسباب معاش سے محروم ہو گیا ہو) الذاریات: 51: 19

زندگی میں اسے اپنی پوشیدہ قوتوں کو بروئے کار لانے کا موقعہ نہیں ملتا۔ لہذا وہ جلد (Atrophied) ہو کر رہ جاتا ہے۔ فرد کی حالت انہلو کا اثر اجتماع انسانی کے دوسرے افراد پر خود بخود پڑتا رہتا ہے۔ اس لئے اجتماع کو ان معرثات سے بچانے کے لئے افراد کی خبر گیری ضروری ہے۔ جو اجتماع چھتھوں کی خبر گیری نہیں کرتا وہ توڑ دینے کے قابل ہے۔ اصل میں اس کا نام "اجتماع" رکھنا ہی ظلم ہے۔ اجتماع فقط افراد کی خبر گیری کے لئے پیدا ہوتا ہے۔ اگر وہ افراد کی خبر گیری نہیں کرتا تو وہ برباد کر دیئے جانے کے لائق ہے۔

چھتھوں کی خبر گیری کے لئے قرآن حکیم نے ذکوۃ مقرر کی ہے یہ بہت اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ ذکوۃ کا موجودہ نصاب اس نسلے میں مقرر ہوا تھا جب بیت المال عام لوگوں کی خبر گیری کرنے پر قادر تھا۔ اگر مسلمانوں کی ذکوۃ کی آمدنی افراد کی خبر گیری کے لئے ناکافی ہو تو ہر ایک سرلیہ دار کا سارے کا سارا سرلیہ لے کر اس کام میں صرف کیا جاسکتا ہے۔

افراد کو اجتماع میں رکھ کر قرآن حکیم ان کے اندر بعض اخلاق کی تکمیل کرنی چاہتا ہے ان اخلاق کی تکمیل سے انسان کے نفس کے اندر ایسی کیفیات جمع ہو جاتی ہیں۔ جن کا مجموعہ (Sum total) انسانی معاشرے (Society) کو بلند کرتا ہے۔ اور یہی کیفیات اس کے مرنے کے بعد کی زندگی میں اس کے لئے مفید ثابت ہوتی ہیں۔

ایم دلی اللہ انسان کی زندگی کو ایک اکلے مانتے ہیں جس کا ایک حصہ اس دنیوی زندگی میں گزارا جاتا ہے اور دوسرا حصہ اسی سے پیدا ہوتا ہے نور پھر اس کے اوپر بھی ترقی جاری رہتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی سوسائٹی میں رہتا ہوا اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کے جو اثرات اپنے نفس کے اندر جمع کرتا ہے وہی اگلے زندگی میں جا کر اس کے لئے جنت کی زندگی پیدا کر دیتے ہیں۔ اور وہ اعمال بد اور اخلاق رذیلہ کے جو اثرات جمع کر لیتا ہے وہ اس کے لئے جہنم کی زندگی پیدا کر دیتے ہیں۔ پس قرآنی انقلاب کا غشا صرف یہ ہے کہ معاشرہ انسانی میں اچھے اخلاق کی حکومت ہو۔ یعنی وہ

اب الام اللہ ایم دلی اللہ کے نزدیک قرآن جن اخلاق کی تکمیل چاہتا ہے وہ چار اساسی اخلاق ہیں یعنی (۱) اخلاص (۲) طہارت (۳) سلامت (۴) عدالت۔ ان کی تفصیل کے لئے ان کے رسالہ محکمات (شائع کردہ بیت الفکرت لاہور) کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ ان کا اعلیٰ ذکر سورہ مدثر میں بھی کیا گیا ہے۔

جماعت عکرائی کرے جو قرآن کی تجویز کردہ مذکورہ بالا اخلاق لوگوں میں پیدا کرے۔ قرآن حکیم یہ اخلاق خارج سے انسانوں کے سر توہتا نہیں۔ بلکہ یہ اخلاق خود فطرت انسانی کے نقشے ہیں جن کو اسے سوسائٹی میں رہ کر پایہ تکمیل کو پہنچانا چاہئے۔ قرآن حکیم ان اخلاق کے لئے مشق کے طریقے بھی تجویز کرتا ہے اور مواقع بھی بہم پہنچاتا ہے جو جماعت یہ اخلاق اپنے اندر پیدا کرے گی وہ بدنی اخلاق اور عملی طہارت کو اپنا شعار بنائے گی۔ وہ خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرے گی اور اسباب کو استعمال کرتی ہوئی بھی صرف خدا پر بھروسہ کرے گی۔ اور اس کام سے وہ کوئی ذاتی نفع جوئی نہیں کرے گی بلکہ اس کا مطمح نظر صرف خدمت خلق (مخلوق کی خدمت) ہوگا۔ کیونکہ یہ خوشنودی خدا کا موجب ہے اس فرض کے حصول کے لئے وہ ایسا عمل قائم کرے گی۔ جو سوسائٹی کے کسی خاص طبقے کو قائمہ نہیں پہنچائے گا بلکہ سب طبقات کی ضرورتیں پوری کرنے کا کفیل ہوگا۔ چنانچہ وہ ذی استطاعت لوگوں پر حسب ضرورت ٹیکس لگائے گی اور اس طرح جو آمدنی ہوگی وہ مساکین اور غریبوں میں تقسیم کرے گی۔

یہ قرآنی انقلابی جماعت جب برسرِ اقتدار آئے گی تو وہ یقیناً "ان لوگوں سے باز پرس کرے گی جو عدالت کی رول میں حائل ہوں گے۔ یا جو طہارت اور دیگر اخلاق کا خدا کی خلاف ورزی کریں گے اور حوام کو خدا تعالیٰ کی طرف جانے والے پھوٹے سے پھوٹے راستے ——— صراطِ مستقیم ——— سے روکیں گے۔ یہ جماعت ہر ملک میں پہلے قومی پیمانے پر کام کرے گی۔ لیکن انسانیت کے اصولوں کو پیش نظر رکھے گی۔ اور بین الاقوامی خلافت کے مقام پر پہنچ کر بھی کسی خاص قوم یا طبقے کی ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر کام نہ کرے گی۔ بلکہ تمام نوع انسان کی انسانی ضرورتوں کے مطابق حکم کرے گی۔ اس جماعت کی پیدا کردہ قومیں صحیح بین الاقوامی اجتماع پیدا کرنے کا باعث بنیں گی۔

یہ ہے وہ بین الاقوامی انقلاب جو قرآن حکیم پیدا کرنا چاہتا ہے اور یہی مدعا ہے اس دعا کا جو ہر انسان کو مانگتی چاہئے کہ **وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا** (ہم کو بین الاقوامی انصاف کرنے والوں کا لیڈر بنا)

قرآن حکیم نے جس بین الاقوامی انقلاب کی طرح ذیلی اس سے پہلے سینکڑوں قومی انقلابات ہر ملک اور ہر قوم میں آئے لیکن قرآن حکیم جس نوعیت کا جامع انقلاب لانا چاہتا

ہے اس نوعیت کا انقلاب اب تک رونما نہ ہوا تھا اس لئے اس کی نوعیت کو سمجھنا آسان نہ تھا۔ اگر قرآن حکیم کسی خاص ملک یا قوم کے مقامی انقلاب کو عنوان بنا کر اپنے بین الاقوامی انقلاب کا تصور دلاتا تو اس بین الاقوامی انقلاب کے خدوخل پوری طرح ذہن نشین نہ ہو سکتے۔ کیونکہ ایک قوم کے قومی انقلاب کو صرف وہی قوم سمجھ سکتی ہے جس میں وہ انقلاب آیا۔ دوسری قومیں اسے نہیں سمجھ سکتیں اور نہ اس سے عبرت حاصل کر سکتی ہیں۔

ان حالات میں قرآن کے لئے ضروری تھا کہ اپنے بین الاقوامی انقلاب کو روشناس کرانے کے لئے کسی ایسے فکر کو عنوان بناتا جو تمام اقوام میں محسوس ہوتا۔ وہ قیامت کا فکر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک روز یہ کائنات منتشر ہو جائیگی اس کے بعد خدوخل تعلقی تمام انسانوں سے ان کے اعمال کی باز پرس کسے گا۔ یہ فکر بدلتی تبدیلی تمام اقوام عالم میں مسلم ہے اور مسلم رہا ہے۔ چنانچہ حضرت نبی اکرم ﷺ کے زمانے تک یہودیوں اور عیسائیوں کی بدولت یہ فکر مذہب دنیا کے ایک بہت بڑے طبقے میں روشناس ہو چکا تھا۔ پھر ہندوؤں میں بھی پرلے کا مسئلہ اس فکر کے قریب قریب موجود ہے۔ اور اس طرح تمام دیگر اقوام میں یہ فکر کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ قرآن نے اپنے بین الاقوامی انقلاب کو روشناس کرانے کے لئے اسی فکر کو ذریعہ بنایا۔ اس طرح قرآن حکیم یہ کہنا چاہتا ہے کہ جس طرح نوع انسان پر ایک دن آنے والا ہے جب اس کے افراد سے اس بارے میں باز پرس کی جائے گی کہ طاقتوروں نے کمزوروں کے حقوق کمال تک لوٹائے اور کمزوروں کی خدمت کتنی کی۔ اسی طرح دنیا میں قرآن حکیم کی طبردار جماعت انہی اصولوں پر طاقتوروں سے باز پرس کسے گی۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق (ؓ) نے اپنی پہلی تقریر میں جو انہوں نے عہد خلافت پر قائم ہوتے وقت کی فرمایا کہ تم میں سے ہر کمزور طاقتور ہے جب تک میں اس کا حق نہ دلاؤں اور ہر طاقتور کمزور ہے جب تک اس سے کمزور کا حق نہ لیا جائے۔ یہ انقلابی جماعت ساری نوع انسان کے جملہ مغلوں کی محافظ ہوگی ظاہر ہے کہ اس قسم کے عالمگیر انسانیت گیر انقلاب کی تشبیہ قیامت کے کائنات گیر انقلاب کے سوا اور کس انقلاب سے دی جاسکتی تھی؟ مگر افسوس ہے کہ اس انقلاب اور قیامت کا جو ربط ہے اسے سوچنے والے عالم بہت کم ملتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قیامت کے انسانیت گیر

ملنے سے پہلے قرآن کے جامع اور کمال انسانیت گیر انسانیت کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی یہ ضروری ہے کہ انسانی جمیع کے اندر ایک ایسی بین الاقوامیت پیدا ہو جس میں تمام اقوام عالم شامل ہوں۔ اور اس مرکزی لوہارے کے لوہر جو اقوام کو کنٹرول کرے۔ قرآن حاکم ہو۔ دنیا نے ایک مرتبہ یہ نظارہ حجاز میں دیکھ لیا ہے اور دوبارہ پھر دیکھے گی۔ جب اسے قائم کرنا اپنا فرض بنالے گی اور اب کے اس تحریک کا آغاز اس جگہ سے ہو گا جہاں قرآن کا علم و فہم سب سے زیادہ ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہمارے مفسرین جب قرآن حکیم کی آیات کی تفسیر کرتے بیٹھتے ہیں تو عموماً قرآن حکیم کے بیان کردہ واقعات کو بعض خاص واقعات و اشخاص سے وابستہ کر کے تشریح کر ڈالتے ہیں اور اسے شان نزول کا بیان کہتے ہیں چنانچہ اگلے صفحات میں جن دو سورتوں کی تشریح کی گئی ہے ان کی بعض آیات کی توضیح مفسرین نے محض واقعات ہی کے رنگ میں کی ہے۔ اس بارے میں ہم لام لامہ لام ولی اللہ دہلوی کے مسلک کے تعلق ہیں جو فرماتے ہیں کہ:

خاص واقعات کو جن کے بیان کرنے کی رحمت الہی گئی ہے اسباب نزول میں چنداں دخل نہیں ہے سوائے صرف بعض آیات کے جن میں کسی ایسے واقعے کی طرف اشارہ ہو جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں یا اس سے پیشتر واقع ہوا۔ کیونکہ سننے والے کے دل میں اشارے سے ایک گہرا انتظار پیدا ہو جاتا ہے۔ جو قصے کی تفصیل معلوم کئے بغیر دور نہیں ہو سکتا اس لئے ہم پر لازم ہے کہ ان علوم (تفسیر) کی اس طرح تفصیل کریں کہ خاص خاص واقعات کے بیان کرنے کی تکلیف نہ کہنی پڑے۔ (فوز البیہ فی اصول التفسیر)

مثلاً سورہ مدثر میں آیات نمبر 25-8 میں سرمدیہ پرست اشخاص کا نفسیاتی تجزیہ (Psychological Analysis) کیا گیا ہے۔ ان آیات کو نبی اکرم ﷺ کے زمانے کے ایک مکر و لہجہ بن مہیو سے وابستہ کر کے فارغ ہو جانا کافی نہیں۔ بلکہ ان آیات کو ہر زمانے پر چسپاں کر کے دیکھا جائے۔ اور ہر شخص اپنی ذہنیت کا جائزہ لے کر فیصلہ کرے۔ کہ وہ کمال تک اس سرمدیہ پرست ذہنیت میں مبتلا ہے۔ لیکن السوس ہے کہ اسلامی تاریخ کے اس دور میں جب ہمارے امرا نے عوام کی طرف سے جواب طلبی سے بچنے کی کوشش کی

بعض ملانے ان آیات کو محد ہوی کے اخص و واقعات سے وابستہ کر کے عوام میں یہ غلط تصور پیدا کر دیا کہ ان آیات کا اطلاق عام نہیں ہو سکتا اس پر طویہ کہ اس ذہنیت کے پیدا کر دینے کے ساتھ ہی اس قسم کی تعلیم بھی دینی شروع کر دی کہ مَا أَقَامُوا الصَّلَاةَ فَأَنفَعُوا هَاهَا إِلَيْهِمْ (یعنی جب تک امر اور حکام صرف نماز پڑھتے رہیں ان کو زکوٰۃ لوا کرتے رہو) ان کو معلوم نہیں کہ جو امیر ہو محنتوں کی خدمت نہیں کرتا وہ دین زکوٰۃ کا منکر ہے اور ایسے شخص کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ اس لئے تمام نماز قائم کرنے کو دین کا مدار نہیں بلکہ اللہ کے لئے یہ آیت کریمہ سامنے رکھنی چاہئے۔ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَقْبَلُوا اللَّهَ مَخْلَصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ (یعنی ان کو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی ہدایت کریں خاص کر کے اس کے واسطے ہدایت ابراہیمؑ کی راہ پر، اور قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور یہ ہے راہ مضبوط لوگوں کی) (سعدہ بیتنہ 8 : 5)

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امر اور اپنی فیروانہ دارانہ حرکت سے کیا باز آتے عوام کو ٹیکس لوا کرتے رہنے پر مجبور کر دیا گیا جن سے امرائے ملک عوام کی زندگی بسر کرتے رہے۔ اور رفتہ رفتہ عوام کے دلوں سے انقلاب کا تصور اور امراء سے جواب طلبی کا وہم تک جاتا رہا۔ حالانکہ بقول علامہ جصاص الرازی الحنفی حضرت نبی اکرم ﷺ کے لئے بھی اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنا واجب تھا ضرورت ہے کہ آج پھر مسلمان اس بحولے ہوئے سبق کو یاد کر لیں کہ ہمارے ملک کے امر اور حکام ہمارے آگے جوابدہ ہیں۔ یہ وہ کلمہ حکمت ہے جسے اہل امریکہ نے ایک حد تک سمجھا اور اعلان کیا کہ (without representation) (No taxation) (جو لوگ ہمارے سامنے جوابدہ نہیں ہیں ان کا کوئی حق نہیں کہ وہ کوئی ٹیکس وصول کریں) شہریت (Citizenship) کا یہ وہ ابتدائی اصول ہے جس کی معقول ترین صورت اسلام نے پارٹی پالیٹکس (Party Politics) کی شکل میں پیش کی ہے اور جس کی عملی شکل خلافت راشدہ کا معد ہمارک تھا۔

الغرض قرآن حکیم کی تعلیم انتہائی تعلیم ہے اس انقلاب کا پہلا مطمح نظر قیصو کسریٰ

کی عکوتوں کی بددلی تھی اور اس کا دائمی فناء اس کے قانون کاغلبہ ہے جس کا ایک اہم ذریعہ مساکین کی عظیم ہے۔ یہ وہ حشر خیز اصول ہے جس سے دنیا میں قرآنی انقلاب کی قیامت صغریٰ بپا ہوتی ہے۔ اور جس کے بعد قرآن کی حامل جماعت قادر علیہ الہل صاحب طبقتوں سے جواب طلبی کرتی ہے۔ حجاز میں یہ نمونہ انقلاب ایک دفعہ رونما ہو چکا ہے جس کی آخری لہریں بعض ملکوں میں اب تک پھکولے لے رہی ہیں۔ اگر یہ درست ہے کہ اسلام ہمیشہ انسانیت کے کچلے ہوئے طبقات میں ظاہر ہوا ہے اور اب پھر ایسے ہی طبقات میں رہ گیا ہے تو اگر مسلمان ہوشیار ہو گئے تو دنیا کو ایک انقلاب عظیم کی توقع رکھنی چاہئے۔ جو نہ صرف جامع ہو گا بلکہ عالمگیر بھی ہو گا۔ اور وہ انقلاب قرآن حکیم کے اصولوں پر ہو گا ممکن ہے کہ امام الامام ولی اللہ دہلوی کے طریقے کا بعدوستانی مسلمان بھی اس انقلاب میں اچھا خاصہ حصہ لے۔ اب ہمارے ملک کے حاملین قرآن کا فرض ہے کہ وہ نملے کی نبض پہنچائیں۔ اور امام ولی اللہ دہلوی کی حکمت کو سمجھ کر قرآن حکیم کو اپنائیں جو اس دور حکمت میں جامع اور عالمگیر انقلاب بپا کرنے والی واحد کتب ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ  
اِنْ مَكَّنَ اللّٰهُ فِی الْاَرْضِ یُعْبُدُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ  
بِالْآخِرَةِ هُمْ یُوقِنُوْنَ

دار الرشید کوٹھہر جمنڈا

خلع حیدر آباد (سندھ)

۱۹۴۴ء ہندی



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سُورَةُ مَزَل

### رفقاء انقلاب کی تیاری

پیرایہ آغاز : انقلاب انقلاب اے انقلاب ؛  
فطرت انسانی کے قضاے — خدا پرستی — سے انکار کرنے والے سرکشوں  
کی گردن توڑنے والا انقلاب فطرت انسانی کی تکمیل کرنے والی کمزور قوموں کو سر بلند  
کرنے والا انقلاب ظالموں سے باز پرس کرنے والا انقلاب اجتماع انسانی کی مادی اور روحانی  
امراض سے پاک کرنے والا انقلاب فطرت انسانی کا وہ گہر ثلثاب ہے جسے وہ کبھی بھی  
فراموش نہیں کر سکتی ۔

معاشرۂ انسانی اپنے ابتدائی دور میں ایک خاص نچ پر چل رہا تھا۔ کہ باض فطرت  
انسانی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے نئی ترقی یافتہ بنیادوں پر قائم کیا۔ ان کے بعد  
حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام ان کے بعد  
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہی اصولوں پر کام کیا  
جس کی طرح انبیاء کے جدا جدا حضرت ابراہیم علیہ السلام ڈال گئے تھے۔

صدیاں گزر گئیں! ابراہیمی انقلاب کے اصول تجربے میں آتے آتے انسانیت میں  
مسلم ہو گئے اور ترقی یافتہ نوع انسان نے ان کے مطابق فطرۃ ہونے پر مرقعہ دین قبول کر  
دی۔

اب انسانی رہنمائی کے لئے آخری اور دائمی ہدایت نامے کی ضرورت تھی۔ جو حضرت  
محمد رسول اللہ ﷺ قرآن حکیم کی شکل میں لائے۔ اس میں وہ تمام اصول حیات اور ضوابط  
جمع کر دیئے گئے ہیں جن پر انسانی فطرت قائم ہے۔ ان کو بدوئے کار لانے اور روئے زمین  
پر محکم طور پر قائم کرنے کے لئے جن ابتدائی قواعد کی ضرورت ہے ان میں سے چند سورۃ  
مزل میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان اصولوں پر پہلے جزیرہ عرب میں اور پھر اہل عرب کی مدد

سے دنیا کے بقی حصوں میں انقلاب برپا ہوا۔

(۱) يَا أَيُّهَا الْمَرْمِلُ ! (اے مزل)

ایک غلط فہمی کا ازالہ : لفظ مزل کی کئی تشریحات کی گئی ہیں۔ بعض نے اس کے معنی کئے ہیں۔ اَلْمَرْمِلُ فِی ثَوْبِهِ وَذَلِکَ عَلٰی سَبِیْلِ الْاِسْتِعَارَةِ، کِنَايَةً عَنِ الْمَقْصَرِ وَالْمُنْتَهَا وَنَبَالَ مَرٍ وَنَعْرِضًا بِہَا (یعنی کپڑوں میں لپٹا ہوا جو بطور استعارہ ہے اور اس میں کنایہ اس طرف ہے کہ وہ شخص کام کرنے میں قصور کرتا ہے۔ اور سستی سے کام لیتا ہے اور یہ اسے گویا تعریض کے طور پر کہا گیا ہے)

لیکن اس شخص کے متعلق جو اپنے فکر اور اپنی قوت کے ساتھ انسانیتِ عامہ کو ترقی دینے، خلقِ اللہ کی خدمت کرنے اور ان کا تعلق اللہ سے جوڑنے کے لئے اتنا بے تاب تھا کہ قرآن حکیم کو کتابِ پاک

لَعَلَّکَ بِاجْتِاعِ نَفْسِکَ اَلَّا یَكُونُوا مُؤْمِنِیْنَ (الشعراء: 26: 3)

(یعنی یہ جو میرے پیش کردہ لائحہ حیات (Programme of Life) کو نہیں ماننے کو کیا ان کی خاطر اپنی جان ہلکان کر ڈالے گا؟)

اور جس کا یہ حل تھا کہ اللہ کی مخلوق کو راہِ ہدایت و کمال کا بوجھ اٹھائے اس کی کر دہری ہوئی جاتی تھی۔

وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَکَ (الانشراح: 94: 3)  
(اور ہم نے تیرا بوجھ اتار دیا جس نے تیری کمر کو دہرا کر رکھا تھا)

اور جو لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے راستے معلوم کرنے کے لئے بے قرار تھا۔  
وَوَجَدَکَ ضَالًّا فَهَدٰی (7: 93) (اور اس نے تجھے تلاش میں گم پایا اور پھر تجھے ہدایت دی)

اس کی نسبت یہ ممکن کرنا کہ وہ اپنے کام میں ست اور کلل تھا۔  
ع یہ سوء عن ہے سلق کوڑ کے باب میں

پس لفظ مزل کے وہ معنی لئے جانے چاہئیں جو اس سورت اور حضرت نبی اکرم ﷺ

کی سیرت مبارک کے منہب ہوں۔

النزل کی پہلی تشریح : (۱) (الف) موطا امام مالکؒ میں ایک روایت آتی ہے کہ:  
عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعَمٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِيْ خَمْسَةٌ أَسْمَاءُ أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا  
الْمَاحِضُ الَّذِي يَمْحُوا اللَّهُ بَنِي الْكُفْرِ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي  
يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمَيْ وَأَنَا الْعَاقِبُ (یعنی حضرت نبی اکرم ﷺ نے  
فرمایا کہ میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ میرے  
ذریعے سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے اور میں حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں میں  
اٹھائے جائیں گے اور میں عاقب ہوں)

علامہ کرام نے حضرت نبی اکرم ﷺ کے پیروں کے نام گوائے ہیں تو ان پانچ ناموں کی  
خصوصیت کیا ہے؟ ذرا تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ نام ہیں جو قرآن حکیم میں آئے  
ہیں۔ چنانچہ محمد اور احمد تو صاف مذکور ہیں:  
مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ (الحج: 48-29)  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَعْلَمَ اسْمُهُ أَحْمَدُ (6: 61)

الحاشر کے معنی : الحاشر کی تشریح کرتے ہوئے امام الامام ولی اللہ محدث دہلویؒ  
فرماتے ہیں بغیل معنی قوله علی قلمی انه اما مهم يوم الحشر يحتنا جون  
الی شفاعته (المسوی جلد 2 ص 516 باب اسمہ الہی ﷺ)  
یعنی حضرت نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کو کہ ”میرے قدموں میں اٹھائے جائیں گے“  
کے یہ معنی ہیں کہ وہ یوم حشر میں ان کے امام ہوں گے اور وہ ان کی شفاعت کے محتاج  
ہوں گے۔

اس سے ظاہر ہے کہ الحاشر کے معنی ہیں جمع کرنے والا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں آیا ہے  
کہ:  
وَحِشْرَ لِّسْلِيمَنْ جُنُودُهُ (النمل: 17: 27) (یعنی سلیمانؑ کے لئے اس کے لشکر جمع کئے  
گئے)

نیز قرآن حکیم میں الحشر نام ایک سورت بھی ہے جس میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ:

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ  
الْحَشْرِ (سورہ ہشر: 59: 2)

حضرت امام لائبرہ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

اوست آنکہ بر آورد آہل را کہ کافر شدند از اہل کتب از خانہء ایشان در اول جمع کردن لشکر (فتح الرحمن) (یعنی وہی ہے جس نے اہل کتب میں سے کفر کرنے والوں کو پہلی مرتبہ لشکر جمع کرنے کے وقت میں گھر سے نکالا)

یہاں اول الحشر سے مراد نبی اکرم ﷺ کا پہلا جارحانہ حملہ ہے جو آپ نے 4ھ میں بنی نصیر پر کیا۔ گویا الحشر کے معنی ہیں لوگوں کو جمع کرنے والا۔ اسی طرح الزل کے معنی ہیں زمیوں کو جمع کرنے والا یعنی قرآن کی انقلابی تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے انقلابی عناصر کو جمع کرنے والا یا اس تحریک کے لئے جس قسم کے رفقاء کار کی ضرورت ہے اس قسم کے رفیق جمع کرنے والا۔

نبی اکرم ﷺ زمیل (رفقاء) تیار کریں گے: (ب) اب لفظ الزل پر ایک اور نقطہ نگاہ سے نظر ڈالئے:

اونٹ کے کھلوے میں عموماً دو آدمی سوار ہوا کرتے ہیں ایک ایک طرف اور دوسرا دوسری طرف تاکہ بوجھ دونوں طرف برابر رہے۔ ان کو ایک دوسرے کے ذیل کہتے

اب عام طور پر کہا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی جنگیں مافضانہ تھیں جارحانہ نہ تھیں۔ مسیحی مشنری (Missionaries) یہ پراپیگنڈہ کرتے رہے ہیں کہ اسلام دھیمانہ مذہب ہے جس میں قتل و غوریزی اور غارتگری کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس قسم کے پراپیگنڈہ سے متاثر ہو کر مسلمان علما نے بیسویں صدی عیسوی کے شروع میں یہ نظریہ پیش کرنا شروع کر دیا کہ اسلام کی جنگیں پیشہ مافضانہ رہی ہیں اس نے کبھی کوئی جارحانہ حملہ نہیں کیا مگر درحقیقت یہ دیکھ بزرگوار سے بڑھ کر نہیں ہے۔ سوائے یہ کہ اسلام میں جنگ جائز ہے یا نہیں؟ اگر اسلام جنگ کو جائز قرار دیتا ہے (اور اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ وہ جنگ کو جائز بلکہ ضروری قرار دیتا ہے) تو اس کے بعد یہ افسر جنگ کے اختیار تیزی (Discretion) پر موقوف ہوتا ہے کہ وہ خود آگے بڑھ کر حملہ کرے یا علیم کے حملے کی محض مداخلت کرے ظاہر ہے کہ اس کا قرآن کے فیصلے سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔

2۔ الماحی کے لئے دیکھو سورہ الدھر میں لفظ دھر کی تشریح اور العاقب کے معنی حضرت امام لائبرہ نے بیان کئے ہیں کہ آپ آخری نبی یعنی حاتم النبیین ہیں۔

ہیں۔ اور مزاحمہ کے معنی ہیں ایک دوسرے کا ذمیل بننا۔ پس لغوی اعتبار سے بھی منزل کے معنی ہوئے ذمیل یعنی رفہم راہ تیار کرنے والا۔ یعنی جتنا قرآن آپؐ سمجھتے ہیں اتنا ہی دوسرے کو سمجھا کر انسانیت کی خدمت کے لئے تیار کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ جس محنت و مشقت سے وہ خود اپنے نصب العین کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتے ہیں اسی محنت و مشقت سے آپ کے ساتھی بھی اسے کامیاب بنائیں۔

لفظ منزل میں مبالغہ بھی پایا جاتا ہے جس سے کثرت کے معنی ظاہر ہوتے ہیں یعنی کثرت سے ذمیل — رفہم راہ — تیار کرنے والا۔ گویا جو شخص آپ سے ایک آیت لے بھی سکے لیتا ہے وہ اسی حد تک آپ کا ذمیل بن جاتا ہے۔

یہ جو ذمیل تیار ہوں گے یہی آگے چل کر آپ کی فوج کے سپاہی بن جائیں گے۔ اور پھر آپ کے بعد آپ کی نیابت کریں گے۔ اور خلافت چلائیں گے اس ترمیل سے اجتماع (المشعر) پیدا ہوگا۔

### جملہ معترضہ

انقلاب کے شروع میں رفہم راہ تیار کئے جاتے ہیں : جب حکومت معظم ہو جاتی ہے تو آدمی دو قسم کے ہو جاتے ہیں یعنی حکم دینے والے اور حکم ماننے والے لیکن نئی حکومت پیدا کرنے کے لئے جو انقلاب پیدا کیا جاتا ہے اس میں شروع شروع میں اس قسم کی تیز نہیں ہو سکتی پہلی منزلیں صرف رفق (Colleagues) تیار کئے جاتے ہیں۔ مثلاً دو آدمی اپنے اپنے گھر سے کسی سمت کو سفر کرنے کے لئے نکلے ہیں دونوں راستے میں مل جاتے ہیں یہ ایک دوسرے کے رفق راہ ہیں۔ ان میں حقیقی معنوں میں کوئی افسری ماحتمی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح انقلاب کی ابتدا میں صرف رفہم راہ تیار کئے جاسکتے ہیں۔ اس کی صورت یوں ہوتی ہے کہ سب کے سامنے ایک نصب العین (Ideal) کھلے نظروں میں پیش کر دیا جاتا ہے اس کو کامیاب بنانے کے لئے جو راستہ اختیار کرنا ہوتا ہے وہ سخت خطرناک ہوتا ہے۔ سوسائٹی ان کے نصب العین کو پسند نہیں کرتی۔ ان کے گھر کے

---

۱۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً یعنی ایک آیت بھی مجھ سے بیکہ جاؤ تو اسی کی آگے تبلیغ کرو۔

عزیز واقارب تک دشمن ہو جاتے ہیں محلے والے دشمن ہو جاتے ہیں۔ گھٹوں اور شر والے دشمن ہو جاتے ہیں پھر سارا ملک دشمن ہو جاتا ہے اور اگر ملک میں کوئی حکومت ہو تو وہ بھی ان کی دشمن بن جاتی ہے ان لوگوں کو اپنے نصب العین کی کامیابی کے لئے ان سب کی مجموعی دشمنی کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اگر انقلابی کارکن یہ سب کچھ سمجھ کر محسوس کر لیں کہ ان کا نصب العین اتنا دلچسپ اور بلند ہے کہ وہ اس کے لئے ان سب عدوتوں اور مصیبتوں کو برداشت کر سکیں گے اور اپنے نصب العین پر اپنا دل، اپنی جان، اپنے پیوی بچے، اپنے عزیز واقارب اپنا تمام دل و متاع ——— فرضیکہ سب کچھ قربان کر دیں گے تو ان کا کام آسان ہو جاتا ہے۔

اس راہ میں سب سے بڑا سنگ گراں مخالف حکومت کا ہوتا ہے لیکن وہ کیا کر سکتی ہے؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہ پچاسی دے دے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں مصری جلودگر آئے لیکن جب وہ حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے تو انہوں نے کیا کہا تھا؟ یہی ناکہ کہ لَنْ نُوْثِرَكَ عَلٰی مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي فَطَرْنَا فَاقْصِ مَّا اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا نَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (یعنی اے فرعون یا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم تجھے ان دلائل و براہین کے مقابلے میں جو ہم سمجھ چکے ہیں ترجیح دینے لگیں اور تجھے اس ذات واحد سے ہلا کر سمجھنے لگیں جس نے ہمیں پیدا کیا تو جو کچھ کر سکتا ہے کر گزر، اور حقیقت میں تو کچھ کر ہی نہیں سکتا زیادہ سے زیادہ یہ کہ تو ہماری اس چند روزہ دنیاوی زندگی کے متعلق کچھ کر سکتا ہے تو جو کچھ تو کرنا چاہتا ہے کر گزر)

الفرض ایک انقلابی گھر میں بیٹھ کر ایک بلند مقصد کے حصول کے لئے فیصلہ کرتا ہے اور پھر اس نصب العین کو لے کر گھر سے نکلتا ہے وہ تلاش کرتا ہے تو اس نصب العین کے شیدائی کئی اور بھی مل جاتے ہیں یہ اس کے رفقاء کار ہیں جب یہ لوگ آپس میں ملتے ہیں ایک دوسرے کو ہم خیال پا کر اجتماعی طور پر کام کرنے لگ جاتے ہیں اور اس طرح ایک سوسائٹی (Society) پیدا ہو جاتی ہے۔

رفاقت کی پہلی منزل : اس مرحلے پر سب سے مشکل چیز کیا ہوتی ہے؟ وہ یہ کہ ایک صاف تخیل (Ideal) پیش کر کے فیصلہ کرنا اور پھر اسے قبول کر کے چل نکلیں تو ایک

دوسرے پر زیادتی نہ کرنا یہ رفہام سمجھتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے پر کوئی فوقیت نہیں رکھتے۔ فکر کو عمل میں لانے کے لئے جذبے کے لحاظ سے ہم سب برابر ہیں انقلابی تحریک صاف ہو تو یہ بات آسان ہو جاتی ہے۔

رفاعت کی دوسری منزل : اس کے بعد دوسرا مرحلہ آتا ہے کہ تحریک (Idea) کو ساتھیوں کے ذہنوں کی انتہا تک پہنچا دیا جائے اور وہ اسے اچھی طرح سمجھ کر فیصلہ کر لیں کہ وہ اس پر قربان ہو سکتے ہیں اور اپنا سب کچھ قربان کر سکتے ہیں کیونکہ اگر بعد میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ اوہو میں تو دھوکے میں رہا میں تو یہ سمجھا تھا مگر یہ تو بات ہی اور کلی تو سب کیا کر لیا ہر ملو ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا تعلق اپنے رفہام کے ساتھ : اس نقطہ نگاہ سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پوزیشن پر غور کیا جائے تو آپ کی دو حیثیتیں نظر آتی ہیں :

(1) آپ نبی ہیں : آپ صاحب فکر ہیں اور ساتھ ہی خدا کے پیامبر بھی ہیں۔ خدا کا جو پیغام آپ کو پہنچتا ہے آپ کا فکر اسے جذب کر لیتا ہے۔ بلا توقف لوگوں کو محسوس ہوتا ہے کہ آپ اپنی بات فرما رہے ہیں پھر آپ وہ فکر دوسروں تک پہنچا دیتے ہیں یہ آپ کی ذاتی حیثیت ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا یعنی آپ پیام قبول کرنے میں کسی کو شامل نہیں کر سکتے۔ نہ کسی کو رسول بنا سکتے ہیں۔ آپ کو جو پیام الہی پہنچا وہ حرف بحرف کتبلی شکل میں دنیا کے سامنے موجود ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی اس کے باہر کوئی وحی نہیں ہے اب ہر قوم اپنا پروگرام اس آئین کتبلی سے لے گی آگے جا کر وہ سب قومیں قرآن کی پوری تشریح میں مل جائیں گی۔

(2) آپ معلم شفیق ہیں : آپ کی دوسری حیثیت فکر سکھانے والے کی ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے : **يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ** (البقرہ 62:2) یعنی انہیں قانون الہی اور اس کی حکمت سکھاتا ہے آپ خود فرماتے ہیں کہ **إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا** (میں تو اسلئے بنا کر بھیجا گیا ہوں) معلم کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک چیز جانتا ہے جو وہ دوسروں کو اپنے برابر سمجھا دیتا ہے۔ اس علم کو پہلے سیکھنے اور بعد میں سیکھانے کا جو طبعی فرق ہے وہ تو ہمیشہ قائم رہے گا لیکن علم سے جو روشنی پیدا ہوتی ہے اور اس سے کام کی جو ہمت

پیدا ہوتی ہے اس میں ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا جب تک استلو کی تعلیم میں یہ طاقت نہ ہو اسے صحیح معنوں میں مسلم نہیں کہا جاتا۔

ہم نے یہ مضمون خواجہ غلام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے لیا ہے جن کے پاس دربار دہلی کا ایک امیر اہل شیعہ کارندوں نے اسے طلب کیا۔ وہ نہ گیا۔ پوشہ نے کلام بھیجا کہ کیا آپ اسے بھی اپنے جیسا (یعنی تارک الدنیا) بنا دیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے سے بھرپور چاہتا ہوں۔ یہ آپ کی شان مطہیٰ تھی جس کی وجہ سے آپ کی محبت آپ کے صحابہ کے دلوں میں اپنے میں باپ سے بھی زیادہ تھی۔ یہ بات کسی حاکم کو حاصل نہیں ہو سکتی۔

الغرض الزل کے معنی ہیں قرآن حکیم سمجھا کر ذلیل یعنی رقتہ تیار کرنے والا۔  
الحاشیہ تشریح فلسفہ ولی اللہی کے مطابق : (ج) جنت الاسلام امام الائمہ امام ولی اللہ دہلوی کے قلم میں یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ انسانی حیات وحدانی چیز ہے یہ جو دنیوی زندگی شروع ہوئی ہے۔ یہی ترقی کرتے کرتے اخروی زندگی بن جائے گی اور اس زندگی میں انسان کے پہلے (عمل ہی ایک خاص شکل اختیار کر کے اس کے لئے جنت کی نعمتیں یا دوزخ کے عذاب کی صورتیں پیدا کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت امام الائمہ فرماتے ہیں کہ:

حشر میں ہمارے اعمال ہی مشکل ہو کر پیش ہوں گے : فالنَّشَبَاتِ  
الْحَشْرِتَةِ فِي حَقِّهِمْ أَنْتُمْ وَأَوْفَرُ وَلِذَلِكَ أَخْبَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ  
أَكْثَرَ عَذَابِ أُمَّتِهِ فِي قُبُورِهِمْ وَهُنَالِكَ أُمُورٌ مُتَعَتِّلَةٌ تَنْسَاوِي التَّفْؤُسُ  
فِي مَشَاهِدِنَهَا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْمَبْسُوطَاتُ بِعَمَلِهِمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنْشَبِعُ  
حَوْضًا وَتَنْشَبِعُ أَعْمَالُهَا الْمُحْصَاةُ عَلَيْهِمْ إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ وَتَنْشَبِعُ  
النَّعْمَةُ بِمَطْعَمِ هَنِيٍّ وَمَشْرَبِ مَرِيٍّ وَمَنْكَحِ شَهْوِيٍّ وَمَلْبَسِ رَضَوِيٍّ وَمَسْكَنِ  
بَهِيٍّ (جنت اللہ البالغہ جلد اول ص 37)

(یعنی حشر میں انسان کے اعمال اور اخلاق جو شکلیں اختیار کریں گے وہ اس شخص کے حق میں پوری پوری طرح ظاہر ہوں گی اس لئے حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے عذاب کا اکثر حصہ قبوں میں پورا ہو



جائے گا (یعنی میری امت چو تکہ کمزور ہے اس لئے حشر کی تصویریں زیادہ نہیں  
 نہیں کی لوگ تھوڑی ہی سی بات سے جلدی سمجھ جائیں گے)۔

حشر میں بعض کلموں کی شکلیں ظاہر ہوں گی جن کی تمام روحیں یکساں  
 طور پر سمجھ سکیں گی۔ مثلاً حضرت نبی اکرم ﷺ کے نبی ہونے کے بعد جو فیض  
 و ہدایت آپ کے ذریعے سے پہلی وہ ایک حوض کی شکل میں ظاہر ہوگی (یعنی  
 لوگوں نے دنیا میں حضرت نبی اکرم ﷺ سے جو فیض حاصل کیا اور اسے آگے  
 بڑھانے میں جو جدوجہد کی وہ ایک حوض کی شکل میں ظاہر ہوگی۔ جس میں پانی  
 ہو گا یہی حوض کوثر ہے جو حقیقت میں قرآن حکیم سے استفادہ کا مظہر ہے) اور  
 ان کے جتنے اعمال محفوظ ہیں وہ سب ترازو میں طے کیے گئے اور اچھے کلموں  
 خوبصورت عورتوں عمدہ لباسوں اور اچھے کمروں کی شکل میں ظاہر ہوں گے۔

ایک اور جگہ عالم مثل کی کیفیت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

ہمارے اعمال و اخلاق ہی ہماری جنت و نرگش پیدا کریں گے : وَ سَيَرُ هٰذِهِ  
 الْوَاقِعَةُ تَمَثَّلُ الْأَعْمَالُ وَالْأَخْلَاقُ السَّيِّئَةُ وَالْحَسَنَةُ فِي الْمِثَالِ  
 وَنَنَقِمُ النَّفْسُ وَتَوَجَّعُهَا بِالْحَقَائِقِ الْمَثَالِيَةِ (الهدى المازنہ ص 154) یعنی اس  
 میں راز یہ ہے کہ اچھے اور برے اعمال اور اچھے اور برے اخلاق عالم مثل میں پہنچ کر مثل  
 صورتیں اختیار کر لیتے ہیں اور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

واقعت حشر کی مزید تشریح : درجوں ازیں موطن در گزر دعالے دیگر پیش آید اور  
 در لسان شریع یوم الحشر گوید۔ حقیقت آن موطن آست کہ دریں نفوس ارضیہ بسیارے  
 از احکام فردیہ کہ از اختلاط عناصر و اجزاء پیدا شدہ برہم خورد و ایں نفس بمنزلہ  
 جسم شفاف محاکات صورت نوعیہ نماید و احکام صورت نوعیہ بطریق ظهور و ظہور پیدا ارشود  
 چنانکہ در محسوسات صورت نوعیہ در افراد انسان تقاضاے کند کہ بدین در بلین و مجنن  
 و نوزن پیدا شوند لیکن گاہے علتی از عوامل استعدادیہ ازاں منع کند و جنس ناقص اقلقت  
 اکہ واقطع و امک پیدا شود اینہمہ از عمل بلکہ است از قبیل صورت نوعیہ ہم چہن در امور  
 معقولہ صورت نوعیہ را مقتضیات است از عقل سلیم کہ بلوٹ اوہام طوٹ شدہ و استعداد  
 قبول علوم حقہ از مہدایاض مروجہ آن داشتہ و از خیال صحیح کہ شیخ را بصورت منہبہ نوکہ

برطبق شکل عالم مثل است مستح سازهیں احکام فرست فرونشید و احکام نومیہ غالب آید  
ہمہ متقنات نوع در محل و خیال بروئے کار آید و صورت فرست قبول ظهور احکام نوع  
کنند ہا ہم وجہ محاکات آل فلہد چنانکہ در افراو نوع ممکن نشود کہ بمعزائے آل احکام نوع ظاہر  
لَقَدْ كَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ

پس دریں موطن و قلع چند ظهور کنند از میزان و حساب و تجلی الہی و حضور و نظائر  
صف اعمل بطرف یمن و شمل و شملوت الہی دارجل صراط و ابیض و وجہ و اسود اوایل و  
شفاعت رسل۔

میزان کیا ہے؟ : پس میزان عبارت است از ظهور صورت مقدار اعمل حسہ و سبہ و  
معرفہ تاثیر ہر یکے از قیلتین ہشیکہ عالم مثل قضا کند از کشن و ماند آل در میان عالم  
مثل و عالم شلوة آل معنی کہ اجسام خارجیہ شکل پذیر قوای مثلیہ گردد۔۔۔۔۔

حوض کوثر کیا ہے؟ : حوض صورت ہدایت و رشدے است کہ از تجلی اعظم بر نفس  
نفس حضرت پیغامبر ﷺ ریختہ است و از آنجا از راہ قوای پیغامبر و عالم شلوت جاری شدہ و  
لوانی حوض صورت قدر ہدایت کہ افرو مسلمین قبول آن کردہ اند

تقسیم کیا ہے؟ : حلیہ مقرین آب چشمہ تسنیم باشند کہ تمل لذات متلیہ است کہ  
از اوراکہ محمودات حاصل آید (ضمیمات راہیہ جلد اول ص 253-255 ملخصاً)

یعنی اس محل سے گزر جائے تو وہ ایک عالم میں داخل ہوتا ہے جسے شرع کی زبان  
میں حشر کا دن کہتے ہیں اور اس مقام کی حقیقت یہ ہے کہ ان نفوس ارضیہ کی ہمت سی  
انفرادی باتیں جو مضمون کے باہمی ٹکاپ اور کثیف بلوے سے پیدا ہوتی تھیں جاتی رہتی  
ہیں اور اب ہر ایک نفس شفاف جسم کی طرح نومی امور کا ٹکس پیش کرتا ہے اور اس پر  
نومی قلعے ظاہر ہو کر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں اس کی مثل یوں سمجھو کہ بلوی دنیا میں انسان  
کی صورت نومیہ قضا کرتی ہے کہ ایک فرد کے دو دو ہاتھ پاؤں آکھیں اور کان ہوں لیکن  
کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بلوے میں دو دو اعضاء پیدا کرنے کی استعداد نہیں ہوتی اس وقت  
جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ لہا لکڑا یا کھڑا یا بوجہ ہوتا ہے اس ناقص الخلقہ بچے کی پیدائش  
میں قصور بلوے کا ہے نہ کہ صورت نومیہ کا۔

ایسے ہی غیر بلوی زندگی کے امور میں صورت نومیہ کے قلعے ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ

قضا کرتی ہے کہ انسان کے اندر ایسی عقل سلیم ہو کہ وہ لوہام کی فطرت سے نکل نہ ہوئی ہو۔ اور اس پاکیزگی کے سبب سے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے صحیح علوم لے سکے اور وہ یہ بھی قضا کرتی ہے کہ انسان کی قوت مضبوط صحیح ہو۔ تاکہ وہ چیزوں کو عالم مثل کی کیفیت کے مطابق شکل دے سکے۔

الفرض اس موطن میں جا کر انفرادیت کے احکام چھوٹ جاتے ہیں اور نوعی قضاے غالب آجاتے ہیں۔ اور عقل اور خیال کی قوتوں کے لحاظ سے نوعی قضاے ظاہر ہونے لگتے ہیں اور فرد انسانی نوعی قضاوں کو ایسی پوری طرح ظاہر کرتا ہے کہ اس سے زیادہ اس سے ممکن نہیں ہوتا۔ یہ وہ کیفیت ہے جس کے متعلق قرآن حکیم کہتا ہے کہ: فَكُشِفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ: 25م (پتھک ہم نے حیرے پر دے اتار دیئے ہیں اس لئے آج حیرہ لگھ حیرہ ہے)

چنانچہ اس موطن میں نفس انسانی کو بعض واقعات پیش آتے ہیں مثلاً 'میزان' حسب' تجلی الہی' 'حوض کوثر' اہل ایمانوں کا اذکر دائیں یا بائیں ہاتھ میں آجاتا ہاتھ پاؤں کا انسان کے اہل کی شہادت دینا' پل صراط پر سے گزرتا' چروں کا سفید سیاہ ہو جانا' اور رسولوں کا شفاعت کرنا ان میں سے میزان سے مراد یہ کہہ کہ عالم مثل میں انسان کے اچھے برے اہل ایک خاص "مقدار" اختیار کر کے ظاہر ہوں گے اور ان کی خاص قسم کی تاخیر ظاہر ہوگی۔ اور یہ مقدار اور تاخیر عالم مثل کے "لوے" کے منسوب حل ہوگی۔ مثلاً ترازو وغیرہ جو عالم مثل اور عالم ہادی کے بین بین ایک قسم کے لوے سے ظاہر ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہادی اجسام مثالی قوتوں کی شکل میں ظاہر ہوں گے۔

اور حوض سے مراد یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کے نفس مبارک پر تجلی اعظم سے جو ہدایت نازل ہوئی اور آپ کے قومی کے ذریعے سے دنیا میں پھیلی وہ دہلی حوض کوثر کی مثالی شکل میں ظاہر ہوگی اور اس حوض میں جو پانی پینے کے برتن ہوں گے وہ تمام مسلمانوں کی قبول کردہ ہدایت ہوگی جو برتنوں کی شکل میں ظاہر ہوگی۔ اس عالم میں خدا کے خاص مقرب بندوں کو چشمہ تنسیم سے پانی پلایا جائے گا۔ یہ پانی کیا ہوگا؟ یہ جمادات اور اک سے حاصل شدہ عقلی لذات ہوں گی۔ جو پانی کی شکل میں انہیں پلانی جائیں گی۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:

حوض کوثر اور دیگر انبیاء کے حوض : وَالْحَوْضُ هَدَايَتُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجَسَدَتْ هُنَاكَ مَاءٌ بِمُشَابَهَةِ قُوَّةِ بَيْنِ الْعِلْمِ وَالْمَاءِ وَأَرَى أَنْ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا غَيْرَ أَنْ حَوْضَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمُّ الْحَيَاضِ (بخاری الکثیر ص ۱۱۴)

یعنی حوض کوثر اصل میں حضرت نبی اکرم ﷺ سے پھیلی ہوئی ہدایت ہے جو عالم مثل میں جا کر پانی کی شکل اختیار کرے گی کیونکہ علم کو پانی سے خاص مشابہت ہے میری رائے میں ہر ایک نبی کا جدا جدا حوض ہوگا البتہ نبی اکرم ﷺ کا حوض سب سے بڑا ہوگا

بیانات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ جو لوگ اس دنیا میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر یا آپ کی تعلیمات اور نمونے کے مطابق انقلاب برپا کریں گے وہ مرنے کے بعد کی زندگی میں آپ کی امامت میں جمع ہو جائیں گے ایسے ہی جو لوگ دوسرے انبیاء کرام کی معیت میں کام کر چکے ہیں وہ اپنے اپنے نبی کی معیت حاصل کریں گے چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ:

أَنعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا (نساء: ۶۹) یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین پر۔ یہ بہت اچھے رفیق ہیں

اب انقلاب عمومی حضرت محمد ﷺ ہی کی اتباع سے آسکتا ہے : طینی لولوالعزم انبیاء علیم السلام ﷺ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰؑ کو شش کرتے رہے کہ تمام دنیا میں تورات کو پھیلا کر امامت کبریٰ (بین الاقوامی قیادت) حاصل کریں لیکن یہ مقام محمود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی حاصل کر سکے اس کا مطلب یہ ہے کہ اب انقلاب عمومی اپنے مختلف ادوار میں آپ کے اتباع سے باہر نہیں جاسکتا

اس اجمل کی تفصیل یہ ہے کہ جو انقلاب رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا خلاصہ ہے وہ ایک دن میں ساری دنیا میں نہیں پھیل سکتا اس انقلاب کا پہلا حصہ وہ تھا جو خلافت راشدہ سے شروع ہو کر عباسی حکومت کے خاتمے تک کامیاب رہا جب قریش میں اس انقلاب کو

آگے بڑھنے کی طاقت نہ رہی تو اس انقلاب کے آگے بڑھنے کے لئے ایک اور قوم ————— ایرانیوں ————— کو ذریعہ بنایا۔ لیکن قریش کے تزل اور ایرانیوں کے عروج کا درمیانی وقفہ انقلاب کی ”رات“ تھی۔ اس میں نئی قوم تیار ہوئی۔ اس کے بعد ترکمانی قوموں نے اس انقلاب کو آگے بڑھایا اور پھر ہندوستانی قوم نے اسے اپنایا۔ اس طرح کھڑے کھڑے ہو کر یہ انقلاب ساری دنیا میں کامیاب رہا۔ ان کھڑوں کو علیحدہ علیحدہ خیال کرنا فطری ہے یہ سب ایک سلسلے کی کڑیاں ہیں جب تک انسانی روئے زمین پر قائم ہے۔ یہ انقلاب کسی نہ کسی شکل میں آگے بڑھتا رہے گا۔ اور آخر میں ایک ایسا نذہ آسکا ہے کہ تمام اقوام جو اس انقلاب سے مانوس ہو چکی ہوں ایک سطح پر آکر اس کے ماتحت مل جائیں۔ اس وقت یہ انقلاب عمومی عمل ہوگا۔

پس الزل سے مراد وہ صاحب کبریا ہے جس کے ماتحت تمام اقوام عالم جمع ہوں گی۔ یہ کیا الحاشی کا دنیوی منظر ہے۔

الزل کے دوسرے معنی امام ائمہ انقلاب : (2) اَزَلْ یَا اَزْذَلْ کے دوسرے معنی ہیں حَمَلٌ بِمَرَّةٍ وَاحِدَةٍ (النبی) (یعنی لونٹ کی طرح بوجھ اٹھا کر ایک ہی بچے سے اٹھ کھڑا ہوا)

اَزْذَلْ: اِحْتَمَلَهُ وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالٰی یَا اَیُّهَا الْمُرْسَلُ یعنی بوجھ اٹھالیا۔ (صرح)

رازیؒ نے فکر ”کا قول نقل کیا ہے۔ کہ منزل کے معنی ہیں وہ شخص جس پر ہماری کام ڈال دیا گیا ہو۔ کیونکہ ذل کے معنی ہیں حمل۔

یہ بار کیا ہے؟ قومی اور بین الاقوامی انقلاب : یہ بار جو نبی اکرم ﷺ نے اٹھایا قومی اور بین الاقوامی انقلاب کا بار تھا۔ اور تعجب یہ ہے کہ آپ نے پہلے اپنی قوم کو ترقی دے کر بین الاقوامی درجے کے کام کرنے والے کارکن تیار کرنے کا انتظار نہیں کیا۔ گو اگر آپ ایسا کرتے تو بھی کسی حقد کو اس پر اعتراض نہ ہوتا لیکن آپ نے بین الاقوامی

۱۔ قَالَ عِزُّرْمَةُ یَا اَیُّهَا الَّذِیْ رَزَّلَ لِحُرٍّ عَظِیْمًا اَءَ حَمَلَهُ وَالزَّمَلَ الْحَمْلُ وَلَا رَزَمَلَهُ اِحْتَمَلَهُ (تفسیر کبیر للرازی جلد پنجم ص 235 م 3)

اقتلاب کو موخر نہیں کیا۔ بلکہ دونوں کام ایک ہی وقت شروع کر لئے۔ یہ نہایت مشکل کام تھا۔ لیکن آپ نے جو انمولیٰ ہمت، محنت اور مشقت سے کام لیا اور پورے کے پورے بوجھ کو سنبھال کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اللہ کے فضل سے بہت جلد حبل مقصود پر پہنچ گئے۔ چنانچہ آپؐ نے قریش کی ذہیت ایسی تیار کی کہ وہ جہلی انصار مدینہ کے ساتھ مل کر کام کر سکے وہاں بلال حبشیؓ، صہب روئیؓ اور سلمان فارسیؓ وغیرہ غیر عربوں کے ساتھ اور ان کے ماتحت بھی کام کر سکے۔

جو شخص سیاسی اہمیت میں اس قسم کا بارگراں اٹھاتا ہے وہ امام اقتلاب کہلاتا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ الزمل یعنی آخری درجے کے امام ائمہ اقتلاب ہیں۔ مولانا محمد قاسمؒ اس آخری درجے کا نام خاتم النبین رکھتے ہیں۔ اس سے اوپر کوئی درجہ ہی نہیں ہے۔

(2) قُمْ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا (3) رِصْفَةً أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا (4)  
اَوْزِدْ عَلَيْهِ (رات میں سے کھسوت کم کر کے کھڑے رہا کرو۔ آدمی رات یا اس سے بھی کم یا اس پر کچھ بڑھال)

مثلاً بارہ گھنٹے کی رات ہو تو چھ گھنٹے یا چار گھنٹے یا آٹھ گھنٹے تک رات کو کھڑے ہو کر نماز میں قرآن کی تلاوت کیا کرو۔

اقتلاب عمومی کے لئے ضروری ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قوم کو تعلیم دے کر المان اقتلاب تیار کریں۔ جو آپ کے خلیفہ ہو سکیں اور ان کے علاوہ اقتلابی کارکن تیار کریں جو اسے آگے بڑھائیں۔

المان اقتلاب کی تیاری کے لئے خاص تعلیم کی ضرورت ہے جس کے لئے وقت بھی خاص چاہئے۔ اور عوام کی تعلیم کے لئے جداگنا وقت درکار ہے اس تقسیم اوقات کی اس لئے ضرورت پڑی کہ حضرت نبی اکرم ﷺ اپنی بیٹھ خصوصی (قوی) اور بیٹھ عمومی (بین الاقوامی) کے دونوں کام ایک ہی وقت میں کرنا چاہتے ہیں۔

### جملہ معترضہ

تہجد کی نماز عوام کے لئے نہیں ہے : اس آیت میں تہجد کی نماز کی طرف اشارہ

ہے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ساری عمر پڑھتے رہے۔ یہ عام مسلمانوں پر فرض نہیں۔  
 حنفی، نماز عشاء کے ساتھ جو تین وتر پڑھتے ہیں وہ اسی نماز تہجد کے قائم مقام سمجھے جاتے  
 ہیں۔ ان کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ صحابہ میں فقہ حنفی کے امام حضرت عبداللہ ابن مسعود  
 نے اپنے کسی شاگرد سے فرمایا کہ **يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ اُوتِرُوا** (اے قرآن کی تعلیمت  
 کے حاملہ وتر پڑھا کرو) ایک ہدوی نے بھی یہ بات سن لی اور پوچھا کیا فرمایا آپ نے؟  
 حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ **لَيْسَ لَكَ** (حیرے! اور تجھ جیسوں کے لئے نہیں) اس  
 سے معلوم ہوا کہ وتر مسلمانوں کی خاص جماعت کے لئے ہیں، عوام کے لئے نہیں۔

یہ آیت منسوخ نہیں : حقیقت یہ ہے کہ جو شخص قرآن حکیم سکھائے اس کے لئے  
 تہجد ضروری ہے اور یہ اس کے لئے درجہ اختصاص (Special Qualification) رکھتی  
 ہے۔ اس لئے یہ آیت منسوخ نہیں کی جاسکتی۔ جب کبھی وہی حالت پیدا ہو جائے جس  
 میں یہ آیت نازل ہوئی تھی تو یہ آیت پھر زیر عمل آجائے گی۔

(ب) **وَرَزَّلَ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا** (اور آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر، سمجھا سمجھا کر قرآن  
 پڑھا کر)

ترتیل کے معنی : شہادہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ : وترتیل کن یوضح خواندن (فتح الرحمن)  
 یعنی ایسے پڑھ کر سننے والے اسے خوب سمجھ سکیں۔

(2) **رَتَّلَ** : آرمیدہ و پیدا خواندن (صراح) آرام سے ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھنا  
 (3) **التَّرْتِيلُ** : **رَأَوْسَالٌ كَلِمَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ بِسَهْوَةٍ وَاسْتِقَامَةٍ** (رافع) (یعنی منہ  
 سے آہستہ آہستہ پچھلی کے ساتھ الفاظ نکالنا)

(4) **وَرَزَّلَ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا** اُنْیَ اَقْرَأَ عَلٰی نَمَهِلٍ فَاَنَّهُ يَكُونُ عَوْنًا عَلٰی  
**فَهْمِ الْقُرْآنِ وَتَذَكُّرِهِ وَكَذَلِكَ كَانَ يَقْرَأُ صَلَوَاتِ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ**  
 (ابن کثیر، جلد چہارم ص 434) (یعنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کیونکہ اس طرح قرآن حکیم کے سمجھنے اور

اس پر تدبر کرنے میں مدد ملتی ہے اور حضرت نبی اکرم ﷺ ایسے ہی پڑھا کرتے تھے)  
 (5) **قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَانَ يَقْرَأُ السُّورَةَ فَيُرْتِّلُهَا**  
**حَتَّى تَكُونَ أَطْوَلُ مِنْ أَطْوَلِ مَنَهَا** (ابن کثیر، ص 434)

(ام المؤمنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ قرآن حکیم کی سورتوں کو

ایسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتے تھے کہ طویل سے طویل سورت کے پڑھنے سے بھی زیادہ دیر لگ جلیا کرتی تھی)

(6) حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:

اگر انصاف دینی قائمہ اصلی از نزول قرآن اتقاط است بمواظعہ آں و اجہد است بہ ہدایت آں نہ صرف تخطہ ہاں اگرچہ تخطہ ہم حفظنم است پس چہ مسلمان بدست آوردہ است کہے کہ مدلول قرآن نغمہ و کد ام حلاوت وارد آنگہ مدلول کلام اللہ رائد اند (بجای غلی، فتح الرحمن)

(یعنی انصاف سے کام لو تو معلوم ہو گا کہ قرآن حکیم نازل ہونے کا اصلی فائدہ تو اس وقت ہے کہ انسان اس کی نصیحتوں سے عبرت حاصل کرے۔ اور اس کی ہدایت کی باتوں سے سیدھی راہ چلنا سکھے نہ کہ صرف یہ کہ اس کے الفاظ زبان سے ادا کرتا رہے (گو تخطہ بھی قیمت سی) تو جو شخص قرآن حکیم کے معنی سمجھے بغیر اس کی تلاوت کرتا ہے وہ بھلا اسلام کس طرح سمجھ سکتا ہے؟ اور جو شخص اس کلام الہی کا مطلب نہیں سمجھتا وہ اس کے بے سمجھے پڑھنے سے بھلا کیا مزہ حاصل کر سکتا ہے؟

(7) حضرت شیخ نظام الحق والدینؒ نظام الدین دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:

وقت خواندن قرآن بلیہ کہ دل خوانندہ را تعلق بحق بشدہ و اگر آں میسر نشود بلیہ کہ در حالت قرآن خواندن جلال و عظمت حق بمدل بگزرائند یکے از حاضران سوال کرد این معنی ہاں تعلق بحق است کہ در مرتبہ اولیٰ فرسودہ اند گفت کہ خیر آں بذات حق بود این بصفت حق است و اگر آں ہم میسر نشود بلیہ کہ آنچہ سے خوانند معنی آں بمدل بگزرائند (فوائد النور ص 71)

یعنی قرآن حکیم پڑھتے وقت چاہئے کہ پڑھنے والے کا دل حق سبحانہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرے اور اگر یہ حالت حاصل نہ ہو سکے تو چاہئے کہ قرآن حکیم پڑھتے وقت حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کا جلال اور عظمت اپنے دل میں بٹھائے۔  
حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! یہ دوسری بات دینی نہیں جو پہلے فرمائی ہے؟



حضرت نے جواب دیا کہ میں پہلے ذات حق بجلالہ تعالیٰ کا ذکر تھا اب صفات حق بجلالہ تعالیٰ کا بیان ہے۔

پھر فرمایا کہ اگر یہ دوسری حالت بھی میسر نہ ہو تو پڑھنے والے کو چاہئے کہ جو کچھ پڑھے اس کا مطلب اپنے دل میں بٹھائے۔

(8) خود قرآن حکیم فرماتا ہے کہ:

(1) اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (سورہ یوسف 2:32) یعنی ہم نے (تم عربوں کی خاطر) قرآن عربی زبان میں اتارا ہے تاکہ تم اسے پڑھو اور اس سے عقل نیکیو۔

ظاہر ہے کہ کبھی بغیر عقل کس طرح نیکی جاسکتی ہے؟

(ب) پھر ایک جگہ ارشاد ہے کہ : لَا تَقْرُؤُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (انعام 4:43) (یعنی مہوشی کی حالت میں نماز مت پڑھو، بلکہ اس وقت پڑھو۔ جب تم اپنے منہ سے نکلنے والے الفاظ کا مضموم سمجھنے کے قابل ہو جاؤ)

بے سمجھے پڑھنے سے روح انقلاب فنا ہو جاتی ہے : سمجھ کر پڑھنے کی اتنی ناکیدوں کے بلوجود مسلمان صرف بے سمجھے پڑھنے کو کافی سمجھنے لگ گیا ہے۔ معلوم نہیں کس نے اس میں مسلمانوں میں یہ خیال پیدا کر دیا گیا کہ قرآن کا مطلب کبھی بغیر صرف شہین قاف درست کر کے پڑھنے کا نام تزیل ہے اور صرف یہی کافی ہے۔ چنانچہ آج کوئی مسلمان اس پر جے بیٹھے ہیں خصوصاً لڑکیوں کی تعلیم تو اسی پر ختم ہو جاتی ہے کہ انہیں نامور پڑھا دیا جائے بلوجودیکہ ہر ایک مسلمان کو قرآن حکیم سے اتنی محبت ہے کہ وہ اس پر اپنی جان تک دینے کو تیار ہے۔ مگر ہمارے فطرتی ملب استعدا نے ہماری ذہنیت کو چاہ کر دیا ہے آج کلام الہی کو بے سمجھے پڑھنے کا مادہ جتنا مسلمانوں میں ہے کسی میں نہیں ہے۔ انہوس ہے کہ اس استعداد والی قوم یوں برباد ہو رہی ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس میں سے انقلابی روح فنا ہو رہی ہے۔

انقلاب کے رفقاء کو سمجھانا ضروری ہے : حقیقت یہ ہے کہ کوئی انقلابی تحریک اس وقت تک کامیاب ہو ہی نہیں سکتی جب تک اس کے ارکان اس تحریک کے اصولوں

سے بخوبی واقف ہو کر انہیں اپنانا نہ لیں۔ اور پھر اپنا سب کچھ ان پر قربان نہ کر سکیں یہی وجہ ہے کہ اس آیت میں قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(5) اِنَّا سَنُلْقِيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا (ہم تجھ پر ایک دہشت انگیز بات ڈالنے والے ہیں)

قول ثقیل کے معنی : قرآن حکیم کی تعلیم دے کر انقلاب کے لئے تیار کرنا قول ثقیل — دہشت انگیز بات — ہے۔

انقلاب کسریٰ و قیصر کے خلاف : جس زمانے میں قرآن حکیم نازل ہوا قیصر روم اور کسریٰ ایران متمدن دنیا کے بیشتر حصوں پر قابض تھے۔ دنیا کی تاریخیں ان دونوں سلطنتوں کی عیاشیوں اور ظلموں سے بھری پڑی ہیں۔ یہ سلاطین اور ان کے امرا خود تو داد پیش دیتے تھے مگر انہوں نے اپنے ماتحت عوام میں فساد عظیم بپا کر رکھا تھا۔ فیکوں کی وہ بھرمار تھی کہ عوام میں سے کوئی شخص کھانے پینے اور ٹیکس ادا کرنے کے واسطے کھانے کے سوا اور کسی بات پر غور کرنے کے لئے ایک گھنٹہ بھی نہیں نکل سکتا تھا۔ قرآن حکیم ان دونوں بڑی شہنشاہتوں (Imperial Powers) کے خلاف انقلاب بپا کرنا چاہتا تھا۔ یہ آسان چیز نہ تھی۔

عرب کی حالت : اس مسئلے کا یہ پہلو بھی قتل غور ہے کہ علم اور صنعت و حرفت ان دونوں طاقتوں میں محصور ہو کر رہ گئے تھے۔ اس لئے خود ان طاقتوں کے واسطے سے یہ انقلاب کس طرح لایا جاسکتا تھا؟ عرب کی علمی اور طبی ترقی ایسی نہ تھی کہ ان میں سے قیصر و کسریٰ کے مقابلے کے لئے لشکر تیار ہو سکتے اور عرب کی عقلی قابلیت اور صلاحیت صرف قریش میں تھی۔ اگر قریش حنیف ملت کو قائم کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں جو ان کے دشمنوں کے بہت نزدیک تھی۔ تو انقلاب آسان ہو جائے۔ لیکن قریش کا ہلالی اور دو تہہ طبقہ "عاصیہ" قیصر و کسریٰ کی طرف بالکل تھلا اور انہی کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔ کیونکہ ان ملکوں کے ساتھ ان کے تجارتی تعلقات تھے پس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ ایک ایسی مختصر جماعت تیار کریں جو قریش کے رجعت پسندوں پر غالب آجائے اور پھر عرب کے انقلابیوں کو ساتھ ملا کر قیصر و کسریٰ کے ملکوں میں انقلاب کی لہر دوڑائیں اور ان ملکوں کے انقلاب پسندوں کی مدد سے قیصریت اور کسویت کا خاتمہ کر

دیں اور یہی قرآن کا اصلی مقصد تھا۔ لیکن قریش کو ارتہامی (Rec. tionary) عناصر سے پاک کر کے عرب کے متفرق قبائل کو انقلاب پر جمع کرنا اور ان کے واسطے سے قیصر و کسریٰ کے ممالک میں انقلاب برپا کرنا آسان کام نہ تھا یہ ہے وہ قول فقہی جس کی طرف سے اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے اور جس کی تفصیل کسی اور جگہ اس آیت میں بیان کی گئی ہے کہ:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى  
الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (الصمت 96:1) (یعنی خداوند تعالیٰ ہی  
وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین دے کر بھیجا تاکہ اس دین  
کو دیگر تمام ادیان پر غالب رکھے۔ خواہ مشرک اسے پسند ہی کیوں نہ کریں)  
(6) إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأُوْا أَقْوَمُ قَبِيْلًا (رات کا اٹھنا  
یقیناً بہت روعتاً ہے اور بہت سیدھی نکلنے ہے) (مولانا محمود حسن خاں)

حضرت امام ائمہ شاہ ولی اللہ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

ہر آئینہ قیام شب زیادہ تر است در موافقت زہن با دل و درست تر است  
در تلفظ الفاظ (فتح الرحمن)

(یعنی رات کا قیام دل اور زہن میں موافقت پیدا کرنے کے لحاظ سے زیادہ  
موزوں ہے اور الفاظ منہ سے نکلنے کے لئے بہت بہتر ہے)

جماعت خاصہ کے لئے رات کا وقت کیوں؟ : رات کا وقت جماعت خاصہ  
(Special Class) کی تیاری کے لئے مقرر کیا گیا ہے کیونکہ دن بھر کی مشقت کے بعد  
محنت کش اور نفس کش لوگ ہی خصوصیت سے جمع ہو سکتے ہیں۔ جو محض رات کو قرآن  
حکیم سننے آئے گا اسے اس کی طرف رغبت خاص ہوگی۔ اور اجتماع اور فکر سے روکنے  
والے امور پر غالب آنے پر قادر ہوگا۔ جمعی آئے گا اور ظاہر ہے کہ جس محض میں نفس  
کش کی یہ نفسیاتی (Psychological) حالت پیدا ہو جائے گی وہ قرآن حکیم کا کام پوری  
ذمہ داری سے کرے گا۔

آوی شب بیدار و نیند پر قابو رکھتا ہو تو وہ رات کو جب بازاری لین دین اور گھر کی  
ضرورتوں اور تشویشوں سے نسبتاً فارغ ہوتا ہے تو اچھی طرح سوچ سکتا ہے اور اچھی

طرح سوچتا ہے تو اچھی طرح بات بھی کر سکتا ہے۔

رات کو قرآن حکیم کے پڑھنے کا دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ شروع و شغب کم ہونے کے باعث بات خوب بھی سمجھائی جاسکتی ہے۔

یہ تو ہوئی رات کی بات دن کا ذکر آگے آتا ہے۔

(7) اِنَّ لَّكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا (البتہ حیرے لئے دن میں لمبا فصل ہے)۔

عوام سے ربط — دن میں : انقلاب عمومی کے لئے صرف رات کی خاص جماعت کی تعلیم کافی نہیں ہے۔ بلکہ عوام تک پہنچ ہونی اشد ضروری ہے۔ عوام سے تعلق (Contact) پیدا کرنے کے لئے دن ہی کا وقت ہو سکتا ہے۔ جب ان سے واسطہ پڑتا ہے۔



## انقلاب کے بنیادی اصول

(8) وَأَذْكُرُ اسْمَ رَبِّكَ (اور اپنے رب کا نام یاد کر) اسم سے مراد تجلی الہی : امام الائمہ امام ولی اللہ دہلوی کی حکمت میں اسم الہی سے مراد تجلی الہی ہوتی ہے۔ اسم الہی کے یاد رکھنے سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنا فراموش شدہ تعلق یاد کرو۔ اسے اقرباب بھی کہتے ہیں۔

انسان کا تعلق تجلی الہی سے کیوں ضروری ہے؟ : قرآنی تحریک (The Quranic Movement) کو حقیقی معنوں میں جامع اور صحیح معنوں میں انقلابی بنانے کے لئے اور اسے نوع انسان کی بلوی یعنی اقصیٰ اور عقلی (لا یلفظ دیکر جیسی اور ملکی) ضرورتوں کو پورا کرنے والی بنانے کے لئے اس تحریک کا تعلق تجلی الہی سے قائم کرنا ضروری ہے کیونکہ انسان اپنی سائنس کے اعتبار سے بیہیت (حیوانیت) اور ملکیت (مخلیت) کا مجموعہ ہے اور ملکیت کا تعلق براہ راست خداوند تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ جب یہ تجلی الہی انسانی ذہن میں جم جائے گی تو ہر دم اس کی یاد رہے گی اور وہ ذہنی ذکر بھی کرے گا۔ یہ ذہنی ذکر حقیقت میں اس اندرونی یاد کا عنوان ہو گا۔

قرآن کا ”نظام نو“ : قرآن حکیم جو ”نظام نو“ پیدا کرنا چاہتا ہے اس کا مقصد کیا ہے؟ وہ یہ بت انسانوں کے ذہن نشین کرنی چاہتا ہے کہ انسان پر حکومت صرف اللہ کی ہو سکتی ہے دوسرے نظموں میں وہ قیصریت اور کسویت یعنی شہنشاہیت (Imperialism) چند امراء کی حکومت (Oligarchy) کو توڑ کر ان کی جگہ ایسی حکومت (State) پیدا کرنی چاہتا ہے جس کا مرکز اور محور قرآن ہی کا قانون الہی ہو اور اس کے سوا وہ کسی اور قانون کی اتباع کو برداشت نہیں کرتا کیونکہ محض ’عائلی‘ ’قبائلی‘ ’شعبی‘ اور قومی قانون تک تو شاید عقلمند انسان وضع کر سکیں لیکن بین الاقوامی قانون خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا کیونکہ وہی تمام اقوام کی ضرورتوں اور ذہنیات کو جانتا ہے جن کا جانا کسی ایک انسان کے بس میں نہیں ہے۔ اور نہ کوئی جماعت یہ کام کر سکتی ہے پس اس قرآنی بین الاقوامی قانون

کائنات انسان میں قیام ضروری ہے تاکہ نوع انسان اپنی طبعی رفتار پر ترقی کرتی رہے۔  
 دوسری بات یہ ہے کہ تجلی الہی سے تعلق قائم کرنا ہر ایک فرد انسانی کے لئے ذاتی اور  
 طبعی ضرورت ہے اور کوئی اجتماع انسانی جس میں اس ضرورت کو نظر انداز کر دیا گیا ہو افزائش  
 کی ترقی کا کفیل نہیں ہو سکتا۔  
 (ب) وَتَبْتَئِلُ إِلَيْهِ تَبْتِيلاً (اور سب سے پوری طرح کٹ کر صرف اسی کی طرف  
 ہو جا)

کام کرنے کے دو اصول : دنیا میں کام کرنے کے دو اصول اب تک چلے آتے ہیں۔  
 (1) ملوی اسباب کے مجرورہ پر کام کرنا۔

(2) ملوی اسباب سے کام لینا۔ لیکن ان کو نتائج اور کامیابی میں موثر بلذات نہ ماننا۔ یعنی  
 ان کو صرف آلات کی حیثیت دینا۔

قرآن حکیم کی انقلابی تعلیم کی خصوصیت : قرآن حکیم کی انقلابی تحریک میں  
 کسی دوسری تحریک کے مقابلے میں یہ خصوصیت ہے کہ یہ ملوی اسباب سے کام لینا  
 ضروری قرار دیتی ہے لیکن — ان اسباب کو کامیابی کا کفیل نہیں سمجھتی۔

ملوے کا ترقی یافتہ حصہ : حقیقت یہ ہے کہ کائنات محض ملوے اور اس کی خلصیات  
 کے مجموعے کا نام نہیں ہے بلکہ اس میں ایسی قوتیں بھی موجود ہیں جو ملوے سے قدرے  
 مختلف ہیں۔ چنانچہ لام دلی اللہ دلوے کے فلسفے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس  
 کائنات میں ایسی چیزیں بھی ہیں جو غیر ملوی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر اس عالم ملوی سے علیحدہ  
 چیزیں نہیں ہیں بلکہ یہ ملوی قوتیں ہی ترقی کر کے مثالی اور روحانی بن گئی ہیں۔ یہ غیر ملوی  
 چیزیں ہی حقیقت میں ان ملوی اشیاء کی بنیاد ہیں۔ حکمیت جدیدہ (Modern Science)  
 کا رخ بھی اسی طرح معلوم ہوتا ہے چنانچہ سر آرم حکلمہ یورپ سر جیمز جینز (James  
 Jeans) کہتے ہیں کہ:

”یعنی میں اس تنجیمی نظریے کی طرف مائل ہوں کہ شعور ذہنی بنیادی چیز ہے  
 اور ملوی کائنات اس شعور ذہنی ہی سے پیدا ہوئی ہے یہ نہیں کہ شعور ملوے  
 سے پیدا ہوا ہو۔“

ایک جرمن حکیم ماکس پلانک (Max Planck) کہتا ہے کہ:

"I regard consciousness as fundamental and regard matter derivative from consciousness."

"یعنی میں شعور ذہنی کو اصلی اور اساسی شے مانتا ہوں اور مادی کو اس سے نکلا ہوا سمجھتا ہوں۔"

عالم مثل : الغرض لام دلی اللہ اور ان کے اجماع غیر مادی مادی کو اس عالم مادی —  
عالم شادی — کی اصل مانتے ہیں اور اسے عالم مثل (Non-metrial world) کی اصطلاح سے ظاہر کرتے ہیں۔ اس لئے قرآن حکیم کی انقلابی تحریک کے کارکن مادی کی ہستی اور اس کے خواص و افضل کو تسلیم کرتے ہوئے انہیں ایک غیر مادی اصل سے خارج شدہ مان کر اس غیر مادی اصل الاصل — خداوند تعالیٰ — پر مجبور کرتے ہیں۔ جو اس مادی اور غیر مادی عالم سے ماوراء ہے۔ اور جو ان دونوں کی اصل ہے۔ یہی مطلب ہے اس آیت کا کہ مادی اسباب کو اپنا کفیل اور کار ساز نہ سمجھو بلکہ خدائے واحدہ لا شریک کو اس ساری مادی اور غیر مادی — شادی اور مثالی اور روحانی — کائنات کا خالق اور مالک مان کر اس پر اور صرف اس پر مجبور کر کے کام کرو۔

قرآنی اصول انقلاب کے عملی فائدے : اس کا عملی نتیجہ یہ نکلے گا کہ :

(1) قرآنی انقلاب کے کارکن اپنے لئے مادی نفع جوئی نہ کریں گے۔ یعنی یہ انقلاب پیدا کر کے وہ اپنی ذات کے لئے کوئی مادی فوائد (Metrial gain) حاصل نہیں کریں گے۔ بلکہ ان سے بالاتر رہ کر صرف رفاہ عامہ کے لئے کام کریں گے۔

(2) وہ ان مادی اسباب سے کام لیں گے جو انہیں حاصل ہوں لیکن ان پر مجبور نہ کریں گے یعنی اپنے آپ کو ان مادی اسباب کے ساتھ اس طرح وابستہ نہ کر لیں گے کہ جب تک کمال اسباب حاصل نہ ہوں وہ کوئی کام ہی نہ کریں۔ بلکہ خدا پر مجبور نہ رکھ کر کام شروع کر دیں گے اور یقین رکھیں گے کہ جوں جوں ضرورت پڑتی جائے گی خداوند تعالیٰ ان کے لئے اسباب پیدا کرتا رہے گا۔

قرآن کے انقلابی نظریے کی ضرورت : انقلاب کے اس جدید نظریے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کا سبب یہ ہے کہ عالم اسباب کی تمام قوتیں جن کے بل بوتے پر انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔ ان انقلابیوں کو حاصل نہیں ہیں بلکہ وہ سب ان کے

مخالفین (قیصر و کسریٰ اور رؤسا کہہ اور رؤسا عہد) کے قبضے میں ہیں۔ اگر وہ اپنی کامیابی ان اسباب ظاہری سے وابستہ کر لیں تو وہ کبھی حرکت نہیں کر سکتے۔ اس لئے ان بے بس اور بے کس لوگوں کو سکھایا گیا کہ دنیا میں کامیابی حاصل کرنے کے اسباب صرف مہیات ہی کی سرحد پر ختم نہیں ہو جاتے بلکہ حقیقی اور موثر اسباب مہیاتی سرحدوں سے پرے واقع ہیں۔

اگر دنیا میں کامیابی کا آخری انحصار محض اور صرف اسباب مہیاتی پر ہوتا تو جن قوموں کو یہ مہیاتی اسباب کامل طور پر حاصل ہیں وہ کبھی نہ گرتیں اور محکوم اور غلام اقوام جو ان اسباب سے محروم ہوتی ہیں وہ کبھی ترقی نہ کر سکتیں۔ مگر چڑھی ہوئی قوموں کا گنا اور گری ہوئی قوموں کا اٹھنا ظاہر کرتا ہے کہ مہیاتی اسباب کے علاوہ بعض غیر مہیاتی اسباب بھی ہیں۔ جو قوموں کو گرانے اور اٹھانے میں اثر انداز ہو رہے ہیں۔ قرآن حکیم بنی اسرائیل کی گری ہوئی قوم کے متعلق کہتا ہے کہ:

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا  
يَسْتَضِيعُ طَائِفَةً مِنْهُمْ يَتَّبِعُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ  
إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ  
اسْتُضِعُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ  
(التقصص: 28: 54)

(یقیناً فرعون نے ملک میں بہت سرکشی کی اور اہل ملک میں غلامی ڈال کر تقسیم کر دیا پھر وہ ان میں سے ہر ایک کو کمزور کرنے لگا چنانچہ وہ ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور لڑکیوں کو جیتی رکھتا تھا۔ یقیناً وہ بڑے مفسدین میں سے تھا اور ہم چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جن کو ملک میں ضعیف بنا دیا گیا تھا اور ان کو لیڈر بنادیں اور ملک کے وارث بنادیں)

پس مہیاتی اسباب سے کام لیتے ہوئے بھی خدا ہی پر بھروسہ کرنا ضروری ہے جو ان مہیاتی اسباب کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور عوام سے کسی قسم کی مہیاتی اجرت طلب کرنے کے خیال سے قطع نظر کر کے محض خدا کی خاطر کام کرنا اس قرآنی تحریک کا طغرائے امتیاز ہے۔ اس تعلیم کے پیش نظر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے رفقاء کو سکھایا کہ اگر



جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ سے مانگو۔ یعنی تمام اسباب کو بند کر اور استعمال کر کے بھی ان سے بے تعلق رہو۔ اور کاسمیلی کا انحصار ان ہادی ذرائع کے بجائے ان کی اصل پر رکھو۔ قرآن ہادی کا انکار نہیں کرتا بلکہ نظر بلند کر کے اسلام حقیقی تک پہنچاتا ہے جو بلوے کی اصل ہیں۔

گمراہی ہوئی قوموں، بے بس جماعتوں اور اسباب سے محروم لوگوں کو اٹھانے کے لئے اس بلند فکری سے بہتر اور کیا حوصلہ افزا تعلیم ہو سکتی ہے؟۔

ع وادو ہے ضعیفوں کا انقلاب الامو

اب بتایا جائے گا کہ اس تحریک انقلاب کی کاسمیلی کے لئے بہترین خطہ کونسا ہے۔

(9) (الف) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (وہ مشرق اور مغرب کا پروردگار ہے)

انقلاب کی جولانگہ عرب کے مشرق و مغرب میں : اس انقلابی تحریک کا حلقہ عمل حقیقت میں عرب نہیں ہے۔ وہ قریش کے خلاف عدوت اور قتل کی تحریک نہیں ہے بلکہ یہ انقلاب حقیقت میں اس علاقے کے لئے ہے جو عرب کے مشرق اور مغرب میں واقع ہے۔ یعنی دراصل کسریٰ ایران (مشرق) اور قیصر روم (مغرب) کو قرآن کے قانون کے ماتحت لا کر اس تحریک کو تمام دنیا میں پھیلاتا مقصود ہے کیونکہ قیصر و کسریٰ کے نظام انسانیت کے لئے بھلا کن ہیں۔ ان ظالموں نے متمدن انسانیت کے ایک بہت بڑے حصے کو ایسی اقصیٰ اور ذہنی غلامی میں مبتلا کر رکھا ہے کہ کسی انسان کو اپنی اصلی انسانی ضرورتوں پر غور کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ مشرق اور مغرب کے ان طاقتوں میں انقلاب بپا کر کے انسانیت کو آزاد کرنا ضروری ہے اور عرب کو اس انقلاب کا ذریعہ بتایا جائے گا۔

یہ تحریک ایک خاص ذہنیت بھی چاہتی ہے جو نہایت سرد علاقے میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ انقلابی تحریکیں اور مستقل اور پائیدار تہذیبیں کرۂ زمین کے اتریلی شمالی اور اتریلی

اب عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ شَيْءٌ أَحَدَكُمْ زَيْنًا حَاجَةً كُلُّهَا حَتَّى يُسْأَلَ عَنْهُ إِذَا انْقَطَعَ (المکثوۃ: المصاحف)

(ہر شخص اپنی ہر ایک حاجت اللہ ہی سے طلب کرے یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے)

جنوبی علاقوں میں پیدا نہیں ہوتیں اور نہ وہاں ان کے پنپنے کا سلسلہ ہے بلکہ اس قسم کی تحریکیں ہمیشہ اس منطقہ میں پیدا ہوتی رہی ہیں اور پیدا ہوتی رہیں گی جو شرقا "غربا" پھیلا ہوا ہے۔ شمالی علاقے کے تمدن غیر طبی ہیں اس لئے دیرپا نہیں ہوتے۔  
(ب) لَمْ يَلِدْ اِلَهًا اِلَّا هُوَ فَاَتَّخِذْهُ وَكِيلًا : اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس کو اپنا کارساز بن)۔

اس علاقے میں نہ کسٹنی کی حکومت رہی چاہئے نہ قیصر کی "خدائی" ان کی جگہ خدائے وحدہ لا شریک نہ "کاتلون جاری ہونا چاہئے۔ کیونکہ کائنات کا پروردگار یعنی ساری کائنات کو ایک خاص مجموعہ قوانین کے مطابق ترقی دینے والا وہی ہے یہی وہ چیز ہے جسے حضرت مسیح علیہ السلام ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں کہ:

They will be done on earth as in Heaven (Math 6:10)

(خدا کی مشیت کرہ زمین پر اسی جامعیت کے ساتھ پوری ہوتی چاہئے جس کمالیت کے ساتھ زمین سے باہر کی ساری کائنات میں پوری ہو رہی ہے)

قرآن کا منشاء مصنوعی "خداؤں" کا خاتمہ : پس جس طرح خدا کا قانون تمام کائنات میں جاری ہے اور کوئی اس میں شریک نہیں ہے۔ ایسے ہی اس کا قانون — قرآن حکیم — انسانی معاشرے میں جاری کیا جائے اور تمام مصنوعی "خداؤں" کی "خدائی" ختم کر دی جائے اور بندگی صرف خدا کی کی جائے یعنی انسان اپنے آپ کو اپنے تمام اعمال و افضل اور خیالات میں خدا کے سامنے جوابدہ سمجھے۔ اس میں لوگوں کے دکھلوے یا حاکم کے فیصلے کو کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ فیصلہ خود ہر ایک انسان کو اپنے دل کے اندر کرنا ہوگا۔ جب تک انسان کا یہ یقین نہ ہو جائے کہ میرا یہ کلام خدا کے سامنے پیش ہوگا تو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اس وقت تک وہ اس کلام کو اچھا نہ سمجھے یہ ہے خدا کی بندگی اس طرح جوابدہ سمجھنے کا قاعدہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی ساری نوع کی یکساں خدمت کر سکے گا کیونکہ وہ حقیقت میں اپنے آپ کو خداوند تعالیٰ کی اس تجلی کے حوالے کر دے گا جو انسانیت کے قلب پر پڑتی ہے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے تمام نوع انسان کی ہمدردی اور خدمت کرنی ہوگی۔ اس سورت میں قرآن کے انقلاب کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ ایسا انقلاب ہوا کیا جائے جو انسان کے نوعی تقاضے پورے کرے گا نہ

کہ کسی خاص غلطے یا قوم کی ضرورتوں ہی کا کفیل ہو۔

جس موطن میں اعمال انسانی کے یہ فیصلے ہوتے ہیں اسے حظیرۃ القدس کہتے ہیں۔ یہ اصطلاح یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اس مقدس مقام میں تمام انبیاء اور اعلیٰ طاقتیں جمع ہوتی ہیں ہر ایک چیز کا فیصلہ کرنے والی طاقت وہاں صرف تجلی الہی ہے۔ انسانیت کا نصب العین یہ ہے کہ اس مقدس مقام میں اپنے لئے جگہ حاصل کرے۔ یہ انبیاء کی انقلابی تحریک ہی کے نتیجے کے طور پر انسان کو مل سکتی ہے۔

(10) وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا :

(جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس پر صبر کرو اور ان سے خوبصورتی کے ساتھ الگ ہو جا)

مخالفوں کی مخالفت پر صبر کرو : قریش جو پہلے قوی عربی انقلاب کا اور پھر بعد میں عمومی بین الاقوامی انقلاب کا ذریعہ بنیں گے وہ اسی اور ان پڑھ ہیں۔ انہیں قرآنی انقلاب کا مقصد ذہن نشین نہیں ہوا۔ ان کو سمجھانے کے تمام طریقے ابھی استعمال کرنے ضروری ہیں۔ سب کو سمجھانے کا ایک ہی طریقہ نہیں ہو سکتا اس لئے ہر شخص کو اس کی ذہنیت کے مطابق سمجھو۔ ابھی ان سے لڑنے بھڑنے اور قتل کرنے کا وقت نہیں آیا۔ اور نہ تم اس کے لئے ابھی تیار ہو۔ اس لئے ابھی مخالفت کرنے والوں کی باتوں پر صبر کرو۔ اور ایسی حالت پیدا نہ ہونے دو کہ وہ ہاتھ پائی پر اتر آئیں۔

تیاری سے پہلے اقدام معسر ہوتا ہے : اگر تیاری سے پہلے اقدام کر دیا جائے تو انقلاب ناکام رہتا ہے چنانچہ ابتدائے نبوت سے تین سال تک تو حضرت نبی اکرم ﷺ اس طرح رہے کہ کسی کو کلاں کفن خبر بھی نہیں ہوئی جس کو اپنے مطلب کا دیکھتے اس سے بات چیت کر لیتے اور جو چند لوگ ہم فکر ہوتے وہ رات کو کسی جگہ جمع ہو جاتے اور اس طرح دعوت اور تیاری جاری رہی۔

اب بھی جس ملک میں قرآن حکیم کے اصولوں پر انقلاب پیدا کیا جائے گا اسے پہلے اسی منزل میں سے گزرنا پڑے گا یعنی ذہنی تیاری کی منزل میں سے جس میں لڑائی کی گنجائش نہیں ہے۔

یہ اس تیاری ہی کی برکت تھی کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد قرآنی انقلاب کی تحریک متعدد ارتعاشوں (Reaction) میں سے گزرنے کے بعد اب تک زندہ



## سرمایہ پرستوں سے باز پرس

(II) وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِيَ النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا : مجھے اور ان جھٹلانے والے قارغ الہل لوگوں کو چھوڑ دے اور انہیں تھوڑی سے مہلت دے)

مکذبین، کسریٰ و قیصر ہیں : الکفئین (جھٹلانے والے) سے مراد بین الاقوامی حلقے میں کسریٰ و قیصر ہیں۔ اور قوی حلقے میں مجازاً "قریش کے وہ سردار جو ان کی راہ چلتے تھے اور جو ان ہی کی طرح انقلاب کو بدداشت نہ کرتے تھے۔ یہ لوگ اس انقلاب کے پروگرام (Revolutionary Programme) کو نہیں مانتے۔

سرمایہ پرستوں سے باز پرس ہوگی : اولی النعمہ (قارغ الہل) وہ لوگ ہیں جن کے پاس انسانی ضروریات مثلاً کھانے پینے وغیرہ کا سہارا وافر موجود ہے جو ان کی ضرورتوں سے زیادہ ہے۔

اس قسم کے سرمایہ پرست مخالفین سے چند دنوں کے لئے اعراب کی رو اور لڑائی سے بچ۔ یہاں تک کہ تمہاری تیاری مکمل ہو۔ جلد اس کے بعد ان سے باز پرس کی جائے گی۔ اس زندگی میں وہ جماعت ان سے باز پرس کرے گی جو قرآنی اصولوں پر خدا کے حکم کے مطابق انقلاب برپا کرے گی۔ یہ دنیا میں خدا کی خلیفہ یعنی قائم مقام ہے۔ دوسری زندگی میں خدا تعالیٰ براہ راست ان سے باز پرس کرے گا۔

حضرت مسیح کا ارشاد سرمایہ پرستوں کے بارے میں : یہ باز پرس تمام مذاہب کا مسلمہ اصول ہے۔ چنانچہ متی کی انجیل باب 25 آیات 31-46 میں ہے کہ :

”جب ابن آدم اپنے جلال میں آئے گا اور سب فرشتے اس کے ساتھ آئیں گے تو اس وقت وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا اور سب قومیں اس کے سامنے جمع کی جائیں گی اور وہ ایک کو دوسرے سے جدا کرے گا۔ جیسے چرواہا بھیڑیوں کو بکریوں سے جدا کرتا ہے۔ اور پھر بھیڑیوں کو اپنے دانے اور بکریوں کو بائیں کھڑا کرے گا۔ اس وقت بدوشتہ اپنے دہنی طرف والوں سے کئے گا کہ آؤ میرے ہپ کے مبارک لوگو! جو بدوشتہ ہمہ عالم کے وقت سے تمہارے لئے

بنادی گئی ہے اسے میراث میں لو۔ کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا۔ میں پردیسی تھا تم نے مجھے اپنے گھر میں اتارا۔ نکاح تھا تم نے مجھے کپڑا پہنایا۔ بیمار تھا تم نے میری خبر لی۔ قید میں تھا تم میرے پاس آئے۔ تب راستہ باز جواب میں اس سے کہیں گے اے خداوند! ہم نے کب تجھے بھوکا دیکھ کر کھانا کھلایا۔ یا پیاسا دیکھ کر پانی پلایا؟ ہم نے کب تجھے پردیسی دیکھ کر گھر میں اتارا یا نکاح دیکھ کر کپڑا پہنایا؟ ہم کب تجھے بیمار یا قید میں دیکھ کر حیرے پاس آئے؟ بلاشبہ جواب میں ان سے کہے گا میں تم سے سچ کہتا ہوں چونکہ تم نے میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ کیا۔ اس لئے میرے ساتھ کیا۔

پھر وہ بائیں طرف والوں سے کہے گا اے ملعون! میرے سامنے سے اس ہمیشہ کی آگ میں چلے جاؤ۔ جو ابلیس اور اس کے فرشتوں کے لئے تیار کی گئی ہے کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہ پلایا۔ پردیسی تھا تم نے مجھے گھر میں نہ اتارا۔ نکاح تھا تم نے مجھے کپڑا نہ پہنایا۔ بیمار اور قیدی تھا تم نے میری خبر نہ لی۔ تب وہ جواب میں کہیں گے اے خداوند! ہم نے کب تجھے بھوکا پیاسا یا پردیسی یا نکاح یا بیمار یا قید میں دیکھ کر حیرت نہ کی؟ اس وقت وہ ان سے کہے گا میں تم سے سچ کہتا ہوں چونکہ تم نے ان سب سے چھوٹوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ نہ کیا۔ اس لئے میرے ساتھ نہ کیا۔ اور یہ ہمیشہ کی سزا پائیں گے مگر راستہ باز ہمیشہ کی زندگی۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان : انہی معنوں میں ایک روایت مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے :

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: "يَا ابْنَ آدَمَ مَرَضْتُ  
فَلَمْ تَعُنْنِي" قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُوذُكَ وَأَنْتَ رَبُّ  
الْعَالَمِينَ؟ قَالَ: "أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فَلَانًا مَرَضَ فَلَمْ

نَعْنَهُ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدَّتْهُ لَوْ جَدَّتْنِي عِنْدَهُ؟" يَا ابْنَ  
 آدَمَ! اسْتَطَعْمُكَ؟ فَلَمْ تُطْعَمْنِي؟ قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ  
 أُطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ؟ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ  
 اسْتَطَعْمَكَ عَبْدِي فَلَانَ فَلَمْ تُطْعِمْهُ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ  
 لَوْ أُطْعِمْتَهُ لَوْ جَدَّتْ ذَلِكَ عِنْدِي؟" يَا ابْنَ آدَمَ  
 اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِي؟ قَالَ: يَا رَبِّ كَيْفَ اسْقَيْتُكَ  
 وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ؟ قَالَ: اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فَلَانَ فَلَمْ  
 تَسْقِنَهُ؟ أَمَا أَنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي؟"

(یعنی حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے ابن آدم! میں بیمار ہو گیا۔ لیکن تو نے میری خبر تک نہ لی؟ انسان کے گاہے میرے پروردگار کا تو نے تو ساری اقوام کا رب ہے۔ تیری خبر گیری میں کس طرح کرتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تجھے خبر نہیں کہ میرا ملاں بندہ بیمار ہوا لیکن تو نے اس کی عیادت نہ کی اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

اے ابن آدم میں نے بھوک میں تجھ سے کھانا مانگا۔ لیکن تو نے مجھے کھانے کو کچھ نہ دیا۔ انسان کے گاہے اللہ تعالیٰ دنیا کا پروردگار ہے تجھے کھانا کس طرح دیتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھے خبر نہیں کہ میرے ملاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے نہ دیا۔ اگر تو اسے کھانا دیتا تو تو اسے میرے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے پیاسا ہو کر تجھ سے پانی مانگا لیکن تو نے مجھے پانی نہ دیا۔ انسان کے گاہے اللہ تعالیٰ تو تمام اقوام عالم کا پروردگار ہے تجھے پانی کس طرح دیتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے ملاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تو تو نے اسے دیا نہیں تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اسے پانی دے دیتا تو اسے میرے پاس پاتا۔

الغرض قیامت کے دن قوموں کا فیصلہ اسی مسئلے پر ہوگا کہ انہوں نے مسکینوں اور یتیموں کو کھانا اور کپڑا اللہ وغیرہ دیا یا نہیں۔

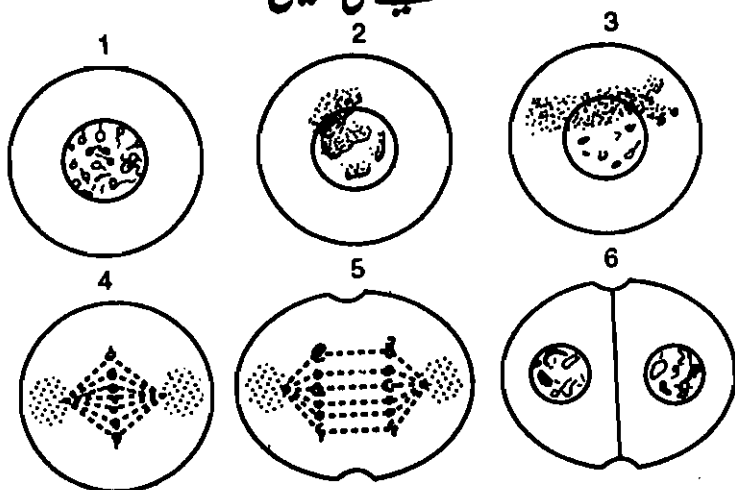
ہاں پرس کیوں ہوگی؟ امام الائمہ امام ولی اللہؑ نے اپنے ایک رسالے ”سطعات“ میں اس امر کی تشریح کی ہے کہ خداوند تعالیٰ کی تجلیات میں سے ایک تجلی تجلی اعظم کہلاتی ہے جو ساری کائنات پر اثر انداز ہے۔ اس کا ایک ٹکس یا ٹائل تجلی عرش کہلاتی ہے۔ جس کے نیچے ہر ایک نوع حیوانات کا ایک نمونہ موجود ہے۔ ان میں ایک نمونہ نوع انسان کا بھی ہے۔ اسے امام نوع انسانی یا انسان کبیر کہا جاتا ہے۔ اس انسان کبیر کے نمونے ہی پر تمام انسان اس دنیا میں پیدا ہوتے ہیں اور انسان صغیر کہلاتے ہیں۔ اس انسان کبیر کی جو روح ہے وہ تمام افراد انسان کی روح ہے۔ اس انسان کبیر کے قلب پر عرش کی تجلی کا ٹکس پڑتا ہے۔ یہ گویا تجلی اعظم کا تیسرے درجے کا ٹائل ٹکس ہے۔ یا یوں کہو کہ ذات خداوندی کی ایک ٹائل تجلی ہے یہ تجلی حشر میں ہر ایک فرد انسانی سے مخاطب ہوگی۔ تو گویا حقیقت میں انسانیت ہر ایک فرد سے مخاطب ہو کر ان سے ہاں پرس کرے گی اس سے ظاہر ہے کہ قیامت کے روز انسانی افراد اور انسانی جماعتوں کا فیصلہ مجموع انسانی (as a whole Humanity) کے تقاضوں کے مطابق ہوگا۔ جو فرد انسان کبیر یا انسانیت جامع کے طبعی تقاضوں کے جتنا قریب ہوگا یعنی ان کو جتنا زیادہ پورا کرنے والا ہوگا اتنا ہی نیک یا صالح قرار دیا جائے گا۔

افراد انسانی اور انسان کبیر کا تعلق : اس کی مثل ایسی ہے جیسے جسم انسانی کے خلیات (Cells) کہ ان میں سے بہترین ————— صالح ترین ————— خلیہ وہ ہے جو سارے بدن انسانی کے طبعی تقاضوں کو پورا کرنے میں زیادہ سے زیادہ مدد دیتا ہے۔ اور دوسرے خلیات کے ساتھ مل کر بہترین مصالحت (Harmony) کے ساتھ کام کرتا ہے۔ جو خلیہ اس طرح کام نہیں کرتا وہ بیمار ————— غیر صالح ————— ہے۔ وہ خلیہ جسم انسانی کی خدمت

---

۱۔ انسانی جسم ————— بلکہ ہر یک جاندار جسم ————— چھوٹے چھوٹے خلیوں یعنی خلیات (Cells) سے مرکب ہے جن میں سے ایک کی شکل گولے صفر پر دیکھیں۔ ایک خلیہ یا خانہ ایک انچ کا 300/1 حصہ ہوتا ہے۔ اس کے بیچ میں مرکزہ (Nucleus) ہوتا ہے اور اس کے گرد مادہ حیات (Protoplasm) بھرا ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ ایک چار دیواری (Cell-wall) میں بند ہوتا ہے۔ یہ پھٹ کر بڑھتا ہے۔

# خلیے کی شکلیں





کرنے سے ہلسان حل ”سکر“ ہے یعنی ”کافر“ ہے اس خلیہ سے ”ہاؤرس“ ہوگی اور اس کی اصلاح کے لئے اس کا علاج کیا جائے گا۔

اسی طرح ہر فرد انسانی کی صالیت کا احسان اس نقطہ نظر سے ہوگا کہ اس کے دیگر افراد انسانی کے ساتھ مل کر کمال تک مناسبت (Harmony) پیدا کی۔ جو انسان کبیر کی صحت کے لئے ضروری ہے اگر کسی فرد کے بدن میں کچھ اجزا خراب یا ناقص ہوں گے تو اس کی اصلاح کے لئے اسے جہنم کے ”شفافخانے“ میں جانا ہوگا۔

اب فرض کیجئے کہ ایک انسان کے پاس خوراک کا ذخیرہ اس کی ضرورتوں سے زیادہ ہے تو اس کی مثل ایسی ہے جیسے بدن انسانی کے خلیہ میں خون آتا ہے۔ اگر وہ فرد انسانی اس ذخیرہ خوراک میں سے اپنی ضرورت کے بقدر لے کر دیگر افراد انسانی کو بھی اس میں سے ان کی ضرورت کے مطابق پہنچاتا ہے تو اس کی مثل ایسی ہوگی جیسے سندرست خلیہ خون کو دوسرے خلیات کی طرف منتقل کرتا رہتا ہے۔ یہ اس کا وظیفہ (Function) ہے اگر وہ فرد انسانی خوراک جمع کر کے تو وہ ایسا ہی جیسے خلیہ میں خون ”جمع“ ہو جائے تو جیسے اس صورت میں کما جائے گا کہ خلیہ بیمار ہے۔ مثلاً اسے سوجن ہو گئی ہے ایسے ہی فرد انسانی کو بھی غیر صالح — نامندرست، اخلاقی بیمار — قرار دیا جائے گا اور انسانیت (امم نوع انسان) کے قلب پر جو تجلی الہی پڑتی ہے وہ اس سے ہاؤرس کرے گی۔

صالیت کا معیار مساکین کی خدمت ہے : الغرض اس دنیا کی زندگی میں فرد کی صالیت موقوف ہے اس بات پر کہ وہ دوسرے کمزور اور مسکین افراد کی کھانے پینے اور کپڑے لٹے سے کتنی مدد کی۔ اس دنیا کی زندگی میں انقلابی جماعت کی طرف سے جو انسان کبیر یا انسانیت علمہ کی نمائندگی کرتی ہے اور اس دنیا میں انسان کبیر کے قلب پر پڑنے والی تجلی الہی کی طرف سے گویا براہ راست خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہاؤرس ہوگی۔ یہ انقلابی جماعت ان انسانیت فراموش افراد سے اس وقت ہاؤرس کرے گی جب وہ اپنی مرکزی طاقت مضبوط کر لے گی۔

(12) اِنَّ لِّنٰیۤنَا اُنْکَا لَا وَجَحِیۡنَا (13) وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ  
وَعَذَابًا اَلِیۡمًا (14) یَّوۡمَ تَرۡجُفُ الْاَرۡضُ وَالۡجِبَالُ  
وَكَاۡنَتِ الْجِبَالُ کَثِیۡبًا مَّہِیۡلًا : (بیک ہمارے پاس بیڑیاں، تیز

اگلے میں اگلے والا کھٹا اور دردناک مذاب ہے جب زمین اور پہاڑ کپٹنے لگیں گے اور پہاڑ پھسلے ریت کے ٹیلے بن کر رہ جائیں گے)۔  
 ان آیات میں آنے والے امت بڑے خوفناک واقعات کا ذکر ہے اور اس میں ”مکلفین“ کے لئے جن کا لوہا ذکر آیا ہے ایک امت بڑا ڈر لیا ہے۔

انقلاب اور قیامت : امام ولی اللہ کی حکمت کے مطابق ان آیات میں آنے والی بڑی قیامت کے علاوہ چھوٹی دنیوی قیامت — انقلاب عمومی — کی طرف بھی اشارہ ہے۔

قرآن درحقیقت آنے والے انقلاب سے ڈرانا چاہتا ہے اس کے لئے وہ قیامت کبریٰ کے واقعات کو جو تمام اقوام میں مسلہ طور پر معلوم ہیں۔ عنوان بناتا ہے اگر قرآن حکیم محض عربوں کے لئے نازل ہوا ہوتا تو وہ عرب کی گزشتہ تاریخ کے واقعات مثلاً علود ثمود کی تاریخ کی طرف اشارہ کرنا کافی سمجھتا مگر یہ عالمگیر صدائیں لے کر آیا ہے۔ اس لئے اسے ان عالمگیر صدائوں کے نہ ملنے والوں کی عبرت انگیزی کے لئے مسلہ عالمگیر حلوٹ ہی کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے اس لئے قرآن حکیم نے ان آیات میں انقلاب عمومی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے قیامت کے عالمگیر حلوٹ کو ذریعہ بنایا ہے۔

کھانے پینے کے نظام کی اہمیت : اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان کو اپنی اصلاح کے پروگرام میں کھانے پینے کے انتظام کو پوری اہمیت دینی چاہئے اور اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ کوئی شخص اس کے ہمسائے میں بھوکا نہ سوئے۔ جب اس اصول پر اصلاح شروع کی جائے گی تو اسے اپنے زمین و آسمان بدلے ہوئے نظر آئیں گے وہ اس گھر میں آرام سے نہ رہ سکے گا جس میں وہ اب تک غلامانہ انداز سے رہتا تھا۔ وہ اس گھر میں نہ رہ سکے گا اور اس ملک میں نہ رہ سکے گا جس میں انسانیت پر ظلم ہو رہا ہو۔

فارغ البیل ظالم لوگوں کی سزا : جب کسی قانون کا کوئی باغی پکڑا ہوا آتا ہے تو اسے ہتھکڑیاں لور بیڑیاں پہنا کر قید خانے میں ڈال دیا جاتا ہے اسے وہیں بدترین غذا ملتی ہے اور تمام راحتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح انسانیت کے دشمن کو بیڑیوں میں کس کر پہلے دنیوی قید خانے میں ڈالا جائے گا اور یہیں سے مرکر نکلتے ہی وہ جہنم کے قید خانے میں ڈال دیا جائے گا چونکہ وہ غریبوں اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتا تھا اس لئے اسے دنیوی

جیل میں اور اس کے بعد اخروی جیل (جہنم) میں ایسا کھانا دیا جائے گا جسے وہ کھانہ سکے گا۔  
 اور جس طرح مساکین اسے دیکھ دیکھ کر ترستے تھے اب وہ کھانے کو ترسے گا۔ الہیہ دنیاوی  
 عذاب کا قصہ اتنا عام اور ہمہ گیر نہیں جتنا اخروی زندگی کے عذاب کا ہے کیونکہ جو شخص  
 انقلابی جماعت کی کامیابی سے پہلے مر گیا وہ اس کے ہاتھوں سزا پانے سے بچ جائے گا جو  
 لوگ ان ایام انقلاب کی پوری سزا سے بچ گئے ان کے لئے آخری باز پرس کا دن مقرر کیا گیا  
 ہے اس روز سب کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔ اس روز خداوند تعالیٰ لوگوں کے  
 ساتھ انصاف کرنے کے سوالور کچھ نہ کرے گا۔

پس کھاتے پیتے لوگ جو انسانیت کی خدمت کے اصولوں سے انکار کرتے ہیں۔  
 مکذبین۔۔۔۔۔ وہ اس بڑے یوم انقلاب۔۔۔۔۔ قیامت کبریٰ۔۔۔۔۔ اور اس آنے  
 والے چھوٹے یوم انقلاب۔۔۔۔۔ قیامت صغریٰ سے ڈریں اور ان کے پاس جو نعمت الہی  
 ہے اس میں سے ان کو بھی بقدر ضرورت دیں جو اس سے محروم ہیں۔

فائدہ : ایک شخص ظلمی کرتا ہے اس پر گرفت کا موقعہ آچکا ہے مگر اس نے  
 دوسری جماعت میں مل کر ایک اچھا کلام بھی کیا ہے اب یہ جماعتی اچھا کلام اگر  
 اس ظلمی کو معاف نہیں کرا سکتا تو اسے موخر ضرور کراوے گا۔ اس اصول پر  
 انسانوں کا فیصلہ آگے پیچھے ہو سکتا ہے مگر کوئی جرم بغیر بدلے کے نہیں رہ سکتا  
 اور جب اس جرم کی سزا پوری ہو جائے گی جو ہمیشہ محدود ہوگی تو اسی وقت سے  
 وہ نجات پا جائے گا۔

# انقلاب کی منزل اول

## قومی انقلاب

قومی انقلاب کی دعوت : (15) اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَٰهِدًا عَلَیْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلَیْ فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا : (ہم نے تم عربوں کی طرف اسی طرح مگرانی کرنے والا رسول بھیجا ہے جس طرح فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا)

بین الاقوامی انقلاب کے چند اصول بیان کرنے کے بعد ان کو قومی انقلاب میں استعمال کرنے کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ یہ قومی انقلاب آگے چل کر بین الاقوامی انقلاب کی شکل اختیار کرے گا اور قومی انقلاب لائوالی جماعت ہی اس بین الاقوامی انقلاب کی مجلس عاملہ (ورکنگ کمیٹی Working Committee) بن جائے گی۔

نبی اکرم ﷺ کی دو حیثیتیں : حضرت امام الائمہ امام ولی اللہ دہلوی کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ عرب کے لئے قومی نبی ہیں تاکہ اللہ عرب کے اخلاق و عادات کی اصلاح کریں اور ان میں قانون الہی جاری کریں دوسری یہ کہ آپ تمام اقوام عالم کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام فرماتے ہیں کہ:

وَهَذَا الْاِمَامُ الَّذِي يَجْمَعُ الْاُمَّمَ عَلٰی مِلَّةٍ وَاحِدَةٍ يَحْتٰنِجُ اِلٰی اَصُوْلٍ اٰخَرٰی غَيْرَ الْاَصُوْلِ الْمَذْكُوْرَةِ فَيَمَّا سَبَقَ مِنْهَا اَنْ يَدْعُوْا قَوْمًا اِلٰی السَّنَةِ الرَّاشِدَةِ وَيَرْكَبِيَهُمْ وَيُصْلِحَ شَاْنَهُمْ ثُمَّ يَتَخَذْنَهُمْ بِمَنْزِلَةِ جَوَارِحِهِ فَيُجَا هَذَا هَلِ الْاَرْضِ وَيُفَرِّقَهُمْ فِی الْاَفَاقِ وَقَوْلُهُ تَعَالٰی : (كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) وَذٰلِكَ لِاَنَّ هٰذَا الْاِمَامَ نَفْسَهُ لَا يَتَاْتٰی مِنْهُ مُجَاهِدَةٌ اُمِّمٌ غَيْرٌ مَّحْصُوْرَةٌ وَاِنَّا كَانْ كُنْلِكَ وَجَبَ اَنْ تَكُوْنَ مَادَّةُ شَرِيعَتِهِ مَا هُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمَنْهَبِ الطَّبِيعِيِّ لِاهْلِ

الَّا قَالِیْمُ الصَّالِحَةِ عَرَبِهِمْ وَعَجَبِمَهُمْ ثُمَّ مَا عِنْدَ قَوْمِهِ مِنَ  
الْعِلْمِ وَالْإِزْفَاعَاتِ وَبُرَاعِیْ فِیْهِ حَالُهُمْ أَكْثَرُ مِنْ غَیْرِهِمْ

(مجید اللہ الباقی جلد اول ص 118)

اس بین الاقوامی دعوت دینے والے نبی کی کامیابی کے اصول ان اصولوں سے  
مختلف ہوں گے جو ایک امام صرف اپنی قوم کے اندر دعوت کے لئے استعمال  
کرتا ہے۔ ان میں سے ایک اصول یہ ہے کہ یہ بین الاقوامی امام اپنی قوم کو صحیح  
سنت کی دعوت دے گا۔ اور انہیں پاک کرے گا اور ان کی حالت درست کر  
کے ان کو اپنا آلہ کار بنائے گا وہ ان کی مدد سے اپنی اقوام عالم سے لڑے گا اور  
ان کو چاروں طرف اپنی دعوت کا پیام دے کر بھیج دے گا چنانچہ قرآن حکیم  
کی آیت ہے كُنْتُمْ خَیْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (تم امت عربیہ کا  
بہترین طبقہ ہو جو تمام دنیا کے لوگوں کے لئے پیدا کئے گئے ہو) اس کی وجہ یہ  
ہے کہ وہ امام تمام انہیں نہیں لائق لو اقوام کے ساتھ لڑا بڑ نہیں سکتا چو کہ  
صورت حل یہ بین جاتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کے قانون شریعت کا  
جو ہر تمام اقوام کے لئے غلو وہ عرب ہوں غیر عرب جو ابھی آپ دہوا کے  
خطوں میں بہتی ہیں بنزلہ مذہب طبعی ہو۔ ہاں ہمہ اس امام کی قوم کے علوم و  
ارتقاات کا دیگر اقوام کی بہ نسبت اس تعلیم میں زیادہ خیال رکھا گیا ہو

پس بین الاقوامی دعوت دینے والا امام اپنا کام بین الاقوامی دعوت سے شروع نہیں  
کے گا بلکہ سب سے پہلے اپنی قوم کے صلح عناصر کو جمع کر کے قوی انقلاب برپا کرے  
گا۔ اور پھر اس قوی انقلاب کی مجلس مملہ (جو ارچہ) دوسری اقوام میں کام کرے گی اور ان  
کے اندر انقلاب برپا کرے گی۔

حضرت موسیٰؑ کی مثل : حضرت نبی اکرم ﷺ کی شاندار بین الاقوامی کامیابی اسی  
اصول طبعی کی پابندی کی رہین منت ہے۔ یہ اصول اس سے پہلے بھی بہتے کی کوشش کی  
گئی تھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ علیہ السلام نے فرعون کے بین الاقوامی مرکزیت کو توڑنے  
کے لئے اسی حربے سے کام لیا جب خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کو دعوت

جنی کی زیارت پر وہی (جو بین الاقوامی دعوت ہے) تو ان کو اور ان کے رفیق کار حضرت ہارون علیہ السلام کو حکم دیا کہ:

فَأْتِيَهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَآئِيلَ  
وَلَا نُعَلِّبُهُمْ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِّنْ رَبِّكَ وَالسَّلَامُ لِمَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى  
(طہ: 47)

علی

(یعنی دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس کے کہو کہ ہم تیرے پروردگار کے پیامبر ہیں اس لئے بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور ان کو عذاب مت دے۔ ہم تیرے پاس تیرے رب کی کھلی کھلی نشانیوں لے کر آئے ہیں۔ اب جو ہدایت کی پیروی کرے گا وہی سلامت رہ سکتا ہے۔)  
چنانچہ خدا کے دونوں پیامبر فرعون کے پاس جاتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بطور نمائندہ گفتگو کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ:

قَدْ جِئْنَاكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَآئِيلَ  
(الاعراف: 105) (میں بھیجتا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کھلی کھلی نشانیوں لے کر آگیا ہوں۔ اس لئے اب بنی اسرائیل کو میرے ساتھ روانہ کرو)

بالکل ایسے ہی حضرت نبی اکرم ﷺ نے پہلے قریش اور عرب میں بین الاقوامی کام کو قوی رنگ میں کرنا شروع کیا اور ان مظالم سے پاک کرنے کی کوشش کی جو وہ انسانیت پر کر رہے تھے۔ اور ان کو تعلق باللہ کا وہ سچی یاد دلایا جو وہ بھول چکے تھے۔

(16) فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخْلَنَهُ أَخْنَدًا وَبَيْلًا  
(فرعون نے اس پیامبر کا کمانہ مٹا تو ہم نے اسے دردناک عذاب میں مبتلا کر

دیا)

فرعون کی ملوکیت کا خاتمہ : فرعون کی ملوکیت بنی اسرائیل اور سب مصریوں سے ٹاپا ہوا انشعاع (Exploitation) کر رہی تھی۔ اس نے ان کو غلامی کی انتہائی ذلت میں مبتلا کر رکھا تھا۔ ان سے اتنی محنت و مشقت لی جاتی تھی کہ ان کو بیلوں اور گدھوں کی طرح تمام گھریلو کاموں کے لئے استعمال کیا جانے لگا تھا اہرام مصر (Pyramids) جیسی عظیم الشان عمارتیں

جن کی تعمیر میں لاکھوں من پتھر کی سلیس لگی ہیں سب مصریوں کے ہاتھوں بنوائی گئیں۔

جب حکمران طبقہ اپنی قوم کو یوں ذلیل بنائے تو اسے کیوں ذمہ دہنا چاہئے؟ وہ تو اپنی قوم کو آدمی ہی نہیں بناتے بنی اسرائیل کی ان کے ہاں کیا قیمت ہو سکتی ہے؟ چنانچہ فرعون نے بھی بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ کے ساتھ جلتے دہنے سے انکار کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو آزادی کے پروگرام پر منظم کر لیا اور ان کو مصر سے نکل لے گئے اب خداوند تعالیٰ نے بھی بنی اسرائیل کی خاص مدد فرمائی۔ اور ان کے دشمنوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے برباد کر دیا۔

چھٹی صدی عیسوی کے فراعنہ کسریٰ اور قیصر: اسی طرح چھٹی صدی عیسوی کے فراعنہ (Pharoas) کسریٰ ایران اور قیصر روم — کے لئے ایک نبی اعظم ﷺ آیا جس نے ان کو دعوت دی کہ وہ اسلام کا قانون — قرآن حکیم — قبول کر کے اسے رائج کریں اگر وہ اس قانون کو رائج نہ کریں گے تو کسانوں پر جو ظلم وہ کر رہے ہیں اس کے وہ ذمہ دار ہوں گے۔ چنانچہ قیصر روم کو جو خط لکھا گیا اس میں یہ الفاظ خاص ہیں:

إِنِّي أَدْعُوكَ بِدَاعِيَةِ الْإِسْلَامِ، أَسْلِمْ تَسْلِمَ يُونُسَكَ اللَّهُ  
أَجْرَكَ مَرْتَيْنَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْكِبَرِيِّسَيْنِ  
(الصحیح البغدادی باب دوم دہ لوقی)

(میں تم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر اسے مان لو گے تو دنیا میں بھی بچ رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا دگنا اجر بھی دے گا اگر تم نے اس دعوت کو قبول نہ کیا تو تمہارے کسانوں پر جو مظالم ہو رہے اور وہ اپنی جماعت کے باعث جو فطیلیں کر رہے ہیں ان کے تم ذمہ دار ہوں گے)

اس خط سے ظاہر ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی انسان دوستی شروع ہی سے طوالت پرستوں کے جوئے تلے دبے ہوئے لوگوں خصوصاً کسانوں کے ساتھ تھی کیونکہ ان ممالک کی غالب آبادی ان کسانوں وغیرہ ہی پر مشتمل تھی چنانچہ امام اللائمہ الام ولی اللہ دہلوی نے جنتہ اللہ البلاغہ (ص 105) میں اس طبقے کی زیوں حلی کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ نہایت عبرت انگیز ہے۔

کسٹی د قیصر نے یہ دعوت قبول نہ کی نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح فرعون کو دنیا میں سزا دی گئی اسی طرح یہ دونوں سلطنتیں صلہ ہستی سے مٹا دی گئیں۔ اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد صحیح ثابت ہوا کہ هَلَكَ كِسْرَى فَلَا كِسْرَى بَعْدَهُ وَهَلَكَ قَيْصَرٌ فَلَا قَيْصَرٌ بَعْدَهُ (کسٹی د قیصر ہلاک کر دئے جائیں گے اور ان کے بعد ان کا کوئی جانشین نہیں ہوگا)

یہ تھابین الاقوامی انقلاب جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے قرآن کے ذریعے سے پیدا کیا اور جس کا قاعدہ تمام کمزور جماعتوں کو پہنچا۔

(17) فَكَيْفَ نَنْقُذُكَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِجَابًا  
(18) (الف) السَّمَاءُ مَنفُطِرٌ لَّيْلًا : (تم کس طرح بچ سکو گے اگر تم نے انکار کیا اس دن کا جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور جس سے آسمان پھاڑا جائے گا)۔

وہ یوم انقلاب آنے والا ہے اور جس طرح قیامت کبریٰ کا عذاب ایسا خوفناک ہوگا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور آسمان پھٹ جائیں گے اسی طرح چھوٹے بچے پر آنے والے ایام انقلاب میں تمام مخالفین کو سخت سزا دی جائے گی۔ اس یوم انقلاب کے لانے کے لئے خدائے قدیر اور مدبر السموات والارض تدبیر کر رہا ہے۔ اگر اسے قریب تر لانے کے لئے آسمانی قوتوں کو پھاڑنا (یا بغل حضرت مسیحؑ) پڑے گا تو وہ بھی کر ڈالے گا۔

انقلاب کے لئے تدبیر الہی کے طریقے : تدبیر الہی کے انہی اصول کار کی تشریح کرتے ہوئے امام ربیع اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَإِذَا نَهَيْتُ أَسْبَابَ هَذَا الشَّرِّ اقْتَضَتْ رَحْمَةُ اللَّهِ بَعْدِيهِمْ  
وَلَطْفُهُ بِهِمْ وَعُمُومُ قُدْرَتِهِ عَلَى الْكُلِّ وَشُمُولُ عِلْمِهِ بِالْكُلِّ أَنْ  
يَنْتَصِرَ فِي ذَلِكَ الْقَوَى وَالْأُمُورِ الْحَامِلَةِ لَهَا بِالْقَبْضِ  
وَالْبَسْطِ وَالْإِحَالَةِ وَالْإِلْهَامِ حَتَّى تَقْضَى ذَلِكَ الْجُمْلَةُ إِلَى  
الْأَمْرِ الْمَطْلُوبِ

یعنی جب عارضی قیامت کے اسباب جمع ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور



اس کی مہرینی نقصان کرتی ہے کہ اس عارضی قباحت کو دور کر کے مصلحتِ عامہ کے مطابق حالت پیدا کر دی جائے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے مشکل نہیں ہے اس لئے کہ وہ ہر چیز پر براہِ راست قادر ہے۔ اور کائنات کے ذرے ذرے کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ اس غرض کے لئے وہ مخلوقات اور ان کی قوتوں میں تصرف کرتا ہے اس کے تمام تصرفات چار قسموں میں منقسم ہو جاتے ہیں:

(1) قبض : (یعنی جو قوتیں مصلحتِ کلیہ کے خلاف ہوں) ان کی قوتِ ملکہ روک دی جاتی ہے)

(2) بسط : (یعنی جو قوتیں مصلحتِ کلیہ کے لئے مفید ہوں مگر کمزور ہوں ان کو قوی مثیلہ سے مدد پہنچا کر طاقتور بناتا ہے)

(3) احوالہ : (یعنی مصلحتِ کلیہ کے قیام کی غرض سے اگر ضرورت پڑے تو ایک عضو کو دوسرے عضو میں تبدیل کر دیا جاتا ہے)

(4) الہام : (یعنی مصلحتِ کلیہ کے قیام کے اصول کی محبت یا اس کے مخالف قوتوں کی نفرت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی جاتی ہے اور وہ اس کے حق میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں)

کسریٰ و قیصر اور ان کے قبیح میں قریش کو انداز : الغرض ان مذاہب کے ذریعے سے قرآنی انقلاب لایا جائے گا اور کوئی قوت اسے روک نہ سکے گی اور نہ مجال میں کوئی غیر انقلابی رہنے پائے گا اب اگر فرعون موسیٰ کی تحریک انقلاب کی مخالفت کر کے بچ نہ سکا تو قیصر و کسریٰ اور ان کے کی اور مجازی جسمیں اس انقلاب سے جو قرآن حکیم لائے والا ہے کس طرح بچ سکتے ہیں؟

اس ہنگامی کی تصدیق : تاریخ شاہد ہے کہ یہ ہنگامی حرفِ صحیح ٹللی اور اس اعلان کے حیرہ سل کے بعد جنگ بدر میں ابو جہل اور اس کی جسمیں اور چند سل کے بعد ایرانی اور رومی جنگوں میں کسریٰ ایران اور قیصر روم ہلاک ہو گئے۔

(ب) كَانْ وَعَدَمْ مَفْعُولَا : (یہ بات ہو کر رہنے والی ہے) یہ انقلاب ہو کر رہے گا اور کوئی طاقت اسے روک نہ سکے گی

یہ اعلان جنگ بدر سے حیرہ سل پہلے کیا گیا تھا اور بدر میں عین اس کے مطابق ہو کر

رہا۔

انقلاب کا مطالعہ کرنے کی ضرورت : ہمارے اکثر مفسرین نے اپنی تفسیر میں اس نلے میں لکھیں جب قرآنی انقلاب دنیا کے اکثر حصوں پر چھا چکا تھا اور قرآنی نظام (Quranic Order) کے مطابق مسلمانوں کی زندگی کی عظیم ہو چکی تھی اس لئے یہ مفسرین انقلاب کی وہ کیفیت سمجھنے سے معذور رہے جو صدر اسلام میں پیش آئی تھی اور جس میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے واقعہً زندگی بسر کی۔ اس لئے یہ مفسرین اکثر واقعات کو جو انقلاب کے نلے میں پیش آیا کرتے ہیں اور جو واقعی قیامت کبریٰ کا نمونہ ہوتے ہیں۔ قیامت کبریٰ ہی پر محمول کر کے غاموش ہو گئے۔ اس انقلاب کی حقیقت کچھ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اس قسم کا انقلاب دیکھا ہو ہم خود ہندوستان میں اس انقلاب کے بعد پیدا ہوئے ہیں جو یورپین استیلا سے پیدا ہوا مگر ہم ایک واسطے سے اس انقلاب کے حالات جانتے ہیں۔ جب وہ حالات سنتے ہیں تو بدن پر روکتے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اس قسم کے انقلاب کی قریب ترین مثال روسی انقلاب کی ہے روس میں زار کے خاندان اور دیگر روسی امراء کے خاندانوں سے جو جیتی وہ کچھ وہی خوب جانتے ہیں جو ان قیامت خیز و حشرزا حولوت سے دوچار ہوئے۔ جو لوگ ۱۹۱۷ء ہندی کے بعد پیدا ہوئے وہ ان کی حقیقت سے کس طرح واقف ہو سکتے ہیں؟ اور صفات تاریخ وہ خلونچگان متاعر کس طرح دکھا سکتے ہیں۔ جو آگھوں نے ۱۹۱۷ء ہندی میں دیکھے اور اس سے تھوڑا سا فرق کر کے مثنی خلافت میں جو انقلاب آیا ہے اور شعی خاندان جس طرح بیک مانگتے اور بری طرح اخلاق بیچنے پر مجبور ہوا۔ مسلمانوں کا کھانا پینا طبقہ وہ مسلمانوں کے سامنے نہیں آئے دن و رنہ مسلمانوں کے سامنے روس کے انقلاب کی کوئی اہمیت نہ رہے۔ اور جتنی سزا جنتوں کو دی گئی وہ ہمارے عوام سن لیں تو آنکھیں کھلی رہ جائیں۔

۱۔ راقم الحروف کے استاد مولانا مفتی عبدالحمید صاحب لودھانوی تامل ذمہ ہیں انہوں نے اپنے شعر (لودھانہ) میں پیش آنے والے واقعات راقم الحروف کو سنائے ان کو سن کر دل دہل جاتا تھا اور راقم الحروف نے اپنے خاندانوں کے بزرگوں سے شورش مذکور کے جو حالات سنے وہ زبان قلم لوار کرنے سے عاجز ہے۔

الغرض قرآن حکیم قیامت کبریٰ کے جس چھوٹے سے نمونے — انقلاب — کی خبر دے رہا ہے وہ واقع ہو کر رہے گا اور کوئی ارضی و سلوی طاقت اسے روک نہ سکے گی

(19) (الف) إِنَّ هَٰذَا نَذِيرٌ : (یہ ایک یاد دہانی ہے)

قرآن متنبہ کرتا ہے : جو لوگ قرآن سوچتے ہیں قرآن حکیم ان کی صحیح رہنمائی کرتا ہے اور جو لوگ اس کے خلاف ارتجاع (Reaction) سوچتے ہیں ان کو تنبیہ کرتا ہے۔  
(ب) فَمَنْ شَاءَ اتَّخِذْ إِلَيْنَا سَبِيلًا (اب جس کا جی چاہے وہ اپنے رب کا راستہ پکڑ لے)

اب کون بچے گا؟ : اس انقلاب نے اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا راستہ کھول دیا ہے۔ جو شخص چاہے یہ راستہ اختیار کر لے۔ اور قرآنی تعلیم کو اپنا پروگرام بنا کر دنیا اور آخرت کے مذاہب سے بچ جائے۔ رسول اللہ کا فرض یہ ہو گا کہ بھولے نکلے لوگوں کو یاد دہانی کراتے رہیں۔ آپ کے بعد قرآن حکیم کی تعلیم سے صحیح طور پر سوچنے والے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ انقلاب دینی کامیاب ہوتا ہے جس کے کارکن انقلاب کے اصولوں کو سمجھ کر اپنا لیں اور پھر اپنی ذمہ داری پر کام کریں۔ جب تک کوئی شخص اپنے فیصلے سے انقلابی نہیں بنا انقلاب میں وہ کوئی قیمت نہیں پاتا۔ جو لوگ اچھی طرح سمجھ کر شامل نہ ہوں وہ بھی ارتجاعی بن جاتا کرتے ہیں۔ اس لئے قرآن کے اصولوں کو سمجھا کر انقلابی بنانا ضروری ہے۔

نظر باز گشت : اس رکوع میں مندرجہ ذیل مضامین آگئے ہیں :

(1) قرآن حکیم کی تحریک عوام اور خواص دونوں میں جاری کی جائے تاکہ یہ اپنے انقلابی اثرات پیدا کرے۔

(2) اس تحریک کو آگے بڑھانے کے واسطے صرف خدا پر بھروسہ کر کے کام کرنا ضروری ہے۔

(3) اس تحریک کا ابتدائی مقابلہ بین الاقوامی میدان میں کسریٰ و قیصر کے سربراہ پرستہ نظام سے پیش آئے گا اور قومی میدان میں ان لوگوں سے جن کی ذاتیت سربراہ پرستہ ہے۔

- (4) ابتدا میں انقلابی جماعت لڑنے سے باز رہے۔ اور صبر کے ساتھ تمام مصائب برداشت کرتی ہوئی تیار کی گئی۔
- (5) قزاقی انقلاب کی بنیاد مسکینوں کی خدمت پر ہوگی اور اسی مسئلے پر قیامت کے روز اقوام اور افراد کو فیصلہ ہوگا۔
- (6) عمومی انقلاب برپا کرنے سے پہلے اس کے پیشرو (Pioneers) تیار کرنے کے لئے قومی انقلاب پیدا کیا جائے۔



# انقلاب کی منزل دوم

## بین الاقوامی انقلاب

تمہید : انقلاب کی حقیقت ان کے ذہن نشین ہوگی۔ اب یہ اساتذہ — ائمہ انقلاب — اپنے اپنے گھروں پر لوگوں کو تیار کریں گے اس لئے شب بیداری کی وہ پابندی جو ایک سال پہلے لگائے گئی تھی کہ ایک تہائی نصف یا دو تہائی رات گئے تک کھڑے رہا کرو۔ غیر ضروری قرار دے دی گئی۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اسے قیامت تک کے لئے منسوخ کر دیا گیا۔ اس ”قول فقیہ“ پر عمل کرنے کی تیاری کے لئے ضرور کم سے کم ایک سال تک بلا استیجاب (Intensive) مطالعے اور گہرے غور فکر کی ضرورت تھی۔ اس کے بعد بھی جب انہی اصولوں پر انقلاب برپا کرنے کی ضرورت ہوگی پھر کی اصول قائم ہو جائے گا اور یہ آیت دیر عمل آجائے گی۔ یہ قیام رسول اکرم ﷺ کے لئے ساری عمر ضروری رہا مگر عام لوگوں کو اس سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔

(20) (الف) اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنْتَ تَقُومُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيْ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ اَنْ لَّنْ نُّحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاَقْرَءُوا مَا نَزَّلَ مِنَ الْقُرْآنِ : (بیشک تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تو اور میرے ساتھیوں میں سے ایک چھوٹی سی جماعت دو تہائی سے کچھ کم یا نصف شب یا ایک تہائی رات تک کھڑی رہتی ہے اور اللہ مقدار معین کرتا ہے رات اور دن کی وہ جانتا ہے کہ تم (بیشک) اس حکم کی پیروی نہ کر سکو گے اس لئے اس نے ہمیں اس حکم کی تعمیل سے بری کر دیا اب تم اتنا قرآن پڑھ لیا کہ جتنا آسانی کے ساتھ پڑھ سکو)

قیام شب کا حکم دائمی نہ تھا : یہ حکم تمام دنیا کے لئے اور ہر زمانے کے مسلمانوں کے لئے دائمی حکم نہ تھا کہ وہ ایک تہائی یا نصف یا دو تہائی رات تہجد میں گزاریں جس میں

وہ قرآن حکیم پڑھیں اور اس پر غور کریں۔ زمین کے بعض حصوں میں راتیں لمبی ہوتی ہیں جیسے ہندوستان کے شمال میں ایک ماہ کی رات ہوتی ہے۔ اگر اتنی لمبی رات کا آدھا یا تہائی بھی کھڑا رہنا پڑے تو عملی طور پر یہ ناقابل عمل ہو گا ایسی تعلیم جس میں اس قسم کے حکم ہوں عالمگیر نہیں بن سکتی۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے انسان کی طبعی ضرورت کے مطابق قرآن حکیم کے اتنے مطالعے کا حکم دیا جس پر عمل ہمیشہ ممکن ہے۔

### ترمیم حکم کے دوسرے اسباب

(۱) امراض (۲) سفر (۳) قتال : اس حکم کے بدلے میں رات دن کی کمی بیشی کے علاوہ اور بھی کئی اسباب ہیں۔ مثلاً :

(ب) عَلِمَ أَنَّ سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرَضًا : (وہ جانتا ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہو جائیں گے)

(۱) جو لوگ بیمار ہوں گے وہ اس طویل شہانہ قلبی عہد کے محمل نہ ہو سکیں گے۔

(ج) وَالْآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَنْتَعُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ : (اور دوسرے لوگ سفر کریں گے زمین پر اللہ کے فضل کی تلاش میں۔)

(۲) بعض لوگ انقلابی ضرورتوں کے لئے سرحدیہ جمع کرنے کی خاطر خواہ وہ اپنی ذات کے لئے ہو یا جماعت کے لئے راتوں کو سفر کریں گے۔

(د) وَالْآخَرُونَ يَغَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ : (اور دوسرے لوگ اللہ کی راہ میں قتال کریں گے)

(۳) بعض لوگ اس انقلابی پروگرام کو زمین میں قائم کرنے کے لئے سرحدی ہزاری لگا کر خدا کی راہ میں لڑیں گے۔

(ه) فَأَقْرَعُوا مَا نَيْسَرَ مِنْهُ : (اس لئے اتنا پڑھ لو جتنا آسانی سے پڑھا جاسکے)

یہ داعی قہدہ ہے کہ حسب ضرورت جتنا سہولت سے پڑھ سکو پڑھ لیا کرو۔ مملکت (State) کی عظیم صرف طم سے نہیں ہوتی۔ بلکہ تمہارت اور تحفظ مملکت کی بھی ضرورت

پڑتی ہے۔ پس ہر شخص کو کوئی نہ کوئی منفعت بخش کام (Productive Occupation) اختیار کرنا چاہئے۔ جو سوسائٹی کے لئے مفید ہو اور جس کی قانون اجازت دے۔ انقلاب کا نتیجہ یہ ہے کہ انقلاب منظم کر کے عوام کو ارتقائی راستے پر لگا دیا جائے۔ اس وقت ہر شخص کو کوئی نہ کوئی کام کرنا ہوگا تاکہ مکمل پیداوار بڑھے اور اس پیداوار کی تنظیم میں بھی انقلاب کا ایک فریضہ ہے۔ اسی کے بل بوتے پر انقلابی جماعت اپنے انقلاب کو آگے بڑھا سکتی ہے۔ اگر ملک کی پیداوار منظم نہ ہوگی تو مختلف طاقتوں کے حملوں کو برداشت نہ کیا جاسکے گا۔ اور ارتقائی طاقتیں فتور چا دیں گی۔ ہر شخص کو کوئی نہ کوئی کام کرنے پر مجبور کیا جائے گا مگر یہ افراد کے اختیار میں ہوگا کہ کونسا مفید پیشہ اختیار کریں۔ جو لوگ ان پیشوں کو اختیار کر لیں گے وہ نماز تہجد بطریق مذکور رات کو مقررہ طویل گھنٹوں میں نہ پڑھ سکیں گے۔ اس لئے قانون میں قدرے ترمیم کر دی گئی۔

الغرض اب اپنی سولت کے مطابق قرآن حکیم پر تدبیر جاری رکھو اور دیکھو کہ اس کے مطابق حکومت کس طرح چلائی جائے گی۔ اس قرآن خوانی کی عملی شکل کیا ہوگی۔ اس کا ذکر اگلی آیت میں آتا ہے۔

وَاٰخِرُوْنَ يُعَاذِلُوْنَ فِیْ سَبِّحِ اللّٰہِ

ایک اہم نکتہ : قرآن کی تعلیم انقلابی ہونے کا ثبوت : یہ آیت نہایت اہم تاریخی چیز ہے۔ یہ بحث کے دوسرے سہل میں نازل ہوئی۔ اس میں آنے والی جنگوں کی طرف نہایت صاف و صریح اور ناقص تاویل الفاظ میں اشارہ موجود ہے اس سے قرآنی فکر کے انقلابی ہونے کا ناقص تردید ثبوت ملتا ہے۔ انقلاب اگر سوچے سمجھے ہوئے پائیدار اصولوں پر مبنی کیا جائے تو اس کے بنیادی فکر میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی اگر قرآن حکیم انقلابی تحریک پیدا کرنی چاہتا ہے تو ضرور اس میں لڑنے کا فکر شروع ہی سے موجود ہونا چاہئے۔ گو لڑنا نہ لڑنا وقتی مصلحت کے مطابق ہوگا۔ یہ آیت اس فکر کی پوری پوری تائید کرتی ہے۔ اور قرآن حکیم کی تعلیم کو ناقص تردید طور پر انقلابی ثابت کرتی ہے۔ اس آیت میں قتل کا جو فکر پیش کیا گیا ہے۔ وہ پہلا جرثومہ (Germ) ہے جس نے آگے چل کر انقلاب لہر اور توجہ کی ترکیب اور جامعیت حاصل کر لی۔

عدم تشدد طبعی اصول نہیں : ننانہ مل کا یہ سب سے افسوسناک ملود ہے کہ عدم تشدد (Non-violence) کو جو انقلاب کی تیاری کے لئے بہترین ذریعہ ہے۔ سیاست کا لازمی اور دائمی جز قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ انسانی سیاست کی قطعی غیر طبعی ترجمانی ہے۔ قرآن حکیم اور اس کی بنیاد حکمت امام ولی اللہؑ اس سے قطعاً انکار کرتے ہیں اور قرار دیتے ہیں کہ چونکہ انسان ہیئت (Anima) اور عقلیت یا ملکیت (Persona) سے مرکب ہے۔ یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ انسان اجتماعی حیثیت سے اپنی ارتقائی زندگی کے کسی دور میں بھی ہیئت سے علیحدہ ہو جائے گا اس لئے جنگ اور قتل ————— جلو ————— جس کے ذریعے سے ملکیت یا عقلیت ہیئت پر غالب آتی رہے گی انسانی معاشرہ (Society) کا لازمی جز رہے گا انسانیت فقط عدم تشدد (Non-violence) مصالحت (Compromise) سے کبھی ترقی نہیں کر سکتی بلکہ ہمیشہ انقلاب (Revolution) سے آگے بڑھتی ہے جس کے لئے تشدد اور عدم تشدد دونوں ضروری ہیں۔

تادمہ : ہماری شرعی اصطلاح میں جلو کے لئے امیر، لشکر اور سلطان جنگ کی ضرورت ہے۔ یہ اجتماع سے حاصل ہو سکتی ہیں لیکن اگر اجتماع لوٹ چکا ہو اور سلطان جلو میسر نہ ہو تو پھر ہمارے فقہاء ہر مرد اور عورت کو انفرادی طور پر جہاد کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ یہ ہے انقلاب۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ یہ بات انہیں حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسنؒ نے سمجھائی تھی ہماری قوم میں علی گڑھ پارٹی نے جس طرح جلو میں سستی برتی ہے وہ نہایت قتل الفسوس ہے اور مزید برآں گاندھی جی کا مستقل عدم تشدد کا نظریہ جہ کن ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی کلی اور مدنی زندگی : ایک شبہ کا ازالہ : حضرت نبی اکرم ﷺ کی کلی اور مدنی زندگی کا ایک ہی محور تھا ————— انقلاب جس کے لئے قتل لازم ہے لیکن یورپ کے پراپیگنڈہ کرنے والے ہمیشہ لکھتے رہتے ہیں کہ آپؐ مکہ میں مسکینی کی زندگی بسر کرتے رہے مگر مدینہ پہنچنے ہی حالت کچھ سازگار ہوئے تو (خود اللہ) کل کیلے اور قافلے لوٹے شروع کر دیئے اور رفتہ رفتہ ایک ریاست (State) کے مالک بن بیٹھے۔ چنانچہ مشہور اہل قلم مسٹر جوزف مل Joseph Hull اپنے مقالے ”الثقافة العربیة“ (der Arabes)



(Die Kultur) ترجمہ: جناب صلاح الدین خدا بخش صاحب ایم اے بی۔ سی۔ ایل، پروفیسر  
ایٹ لاؤپنڈ کے صف 22-23 پر لکھتے ہیں کہ:

The man who just left Makkah and the man now entered Medina seem to be two different men. The former man an ideal preacher of a perfect religion who for his convictions, cheerfully endured scorn and persecutions and who sought no other distinction than that of being acknowledged a messenger of God. There is no trace of love of power in him— nothing to indicate that he was striving to set up a state organisation at the head of which he wished to preside. Of social reform the one thing that he sought to achieve in Mekka— supported by the doctrine of unity of God and the day of Judgment reinforced by the joys and horrors of Heaven and Hell—was the widening of the circle of duties beyond the tribe, to all faithfuls alike and to mankind at large in the event of their accepting the true faith.

He left Mekkah as a Prophet but entered Medina as the Chief of a Community. The "fugitives" constituted a tribe by themselves and as a corporate body were described under the name and style of Muhajirin. This change of position created fresh problems, set new tasks but Mohammed was quite equal to the occasion. The Prophet now retires into the background— the diplomatist now comes forward. The Prophetship is now only an ornament of the ruler, an effective weapon establishing,

extending, maintaining power”.

(یعنی جس شخص نے ابھی ابھی کے سے ہجرت اختیار کی اور جو اس کے بعد مدینے میں داخل ہوا ایک نہیں دو جداگندہ اشخاص معلوم ہوتے ہیں۔ پہلا ایک کمال اور مکمل مذہب کا مبلغ تھا اس نے اپنے اعتقالات اور ایمانیات کے سبب اپنے مخالفین کی طرف سے ہر قسم کا نفرت آمیز سلوک اور طرح طرح کی معیجیں برداشت کیں۔ وہ خدا کا پیامبر مانے جانے کے سوا اور کسی قسم کے امتیاز کا خواہاں نہ تھا۔ قوت حاصل کرنے کا اسے خواب تک نہ آیا تھا اور یہ ہرگز نظر نہیں آتا کہ وہ اپنے ماتحت کوئی حکومت قائم کرنی چاہتا ہے۔ وہ اہل مکہ سے صرف اتنی اصلاح چاہتا ہے کہ وہ اپنے قبائلی فرائض کے حلقے کو وسیع تر کر کے تمام مسلمانوں کو اس میں شامل کر لیں اور اگر تمام دنیا کے مسلمان اسلام لے آئیں تو ان سب کو اس حلقے میں لے لیں۔ وہ صرف اس غرض سے نکل نکلا کہ کو توحید کا سبق دے رہا ہے۔ اور یوم آخرت کے مطالب سے ڈراتا ہے۔ اور ثواب کی توقع دلاتا ہے۔

الفرض اس نے کہ چھوڑا تو وہ شخص ایک نبی تھا اور جب مدینے میں داخل ہوا تو وہ ایک گروہ کا لیڈر تھا جو لوگ ہجرت کر کے اس کے ساتھ آئے تھے ان کا ماجرین کے نام سے ایک الگ فرقہ بن گیا۔ اس تبدیلی نے نئے مسائل اور نئے کام پیدا کر دیئے مگر (حضرت محمد ﷺ) ہر ایک مسئلے کو حل کرنے اور ہر ایک کام کو سرانجام دینے کا اہل تھا۔ اب نبی پس منظر میں چلا جاتا ہے اور اس کی جگہ سیاست دان (Diplomatics) آگے آ جاتا ہے۔ اب نبوت حکمران کے زور کے سوا اور کچھ نہیں جسے وہ اپنی ریاست قائم کر کے اسے وسیع دینے اور قائم رکھنے میں استعمال کرتا ہے)

دراصل مشنری لوگ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مکی اور مدنی زندگی میں اس قسم کی تفریق کر کے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ مدینے تشریف لے جانے کے بعد آپ کا لگہر (Idea) بدل گیا تھا۔ جس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کی تعلیم انقلابی (Revolutionary) نہیں ہے جو اصول انقلاب کے مطابق نہیں بلکہ حالات کے تابع

تبدیل ہوتی رہتی تھی۔ حالانکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ جس کا ثبوت آیت زیر بحث سے مل جاتا ہے۔ کئی زندگی میں قرآنی جماعت کو بتا دیا گیا تھا کہ آگے چل کر قل (War) ہوگا۔ چنانچہ اس کے چند سال بعد ہمارے جنگوں کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے آخری ایام تک برابر جاری رہا اور ان کا تسمہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں پیش آیا۔ جب قیصر و کسریٰ کے ممالک پر قبضہ کیا گیا۔ اس کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم انقلابی تعلیم ہے۔ جس کا فکر (Idea) کہ کرمہ میں پیدا ہوا۔ اور وہیں تکمیل تک پہنچا۔ منہ منورہ کی زندگی درحقیقت اسی فکر کی توسیع تھی۔ چنانچہ امام الامام حضرت امام ولی اللہ ”علیہ السلام“ (ص 67) میں خلافت باطلہ اور خلافت ظاہرہ کی جو تشریح کرتے ہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خلافت ظاہرہ سے مراد سلطنت ہے اور خلافت باطلہ سے مراد پارٹی ہے جو سلطنت پیدا کرتی ہے۔ یہ خلافت ہائفہ کہ کرمہ میں پیدا ہو چکی تھی۔ اسی کو قرآن حزب اللہ قرار دیتا ہے۔

(۵) وَأَقِمْوُ الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ : (اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو)

نماز اور زکوٰۃ کا دائمی قانون : تہجد کی محافی کے ساتھ عام نماز محاف میں ہو سکتی۔ اسے ضرور قائم رکھو۔ یہ تجلی الہی کے ساتھ تعلق قائم رکھنے کا ذریعہ ہے اس کا لازمی نتیجہ ہے مساکین کی خدمت جس کے لئے زکوٰۃ کا ادارہ قائم کیا گیا ہے۔

مساکین کی خدمت کے لئے اپنی آمدنی میں سے اتنا حصہ نکالتے رہو کہ ان کا پیٹ بھر جائے۔ یہ انقلاب کلادی جز ہے۔ ورنہ غیر انقلابی کیفیت لو پر بیان ہو چکی ہے۔ یعنی جو لوگ مساکین کی مدد اور دیگر انسانی ضرورتوں کا مسئلہ حل نہیں کریں گے وہ سزا کے مستوجب ہوں گے۔ حکومت قائم ہو جائے تو مساکین کے کھانے پینے، وغیرہ کا منظم انتظام اس کا فرض اولین ہوگا۔ وہ عام مسلمانوں سے زکوٰۃ کا بقدر ضرورت ٹیکس وصول کر کے مساکین پر خرچ کریں گی اگر آمدنی کی اس مد سے یہ خرچ پورا ہوتا رہے تو اچھا ہے۔ ورنہ دوسری مدت سے اس کام میں مدد دی جائے گی۔ اگر دیگر مدت بھی اسکی تکفیل نہ ہو سکیں تو مزید ٹیکس لگایا جائے گا مگر یہ اختیار اس حکومت کو ہے جو اپنا حسب قوم کے سامنے پیش کرے۔ اگر وہ دارالشوریٰ میں اپنا حسب پیش نہیں کرتی تو اسے ٹیکس وصول کرنے کا

کوئی حق نہیں ہے۔ وہ جتنا لیتی ہے ظلم سے لیتی ہے۔

(د) وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا : (اور اللہ کو لو عار و بطریق احسن)

سرکاریہ محدود کرنے کا قانون : زکوٰۃ کے علاوہ یہ قرضہ بھی قرآن کا قانون چلانے والی حکومت کو دیا جائے گا اور اس سے اس پر سود نہ لیا جائے گا۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ ہر ایک شخص کو اپنا قانونیہ سرکاری بیت المال میں جمع کرانا ہوگا۔ جہاں سے وہ جب چاہے واپس لے سکتا ہے۔ اور حکومت اس پر اپنی مرضی سے جس قدر چاہے تلخ دے سکتی ہے۔ جس کی شرح وغیرہ پہلے سے طے نہ ہوگی یہ تلخ دنانہ دینا اور کس شرح سے دینا یہ سب باتیں حکومت کے اختیار تیزی پر چھوڑنا ہوگا۔

آج کل بینک آف انگلینڈ (Bank of England) نے تمام دنیا پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اس کا نظام سود پر چلتا ہے ہمارے بینک ایسے نہیں ہوں گے ہمارے بینک امدادی بینکوں (Co-operative Societies) کے اصولوں پر ہوں گے جن میں ہلکا سود بھی نہیں لیا جائے گا۔ ان کے چلانے کے لئے سوسائٹی اپنا طریقہ انتظام کرے گی۔

(ز) وَمَا تَقْرَمُوا إِلَّا أَنْفُسُكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ : (تم اپنی جو نیکی آگے بھیجے گے اسے اللہ کے پاس پاؤ گے)

انفرادی اور اجتماعی مفاد کا ملازم : تم اپنے اجتماعی فائدے کے لئے جو کام بھی ان اصولوں پر کرو گے وہ ضائع نہیں جاسکتے۔ اگر ان سے براہ راست تمہاری ذات کو فائدہ نہ پہنچا تو تمہاری اولاد کو یا دوسرے عزیزوں کو یا اجتماع انسانی کے کسی فرد کو فائدہ پہنچ جائے گا۔ اور دنیا میں قومی کاموں سے بڑھ کر بلند تر درجے پر کام کرنے کا حوصلہ دلائے گا۔ اور اس کا جو اثر تمہارے نفس پر مرتب ہو گا وہ آنکھ اندہ زندگی میں بھی بلاخر تمہارے لئے مفید ثابت ہوگا۔

(ح) هُوَ خَيْرٌ وَأَعْظَمُ أَجْرًا : (وہ اجر کے لحاظ سے بہت اچھا اور

بہت بڑا ہے)

بین الاقوامی کام زیادہ شاندار کام ہے : بینک تم آج قومی درجے پر کام کر رہے ہو اور یہ کوئی بلند درجے کا کام نہیں ہے لیکن آگے چل کر تم اسی قومی کام کے نتیجے کے طور پر بین الاقوامی کام کرنے کے قابل ہو جاؤ گے جس کا اجر تمہیں اس سے بہت زیادہ اور

نہایت شاندار فعل میں طے لگے ہیں اعلیٰ درجات حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔  
 (ط) **وَاسْتَغْفِرُوا لِلّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ** : (اور اللہ سے معافی مانگتے رہو۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے)

قیام ضبط کی ضرورت : اس قوی اور بین الاقوامی کام میں کبھی کبھار فطری ہو جاتا ہے کہ تو اسے اصول بنا کر نہ بیٹھ جاتو۔ بلکہ اصول وہی ہیں جو قرآن حکیم میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ فطری ہو جائے تو اس کو فطری سمجھ کر اس سے باز گشت کرو۔ از سر نو قرآن کے اصولوں پر قائم ہو جاتو اور اس طرح اپنی جماعت کا ضبط (Moral Discipline) نہایت مضبوطی کے ساتھ قائم رکھو اس طرح کرتے رہو گے تو فطریوں کے نتائج سے محفوظ رہو گے جو محض اعتراف قصور کر کے بلند درجہ حاصل کرنے کی کوشش میں چل بسا وہ ایسا ہی ہو گا جیسے اس سے کوئی قصور سرزد نہیں ہوا اور اسے وہی اجر ملے گا جو اس کے بھائیوں کو ملے گا کیونکہ خدا تعالیٰ اس قسم کی لغزشیں معاف کر دیتا ہے چنانچہ اس کا امام قصہ یہ ہے کہ **اِنْ تَحِبُّوا كِبَارُنَا مَا تَنْهَوْنَ عَنْهُ نَكْفِرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ** **وَنَدْخِلْكُمْ مَدْخَلًا كَرِيْمًا** (النساء 4: 31)

(یعنی اگر تم بیچے ہو گے ان چیزوں سے جو گناہوں میں بڑی ہیں تو ہم معاف کر دیں گے تم سے چھوٹے گناہ تمہارے اور داخل کریں گے تم کو عزت کے مقام میں)



## خلاصہ الکلام

اس سورت (الزلزل) میں مندرجہ ذیل مضامین آئے ہیں:

- (1) قرآن حکیم کی تعلیم انقلابی ہے اس لئے اسے خواص و عام دونوں بیک وقت پھیلا دیا جائے (آیات 2-7)
- (2) اس تحریک انقلابی میں کام کرنے والے صرف خدا پر بھروسہ رکھ کر کام کریں۔ غیر قرآنی نظام والوں سے کسی رعایت و اعانت کی امید نہ رکھیں۔ (8-9)
- (3) اس تحریک کا مقابلہ قوی اور بین الاقوامی حلقوں میں سرہلیہ پرست اور ملوکیت پرست لوگوں سے پیش آئے گا (11)
- (4) انقلابی جماعت شروع شروع میں تشدد اور جنگ سے پرہیز کرے گی۔ البتہ تیاری کے بعد وہ حسب ضرورت لڑ سکتی ہے۔ (نمبر 10 تا 11)
- (5) انقلابی جماعت ان فوہل لوگوں سے جواب طلب کرے گی جو مساکین وغیرہ کی خدمت میں اپنا مال صرف کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی اسی اصول پر ہر ایک فرد سے جواب طلبی ہوگی (نمبر 11 تا 14)
- (6) انقلاب عمومی سے پہلے قومی انقلاب لانا ضروری ہے (نمبر 15)
- (7) ابتدائی کارکنوں (Pioneers) کو قرآن حکیم کا بلاستیٹیب (Intensive) مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ گو بعد میں اس قاعدے میں نرمی کی جاسکتی ہے۔ (آیات نمبر 2 تا 4 مع آیت نمبر 20)
- (9) اس انقلاب کی بنیاد حلقہ ہائے اور عظیم مساکین پر ہوگی (نمبر 20)
- (10) یہ انقلابی تحریک اصولاً سرہلیہ پرستی کی مخالف ہوگی۔ اس لئے سود کو جائز نہ رکھے گی۔ (نمبر 20)
- (11) اس تحریک میں کام کرنے والے عیش اپنے کام کا جائزہ لیتے رہیں اور غلطیوں کی اصلاح کرتے رہیں اور اس طرح جماعت کا ڈسپلن (Discipline) قائم رکھیں (نمبر 21)



## تفسیر سورہ مدثر

### بین الاقوامی انقلاب کے اصول

سورہ منزل کے ساتھ ربط : سورہ منزل میں مضمون ————— دایلی ————— انقلاب کا ذکر تھا۔ اور انزلوی فکر کی اصلاح کی گئی تھی۔ چنانچہ اس میں بالخصوص کما گیا تھا کہ :

(1) قُمْ الْبَيْلَ۔۔۔۔۔ وَذَرِ الْفُتْرَانَ تَنْزِيلًا

(2) وَأَذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبْتَئِلَ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

(3) وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا

اس تعلیم کے مطابق حضرت نبی اکرم ﷺ لوگوں سے انزلوی طور پر ملتے رہے اور ان کو قرآنی انقلاب سے روشناس کراتے رہے۔ اس عرصے میں کچھ لوگ اس انقلاب کو قبول کر کے آپ کے ساتھ ہو گئے وہ بھی ضمنی طور پر اسی طرح کام کرتے رہے۔ اسکے بعد آپ کو حکم دیا گیا کہ اس انزلوی انقلاب کو اجتماع میں لائیں۔ چنانچہ سورہ مدثر میں حکم دیا گیا ہے کہ :

(1) قُمْ فَأَنْذِرْ : (اللہ اور لوگوں کو اس آئے والے انقلاب سے ڈرا)

(2) وَذَرِكْ فَكَبِّرْ : (خدا کی بزرگی کا اعلان کر اس کا نتیجہ اس کے سوا

لور کیا ہو سکتا ہے کہ قرآنی انقلاب اجتماع انسانی میں آجائے گا۔

(3) إِنَّهَا لَا تَخَذِي الْكِبْرَ ۚ نَذِيرًا ۚ اَللَّبَشْرُ : یہ انقلاب ناسخ

انسانی کے بہت عظیم الشان واقعات میں سے ہے۔ اور یہ ساری نوع بشر کے

لئے ڈرلوا ہے۔

اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس ڈرلوے کو عوام تک پہنچانا مقصود ہے۔ چنانچہ اب نبی اکرم ﷺ نے ملائمہ تبلیغ شروع کر دی اور آپ عوام کو بیش از بیش حیرت کے ساتھ قرآنی انقلاب کی دعوت دیتے گئے۔

سورہ مدثر کا مضمون : قرآنی انقلاب جامع انسانی انقلاب ہے۔ یعنی انسانیت اعلیٰ کے

جملہ نقضے پورے کرنے والا انقلاب ہے۔ اس لئے اس کی بنیاد جن اخلاق پر ہے ان کی طرف شروع کی آیات (نمبر 10-2) میں اشارہ کرنے کے بعد اس انقلاب کے مخالفین کی ذہنیت کا تجزیہ (Psychological Analysis) منسلک عمر کی سے کیا گیا ہے۔ (آیات نمبر 11-25) اور پھر دکھایا گیا ہے کہ دنیا میں یہ ذہنیت پیدا ہو جائے تو دوسری زندگی میں اس کا ظہور کس طرح ہوگا (آیات نمبر 26-30)

اس کے بعد بتلایا گیا ہے کہ قرآن کا عالمگیر انقلاب قومی اور بین الاقوامی منازل میں سے گزرے گا تو اس کی کامیابی کے اسباب کیا ہوں گے (آیات 36-49) اور جو لوگ اسے مان لیں گے ان کی ذہنیت کیسی ہوگی اور جو نہ مانیں گے ان کی ذہنیت کیسی ہوگی (آیات نمبر 50-56)

الغرض اس سورت میں قرآنی انقلاب کے اخلاق اور ابتدائی اصولوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور مخالفین کی ذہنیت کی تشریح کی گئی ہے اور اس انقلاب کی امتحانی کامیابی کی مددگاری کی گئی ہے۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ (اے مدثر)

مدثر کے معنی : لفظ منزل کی تشریح کے دوران میں بیان کیا جا چکا ہے کہ موطا لہم مالکؒ میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک نام لٹا ہی بھی ہے جس کے معنی خود حضرت نبی اکرم ﷺ نے بتائے ہیں کہ يَمْحُو اللَّهُ بَنِي الْكُفْرِ (یعنی میرے ذریعے سے اللہ کفر کو محو کرے گا) چنانچہ لغوی طور پر مدثر کے معنی اٹھک۔ (ہلاک کرنا) بیان کئے گئے ہیں جو بالکل لٹا ہی کے معنوں کے متضاد ہیں۔ پس مدثر کے معنی ہیں دنیائے انسانیت سے ہر قسم کا ظلم و جور مٹانے والا۔ نبی اکرم ﷺ یہ کام ملت حنیفہ یعنی حضرت ابراہیمؑ کے اصول حیات کے دوبارہ زندہ کرنے سے کریں گے جو آپ کی گھٹی میں پڑی تھی۔ اور جس کے نامحدودے قریش تھے۔

نبی اکرم ﷺ کی سیرت پر ایک نکتہ : سیرت نبی (صلی صلیما التہت والسلام) کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ملت حنیفہ ابراہیمیہ کے قیام کے لئے مبعوث



ہے تب تھے آپ کی تربیت بھی قریش کے لوہے گھرانوں میں ہوئی۔ جن میں اس ملت کی اچھی اچھی باتیں باقی تھیں۔ پھر وہ انقلاب کا لہر تھا قارس اور روم آپس میں لڑ رہے تھے اور چاہتے تھے کہ دنیا کی اقوام کو اپنے قبضے میں لائیں۔ ان سیاسی اور جنگی حالات کا اثر قریش پر بھی پڑ رہا تھا۔ کیونکہ ان کے تجارتی تعلقات اور دونوں ممالک کے ساتھ تھے اور ان ملکوں میں ان کی کافی آمدرفت تھی۔ چنانچہ قریش کا سمجھدار طبقہ سیاسی میلانات کے لحاظ سے تین طبقوں میں تقسیم ہو گیا تھا:

(1) ایک طبقہ قیسری طرف مائل تھا۔

(2) دوسرا طبقہ کسریٰ ایران کی طرف مائل تھا۔

(3) تیسرا طبقہ دونوں سے الگ تھا اور حیثیت پر قائم تھا۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بنے اس تیسرے گروہ کے سرگرم رکن تھے یہ گروہ اگرچہ اقلیت میں تھا لیکن عرب پر قریش کی سیادت قائم کر کے آگے بڑھنا چاہتا تھا نبی اکرم ﷺ میں اس قسم کی قیادت کی طبعی خدو لولو استعداد بھی موجود تھی۔ آپ کو اس انقلاب میں کامیابی کے لئے جس ہدایت کی ضرورت تھی اور جس کے لئے آپ سرگروہوں تھے (وَوَجَدَكَ ضَالًّا) ۱۔ وہ خدو لولو تھائی نے فراہم کر دی (فہدیٰ) ۲۔

آپ قرآن حکیم کے ذریعے سے دنیائے انسانیت میں جو انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں اس کا لازمی نتیجہ ہو گا کہ انسانی معاشرہ (سوسائٹی) میں سے ہر قسم کا ظلم غلو وہ خدا اور بندوں کے تعلقات میں ہو یا بندوں کے باہمی تعلقات میں یعنی روحانی ہو یا اقلوی سب مٹا دیا جائے گا۔ اور اس کی جگہ خدا کے ساتھ صحیح طریق پر تعلقات قائم کئے جائیں گے اور انسانیت میں معاشیات، معاشرت اور اقتصادیات میں ایک نظم جدید پیدا کیا جائے گا۔ اس انقلاب میں کسی خاص قوم یا ملک کی خصوصیت نہ ہوگی۔ بلکہ وسیع ترین معنی میں عالمگیر اور ہمہ گیر ہو گا۔

۱۔ یہ خیال تھا ہے کہ قریش اور اہل عرب الہد کے وحشیوں کی طرح بالکل وحشی لوگ تھے جن میں کوئی انسانی غلطی باقی نہ رہی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ قریش اور اہل عرب میں ملت خلیفہ کا پیمانہ خاصہ حصہ باقی تھا۔ جیسے آج کل مسلمانوں کی چھ کے بعد وہ دن میں اپنے بزرگوں کی ہمت سی اچھی باتیں موجود ہیں تحصیل کے لئے نہ کہ جو بت اللہ الہد ہدلول ص ۱۲۴) ۲۔ خدا تعالیٰ نے مجھے سرگروہ بنا لیا ۳۔ پھر ہدایت دی۔

اسلام کا جامع انقلاب : دنیا میں اب تک جو انقلاب ہوئے ہیں وہ سب کے سب جزوی انقلاب ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی عالمگیر اور جامع انقلاب نہیں ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آخری امام انقلاب ہیں۔ جسکی دعوت جامع عالمگیر انقلاب کے لئے ہے اور آپ نے اس جامعیت کا بہترین نمونہ سرزمینِ جبار میں قائم کر کے دکھا دیا۔ جسے دنیا اب تک اس حیثیت سے جانتی اور مانتی ہے آپ کے انقلاب میں اس وقت کی مذہبِ اقوام کا بیشتر حصہ آمید اور سب کو خدمتِ انسانیت کے ایک نقطے پر جمع کر کے نہ صرف یہ کہ ان کے تعلقات ان کے خالق کے ساتھ درست کر دیئے۔ بلکہ ان کے آپس کے تعلقات بھی درست کر دیئے۔ اب جب کبھی کوئی جماعت جامع بین الاقوامی انقلاب پیدا کرنا چاہے گی اسے آپ ہی کے نقشِ قدم پر چلنا ہوگا جو جماعت اس لائحہ عمل کے خلاف اور لائحہ عمل لے کر اٹھے گی وہ یا تو سرے سے ناکام رہے گی یا صرف جزوی طور پر کامیاب ہوگی۔ چنانچہ فرانس، جرمنی، ترکی اور روس کے انقلابات اس اصول کی بنیاد مثالی ہیں۔ ان انقلابوں میں وہ جامعیت نہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیدا کردہ جاری انقلاب میں تھی۔ جس نے بعد میں قیصر دیکر کئی کو بھی ہضم کر لیا۔

الفرض ہمارے نزدیک المذکر کے معنی ہیں المحکم الکفر یعنی انسانیت میں سے ہر قسم کا کفر (انکار) نکلنے والا وہ انکار خلوہ خدا کے حقوق کے متعلق ہو یا انسانوں کے حقوق کے متعلق یہ انقلاب اسے انسانیت میں سے نکل باہر کرے گا۔ اس نقطہ میں جو مبالغہ پایا جاتا ہے وہ حضرت نبی اکرم ﷺ کا طبی اور فطری عزم و استقلال ظاہر کرتا ہے جو اس کفر کے خلاف انقلاب بپا کرنے کے بارے میں ان کے دل میں پوشیدہ ہے۔

(2) قلم : (اٹھ)

انقلاب میں اشاعت کی ضرورت : یعنی اب وہ کہ تو دنیائے انسانیت سے ہر قسم کا قلم اور کفر مٹانے کا تہیہ اور ہتھ عزم کئے ہوئے ہے۔ ہم سے ہدایت لے اور محنت سے کلام کر۔ اور جن لوگوں تک حیرتی آواز پہنچ سکتی ہے ان کو انسانی انقلاب کا یہ پیام سنا دے۔ اور ایسے لوگ تیار کر جو یہ انقلابی تعلیم دوسرے لوگوں تک پہنچا دیں۔ ایسے خاص لوگوں کی مرکزی قوت راتوں کو کھڑے ہو کر قرآن حکیم کی تعلیم پر تدریس کرنے ہی سے پیدا ہو سکتی

ہے جس کا ذکر سورہ مزل میں آچکا ہے۔ چنانچہ تجربے نے ثابت کر دیا کہ اس شہنہ تعلیم نے وہ لوگ پیدا کر دیئے جنہوں نے اس انقلاب کو فارس اور روم تک پہنچا دیا۔ اور پھر آگے وہ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اسے حبشہوں ترکوں اور ہندیوں تک پہنچا دیا۔ اب پھر یہ انقلاب پہلو بدل رہا ہے اور انشاء اللہ اس کی دعوت ہندوستان سے یورپ کی اقوام تک پہنچے گی۔

فَأَنْزَلْنَا (اور ڈرا)

قسم قسم کے ظلموں کی وجہ سے انسانیت جس جہی کے قار کی طرف جا رہی ہے اس سے لوگوں کو خبردار کر دے۔ وہ قائل ہیں اور بے خبر۔ اگر وہ بیدار نہ ہوئے تو وہ اپنے ظلموں کے آپ ہی شکار ہو جائیں گے۔

(2) وَرَبِّكَ فَكَبِيرٌ (اور اپنے پروردگار کی بڑائی بول)

انقلاب کا اصول لوگوں کی انسانی قانون سے بغاوت : کوئی شخص اپنے گھر میں یا خانہ میں یا بیلا ————— کیر ————— ہوتا ہے۔ کوئی اپنے شہر میں پیدا ہے کوئی اپنی قوم یا شاہد بہت سی اقوام میں پیدا ہوتا جاتا ہے۔ لیکن تو ان میں سے کسی کو پانا نہ ملے بلکہ صرف خدوئے تعالیٰ کو پانا ملے۔ گھر میں 'خانہ' میں 'قوم' میں اور تمام اقوام میں اس کے سوا کسی کو پانا نہ ملے۔ ہر جگہ اسی کی پوششی تسلیم کہ کوئی ایسی حکومت تسلیم نہ کر جو ایسے قانون کے ماتحت نہ ہو جو تمام انسانیت کے لئے یکساں ہو۔ خدا کی بزرگی کا اعلان ان معنوں میں کر کہ اس کے سوا کوئی کائنات کا مالک اور خالق نہیں۔ اس کا قانون تمام کائنات میں جاری ہے اسی کا قانون نوع انسان میں جاری ہوگا۔ جب تو لوگوں کے سامنے خدا کی ہمہ گیر پوششی کا اعلان کرے تو کسی سے نہ ڈرے۔ بلکہ جو لوگ خدوئے قدوس کو چھوڑ کر لوگوں کو اپنے لوہے حکمران مانتے ہیں ————— مثلاً 'بزرگ خانہ' 'سوسائٹی' 'چر' 'استو' 'حاکم' پوششہ ————— ان کو خبردار کر دے کہ ان کا یہ فعل انسانیت عامہ کے لئے معصرت رسل ہے۔ صحیح پوزیشن یہ ہے کہ جو شخص خانہ' شہر' قوم یا مجمع اقوام میں پیدا ہے وہ اپنے آپ کو خدائے وحدہ لا شریک ہی کا نائب سمجھے اور صرف اسی حیثیت سے کام کرے۔ یہ وہ روح ہے جو حقیقت انسانی سوسائٹی میں پیدا کرنا چاہتی ہے۔ یعنی وہ چاہتی ہے کہ انسانی معاشرے (سوسائٹی) میں سے ملوکیت (Imperialism) اور علمی سرمایہ داری

(Brahmanism) کا قطعی خاتمہ کر دیا جائے اور ہر شخص کا خدا کے ساتھ برابری راست تعلق پیدا کر کے اسے انسانیت کا غلام بنادیا جائے۔

قرآنی سیاست کی تشریح : قرآن حکیم نے اپنا قانون چلانے کے لئے جو سوسائٹی پیدا کی اس کا نام السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رکھا ہے (یعنی مہاجرین اور انصار میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والے لوگ اور وہ لوگ جنہوں نے ان سابقین کی غلطی کے ساتھ پیروی کی) یہ جماعت اپنے امور کا انتظام کرنے کے لئے اپنے میں سے ایک شخص کو بیٹا بن لیتی ہے۔ اور اسے اپنا امیر قرار دے لیتی ہے۔ یہ امیر ان میں قانون الہی کے ماتحت انتظام کرتا ہے۔ لیکن انتظام کی تمام طاقت حقیقت میں خود اس جماعت کے پاس رہتی ہے۔ یہ ہے وہ سیاست جو قرآن حکیم نے پیدا کی۔ چنانچہ حج کے موقع پر آج تک مسلمان یہ الفاظ کہتے ہیں کہ اَلْحَمْدُ وَالْبِقْعَةُ لَكَ وَالْمُلْكُ لَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ (سب تعریف میرے ہی لئے ہے اور سب نعمت کا تو ہی مالک ہے۔ حکومت صرف میری ہی ہے اور اس میں میرا کوئی شریک و سیم نہیں ہے) قرآنی سیاست کے مطابق قوت رہنمائی ان لوگوں میں مرکوز ہوتی ہے جو قرآن سب سے زیادہ جانتے ہیں اور سابقین اولین کی پیروی کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے لئے مشورہ واجب تھا : امیر ان کے مخورے ہی سے کام کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے کہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (آل عمران) (اور ان سے تمام محلات میں مشورہ کر لیا کر اور جب تو پختہ ارادہ کر لے تو پھر اللہ پر بھروسہ کر) علامہ جلال الرازی الحنفی اس آیت کی ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہ مشورہ نبی اکرم ﷺ کے لئے اختیاری نہ تھی بلکہ واجب تھی۔

حضرت علیؓ کا نظریہ : عَنْ عَلِيٍّ قَالَ : سُبُلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْمِ فَقَالَ مُشَاوِرَةٌ أَهْلِ الرَّأْيِ ثُمَّ اتَّبَاعَهُمْ (تیسرے کثیر و دور مشورہ من ابن مردودہ)

یعنی حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آیت قرآنی فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ میں "عزم" سے کیا مراد ہے؟ حضورؐ نے ارشاد

فرمایا کہ امیر کائنات سے مشورہ کرنا اور پھر اس مشورے کا پابند ہونا ہی عزم ہے۔  
ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

وَأْمُرْهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ (سورہ شوریٰ) (یعنی مسلمان اپنے تمام معاملات میں بھی مشورے سے کام لیتے ہیں)

حضرت عمرؓ کا نظریہ: حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ لَا خِلَافَةَ إِلَّا عَنْ مَشُورَةٍ (کنز العمال) یعنی خلافت بغیر مشورے کے خلافت نہیں رہتی۔

الغرض رَبِّكَ فَكَيْفَ کے معنی یہ ہیں کہ انسان کسی دوسرے انسان کو اپنے لوہے حاکم نہ ملنے خواہ وہ کوئی ہو۔ یہ حق صرف حق سبحانہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ (لَا طَاقَةَ لِمُخْلِقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ) (جس بات میں حق سبحانہ تعالیٰ کی ممانعت ہوئی ہو اس میں کسی کی اطاعت انسان پر واجب نہیں ہے) اس لئے تمام حاکم اس کے تابع بن کر اس کا حکم چلا سکتے ہیں اور بس۔

جو جماعت اب حقیقی مالک کے سوا کسی دوسرے کی غلامی میں مبتلا ہو گئی ہو۔ اور اس کا قانون بنانے پر مجبور ہو گئی ہو اس کی حالت تبدیل کرنے کے لئے سب سے پہلا اصول کار یہ ہے کہ اس کے ذہن میں بٹھایا جائے کہ اس ایک کارساز حقیقی کو تمام کائنات اور تمام انسانیت کو قانون دینے والا مان لے۔ کیونکہ وہی ایسے قوانین دے سکتا ہے جن میں افراد، جماعت اور اقوام بلکہ ساری نوع انسان کے مفادات اور فطرت کا خیال رکھا گیا ہو وہ جماعت ہر ایسی طاقت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے جو اس نفع قانون کے ماتحت نہ کر

ضمنی قواعد (Bye-laws) نہیں بنائی۔

پس انقلاب کا پہلا مثبت نظریہ یہ ہے کہ غیر صلح نظام (Social Structure) (Unhealthy) کی جگہ صلح نظام (Healthy Social Structure) قائم کیا جائے جس کی محنت لو لیں یہ ہو کہ خدا تعالیٰ ہی سب سے بزرگ و برتر ہے اور کائنات اور نوع انسان کے لئے قانون کا منبع ہے۔

مخصوص یا اختیارات للی اللہ: حکمت ولی الہی میں اسے خصلت مخصوص یا اختیارات کہتے ہیں اس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو 'امیدوار'، 'مرشدین'، 'مطمین' اور صلح نظام کی تعظیم کرتا ہے اور جب ان کے سامنے جاتا ہے تو اپنے قلب میں ایک قسم کا عجز اور

ان کے لئے ایک خاص قسم کی محبت اور عزت کے جذبات پاتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ بزرگ مجھے کوئی حکم دے تو میں فوراً اس کی تعمیل کر کے اسے خوش کروں۔ اس احساس کا نام اخلاص ہے۔

اس جذبے کا نفسیاتی تجربہ : اگر انسان کائنات کی سالمیت پر غور کرے اور اس کے عجائبات پر فکر و تدبر کرے تو وہ خدا تعالیٰ کے لئے اپنے دل میں خضوع کا جذبہ محسوس کرتا ہے جس میں وہ کسی کو شریک کرنا نہیں چاہتا۔ اب وہ اپنے آپکو اہل لو، مرشدین و مصلحین اور صلح حکام کی اطاعت کو بھی اسی خضوع کے ماتحت لے آتا ہے۔ مثلاً وہ دیکھتا ہے کہ میرے بزرگوں کا حکم خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہے تو اس کی اطاعت کرتا ہے اور اگر اسے خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف پاتا ہے تو اطاعت نہیں کرتا۔ ایسے ہی وہ اپنے پادشاہوں اور حاکموں کے حکموں کو جانچتا ہے ان کی اطاعت اسی حد تک کرتا ہے جس حد تک وہ خدا تعالیٰ کے احکام کے خلاف نہ ہوں۔ وہ اپنے بزرگوں اور حاکموں کی اطاعت اور نافرمانی کو تقرب للی اللہ کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

یہ اخلاص للی اللہ انسانیت کا ایک طبعی جذبہ ہے اور انسان کا ایک بنیادی خلق ہے۔  
وَنَبِيًّا بَكَ فَطَوَّزَ (اور اپنا لباس پاک رکھ)

لباس کی پاکیزگی : اس انقلاب کے لئے کوئی خاص نشان (Emblem) یا وردی (Uniform) کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بین الاقوامی انقلاب ہے جو ہر قوم میں ظاہر ہوگا۔ البتہ ایک شرط ہے وہ یہ کہ لباس پاک ہو اور اخلاق کی پاکیزگی میں مدد دینے والا ہو۔

اس کا نتیجہ : لباس کی پاکیزگی بدن اور بیہوشی ماحول کی پاکیزگی کو چاہتی ہے۔ بدن انسانی بعض چیزوں کو بےجا نجاست میں تبدیل کر دیتا ہے جیسے بول و براز ان فلاظتوں سے نفرت کرتا بھی انسان کا طبعی غرض ہے۔ انسان ان نجاستوں سے پاک ہو کر ایک قسم کی فرحت اور انبساط اپنے نفس کے اندر پاتا ہے اس احساس کا نام طہارت ہے جو حکمت ولی اللہی میں انسانیت کا ایک بنیادی خلق ہے۔

نفسیاتی نجاستوں سے اجتناب : اسی طرح انسانی نفسیاتی فلاظتوں یعنی جوش غضب، بھوک، پیاس اور دیگر شہوات وغیرہ سے طبیعت کو پاک کر لے تو بھی ایک قسم کا

سکون اور سرور محسوس کرتا ہے۔ جو ان حالتوں کی موجودگی میں نہیں ہوتا ایسے ہی ہمے کلامِ ہمنے فکر اور ہمے فعل سے صحت مند انسان کو طبعی انقباض محسوس ہوتا ہے جسے وہ صحت مزاجی کے لئے دور کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

اس کا نتیجہ : انسان خلق طہارت میں مکمل حاصل کر لے تو وہ عالم مثل کی قوتوں سے ملحق ہو جاتا ہے۔ اور اپنے فہم میں ایک قسم کی مستقل سرمت محسوس کرتا ہے اس سے اخلاص لای اللہ کو تقویت ہوتی ہے۔

انقلابِ صلح کی دوسری مد : لباس کی پاکیزگی جیسے اوپر بیان کیا جا چکا ہے بدن اور ماحول کی پاکیزگی کو ضروری قرار دیتی ہے۔ پس جو جماعت انقلاب قائم کرنے کی کوشش کرے وہ اس سے گندہ پاکیزگی کو لازم جانے تمام ترقی دہلی جماعتیں طہارت کی حامل ہوتی ہیں اور جب وہ طہارت کے بلند مقام سے گر جاتی ہیں تو ارتجاع (Reaction) میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

قوی بنانے پر پاکیزگی کا التزام قوی مزاج کی صحت کی علامت ہے۔

(5) وَالرَّجْزُ فَاجْزُ فَاجْزُ (اور گندگی سے دور رہو)

باطنی پاکیزگی : ظاہری پاکیزگی کے ساتھ باطنی پاکیزگی کا بھی خیال رکھو۔ اس ٹپاکی سے بھی لغت کر۔

لام لائے کے نزدیک برائی — اثم — کا معیار محض نہیں بلکہ نومی قننا

ہے۔ برائی وہ فعل ہے جسے عام مہرست انسانیت قبول کرنے سے انکار کر دے۔ چنانچہ

لام دلی اللہ سعادۃ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

إِعْلَمُ أَنَّ لِلْإِنْسَانِ كَمَالًا يُقْتَضِيهِ الصُّورَةُ النَّوَاعِيَّةُ وَكَمَالًا يُقْتَضِيهِ مَوْضُوعُ النَّوْعِ مِنَ الْجِنْسِ الْقَرِيبِ وَالْبُعِيدِ وَسَعَادَتُهُ الَّتِي يَصْرِفُهَا فَقْدُهَا وَيَقْصِدُهَا أَهْلُ الْعُقُولِ الْمُسْتَقِيمَةِ قَصْدًا مُؤَكَّدًا هُوَ الْإِلَّاهُ (جہ اللہ الہد ہلد لول م 50)

(یعنی واضح رہے کہ انسان میں دو قسم کے کمالات ہو سکتے ہیں۔ ایک تو وہ جو اس

کی صورت نوعیہ کے تقاضے سے پیدا ہوا۔ دوسرے وہ جو اس کی جنس قریب

(یعنی حیوانیت) اور جنس بعید (یعنی جماعت) قننا کرتی ہے لیکن سعادۃ جس کی

مردم موجودگی سے انسان کو نقصان پہنچتا ہے اور جسے ہر صاحب عقل سلیم حاصل کرنے کی پوری پوری کوشش کرتا ہے وہ لول الذکر ہے (یعنی نومی تھاڑے کے مطابق)

پس شکوت (بہشتی اور برائی) وہ ہوگی جو انسان کے نومی تھاڑے کے خلاف ہو اسے قرآن حکیم کی اصطلاح میں منکر قرار دیا گیا ہے انسانیت کے اندر یہ برائی خواہ شمشادیت (Imperialism) کے ذریعے سے آئی ہو یا ناصیت (Nazi-ism) کے ذریعے سے یا کسی اور ازم (ism) کے ذریعے سے۔ اس قبول کرنے سے یکسر انکار کر دینا انقلاب بہا کرنے والی جماعت کے لئے لازم ہے۔

انقلاب صلح کی تیسری مد : پس انقلاب بہا کرنے والی پارٹی کے پروگرام کی تیسری مد (Item) یہ ہے کہ وہ غیر صلح نظام کی روح کو بھی قبول نہ کرے۔ حکمت والی الہمی کی اصطلاح میں اسے ساحت کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام اللائمه اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اصل اس امر خصلت (یعنی شعبہ ہائے ساحت کہ مذکورہ شدہ ناقل) یک چیز است و آن غالب بودن رائے کلی بمردامی غیبه، جمیعہ و از مباحثات اشخاص و شعبہ اس خصل۔ اربع (صحت: مد 17)

(یعنی ساحت کے تمام شعبوں کی اصل بنیاد ایک چیز ہے اور وہ یہ کہ ہمیت اور اس کی تمام شکلوں پر انسان کے نومی تھاڑے (رائے کلی) غالب رہیں)

(6) وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْبِرُ (اور ایمان نہ کر کہ احسان کرے اور بدلہ لیا وہ چاہے)

انتفاع کا امتناع : جب تو کسی پر احسان کرے تو اپنے حق سے زیادہ مغلوڑہ طلب نہ کر۔ یہ خلق مدالیت کے معنی ہے۔ مثلاً یہ جائز نہیں کہ تو لوگوں کو جو تعلیم دیتا ہے اس کا اجر طلب کرے اور اپنے لئے مال و دولت جمع کرے۔ اپنے کسی مزدور کو چار آنے دے کر اس سے دس آنے کا کام لینا انسانیت سے گری ہوئی بات ہے۔ آج سرلیہ دار طبقہ اپنی آمدنی میں جنہوں کا حق سمجھتا ہی نہیں بلکہ وہ مزدوروں کو اسی کا احسان جتاتا ہے کہ اس نے مزدوروں کو کام پر لگا رکھا ہے اور انہیں بھوکوں مرنے سے بچاتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ مزدوروں کو صرف اتنی خوراک دیتا ہے جس سے وہ مریں نہیں اور سرلیہ پرست



کے سرمے میں اضافہ کرنے کے لئے ذمہ رہیں۔ کوئی انقلابی جماعت اس قسم کے ظلم کو برداشت نہیں کر سکتی اس لئے دوسرے انسان کی محنت سے ناجائز فائدہ اٹھانا اور قدر زائد (Surplus Value) پیدا کرنا تو ایک طرف رہا۔ ایسا احسان کرنے کی بھی ممانعت کر دی جس کا بدلہ زیادہ لینے کی خواہش ہو۔

**انقلاب کا بنیادی اصول :** انقلاب صلح کا بنیادی اصول یہ ہے کہ انسانیت کو ظلم و ستم سے محفوظ کر کے اس میں رفقہ عامہ کے لوہارے قائم کئے جائیں نہ اپنے انشراح (Exploitation) کا مینہ کھول لیا جائے اگر ہاپ اپنے بیٹے سے یا استاد اپنے شاگرد سے حد سے زیادہ کام لینے لگ جائے گا تو بیٹا یا شاگرد نافرمان ہو جائے گا۔ ایسے ہی اگر حکومت رعایا سے حد سے زیادہ فائدہ حاصل کرنا شروع کر دے گی تو سلطنت درہم برہم ہو جائے گی۔

### سرمایہ پرستانہ نظام کی بربادی کے اسباب

**شلہ ولی اللہ کے نظریات :** کسی نظام حکومت کی بربادی کے عموماً دو ہی سبب ہوا کرتے ہیں یعنی حکام کی عیاشی اور کام سے گریز اور ٹیکسوں کی بھرا۔ چنانچہ جنتہ الاسلام امام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ:

وَعَالِبُ سَبَبِ خَرَابِ الْبَلَدِ اِنْ فِیْ هَذَا الزَّمَانِ شَيْنَانِ  
اَحَدُهُمَا تَفْسِیْقُهُمْ عَلٰی بَيْتِ الْمَالِ رَبَّانُ یَعْتَادُوا  
التَّكْسِبَ بِالْاِخْذِ مِنْهُ عَلٰی اَنَّهُمْ مِنَ الْغَرَاةِ اَوْ مِنَ الْعُلَمَاءِ  
الَّذِیْنَ لَهُمْ حَقٌّ فِیْهِ اَوْ مِنَ الْبَنِیْنَ جَرَتْ عَادَةُ الْمُلُوكِ  
بِصَلَتِهِمْ كَالزُّهَادِ وَالشُّعْرَاءِ اَوْ بَوَجْهِ مَنْ وُجُوهُ التَّكْذِیْ  
وَيَكُوْنُ الْعُمْدَةُ عَنْدهُمْ هُوَ التَّكْسِبُ دُوْنَ الْقِيَامِ  
بِالْمَصْلَحَةِ فَيَدْخُلُ قَوْمٌ عَلٰی قَوْمٍ فَيَنْغَصُّوْنَ عَلَيْهِمْ  
وَيَصْبِرُوْنَ كَلًّا عَلٰی الْمَدِیْنَةِ وَالثَّانِیُّ ضَرْبُ الصَّرَائِبِ  
الثَّقِیْلَةِ عَلٰی الزُّرَّاعِ وَالتَّجَارِ وَالْمُنْحَرِفَةُ وَالتَّشْدِیْدُ  
عَلَيْهِمْ حَتّٰی یَفْضِیَ اِلٰی اَجْحَافِ الْمَطَاوِعِیْنَ  
وَاسْتِصْلَاحِهِمْ وَاِلٰی تَمْنَعِ اَوَّلٰی بَاسٍ شَدِیْدٍ وَنَعْمِهِمْ

وَأَنَّمَا تَصْلُحُ الْمَدِينَةُ بِالْحَبَابَةِ الْيَسِيرَةِ وَإِقَامَةِ الْحَفَظَةِ  
بِقُدْرِ الضَّرُورَةِ فَلْيَسْتَنْبِجْ أَهْلُ الزَّمَانِ لِهَذِهِ التَّكْتَةِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ  
(بجہ اللہ البلد جلد اول ص 45)

یعنی آج کل جو شہر برباد ہو رہے ہیں تو اس کے دو بڑے سبب ہیں:

(1) ناحق مال بھرتا: لوگ سرکاری بیت المال کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ اور مختلف  
بہانوں سے روپیہ اٹھتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ہم سپاہی ہیں ہمیں پنشن ملنی چاہئے یا  
ہم زمو علماء سے ہیں ہمیں کوئی جاگیر وغیرہ ملنی چاہئے یا وہ لوگ زائد اور شاعر کی حیثیت  
سے آتے ہیں جن کو صلہ دینا بلا شاہوں کی علوت میں داخل ہے یا اسی قسم کے اور بہانے  
بنتے ہیں۔ اور اس طرح وہ بیت المال میں سے روپیہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ بیت المال  
سے مشاہرے تو حاصل کرتے ہیں لیکن اس کے عوض میں کوئی کام نہیں کرتے۔ رفتہ رفتہ  
اس قسم کے لوگوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ اور پھر وہ ایک دوسرے کے لئے عقلی کا باعث  
ہو جاتے ہیں اور شہر پر بارین جاتے ہیں۔

(2) گراں بار ٹیکس: شہروں کے برباد ہونے کا دوسرا سبب یہ ہوتا ہے کہ حکام  
کاشتکاروں، تاجروں اور پیشہ وروں پر بھاری بھاری ٹیکس لگاتے ہیں۔ اور ان کی وصولی کے  
لئے انہیں بہت تنگ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جو لوگ بخوشی ٹیکس ادا کرتے ہیں ان کا  
استعمال کر ڈالتے ہیں اور جو لوگ سخت ہوتے ہیں وہ ٹیکس ادا کرنے سے انکار کر دیتے ہیں  
اور بغلوت اختیار کر لیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شہر آسماں ٹیکسوں اور ضرورت کے مطابق محافظین کا مقرر کرنے  
عی سے اچھا رہ سکتا ہے۔ ہمارے زمانے کے لوگ اس نکتے سے تنبیہ حاصل کریں۔  
ایک اور جگہ دوی اور ایمانی لوگوں کی حالت قلمبند فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

كسرى و قیصر کی جیسی کی مثل: اَعْلَمُ أَنَّ الْعَجَمَ وَالرُّومَ لَمَّا تَوَارَثُوا  
الْخِلَافَةَ قَرَرُوا كَثِيرَةً وَخَاصُوا فِي لَنَةِ النَّبِيَا وَنُسُوا النَّارَ الْآخِرَةَ  
وَاسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ نَعَمَقُوا فِي مَرَاغِقِ الْمَعِيشَةِ  
وَتَبَا مَوَا بِهَا وَوَرَدَ عَلَيْهِمْ حُكْمَاءُ الْأَفَاقِ يَسْتَنْبِطُونَ لَهُمْ دَقَائِقَ

المعاش ومرافقه فعاذالو يعملون بها ويزيد بعضهم على بعض ويتباهون بها حتى قيل انهم كانوا يعيرون من كان يلبس من صناديدهم منطقه او تاجا قيمتها دون مائه الف درهم او لا يكون له قصر شامخ وآي زن و حمام وبساتين ولا يكون له دواب فارقه وغلما ن حسان ولا يكون له توسع في المطاعم وتجعل في العلابس وذكر ذلك يطول وماتراه من ملوك بلادك يفندك عن حكاياتهم فدخل كل ذلك في اصول معاشهم وصار لا يخرج من قلوبهم الا ان تمزع وتولد من ذلك داء عضال دخل في جميع اعضاء المدينة وآفه عظيمه لم يبق منهم احد من اسواقهم ورساقهم وغنيهم وفقيرهم الا قدس استولت عليه واخذت بخلابيه وعجزته في نفسه واهاجت عليه غموما وهو مالا ارجاء لها ذلك ان تلك الاشياء لم تكن لحصل الابدل اموال خطيره ولا تحصل تلك الاموال الا بضعيف الضرائب على الفلاحين ولجارو اشباههم والحضييق عليهم فان امتنعوا قاتلوهم وعذبوهم وان اطاعوا اجعلوهم منزله الحمير والبقر يستعمل في النضع والدياس والحصاد ولا تقننى الا يستعان بها في الحاجات ثم لا تحرك ساعه من العناء حتى صاروا لا يرفعون رنوسهم الى السعاده الا خرويه اصلا ولا يستطيعون ذلك وربما كان اقليم واسع ليس فيهم احديهم دينه ولم يكن ليحصل ايضا الا يقوم يحكسبون بتهيئه تلك المطاعم والعلابس والابنيه وغيرها ويحركون اصول

الْمَكَاسِبِ الَّتِي عَلَيْهَا بِنَاءُ نِظَامِ الْعَالَمِ وَصَارَ عَامَّةٌ مَنِ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ يُنْكَفِفُونَ مُحَاكَاةَ الصَّنَادِيدِ فِي هَذِهِ الْأَشْيَاءِ وَالْأَلَمُ يَجْلُو عَنْهُمْ حُظُوءٌ وَلَا كَانُوا عَنْهُمْ عَلَى بَالٍ وَصَارَ جَمُورُ النَّاسِ عِيَالًا عَلَى الْخَلِيفَةِ يُنْكَفِفُونَ مِنْهُ نَارَ عَلَى أَنْهُمْ مِنَ الْغَزَاوِ وَالْمُتَبَرِّينَ لِلْمَدِينَةِ يَتَرَسَّمُونَ بِرُسُومِهِمْ وَلَا يَكُونُ الْمَقْصُودُ دَفْعُ الْحَاجَةِ وَلَكِنَّ الْقِيَامَ بِسِيرَةِ سَلَفِهِمْ وَنَارَ عَلَى أَنْهُمْ شِعْرَاءُ جَرَتْ عَادَةُ الْمُلُوكِ بِصِلَتِهِمْ وَنَارَ عَلَى أَنْهُمْ زُهَّادٌ وَفُقَرَاءُ يُقْبَعُ مِنَ الْخَلِيفَةِ أَنْ لَا يَتَفَقَّدَ حَالَهُمْ فَيَضِيقُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَتَوَقَّفَ مَكَاسِبُهُمْ عَلَى صُحْبَةِ الْمُلُوكِ وَالرَّفِيقِ بِهِمْ وَحُسْنِ الْمُحَاوَرَةِ مَعَهُمْ وَالتَّمَلُّقِ مِنْهُمْ وَكَانَ ذَلِكَ هُوَ الْفَنُّ الَّذِي تَتَعَمَّقُ أَفْكَارُهُمْ فِيهِ وَتَضَيِّعُ أَوْقَاتُهُمْ مَعَهُ (حجۃ اللہ الہدٰی ص 105-106)

ایرانیوں اور رومیوں کی عیاشی : جب ایرانیوں اور رومیوں کو حکومت کرتے صدیاں گزر گئیں اور دنیوی قیث کو انہوں نے اپنی زندگی بنا لیا اور آخرت تک بھلا بیٹھے اور ان پر شیطن غالب آگئی تو اب ان کی زندگی کا حاصل یہ بن گیا کہ وہ عیش پسندی میں منہمک ہو جائیں۔ چنانچہ ان میں ہر ایک فحش داو عیش دینے لگ گیا اور اس پر اترانے لگ یہ دیکھ کر دنیا کے ہر گوشے گوشے سے علماء اور حکماء ان کے ارد گرد جمع ہونے لگ گئے جو ان کے لئے سلان عیش مہیا کرنے کے عجیب عجیب دقیقہ سنجیوں اور نکتہ آفرینیوں میں مصروف نظر آئے گئے۔ اور اس سلسلے میں ایک دوسرے پر فوقیت حاصل کرنے کی کوشش اور ان اہمچلوں پر فخر کرنے لگے حتیٰ کہ ان امراء اور سرلیہ داروں کا یہ حل ہو گیا کہ جس کسی کے پاس ایک لاکھ درہم سے کم مالیت کا پٹا یا ٹوپی ہوتی تھی اسے بخلی کا عار دلایا جاتا تھا ایسے ہی انہوں نے علی شہن سرنگک محل آہن اور حمام بے نظیر پائیں بلغ سواری کے نمائش جاور، خوبصورت غلام اور حسین ہانپاں اپنی زندگی کے لئے لازم قرار دے لیں۔ اور زندگی کی ضرورت اصلی اسے سمجھ لیا کہ صبح دشاہ عیش و نشاط کی محفلیں ہوں

جن میں طرح طرح کے کھانے وسیع دسترخوانوں پر چھے ہوں اور خود لباس قاصر پہنے ہوئے ہوں۔

اٹھارویں صدی کی دہائی کی حالت : الغرض ان ملوک ایران روم کی یہ داستان پاکستان کھل تک بیان کی جائے تم اپنے زمانے کے پوشاکیوں دہائی کی جو حالت دیکھتے ہو وہی ان ملوک ایران و روم کی حالت کا قیاس کرنے کے لئے بالکل کافی ہے۔

ان ملوک و امراء کی زندگی کے یہ طور طریقے رفتہ رفتہ عوام کے نظام معاش کے اصل اصول بن گئے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ سوسائٹی میں سے ان خرابیوں کا استیصال ناممکن ہو گیا۔ اس کی بھی ایک صورت ہوتی رہ گئی کہ ممکن ہو تو یہ چیزیں کھج کھج کر لوگوں کے دلوں میں سے نکل ڈالی جائیں۔ پوشاہوں اور امیروں کی اس طرح عیاشانہ زندگی بسر کرنے سے بہت سے خطرناک امراض پیدا ہو گئے جو حیات معاشی (Life Social) کے ہر شعبے میں داخل ہو گئے اور یہ حالت ایسی ہمہ گیر ہو گئی کہ دہائی کی طرح ساری مملکت میں سرایت کر گئی اور اس سے نہ ہزاری بچا نہ دہائی۔ نہ امیر محفوظ رہا نہ غریب یہاں تک کہ ہر شخص اس کی خرابیاں دیکھ کر مگر علاج نہ پا کر عاجز آ گیا اور بے حد ندامت ملی مصائب میں مبتلا ہو گیا۔

ٹیکسوں کی بھربھار : اس ہمہ گیر ملی مصیبت کا سبب یہ تھا کہ یہ سلطنت عیش کثیر دولت صرف کئے بغیر حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ اور مل خطیر کاشتکاروں اور تاجروں وغیرہ پر نئے ٹیکس لگانے اور پہلے کے لگے ہوئے ٹیکس بڑھانے کے سوا حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ پھر ان لوگوں کو طرح طرح سے تنگ کر کے ٹیکس وصول کئے جاتے تھے اور اگر ٹیکس دینے سے انکار کرتے تو ان کے خلاف فوجی کارروائی کی جاتی اور انہیں گرفتار کر کے طرح طرح سے عذاب دیا جاتا تھا اور اگر وہ لطافت شعاری کے ساتھ ٹیکس لوا کرتے رہتے تو ان سے ٹیکس وصول کرتے کرتے ان کو گدھوں اور بیلوں کے درجے پر پہنچا دیا جاتا جن سے آہٹا، فصل کاٹنے اور گاہنے کا کام لیا جاتا ہے اور جن کو صرف اس لئے زندہ رکھا جاتا ہے کہ ان سے حاجت براری کی جاتی ہے۔

عوام کی حالت : اس تنگ حالی اور بے سروسامانی کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ یہ عوام ٹیکس لوانے اور اپنا اور اپنے بھل بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے کھانے کے سوا اور کوئی کام کریں

نہیں سکتے۔ چہ جائیکہ سعادت اخروی کے متعلق کچھ سوچ سکیں۔ اور رفتہ رفتہ ان میں سے اس طرح فکر کرنے اور سوچنے کا مادہ ہی فنا ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ملک کے ملک میں ایک شخص بھی ایسا نہیں رہتا کہ وہ ملوی اسباب کے حصول سے اوپر نظر اٹھا کر غیر ملوی کائنات کے اصول حیات کے مطابق بھی کوئی حرکت کر سکے۔

انسانی معاشرہ پر خطرناک اثر : اس فاسد معاشی نظام میں ملان معاشی جملہ مل خطیر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے وہاں ان کے حصول کے لئے یہ بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ بعض لوگوں کو ان معاشیوں کے لئے طرح طرح کے کھانے اور معاشی میں مدد دینے والی دوائیں تیار کرنے اور لباس فاخرہ پہنچانے اور عیالین عیالات بنانے کے پیشے اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ جن کی وجہ سے پیشے رہ جاتے ہیں۔ جن پر انسانی معاشرے (Human Society) کی ہستی کا مدار ہے۔

یہ مصیبت صرف بادشاہوں اور امیروں کے طبقے ہی میں بند نہیں رہ جاتی بلکہ رفتہ رفتہ عوام جن کا واسطہ ان امیروں سے پڑتا ہے اپنے امیر آقاؤں کی ریس کرنے لگ جاتے ہیں۔ ورنہ انہیں ان آقاؤں کی نگاہوں میں عزت و احترام نصیب نہیں ہوتا اور نہ ان کے درباروں میں قدر ہوتی ہے۔

بیکاری کی مصیبت : اس طرح رفتہ رفتہ امیر و غریب سب لوگوں کا بار کفالت پادشاہ پر آ پڑتا ہے اور وہ اس سے روزیہ طلب کرتے ہیں۔ مثلاً ایک طبقہ تو جملہ کئے بغیر جملہ ہپ دوا کے نام سے وحیفہ خوری کرتا ہے۔ دوسرا طبقہ مدبرین مملکت کے نام سے پل رہا ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ خود اس سلسلے میں کوئی کام نہیں کرتے صرف اپنے ہپ دوا کے نام کو کھاتے ہیں۔ ایک گروہ پادشاہ اور امراء کی قصیدہ خوانی کر کے ان کے خون کرم سے زلہ رہائی کرتا ہے۔ کوئی صوفی اور فقیر بن کر دعا گوئی کے بدلے ملی استحصال کرتا ہے۔

پھر ان لوگوں کی تعداد بڑھنے لگتی ہے یہاں تک کہ ایک دوسرے کے لئے معاشی تنگ حالی کا موجب بن جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ کسب معاش کے بہترین مفید ذرائع کے بجائے ان لوگوں کا ذریعہ امراء کی مصاحبت اور ندیمی چرب زبانی پر چلیوسی رہ جاتا ہے۔ اور اب اہل فکر کے افکار انہی ”مغنون لطیفہ“ میں دقیقہ سخی کرنے میں وقف ہو جاتے ہیں اور وہ انہی میں اپنے لوقت عزیز ضائع کرنے لگ جاتے ہیں۔“

یہ وہ حالت ہے جب دنیا میں انقلاب آتا ہے اور یہی وہ لمحہ ہے جب قرآن نے انقلاب کی دعوت دی۔

(7) وَلَئِنْ تَكُنْ فَاَصْبِرْ (اور اپنے رب پر صبر کر)

انقلاب کے لئے استقامت کی ضرورت : صاحب اقتدار لوگ جن کے مستقل مفادات (Vested Interests) کو اس ”انسانی“ پروگرام سے رک جھپٹے کا اندیشہ ہو گا وہ اپنی طرف سے امتحانی کوشش کریں گے کہ ہمیں اس پروگرام سے ہٹا دیں لیکن تم قرآن کے اس بین الاقوامی پروگرام پر ڈٹے رہو۔ ہر مصیبت کا استقلال کے ساتھ مقابلہ کر اور کسی لالچ یا دھمکی میں نہ آؤ۔ اگر مخالفین ہمیں انقلاب کی تعلیم سے باز رکھنے کے لئے مشروط طور پر حاکم بھی بنانے کے لئے تیار ہو جائیں تو بھی یہ ”اعزاز“ قبول نہ کرنا اور اگر ہمیں دھمکیاں دیں تو خدا پر بھروسہ رکھ کر کام جاری رکھنا اور اسی کوشش میں لگے رہنا کہ تمہارے رب کا قانون نافذ ہو۔

خلاصہ : حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو جو حکم دیا گیا تھا کہ قُمْ فَأَنْذِرْ (اٹھ کر ان لوگوں کو ڈرائی) اس کی تفصیل ختم ہو گئی اور ”ڈرلنے“ کا مقصد واضح کر دیا گیا یعنی:

(1) خداوند تعالیٰ کی تمام طاقتوں سے ہلا کر تسلیم کرو۔

(2) ہر قسم کی ظاہری طہارت (پاکیزگی) اختیار کرو۔

(3) اخلاق و اعمال اور خیالات کی پاکیزگی اختیار کرو۔

(4) اللہ پسندی سے باز رہو۔

(5) اللہ اور صرف اللہ پر بھروسہ کرو۔

اس انداز کے معنی یہ ہیں کہ اخلاق اربعہ ——— اخلاقت، طہارت، صحت اور عدالت ——— اختیار کرو۔ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے جو لوگ اس انقلاب کی مخالفت کریں گے وہ بچ نہیں سکتے۔

قرآن کے انداز کا نتیجہ : اس انداز (ڈرلوے) کے اعلان کے بعد دو قسم کے لوگ ہو جائیں گے۔

① انکار کرنے والے۔

② ماننے والے۔

اب پہلے نہ ماننے والوں کا حل بیان کیا جائے گا اس کے بعد ماننے والوں کی کامیابی کی کیفیت بیان کی جائے گی۔

جو لوگ اس انذار کی مخالفت کرتے ہیں ان کے درجے عذوبہ ہوں گے۔

(1) ایک آدمی اسے سن کر کہتا ہے لیکن وہ اسے سمجھتا نہیں اگر اسے سمجھایا جائے تو مخالفت ترک کر دے گا۔

(2) دوسرا شخص اسے سمجھتا ہے مگر دیکھتا ہے کہ اگر میں نے اس مسلک کی بھڑی کی تو میرے مفادات کو نقصان پہنچے گا اس لئے وہ پوری کوشش کے ساتھ اس انقلاب کی مخالفت کرتا ہے۔ قرآن اسے کافر قرار دیتا ہے۔ اگلی آیتوں میں اس کی تشریح کی گئی ہے۔

(8) فَلَا ذَا نُقِرْ فِي السَّاقُورِ (جب بھلایا جائے تا توڑ (کو کھلی چیز)

(9) فَذَالِكَ يَوْمَ يَمْذُومُ عَسِيرٌ (وہ دن مشکل ہے)

(10) عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ (مکرموں کے لئے آسان نہیں)

قیامت اور انقلاب : مفسرین کرام ان آیات کو قیامت پر محمول کر کے خاموش ہو گئے ہیں۔ مگر جیسے ”الزلزلہ“ کی تفسیر میں دکھلایا جا چکا ہے قیامت کبریٰ سے پہلے دنیا میں قیامت صغریٰ آئے گی اور وہ یوم انقلاب ہو گا۔ چنانچہ حجاز میں وہ دن آیا تو وہ اس انقلاب کے مخالفوں کے لئے آسان نہ تھا جب ان کے لئے موت کا صور پھونکا گیا تو ابو جہل اور اس کی جماعت کا جو حال ہوا اس کا اندازہ بدر کی جنگ سے لگایا جاسکتا ہے۔ ایسے ہی خندق کی جنگ میں مخالفین کو جس طرح رولہ فرار اختیار کرنی پڑی۔ اور جس ذلت و غواری سے پہلے کی اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جو اس مصیبت میں مبتلا ہوئے (خدا اس مصیبت سے بچائے)

الغرض وہ یوم انقلاب آنے والا ہے جب تک وہ آئے خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے استقامت اور استقلال کے ساتھ کلمے جلاؤ اور لڑنے بھڑنے کی طرح نہ ڈالو۔ کیونکہ تیاری کے ایام میں لڑنا اس تحریک کے لئے معجز ہو گا۔

ان آیات کے مابین السطور میں یہ صاف نظر آتا ہے کہ وہ دن آنے والا ہے جب اس تحریک کے مخالفین برباد ہو جائیں گے اور ظاہر ہے کہ اس روز یہ مخالفین مسلمانوں کے ہاتھوں برباد کرائے جائیں گے اسی لئے اس سورت میں بھی روز اول ہی سے دہلی زہن اور



مہم الفاظ میں آنے والی جنگوں کا ہلکا سا تصور دے دیا گیا ہے۔ اس فکر کی وضاحت اگلے  
 سہل نازل ہونے والی سورت ————— للزلزلہ ————— میں کر دی گئی اور کہہ دیا گیا کہ  
 وَأَخْرَجُوا مِنْهَا تَلَوْنَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (علاوہ بریں وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی راہ  
 میں مصروفِ قتل ہوں گے) اس فکر قتل کی توجیح کے لئے آگے چل کر سورۃ انفل اور  
 سورۃ توبہ نازل ہوئیں جن میں جنگ کا بین الاقوامی قانون تفصیل کے ساتھ دیا گیا ہے۔



## بین الاقوامی پروگرام کے مخالفین

سرلیہ پرستانہ ذہنیت کا تجزیہ : قرآن حکیم کا یہ عام اسلوب بیان ہے کہ وہ رجعت پسند (Reactionary) مخالفین کی ذہنی کیفیت بیان کرنے کے لئے ایک نمونے کا غصے لے لیتا ہے اور پھر اس کی ذہنیت کا تجزیہ کرتا ہے اگلی آجوں میں قرآنی تحریک انقلاب کے مخالف کا اسی طرح نفسیاتی تجزیہ (Psychological Analysis) کر کے دکھایا گیا ہے۔ تاکہ سمجھدار لوگ انقلاب کی حقیقت کو سمجھ جائیں۔ کیونکہ صحیح کیفیت اور فلاح ذہنیت پاس پاس لانے سے انقلاب کی اصل حقیقت اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

(۱۱) ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا (پھوڑ دے مجھے اور اسے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا)

تحریک قرآن کا ایک مخالف ہے۔ وہ اپنے دل ہپ کا اکلوتا بیٹا ہے درختوں میں اس کا کوئی شریک نہیں، لیاقت میں بھی وہ منفرد ہے، وہ اپنے گمراہی میں امیرانہ ٹھاٹھ سے پردریش پاتا ہے (وہ جس قسم کی ذہنیت پیدا کر لے گا وہ آگے بیان کی جائے گی) تم اس کی فی الحال ہدایت نہ کرو اسے میرے حوالے کر دو۔

(وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْلُوءًا) (اور میں نے اسے پھیلا کر مال دیا)

وہ جو امن ہوتا ہے تو تجارت، زراعت اور صنعت و حرفت کے کارخانوں کا مالک ہوتا ہے وہ ملوی ترقی میں لیاقت سے کام کرتا ہے تو اسے خوب مال و دولت سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

(۱۲) وَيَبْنِيَنَّ شُهُودًا (اور بیٹے جو) (آنکھوں کے سامنے) موجود رہتے ہیں)

اس کی اولاد کے اس سامنے رہتی ہے کیونکہ اس کے کچھ کیرے کھیتوں میں کام کرتے ہیں اور کچھ کارخانوں میں لوہا پیسہ ایک کر رہے ہیں۔ یہ چھپل یا کلب روم (Club-room) میں دوستوں کی محفل میں بیٹا لوہا دھڑکی گھون میں وقت گزارتا ہے۔

(۱۴) وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا (اس کے لئے بڑی فراخی پیدا کر دی)

وہ اپنے سرے کی ترقی سے مطمئن ہے اگر کسی موقع پر فصل میں غلہ کم ہوتا ہے تو

کارخانے سے خوب نفع ہو جاتا ہے۔ اس طرح ایک مکی کی دوسری مد سے پوری ہو جاتی ہے اور اس کا نفع بڑھتا رہتا ہے۔

ایک شخص ہے جو اپنے مل بپ کا اکلوتا بیٹا ہے اور ان کا تہاوارٹ ہے مل و منل سے سرفراز ہے۔ صاحب لولہ کثیر ہے بہت سی مدت سے آمدنی کا مالک ہے ایسے شخص کی ذہیت سرلیہ پرستانہ ہو جاتا۔ تب انگیز میں اور ایسا ہی شخص اپنے قہیلے کا سردار یا برلوری کا چہرہ ہی بھی بن جاتا کرتا ہے۔

(15) ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ (پھر وہ لالچ رکھتا ہے کہ اور بھی دوں)

بلوچو اتنی دولت ثروت کے وہ نیاویں کے پھیر میں ہے۔ اس کی دوستی کی یہ حالت ہے کہ وہ ہر وقت قسمی رہتا ہے کہ اس کے سرلے میں اضافہ ہوتا رہے اور اس کے منصب میں ترقی ہوتی رہے۔ یہ اس کی سرلیہ پرستانہ ذہیت کا صحیح نقشہ ہے۔ وہ صرف اپنے سرلے اور منصب میں ترقی کا خواہشمند رہتا ہے۔ مزدوروں اور کمیوں کی لالچ کا نام تک نہیں لیتا اور غریب طبقے کو ترقی دینے والی تعلیم کی مخالفت شروع کر دیتا ہے۔

(16) كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ عَنِئِدًا ((ہرگز نہیں، وہ تو ہماری آنکھوں

کا خلاف ہے)

لیکن ایسے خلاف سرلیہ پرست کو ہرگز بڑھنے نہیں دیا جائے گا کیونکہ وہ انقلابی پروگرام (Revolutionary Programme) کا خلاف ہے۔ بلکہ اپنی ارتحائی جماعت (Reactionary Party) کا رہنما بن کر اس بین الاقوامی انقلاب کی تحریک کی مخالفت میں نور لگے گا لیکن کیا وہ اس انقلاب کے مقابلے میں آکر کامیاب ہوگا؟ ہرگز نہیں (کلا) کیونکہ یہ تو اپنے اور اپنی لولہ کے سوا کسی کو لیڈر دیکھ ہی نہیں سکتا۔ حالانکہ انسانیت کا بھلا اس میں ہے کہ جو بھر وہ انقلاب کا لیڈر بنے۔ یہ دنیا میں انقلاب کس طرح لائے گا یہ تو اپنے ہی مل و منل کے بدلنے کی فکر میں ہے یہ انسانیت کی بھتری کے لئے کچھ صرف کرنا جانتا ہی نہیں۔ یہ تو بین الاقوامی انقلاب (World Revolution) ہے منہ موڑے ہوئے ہے جس کے نشانات صاف نظر آرہے ہیں۔ (لَا تَنْتَهِ عَنِئِدًا)

(17) سَأَرْهُقُهُ صُعُودًا (اے چڑھواؤں کا سخت چڑھائی)



(21) ثُمَّ نَظَرَ (اس نے پھر نگاہ ڈالی)

رسول اکرم ﷺ کی انقلابی تحریک کا اندازہ لگانے کے بعد وہ پھر غور سے دیکھتا ہے کہ آیا اس تحریک کا کوئی پہلو میری نظر سے مخفی تو نہیں رہ گیا؟

(22) ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ (پھر اس نے تیوری چڑھائی اور ترش ہو گیا)

وہ اس انقلابی تحریک کے سالوسلان (ظاہری ضعف اور کی سرلیہ) کو نظر حثارت سے دیکھتے ہوئے تیوری چڑھاتا ہے (جَبَسَ) اور جس طرح ابتدا میں ہر انقلابی تحریک پر لوگ ترش وٹی کا اظہار کرتے ہیں یہ بھی اس تحریک پر ترش وٹی کا اظہار کرتا ہے۔ (بَسَرَ)

(23) ثُمَّ أَذْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ (پھر پیٹھ پھیری اور غور کیا)

پھر اس تحریک کو کمزور سمجھ کر منہ موڑ لیتا ہے اور اپنے اترجہائی پروگرام (Reactionary Programme) کی کامیابی کے خیال سے پھولا نہیں ساتا (استکبر)

(24) فَقَالَ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ يُونَنُّ (پھر بولا اور کچھ نہیں یہ جادو ہے جو چلا آتا ہے)

مخالفانہ پراپیگنڈہ : اب وہ اس انقلابی تحریک کے خلاف پراپیگنڈا شروع کرتا ہے اور جو لوگ اس تحریک کے پروگرام کو قبول کر کے اس نئی پارٹی میں شامل ہو رہے ہیں ان کے متعلق کتا پھرتا ہے کہ یہ لوگ سحر زدہ ہیں یہ تحریک چونکہ عوام کو اٹھاتا چاہتی ہے اس لئے عوام ہی اس میں زیادہ تر شامل ہوتے ہیں۔ ان کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ یہ فلاکت زدہ لوگ ایک خوش آمد سحر متقبل کے تصور کے سحر میں مبتلا ہیں۔ جو کبھی شرمندہ تصدیق نہ ہو سکے

(25) إِنَّ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (اور کچھ نہیں یہ ایک انسان کی بھٹی)

ہوئی بات ہے)

وہ اس انقلابی پروگرام کے خلاف یہ بھی کتا پھرتا ہے کہ یہ پروگرام الہامی تھوڑا ہی ہے جو انسانیت کے لئے مستقلاً مفید ہو۔ اس کے پیچھے خدائی لہو بھی نہیں ہے کہ یہ ضرور کامیاب ہو۔ بلکہ یہ تو اس انسان (حضرت محمد رسول اللہ ﷺ) کا خود ساختہ پروگرام ہے جو اس شخص اور اس کے خاندان ہی کے کام آئے گا یعنی یہ شخص اپنے یا زیادہ سے زیادہ اپنے خاندان کے حق میں انقلاب پیدا کر کے بیٹھ جائے گا یہ کہہ کر وہ عوام کو اس

تحریک سے الگ کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ اسے انسانیتِ عامہ کی تحریک سمجھ کر اس کے ساتھ اپنے مفادات وابستہ نہ کر بیٹھیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ اس انسان کا جیلا ہوا پروگرام ہے اس قسم کا ہم بھی بنا سکتے ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی دعوت تمام اقوام میں پھیل جائے گی اور ان سب پر غالب آجائے گی اور یہی اس دعوت کی سچائی کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ یہ خدا کی جانب سے ہے لیکن مخالفین اس تحریک کو ایک عام دھجی تحریک کے طور پر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عام بات ہے ایسی تحریکیں اٹھای کرتی ہیں ہم بھی اس قسم کا پروگرام بنا سکتے ہیں یہ مخالف جب اس دنیا سے کوچ کرے گا تو سیدھا جہنم میں ڈالا جائے گا۔

(26) سَأُصْلَبُ سَقَرًا (مترقب اسے آگ میں ڈالوں گا)

ارتجاع کا انجام : اس ارتجاعی (Reactionary) کے لئے اس ظلم اور بداخلاقی کی آگ سے بچنا محال ہے جو وہ اپنے لئے پیدا کر رہا ہے۔ وہ اس میں ڈالا جائے گا ایسے ہی انقلاب لانے والی پارٹی اسے دنیا میں سزا دے گی۔ وہ زندہ رہا تو ان کے ہاتھوں سے بچ نہ سکے گا۔

(27) وَمَا أَزْوَاجُ مَا سَقَرًا (اور تو کیا سمجھے کہ آگ کیسی ہے)

انسان ابھی اس جہنم کی حقیقت سے واقف نہیں۔

(28) لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ (وہ نہ ہٹا رکھے نہ چھوڑے)

یہ آگ نہ تو میدانِ مقابلہ ہی میں رجعت پسندوں (Reactionaries) کو رہنے دے گی اور نہ آئندہ زندگی میں ان کا چھپا چھوڑے گی۔

(29) لَوَّاحَةٌ لِلْبَشَرِ (مجلس دینے والی آدی کو)

جہنم کی حقیقت : یہ جہنم جس میں یہ سرابیہ پرست ڈالا جائے گا عجیب مقام ہے اس کی حقیقت سے انسان ابھی اچھی طرح واقف نہیں ہے اس میں جس آگ سے واسطہ ہو گا وہ انسان اپنے ساتھ اس دنیا سے لے جاتا ہے جس طرح بدنِ انسانی کے اندر صفراء، سودا، بلغم اور خون چار خلطیں ہیں اور انکی غریبی (مزاند) سے بدن کے اندر حرارت پیدا ہو جاتی ہے جس سے انسان کا جسم جھلسا جاتا ہے ایسے ہی انسان کے نسیمی جسم (Nismic Body)

میں جو اس بلوی جسم کے اندر پرورش پا رہا ہے انسان کے برے اخلاق اور برے اعمال کے نتیجے میں جمع ہو رہے ہیں وہ مختلف قسم کے ”دھریلے بلوے“ جو انسان کے بدن میں اکٹھے ہو رہے ہیں جب یہ انسان جہنم میں جائے گا وہیں وہ خاص خاص قسم کے ”آگ“ کے ذخیوں کے پاس سے گزرے گا تو جس قسم کا دھریلے جسم کی ”آگ“ سے متاثر ہو سکتا ہے اس قسم کی ”آگ“ سے متاثر ہو کر اندر ہی اندر بھڑک اٹھے گا اور اس کی سودش دہنی کا اثر نسیمہ انسانی پر ظاہر ہو گا۔ چنانچہ سورۃ الحمزہ میں اس آگ کی طرف ان لفظوں میں ارشاد کیا گیا ہے نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ۝ النَّبِيُّ تَطْلُعُ عَلَى الْأَفْدَوِّ ۝ إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ ۝ فَمِنْ عَمْدٍ مُّسَدَّدَةٌ ۝

یہ خوفناک حالت ہوگی جس سے بچنے کے لئے انسان سب کچھ کرنے کو تیار ہو گا لیکن وہیں کچھ نہ بن سکے گا اور اسے اپنے کئے کی پوری پوری سزا بھگتی پڑے گی اور جس طرح بدن انسانی کے اندر سے سارا دھریلے خارج ہوئے بغیر صحت حاصل نہیں ہو سکتی ایسے ہی نسیمہ انسانی میں سے دھریلے اخلاقی کا اثرات خارج ہوئے بغیر صحت روحانی حاصل نہ ہو سکے گی۔

پس انسانیت کے مصلح کلیہ (Human Weal) اور رفقہ عامہ (Public Weal) کے جانچنے کے لئے قوانین انسانیت کی خلاف ورزی کرنا معمولی بات نہیں۔ جو لوگ فطرت

انسانی کی خلاف ورزی کریں گے ان کو یہ آگ جلائی رہے گی۔

(30) عَلَيْهَا نَسْعَةُ عَشْرٍ (اس پر انیس ہیں)

ایک نفسیاتی نکتہ : انسان کی روح میں انیس مرکز ہیں۔ جن کے ذریعے سے وہ اپنی تعمیل کرتی ہے جو لوگ روحانی سلوک کے عامل ہیں وہ انہیں خوب جانتے ہیں ان انیس مراکز کے مطابق جہنم میں بھی اصلاح کے انیس مراکز ہیں اور ہر ایک مرکز کا ایک ہدایت گاہ ”محکمہ“ سمجھنا چاہئے۔ ہر روحانی ”مرکز“ کی خرابی کی ہدایت گاہ سزا ہوگی۔

۱۔ انیس مراکز یہ ہیں (5-1) حواس خمسہ ظاہری (6-10) حواس خمسہ باطنی یعنی حس مشترک، دماغ، عقیدہ، حافظہ اور قوت محرکہ (11) قلب (12) قوت مددک (13) سرین قلب اور عقل کے مابین (14) روح (15) عقل یعنی مابین السر (16) عقل یعنی مابین الخفی (17) انبیہ کبریٰ (18) نور القدس (19) المہر البحت یعنی انبیہ کبریٰ اور نور القدس کا مابین جو عقلی الہی کا نمونہ ہے ان کی تحصیل کے لئے جنت الاسلام الہم ولی اللہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

(3) (الف) وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً (اور ہم نے

دونوں کے جو داؤدے رکھے ہیں وہ فرشتے ہیں)

اس ”آگ“ کے جو انیس مہتمم ہیں وہ انسان نہیں فرشتے ہیں جن کی قوت کا یہ مخالفین انقلاب اندازہ نہیں لگا رہے۔ چنانچہ پہلی ہی آگ جو بدر کے مقام پر بھڑکی اس میں انسانوں کے دوش بدوش فرشتوں کی مثلی قوتوں نے بھی مخالفین انقلاب کو خاک کر کے رکھ دیا۔

(ب) وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا (اور ان کی جو

گنتی رکھی ہے تو وہ ان منکروں کے جانچنے کے لئے ہے)

اس تعداد کا ذکر مکررین کے فہم کے امتحان کے لئے ہے کہ آیا وہ اس کی حقیقت کو سمجھ کر اس سے ڈرتے ہیں اور تحریک انقلاب کو قتل کرتے ہیں یا مذاق اڑا کر عذاب کے مستحق بننے ہیں۔

(ج) لَيْسَتُنَّ يَفْقَهُنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ (بلکہ وہ لوگ جن کو کتب مل

چکی ہے یقین حاصل کریں)

لیکن یہ تورات اور انجیل کو ماننے والی جماعت اور ایسے ہی ہر وہ جماعت جس میں الہامی علوم پائے جاتے ہیں جن میں مثلی قوتوں کا ذکر آتا ہے ایسے ہی جو لوگ اس انقلابی تحریک کو دلچسپی رکھتے ہیں ان کی عقل و دانش اس کی تائید کرتی ہے وہ بھی اس کی تصدیق کریں گے چنانچہ ہندو فلاسفی اور ایرانی حکمت میں بھی ان قوتوں کی طرف اشارے موجود ہیں۔

(5) وَيَزَادُ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا (اور جو لوگ اب (نئی شریعت پر)

ایمان لاچکے ہیں وہ اپنے یقین میں بڑھیں)

اور یہ حکیمانہ اشارے قرآن حکیم کے انقلابی پروگرام پر ایمان کی زیادتی کا باعث ہوں گے اور ان کو اپنے پروگرام کی کامیابی کا اور بھی پختہ یقین ہو جائے گا

(۵) وَلَا يَزِيدُ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَّا إِيمَانًا (اور وہ لوگ

جن کو کتب دی جا چکی ہے اور وہ لوگ جو اب (اس شریعت پر) ایمان لاچکے

ہیں وہ کسی شک میں نہ پڑیں)



پہلی کتبلی جماعت کے صحیح علوم رکھنے والوں اور نئی انقلابی جماعت کے ارکان کے دلوں میں اس انقلاب اور دنیوی اور اخروی نتائج کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ اہل کتب ایک انقلابی لیڈر — حضرت موسیٰ علیہ السلام — کی رہنمائی — کے نتائج دیکھ چکے ہیں اور اہل عرب — اسی گروہ — جو اس رسول انقلاب کے پیروین رہے ہیں۔ وہ بھی اس پروگرام کے متعلق کسی قسم کا شبہ نہیں رکھتے۔

(د) وَلَيَقُولَنَّ (الایہ) (اور تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور

جو لوگ منکر ہیں وہ کہیں گے کہ اس تمثیل کے بیان کرنے سے اللہ کا کیا فائدہ

ہے؟)

اس کے برخلاف ایک تو وہ لوگ جن کو اس انقلابی پروگرام کی کامیابی کا پورا یقین نہیں ہے اور ان کے دلوں میں اس کی رفتہ رفتہ بڑھی ہوئی کامیابی کو دیکھ کر حسد کی بیماری پیدا ہو گئی ہے اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اس پروگرام کے کھلم کھلا مخالف ہیں کیونکہ یہ پروگرام ان کے خاص مفادات (Vested Interests) کا مخالف ہے۔ یہ دونوں قسم کے لوگ اس انقلابی پروگرام میں کمزوری ثابت کرنے کے لئے اعتراض کرتے ہیں کہ اس انیس کے عدد کی تمثیل بیان سے کیا غرض ہے؟ حلالانہ انیس کم سے کم اتنی موٹی سی بات تو معلوم ہونی چاہئے کہ ہمارے اخلاق اور اعمال کی خرابیوں کے مطابق جنم میں ان کے علاج کا انتظام ہونا چاہئے اور جب حکیم علی الاطلاق انہیں بتاتا ہے کہ انیس قسم کے محکمہ ہائے علاج جنم میں موجود ہیں تو انہیں یقین آ جانا چاہئے کہ یہ درست ہے لیکن یہ مخالفین چونکہ انقلابی ذہنیت نہیں رکھتے۔ اس لئے سوسائٹی کی اصلاح کا فکر ان کے ذہنوں میں آتا ہی نہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ لوگ سوسائٹی کی اصلاح کی طرف مائل نہیں ہوتے اور جو لوگ اس میں انقلاب برپا کرنے کے لئے جان و مال کی قربانی کرنے کے لئے آمادہ ہیں ان کے خلاف صف آرا ہو گئے ہیں۔

(ج) كَذٰلِكَ يُفْضِلُ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ (اور اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا

ہے)

یہ لوگ گمراہ ہو گئے ہیں یعنی انسانیت کی ترقی کی تدابیر سوچنے کے بجائے ٹوہر اور حرکی باتوں میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے ان کی کج فہمی کا ان کی اس شامت اعمال کے

باعث خداوند تعالیٰ اب ان کو کسی نئی حکمت سے سرفراز نہیں کرے گا۔  
 قرآن کی انقلابی تعلیم سب کے لئے کھلی ہے ہر شخص اسے قبول کر کے اصلاح حاصل کر  
 سکتا ہے لیکن جو اس انقلاب میں حصہ نہ لینا چاہے اور انیس بیس کی کج بحثوں میں پڑ  
 جائے تو خدا کی مشیت اسے مزید روشنی دینا نہیں چاہتی جو روشنی دی گئی ہے اسے استعمال  
 کر کے جو شخص راہ راست پر چل نکلتا ہے مشیت ایزدی اس کے لئے مزید رہنمائی کا  
 سامان بہم پہنچا دیتی ہے۔ ورنہ وہ ایک گمراہی سے دوسری گمراہی کی طرف لٹکا چلا جاتا ہے۔  
 اور رفتہ رفتہ منہل مقصود سے بہت دور جا پڑتا ہے۔

(ط) وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (اور جسے چاہتا ہے راہ دیتا ہے)  
 جو لوگ اس انقلابی پروگرام کو قبول کر لیں گے مشیت الہی ان کی مزید دھبیری کرے  
 گی۔ چنانچہ ایک اور جگہ فرمادیا ہے کہ  
 الَّذِينَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (جو لوگ ہماری طرف  
 آنے کے لئے سرگرم سعی ہو جائیں گے ہم ان کو اس راہ پر چلنے کے لئے کئی  
 راستے کھول دیں گے)

یعنی جب کوئی انسان خدا کی طرف چل کھڑا ہوتا ہے تو مشیت الہی اس کی دھبیری  
 کرتی رہتی ہے اور جہاں اس کے راستے میں کوئی پتھر آجاتا ہے اس کے ہٹانے یا اس کے  
 ادھر ادھر سے ہو کر گزر جانے کی راہ بتا دیتی ہے۔ وہ علم اور عمل کی روشنی میں برابر چلتا  
 رہتا ہے اور ہر مشکل سے بچ نکلنے کے راستے نکالتا رہتا ہے۔ اس طرح قرآن حکیم کی  
 انقلابی تعلیم اپنے ماننے والوں کی رہنمائی کا باعث بنتی رہتی ہے۔

(ی) وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (اور میرے رب کے لشکروں کو  
 اس کے سوا کوئی نہیں جانتا)

یہ لوگ خواہ مخواہ انیس کے گورکھ دھندے میں پھنس کر رہ گئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ  
 انیس تو دیرین اعلیٰ ہیں ان کے علاوہ پروردگار عالم کے لشکروں کی تعداد اس قدر ہے کہ  
 اسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ فرشتوں کی کل تعداد غیر متعین ہے اور یہ سب  
 طاقتیں اس جغیر انقلاب کی تائید میں ہیں۔

(ب) وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَى لِلْبَشَرِ (اور یہ (جہنم) تو انسانوں کے لئے

یاد دہانی ہے)

انسان اپنی زندگی کو نلنے سے علیحدہ نہیں کر سکتا۔ اگر وہ زندگی چاہتا ہے تو نلنے کا پابند ہو کر رہنا پڑے گا۔ نلنے کے ساتھ وابستگی اس پر کون سے فرائض عائد کرتی ہے؟ نبی کی تعلیم یاد دلاتی ہے کہ انسان پر نلنے کی روح کے مطابق انقلاب میں حصہ لینے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کتب الہیہ اسے یاد دلاتی ہیں کہ دیکھو اپنی فطرت کو مت بھولو۔ فرد کا ذرا سا تقاضا اسے موت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

آج نلنے ہم سے ایک نئی قسم کے اجتماع کا مطالبہ کرتا ہے وہ یہ کہ ہر فرد سوچ سمجھ کر اپنی ذمہ داری پر انقلاب میں حصہ لے۔ ہم پرانے نلنے کو لئے بیٹھے ہیں۔ جب ایک آدمی سینکڑوں افراد پر حکومت کرتا تھا اب نلنے چاہتا ہے کہ افراد خود فیصلہ کر کے آگے بڑھیں اور مل کر کام کریں۔ جو لوگ نلنے کی اس دعوت پر لبیک نہیں کہیں گے وہ بہلو ہو جائیں گے قرآن حکیم کی دعوت پہلے ان ہی سے اس قسم کی یاد دہانی کراتی ہے چنانچہ وہ ہر مسلمان کے لئے قرآن کا سمجھ کر پڑھنا ضروری قرار دیتا ہے۔ الغرض قرآن ہر ایک مسلمان کی بے سمجھ زندگی کو غلط قرار دیتا ہے اور یہی تقاضا آج کے نلنے کا ہے۔

## آگے بڑھنے کی دعوت

(32) كَلَّا (ہرگز نہیں)

ارتجاع غالب نہیں آسکتا : یہ سربلہ پرست جو تحریک قرآنی کی مخالفت کرتا ہے (اَدْبَر) خیال کرتا ہے کہ اس کا مسلک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تحریک پر غالب آجائے گا وہ اس پر اٹھ رہا ہے۔ (اَسْتَبْر) یہ اس نے غلط سمجھایا ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ ہو گا۔ (کَلَّا)

وَالْقَمَرِ (قمر ہے چاند کی)

انقلاب کی پہلی منزل عرب پر قبضہ : قرآنی انقلاب کی تدریجی ترقی کو قمری روشنی کے بڑھنے پر قیاس کرنا چاہئے۔ یہ پروگرام مختلف منازل میں سے گزر کر پہلے تو سرزمین عرب میں ہلال سے بدین کر چمکے گا اور عرب قوم کو بین الاقوامی انقلاب کی سنٹرل کمیٹی (Central Committee) بنادے گا۔

(43) وَاللَّيْلِ اِذَا اَدْبَرَ (اور رات کی جب وہ پیٹھ پھیر لے)

پھر یہ چاند رات گزر جائے گی یعنی قومی انقلاب پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔

(34) وَالصُّبْحِ اِذَا اَسْفَرَ (اور صبح کی جب وہ روشن ہو جائے)

بین الاقوامی منزل : اور اس کے بعد اس عرب پارٹی کی کوششوں سے بین الاقوامی انقلاب کی صبح نمودار ہوگی۔

(35) اِنَّهَا لِاِحْدَى الْكُبَرِ (یہ واقعہ تاریخ انسانی کے عظیم الشان

واقعات میں سے ہے)

رفتہ رفتہ آفتاب عالمیت کی خواب رہا اور بیدار کن روشنی کی طرح یہ عالمگیر انقلاب بھی ساری انسانیت کو بیدار کر دے گا اور ہر کہ دمہ اس سے فیضیاب ہو گا۔ یہ انسانیت گیر انقلاب (World Revolution) کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ یہ تاریخ انسانی کے عظیم الشان انقلابوں میں سے کامیاب ترین انقلاب ہے۔

تاریخ شہد ہے کہ انقلاب کا آغاز پہلے عرب میں ہوا قریش کی کامیابی سے عرب اس

اقتلاب میں شامل ہو گئے اور عرب مل کر بین الاقوامی اقتلاب کی ایک منزل کے قائلہ سلاہ بنے۔

(36) نَذِيرًا لِلْبَشَرِ (یہ نوع انسان کو ڈرانے والا ہے)

حافظین کو جنگ میں سزا ملے گی : یہ بین الاقوامی اقتلاب کا پروگرام کسی خاص خطہ نیشن یا کسی خاص قوم کے لئے نہیں ہے کہ وہ ملک یا خطہ اس کے ذریعے سے اپنا تفوق (Imperialism) قائم کر کے دوسرے ممالک یا اقوام سے انفعاع (Exploitation) شروع کر دے۔ بلکہ یہ انقلابی تعلیم ساری نوع انسان کے لئے ہے اور جو اقتلاب اس کے مطابق پیدا کیا جائے اس میں تمام انسانوں کے مفلوات جو اسے تسلیم کر لیں محفوظ رہنے چاہئیں اور جو اسے قبول نہ کریں ان کے ساتھ بھی انصاف سے کام لیا جائے لہذا ہر زمانے اور ہر ملک کے خود پرست جاہل و ظالم حکمرانوں کو اس انقلابی تعلیم سے ڈرنا چاہیے۔ اور اپنے آپ کو اس کے ماتحت کر لینا چاہئے۔ تاکہ وہ اقتلاب کے دنیاوی خطرناک نتائج اور اخروی عذاب سے بچ جائیں۔

اس آیت میں آنے والی جگہوں کی طرف نہایت لطیف اشارہ بظلم انذار موجود ہے جو اس تعلیم کے انقلابی ہونے کی بین دلیل ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا اعلان : چنانچہ جب حضرت نبی اکرم ﷺ کو حکم ہوا کہ اپنے خاندان والوں کو اس آنے والے اقتلاب کے نتائج سے ڈرائیں تو آپ کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔

فَهَتَفَ يَا صَبَاہُ فَقَالُوا مِنْ هُنَا؟ فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ مِنْ صَفْحِ هَذَا الْجَبَلِ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِي؟ قَالُوا مَا جَرَيْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا فَقَالَ إِنِّي نَذِيرٌ بَيْنَ يَدَيِّ عَذَابٍ شَدِيدٍ

آپ نے بلند آواز سے فرمایا یا صباہ (فریاد فریاد) لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا یہ کون ہے؟ خیر پھر سب لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا۔ سنتے ہو۔ اگر میں تمہیں کہوں کہ اس پہاڑ کی جانب سے ایک لشکر نکلے گا تو کیا تم میری بات سچ مان لو گے؟ سب نے کہا ہم نے آج تک تجھے جھوٹ بولتے نہ سنا۔ دیکھ اس پر آپ نے فرمایا کہ ”تو میں تمہیں آنے والے خوفناک عذاب سے ڈراتا ہوں۔“

جن لوگوں نے ”آئے والے خوفناک عذاب“ سے بچنا چاہا وہ آپ کی جماعت میں شامل ہو گئے اور جو اس میں شامل نہ ہوئے وہ اس عذاب میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے اور دوسری زندگی میں اس عذاب کے زیادہ شدید تسلسل میں جا پھنسے۔

(37) لَمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ (اب یہ تم سے ہر ایک کے لئے ہے کہ وہ آگے بڑھے یا پیچھے بٹھے)

انقلاب میں آگے بڑھو : اب یہ فیصلہ خود تمہیں کرنا ہے کہ تم اس انقلاب کی صف اول (Vanguard) میں جگہ لینا چاہتے ہو یا پیچھے رہنے والوں میں شامل ہونا چاہتے ہو۔ یہ فیصلہ انسان کو خود اپنی رائے سے کرنا چاہئے جو شخص اپنی رائے سے انقلابی نہیں بننا وہ انقلابی نہیں کہلا سکتا۔ انقلاب سمجھنے کے لئے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جو لوگ اس انقلاب کی صف اول میں جگہ لیں گے ان کو تکلیف پیش آئیں گی لیکن آخر کار وہ کامیاب ہو جائیں گے لیکن جو اس تحریک میں حصہ لینے میں پیچھے رہ جائیں گے وہ شکست کھا کر خُزْیٰ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرْتَدُّونَ اِلٰی اَشَدِّ الْعَذَابِ کے مصداق ٹھہریں گے۔ (یعنی دنیاوی زندگی میں سخت ذلت (ظلامی) کا عذاب اور مرنے کے بعد کی زندگی میں اس سے بھی زیادہ شدت کا احساس عذاب) چنانچہ جن لوگوں نے تقدم اختیار کیا ان میں سے صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ اور علی مرتضیٰؓ اور حضرت حمزہؓ اور صہب روئے ہیں۔ ان کی کامیابی روز روشن کی طرح عیاں ہے اور جو پیچھے رہے ان میں سے ابو جہلؓ اور ابولہبؓ اور ابوسہلؓ کی بیوی وغیرہ ہیں جو دنیا سے ناکام گئے اور مرنے کے بعد ان کی یہ ناکامی اور ان کے دیگر مظالم ان کے ساتھ گئے جنہوں نے ان کے لئے مکمل عذاب جہنم پیدا کر دیا ہے اب آگے بڑھنے والوں اور پیچھے رہنے والوں کا تذکرہ نمبر 48 تک چلا گیا ہے سب سے پہلے نمبر 38 میں ایک اصول بیان کیا گیا ہے۔

(38) كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ (ہر ایک جاندار اپنے کئے میں پھنسا ہے)

پچھے رہنے والے برہلو کر دیئے جائیں گے : انسان کی ساخت ایسی ہے کہ جو کلم کرتا ہے اس کی پوری جوبلدی کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا پس جو شخص پچھے رہے گا اسے اپنی اس فطری کاغذیادہ بھگتا پڑے گا اس کی یہ رجعت پسندی (Reaction) اور انقلاب دشمنی اس کے نفس پر ایسی چھا جائے گی کہ وہ اپنی اس ذات کے نتائج سے کبھی بھٹکارا نہ پاسکے گا۔

خداوند تعالیٰ نے انسان کو جو قوتیں عطا فرمائی ہیں وہ اس لئے ہیں کہ ان کو ان کی فطرت کے مطابق کلام میں لا کر جلا دی جائے جو شخص ان قوتوں کو جلا نہیں دیتا بلکہ فلاح کاریوں کے نیچے دھا کر صلح ترقی سے روکتا ہے اسے اس کا نقصان پورا کرنا ہوگا اور عذاب برداشت کرنا ہوگا اس کے یہ ارحمہای اعمل بے نتیجہ نہ رہیں گے۔

### انسان کے اعمال کس طرح محفوظ رہتے ہیں

لہام ولی اللہ کا نظریہ : بحمدہ علی الارض لہام اللائمہ لہام ولی اللہ محدث دہلوی (انار اللہ بر حلقہ) فرماتے ہیں کہ:

إِعْلَمُ أَنَّ الْأَعْمَالَ النَّبِيُّ يَقْضِيهَا الْإِنْسَانُ قَضَاءً مُؤَكَّدًا  
وَأَلَّا خَلَقَ النَّبِيُّ هِيَ رَاسِخَةٌ فِيهِ تُنْبِئُ مَنْ أَصْلَ النَّفْسِ  
النَّاطِقَةِ ثُمَّ تَعُوذُ إِلَيْهَا ثُمَّ تَنْشَبُ بِذَلِيلِهَا وَتُحْصِي عَلَيْهَا (بحمدہ)  
اللہ الباقی ص 28

(یعنی واضح رہے کہ جس قدر کلام انسان اپنے ہتھ ارادہ سے کرتا ہے اور جس قدر اخلاق انسان میں ہتھ ہو جاتے ہیں ان کا جچ پہلے تو انسانی روح ہی میں سے نکلتا ہے اور پھر پھیلنے کے بعد انسانی روح ہی کی طرف واپس آ جاتا ہے (جو نکتہ نکلنے کے وقت وہ جچ جھوٹا ہوتا ہے اور واپس ہونے تک وہ بھیل چکا ہوتا ہے اس لئے وہ واپس ہی) روح کے دامن سے ملتی ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ چٹ جاتا ہے۔)

گویا ہر شخص کے اعمال اس کے جسم میں محفوظ رہتے ہیں اور مرنے کے بعد جب دہلی بدن اتر جائے گا تو یہ اعمال نہایت واضح شکل میں اسے محسوس ہونے لگ جائیں گے پس

ہر شخص کو اس انقلاب کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہئے تاکہ وہ اپنے قومی کو فطری ترقی دے سکے اور ایسی سوسائٹی پیدا کر سکے جس میں وہ کروہ اچھے اہل اپنے نمے کے اندر جمع کر سکے۔ اب ان لوگوں کا ذکر آتا ہے جنہوں نے آگے بڑھ کر کام کیا۔

إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ (سوائے ان کے جو دائیں طرف والے ہیں)

انقلاب کے پیشرو : جو لوگ دنیا میں قرآن حکیم کا انقلاب بپا کرنے میں سبقت کرتے ہیں وہ سابقین (Pioneers) تو کامیاب ہوتے ہی ہیں ان کے علاوہ ان کے دست راست بننے والے بھی پھنسے نہیں رہتے وہ بھی کامیاب و کامران ہوتے ہیں اور سند کامیابی اپنے دائیں ہاتھ میں پاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں کا حق لوا کیا یعنی اللہ نے جو قوتیں عطا کی تھیں ان کو حق کی راہ میں پوری طرح استعمال کیا۔

ان کے مقابلے میں ایک جماعت اصحابِ ثل کی ہے جو ناکام رہتی ہے۔ السابقین اور اصحابِ الیمین کی کامیابی کا راز معلوم کرنا ہو تو ان ناکام رہنے والوں کی کامیابی کے اسباب خود ان کی ذہنی سن لیں تاکہ کامیاب انقلابی پروگرام کی مدد سے۔۔۔۔۔ واضح ہو جائیں۔ جو لوگ پیچھے رہ گئے ان کا تذکرہ آگے نمبر 48 تک آتا ہے۔



## بین الاقوامی پروگرام کی تفصیل

(40) رَفِیْ جَنَّتِ بِنِسَاءَ لُؤْنٍ (وہ بہات میں ہیں پہچتے ہیں)

(41) عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ (مجرموں سے)

ارتجاع کا نفسیاتی تجزیہ : اسباب یمن، جنت میں پہنچ جاتے ہیں اور مصیبتوں سے نجات پا لیتے ہیں اس کے بعد وہ غور کرتے ہیں کہ اب جو لوگ مذاب میں جلا ہیں وہ کیوں مذاب میں جلا ہیں چنانچہ وہ جہنموں سے ان کی ٹاکھی کے اسباب دریافت کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ:

(42) مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرٍ؟ (تم کو اس دوزخ میں کس چیز نے لا

۱۱۱۱۱)

تم اس ٹاکھی کے مذاب میں کس وجہ سے جلا ہوئے؟ کچھ سمجھ بھی؟ اس مذاب کو دیکھ کر جس کی خبر ہمیں پہلے دی گئی تھی اب تو سمجھ آگئی ہوگی؟

فائدہ : جس مجرم کو اس کی سزا ملنے کے وقت یہ ظم نہ ہو کہ اسے کس جرم میں سزا مل رہی ہے اسے اس سزا سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا جہنم میں پہنچ کر مجرم خود ہی جان لیں گے کہ انہیں کس کس جرم کی سزا مل رہی ہے سزا اور جرم میں خاص مناسبت ہوگی۔ چنانچہ مجرم اپنے جرائم آپ بتاتے ہیں کہ: (43) قَالُوا لَمْ تَكُ مِنَ الْمَصْلُیْنَ (وہ کہنے لگے کہ ہم نماز میں پڑھتے تھے)

(1) تعلق پابند کی ضرورت : وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نماز میں پڑھتے تھے یعنی سعادت انسانی کے اس پروگرام پر عمل نہ کرتے تھے جو احمق فکر، انجمیت اور مساوات وغیرہ بیسیوں بھلائیوں سکھاتا ہے اور جس کا اعتدالی معراج تعلق پابند ہے۔

یاد رہے کہ انسان کے قلب میں خدا شناسی کی جو قوت مضمر ہے اسے نماز ترقی دیتی ہے تو انسان کے اندر ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا وہ اس آئینے میں خدا کو دیکھ رہا ہے۔ یہ جلی جو اس کے قلب میں اسے نظر آتی ہے انسان کبیر ————— لام نوع انسانی ————— کے قلب کی جلی کا پرتو ہوتی ہے یہاں تک ترقی کر جائے کہ نتیجہ یہ ہوتا ہے

کہ انسان انسانیت کے تقاضوں کو خدا کا حکم سمجھنے لگ جاتا ہے اور اپنے آپ کو خدا کا یعنی مسکینوں اور کمزوروں کا غلام سمجھنے لگ جاتا ہے۔ جسے کسی دوسرے بڑے کے حقوق سلب کرنے کا کوئی حق نہیں ہے پس وہ ہر وقت خدمت انسانیت کے لئے تیار رہتا ہے۔ اور اسے خدا کی مہلت کا جزو جلتا ہے۔

اس کی مزید کیفیت سورہ مومن میں بیان کی گئی ہے۔ جہاں فرمایا: **فَقَوْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَآءُونَ ۝ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝** (یعنی جو لوگ اپنے قیموں اور بے کس مسکین مسکینوں کو) (جن کا ذکر مومن کی ابتدائی آیتوں میں آیا ہے) برتنے کی چیز بھی نہیں دیتے۔ مفت نہیں کہ یہ تو بہت دور کی بات ہے بلکہ ادھار۔۔۔ وہ اپنی صلوٰۃ (تعلق باللہ) کے مقصد سے غافل ہیں اس لئے اب جو وہ نماز پڑھتے ہیں تو یہ محض دکھلوے کی نماز ہے) (44) **وَلَمْ تَكُنْ تُطْعَمُ الْيَتَامَىٰ** (اور ہم کسی مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔)

(2) مساکین کی تنظیم کی ضرورت : جب ہم اپنے نفس کی ضرورت۔۔۔ تعلق باللہ۔۔۔ کو بھلا بیٹھے تو پھر دوسروں کی ضرورت کا بھی احساس ہم میں مروجہ ہو گیا نماز کے ذریعے سے اپنے خالق کے ساتھ تعلق نہ جوڑا۔ خدمت خلق کا جذبہ اپنے اندر پیدا نہ کیا۔ دوسروں کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر کرنے کی کوشش نہ کی اور عام لوگوں کی بلوی اور عقلی ضرورتیں پوری کرنے کا ہمتا مسلمان ہم کر سکتے تھے وہ نہ کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس عذاب میں مبتلا ہو گئے۔

مسکینوں کو کھانا کھانا کے معنی یہ نہیں کہ بھک بھک پیٹے پیدا کئے جائیں بلکہ یہ کہ بیکار لوگوں کو تسلیم اور کام کے ذرائع بہم پہنچا کر سوسائٹی کے مفید رکن بنایا جائے۔ (45) **وَكُنَّا نَحْضُضُ مَعَ الْخَائِضِينَ** (اور ہم بحث کرنے والوں کے ساتھ مل کر ہمیشہ کیا کرتے تھے)

۱۔ ان دونوں آیتوں کے مضمون۔۔۔ نماز اور احسان مسکین۔۔۔ کو قرآن حکیم میں **أَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَتُوا زَكَاةَ** کے جملے کے ذریعے سے پیچھوں مرتبہ دہرایا گیا ہے۔

بیکار مباحثے : ہم انسانیت کی خدمت کرنے کے بجائے فلسفیانہ موفکلیوں اور  
دوراز کار بحثوں میں پڑ گئے اور کمزوروں کو کمزور رکھ کر ان کا خون چوسنے کے فلسفے کے جواز  
میں بڑی بڑی ہمیشیں کرنے لگ گئے۔ حالانکہ چاہئے یہ تھا کہ بیکاروں (unemployed)  
(The) کو کام پر لگانے کے ذرائع پر غور کرتے اور جو لوگ خدا سے تعلق جوڑنا بھول گئے  
ہیں ان کو اس طرف متوجہ کرتے اور انہیں علم دیتے۔

(46) وَكُنَّا نَكْذِبُ بِيَوْمِ الدِّينِ (اور ہم جزاءِ اعمال کے وقت کا انکار  
کرتے تھے)

(3) اعمال کی ذمہ داری سے انکار : یہ سب کچھ اس لئے کر گزرتے تھے کہ ہم اس  
کمزور محتاج اور مظلوم کی اہل کے نتائج اور آخری فیصلے کے دن کا یقین نہ رکھتے تھے اور  
ہم اپنے آپ کو اپنے اعمال کے لئے کسی کے آگے جواب دہ نہ سمجھتے تھے اگر کوئی ہم سے  
اس ذمہ داری اور جوابدہی کا ذکر کرتا اور یاد دلاتا تو ہم اسے جھٹلاتے تھے۔

(47) حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ (یہاں تک کہ آگئی یقینی بات)

ہم سمجھتے تھے کہ یہ لوگ ہمارے بچے میں ہیں ان سے جس طرح چاہیں کام لیں اور  
ہماری اس حالت میں کبھی انقلاب نہ آئے گا لیکن انقلاب تو یقینی تھا مگر ہم اسے یقینی نہ  
جانتے تھے آخر موت و ہلاکت کے انقلاب نے ہماری آنکھیں کھول دیں۔

(48) فَمَا نَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ : (ایسے لوگوں کو شفاعت

کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہیں دیتی)

چونکہ فطرتِ مسخ ہو چکی ہے اور انسانیت کے اصلی جوہر خراب ہو چکے ہیں اس لئے  
جب تک وہ تمام زہر جو نسمہ میں کھس گیا ہے خارج نہ کیا جائے ترقی محال ہے اس سلسلے  
میں کسی کی سفارش بھی کام نہیں دیتی۔

دوبارہ انداز : اب پھر انقلاب کے مخالفوں کو غور و فکر کی دعوت دی جاتی ہے کہ وہ  
سوچیں اور سمجھیں اور اس انقلاب کو قبول کریں۔

(49) فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكَرَةِ مُعْرِضِينَ ؟ (پھر کیا وجہ ہے کہ یہ

لوگ اس یاد دہانی (قرآن حکیم) سے روگردانی کر رہے ہیں)

پہلی آیت میں جو آیا تھا کہ قُمْ فَأَنْذِرْ اس کے مطابق یہ انداز (ڈرلوا) ہے اور

انہیں یاد دلایا گیا ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ قرآن حکیم کا انقلاب ٹل جائے گا یہ ہو کر رہے گا اور مخالفین کی کوئی طاقت اسے روک نہ سکے گی ان کو چاہئے کہ اسے فوراً قبول کر لیں اور اس سے اعراض کر کے نقصان نہ اٹھائیں۔

(50) كَاٰتٰهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ (گویا گدھے ہیں بدکنے والے)

انقلاب کی تمثیل : یہ احتجاجی لوگ (Reactionaries) آگے بڑھنا شیر کے منہ میں جانے کے برابر سمجھتے ہیں۔

(51) فَزَتْ مِنْ قُسُوْرَةٍ (بھگتے ہیں شیر سے)

یہ اس آنے والے انقلاب کے تصور سے اس طرح ڈرتے ہیں جیسے گدھا شیر سے دہشت کھاتا ہے انہیں سوچنا چاہئے کہ آخر اس انقلاب سے عوام کو فائدہ پہنچ رہا ہے تو کیا یہ رک سکتا ہے؟ پھر مسابکین اور تباہی کی حالت کی اصلاح کرنا انسانیت کا لازمی جزو ہے۔ یہ اس سے کیوں بھگتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ انقلابی تعلیم انسان میں شیر پیدا کر دیتی ہے وہ ہر چیز کھتا ہے اور اپنے فیصلے سے آگے بڑھتا ہے۔

نہ خود شیر نیم خوردہ سگ دور ز سختی بہبود اندر غار  
قرآن حکیم ان کو خود سوچنے کی دعوت دیتا ہے اس سے اعراض کرنا گدھا پن ہے مگر جو جمونا کھلنے کی غلاطی میں جٹا رہتا چاہیں۔ اور خود خوردہ لگرنہ کریں وہ بھلا قرآن حکیم کی کیا قدر کر سکتے ہیں؟

(52) بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ اَنْ يُؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً

(بلکہ ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ اسے الگ الگ صحیفہ دے دیا جائے)

نراج پیدا نہیں ہونے دیا جائے گا : صحیح عالمگیر انقلاب تو ساری انسانیت کو ایک نظام میں منسلک کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی تعلیم تمام انسانیت کے لئے یکساں مفید ہوتی ہے۔ لیکن یہ سرکش چاہتے ہیں کہ ان کی مرضی کے مطابق ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ پروگرام یا چارٹر (Charter) دیا جاتا تاکہ اس کی نفسانی خواہشیں پوری ہوتی رہیں۔ یہ لوگ اجتماعی نظام کے اندر آکر انقلاب بپا کرنا چاہتے ہی نہیں کیونکہ اس انقلاب سے ان کی ذات خاص کو خصوصی فائدہ نہ ہوگا۔

یہ نراج (Anarchism) ہے اور یہ نراجی (Anarchists) اس اجتماعی پروگرام کو قبول

نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ مساوات اور عدل کی دعوت دیتا ہے اور یہ اپنے لئے ذرا اندوڑی۔  
 ---- اور انفلع کا چارٹر (Charter for Exploitation) چاہتے ہیں۔

کَلَّا (ہرگز نہیں)

انہیں کوئی انفلوی پروگرام نہیں دیا جاسکتا یہ غیر طبعی مطالبہ ہے۔ یہ یہوقوف اتنا  
 نہیں سمجھتے کہ اس سے زناج (Anarchy) پیدا ہو جاتا ہے۔ اور کوئی مظہم انسانی معاشرہ  
 (Organised Human Society) پیدا نہیں ہو سکتا۔ مگر انسان کو ترقی کا راستہ اجتماع  
 سے ہو کر گزرنا ہے۔ اس لئے تعلیم ایسی ہونی چاہئے جس سے اجتماعیت (Society) پیدا  
 ہو۔ اور اسے ترقی حاصل ہو ایک ایک انسان کو جداگانہ ہدایت نامہ دے دیا جائے تو یہ  
 انفلوی اور اجتماعی ترقی کس طرح ممکن ہے؟

فائدہ : اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم پارٹی بتاتا چاہتا ہے وہ ایک ایک انسان کو  
 الگ الگ سمجھنے کی ذمہ داری قبول نہیں کرتا۔

بَلْ لَا يَخَافُونَ إِلَّا خِرَةً (بلکہ وہ آخرت سے ڈرتے نہیں)

یہ لوگ جو انفلوی انفلع (Individual Exploitation) کا چارٹر (Charter)

چاہتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی نفسی ضروریات (Necessities  
 Psychological) سے قائل ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ خدا کے ساتھ تعلق قائم  
 نہ کر کے اور مساکین اور غمراہ سے ناجائز انفلع (Exploitation) کر کے اپنے نفس کے  
 اندر ایسے خوفناک دہر جمع کر رہے ہیں جو مرنے کے بعد پھوٹ نکلیں گے اور انہیں اس  
 طرح عذاب میں مبتلا کر دیں گے جس طرح آتشک یا سوزاک یا جذام کا دہر جسم میں جمع ہو  
 تو حالت سازگار ہوتے ہی جسم میں سے پھوٹ نکلتا ہے اور مریض کی زندگی کو جھلٹے  
 عذاب کر دیتا ہے۔ ایسے ہی یہ اپنے جسموں کے اندر انسانیت کشی کے مختلف اعمال کے  
 ذریعے سے جو دہر جمع کر رہے ہیں وہ جہنم کی موافق ”آب و ہوا“ میں ان کے جسموں سے  
 پھٹ نکلے گا اور ان کی زندگی ایک دائمی عذاب بن جائے گی جس طرح مرنے کے بعد ان  
 سے فطرت انسانی جواب طلبی کرے گی اور انہیں عذاب میں مبتلا کرے گا اسی طرح اس  
 دنیا میں انقلابی جماعت ان سے جواب طلبی کرے گی اور ان کو جلاء عذاب کرے گی۔

انقلاب سوسائٹی کے اندر سے پیدا ہوتا ہے : کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ آنے

ولا انقلاب بیرونی اثرات کا نتیجہ ہوگا؟ یا آلے والا عذاب جنم ان کے نفسوں کے باہر کی  
قوتیں پیدا کریں گی؟  
(54) کَلَّا (ہرگز نہیں)

بلکہ وہ انقلاب خود ان کے اپنے نفسی حالات پیدا کر رہے ہیں اگر ان کی ذہنیت  
درست ہوتی اور یہ سب کے ساتھ انصاف کرتے ہوتے تو یہ انقلاب نہ آتا  
إِنَّهُ تَذَكُّرٌ (اب بھی قرآن حکیم جو آیا ہے تو ان کی یاد دہانی کے لئے آیا  
ہے)

قرآنی انقلاب کے تجربے کی دعوت : اگر یہ لوگ اپنی غیہ انسانیت کو بیدار کر  
لیں اور انقلاب کی حکمت میں اٹھ کھڑے ہوں تو ان کے لئے اچھا ہے۔ قرآن حکیم ان کو  
ان کی بھولی ہوئی انسانیت یاد دلانے آیا ہے اور وہ بتاتا ہے کہ انسانیت کے مطلق ان کے  
کیا فرائض ہیں۔

(55) فَمَنْ شَاءَ ذَكِّرْهُ (جو کوئی چاہے اسے یاد کرے)

میں راجہ بیان۔ انسان آج بھی انسانیت کو بھولے کار لا کر دیکھ لے تو اسے معلوم ہو  
گا کہ قرآن کی تعلیم اس کے لئے کس قدر مفید ہے اور اس کی روح کے کس قدر  
مناسب حل ہے۔ جب وہ دنیا میں اس تعلیم کے نتائج حاصل کر کے کامران ہو سکتا ہے تو  
یہی نتائج زیادہ واضح طور پر حیات بعد الموت (The Life Hereafter) میں اسے  
حاصل ہو جائیں گے اس لئے جو محض دنیوی مصلح اور اخروی مصلح حاصل کرنی چاہتا ہے  
وہ اس انقلابی پروگرام کو قبول کر لے جو کسی خاص انسان یا خاندان کی ترقی کا فیل نہیں  
ہے بلکہ ساری نوع انسان کی سعادت کا ذمہ دار ہے۔

(56) وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ (مگر اس سے وہ اسی صورت

میں نصیحت پاسکتے ہیں کہ اللہ چاہے)

جو لوگ اس یاد دہانی سے قائم اٹھا سکتے ہیں وہ مشیت الہی اور حکمت الہی پہلے سے  
محکم کر چکی ہے وہی اس کام کو بجالائیں گے جو لوگ قرآن کی ہدایت سے ہدایت یاب  
ہوتے ہیں وہ اتفاقاً نہیں ہو جاتے۔ بلکہ یہ طے شدہ فیصلہ ہے کہ جن اشخاص میں فلاں  
فلاں باتیں ہوں گی وہی ہدایت پائیں گے پس انسان کو اپنے اندر وہ شرمیں پیدا کرنی چاہئیں

تب وہ ہدایت پاسکتے ہیں۔

هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ (وہ تقویٰ کا اہل ہے اور وہ مغفرت کا اہل ہے)

انقلابِ عدل قائم کرے گا : اس کی مشیت اور حکمت کے مطابق یہ وہ قسم کے لوگ ہدایت پاسکتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں

کہ تقویٰ کے معنی ہیں یہ آیت:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ۔

(یہ کہ اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ان کا حق دے۔ اور فحشاء اور منکر سے منع کرتا ہے)

اس آیت کی رو سے تقویٰ میں عدل شامل ہے۔

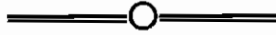
پس جو لوگ اپنی استعداد کے مطابق عدل کرتے ہیں وہ جب عدل کامل کی تعلیم پاتے ہیں تو اسے فوراً قبول کر لیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن حکیم سے انتہاء حاصل کر سکتے ہیں۔

دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو بے سوچے سمجھے حق کی مخالفت کر بیٹھتے ہیں مگر اپنے ظلموں پر اصرار نہیں کرتے جب انہیں متنبہ کیا جاتا ہے تو وہ باز آجاتے ہیں یہ اہل مغفرت ہیں۔

قرآن حکیم ان دو قسم کی ذہنیت کے لوگوں کو بیدار کرے گا۔

خداوند تعالیٰ سے ہرگز یہ امید نہیں رکھنی چاہئے کہ وہ انصاف کو چھوڑ کر کسی انسان کو بخش دے گا کیونکہ وہ خود اہل تقویٰ یعنی عدل ہے۔ البتہ اگر انسان ایک جگہ غلطی کرے مگر متنبہ ہو کر دوسرے موقع پر اعلیٰ درجے کی نیکی کرے تو وہ اسے بخش دیتا ہے یہ اس کی عدالت کے معنی میں ہے پس اللہ سے معافی مانگنے کے لئے انسان اپنی غلطی کا ازالہ کرے اور کوئی بہتر نیکی کرے تو وہ بخش دیا جاسکتا ہے۔

## خلاصہ الکلام



- ① صلح انقلاب پسند کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ انسانیت کو ترقی دینے والے قانون کے خلاف جو غیر صلح نظام موجود ہو اسے قبول نہ کیا جائے۔ (نمبر 1-3)
- ② صلح انقلاب پسند ہر قسم کی پاکیزگی کا خیال رکھتا ہے اور اس کا آغاز لباس کی پاکیزگی سے کرتا ہے۔ اور وہ اپنے بدن اور ماحول کو بھی پاک رکھتا ہے۔ (نمبر 4)
- ③ صلح انقلاب پسند کسی قسم کی خیالی اور علمی ٹپاکی کو قبول نہیں کر سکتا اس لئے وہ ہر غیر صلح نظام کا انکار کر دیتا ہے۔ (نمبر 5)
- ④ صلح انقلاب پسند ہر قسم کے انشراح (Exploitation) کا مخالف ہوتا ہے۔ اور کسی انسان پر کسی قسم کا ظلم نہ خود کرتا ہے اور نہ اسے برداشت کرتا ہے۔ (نمبر 6)
- ⑤ صلح انقلاب پسند تلوم مرگ محض خدا پر بھروسہ کر کے کام کرتا ہے اور مشکلات سے گھبرا کر اپنے لائحہ عمل پر شک کرنے نہیں لگ جاتا۔ (نمبر 7)
- ⑥ قرآن کا انقلاب سرمایہ پرستہ ذاتیت کے خلاف ہے۔ (نمبر 8 تا 25)
- ⑦ اس ذاتیت کا انجام دنیا میں ٹپاکی ہوگے اور مرنے کے بعد کی زندگی میں دردناک طہاب۔ (نمبر 26 تا 31)
- ⑧ قرآن کی تعلیم بین الاقوامی تعلیم ہے۔ (نمبر 31 تا 36)
- ⑨ یہ بین الاقوامی تعلیم قومی درجے سے ترقی کر کے بین الاقوامی درجے پر پہنچے گی اور مساکین کی عظیم کرے گی اور ان کا تعلق اللہ سے قائم کرے گی۔ مخالفین ہلاک رہیں گے۔ (نمبر 37 تا 56)





## نظر باز گشت

### مَزَلْ اور مَدْرُ کا قتل

یہ دونوں سورتیں ——— المزل اور المدثر ——— کی دور کی ابتدائی سورتیں ہیں۔ اور حضرت نبی اکرم ﷺ کے منصب نبوت پر قائم ہونے کے پہلے ہی سال میں اتری ہیں۔ ان دونوں کے مضامین باہم ایسے مربوط ہیں کہ ایک دوسرے کا تہہ معلوم ہوتی ہیں۔ چنانچہ جو چیزیں مزل میں مفصل ہیں ان کی طرف مدثر میں اعلیٰ اشارات پائے جاتے ہیں۔ اور جو مزل میں مجمل بیان ہوئی ہیں ان کو مدثر میں قدرے تحصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس انقلابی تعلیم کو روئے زمین پر ممکن کرنے کے لئے ایک جماعت کی ضرورت تھی۔ اس لئے مزل میں آپ کو رفقہ کی تیاری کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے لئے نماز تہجد ——— قیام شب ——— مقرر کی گئی تاکہ ان رفقہ کی تیاری تعلیم و مصاحبت سے کریں اس کے بعد دوسری سورت میں غزویل ——— تیاری رفقہ ——— کی غرض بیان کر دی گئی۔ یعنی یہ کہ آپ دنیائے انسانیت سے ہر قسم کے ظلم کو محو کریں گے اور معاشو انسانی کو ہر قسم کی پاکیزگی سے معمور کریں گے۔ انسانی زندگی کو بین الاقوامی معیار پر بلند کرنے کے لئے چار اخلاق انسانوں کے اندر پیدا کئے جائیں گے۔ یعنی

- |                                 |                                 |
|---------------------------------|---------------------------------|
| (1) اللہ کی طرف اخلاقت (محکمات) | رَّؤُفٌكَفَّيْرٌ                |
| (2) طہارت                       | وَنَبَاطِكُ فَطَهَّرْ           |
| (3) صلحت                        | وَالرَّجَزَ فَاهْجُرْ           |
| (4) عدالت                       | وَلَا تَمْنُنْ تَسُنَّكَ كَثُرْ |

ان اخلاق اربعہ کے علاوہ شعائر اللہ ——— وہ چیزیں جن میں تجلیات الہی کا ظہور ہوتا ہے ——— سے تعلق قائم کرنے کے لئے حکم دیا گیا کہ لَرَّيْكَ فَاَصْبِرْ جس سے مراد یہ ہے کہ تعلق باللہ اپنے وسیع ترین معنوں میں صرف قرآن حکیم میں مذکور ہے۔ اس طرح قرآن حکیم کے آلے والے انقلاب کا مجمل خاکہ پیش کر دیا گیا ہے۔

یہ انقلاب، جیسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے، سرلیہ پر ستانہ ذہنیت کے خلاف ہے۔ سورۃ مزمل میں اس کا اجمالاً ذکر و ذر فیہ وَالْمُكَذِّبِينَ اُولٰٓئِی السَّعْمَةِ میں کیا گیا تھا لیکن مدثر میں اس کا قدرے تفصیلی ذکر آیات نمبر 11 تا نمبر 25 میں کیا گیا ہے اور سرلیہ پر ستانہ ذہنیت کا نہایت ہار یک نفسیاتی تجربہ کر کے دکھایا گیا ہے کہ اس ذہنیت کا انسان قادر علی الہل ہونے کے باوجود ذرا اندوزی کرتا ہے اور ذرائع پیداوار کو اپنے قبضے میں محفوظ رکھنا چاہتا ہے وہ اسے اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتا ہے اور جہاں کسی تحریک سے جو عوام کے فائدے کے لئے جاری کی جائے اس کے ذاتی مفادات کو ذرا سی بھی ٹھیس پہنچے گا اندیشہ ہوتا ہے وہ اس تحریک کے خلاف عملی اقدامات شروع کر دیتا ہے جس کا آغاز غلط فہمی پیدا کرنے والے پراپیگنڈا سے ہوتا ہے اور انجام عملی منظر پر ہوتا ہے۔ بعض اوقات وہ اس تحریک عوام (Mass Movement) کو روکنے کے لئے متوازی تحریک (Parallel Movement) کے پروگرام بھی وضع کرنے کی غفلت لیتا ہے لیکن انقلاب صلیح کی تحریک صحیح خطوط پر چل رہی ہو تو مختلف تحریک کبھی کامیاب نہیں ہوتی اور مخالفین مرنے کے بعد اپنے ساتھ داغ باکھی لے جاتے ہیں۔ جو ہمیشہ ان کے لئے سوہان روح بنے رہتے ہیں اور دوسری زندگی میں ان کے لئے المناک مذاہب کا باعث بن جاتے ہیں۔

کوئی انقلابی تحریک خواہ کتنی بھی عالمگیر نوعیت کی کیوں نہ ہو اول دور میں بین الاقوامی عناصر کو جمع نہیں کر سکتی۔ اس کی طبعی رفتار یہ ہوتی ہے کہ ایک خطے کے افراد جو ایک زبان بولتے ہیں ایک صاحب فکر کے گرد جمع ہوتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ مضبوط جماعت بن جاتی ہے۔ یہ بین الاقوامی کام کی مرکزی جماعت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ مزمل میں ذرا تفصیل کے ساتھ اور مدثر میں اجمال کے ساتھ قرآنی تحریک کے اس پہلو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ہم دونوں سورتوں میں اس تحریک کے اصلی رنگ — بین الاقوامیت — کی طرف صریح اشارے موجود ہیں۔

دونوں سورتوں سے بین الاقوامی تحریک کے جو اصول کار نکلتے ہیں وہ حسب ذیل معلوم

ہوتے ہیں۔

(1) تبلیغ و تنظیم

(2) تعلق ہلندہ کا قیام

- (3) مساکین کی عظیم خدمت  
 (4) ظاہری پاکیزگی کا التزام  
 (5) خیالات و افعال کی پاکیزگی کا استمرار  
 (6) سربلہ پرستی کا ہر فعل و صورت میں استیصال خواہ وہ ذہنی ہو یا صوری  
 (7) انفرادیت کی اجتماع کے ساتھ وابستگی۔  
 (8) انسان میں اپنے افعال و اعمال کی ذمہ داری کے احساس کی بیداری۔  
 (9) ہر شخص اپنی ذمہ داری پر انقلاب میں شامل ہو۔  
 (10) دنیا میں بین الاقوامی انصاف و عدل قائم کرنے کا تہیہ۔  
 کیا قرآنی انقلابی تحریک کے سوالور بھی کوئی تحریک کامیاب ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔  
 قرآن ہر ایک انسان کو اس کی ذمہ داری یاد دلاتا ہے۔  
 فہل من مذكّر؟ کوئی ہے جو خواب غفلت سے بیدار ہو کر اس انقلاب میں قدم  
 کرے؟





# قرآنی جنگ انقلاب

سورہ محمد ﷺ کی حکیمانہ  
انقلابی تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مرحوم)

مکتبۃ دارالکتاب

32، میلنگن روڈ، ایچ کے بی بی سنٹر، چوک اے جی انس انھور

فون: 7239138



بسم اللہ الرحمن الرحیم  
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

### مقدمہ

دنیا میں جب مادہ ترقی کرتے کرتے شعور کا قہوڑا سا اظہار کرنے لگتا ہے تو اس میں زندگی کی کھینچا تانی یا کشش (Struggle for Existence) شروع ہو جاتی ہے، چنانچہ جانداروں کی سب سے پہلے درجہ کی شکل امیبا (Amoeba) ہے جو ایک خلیے کا جاندار (Monocellular Organism) ہے اسے بھی اپنی خوراک حاصل کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ حرکت اور کوشش کرنی ہی پڑتی ہے۔ جانداروں میں جوں جوں جسمانی بناوٹ کی پیچیدگی بڑھتی جاتی ہے، خوراک کی ضرورت بھی بڑھتی جاتی ہے اور زندگی کی کشش زیادہ شدید ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ شیر پڑے پڑے جانوروں کو پھاڑ کھانے کو اور وہیل مچلی پڑی پڑی مچھلیوں کو گل جانے کو پہنچتی ہے۔

ان حیوانوں میں جہاں تک اپنی حیوانی ضرورتیں حاصل کرنے کے لیے لڑنے اور مارنے کا تعلق ہے، رحم یا انصاف کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ فطرت نے انہیں ان باتوں کے سوچنے کے لیے پیدا ہی نہیں کیا۔ لیکن جو نئی حیات (زندگی) حیوانیت سے ذرا اوپر اٹھتی ہے اور اس میں تعقل کا نور روشن ہوتا ہے، زندگی کی کھینچا تانی صرف حیوانی اصول پر کام کرنے کی جگہ عقل کے نیچے آ جاتی ہے اور انصاف اور رحم کا تصور بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر بے عقل حیوانی طبقے میں ہتھ اٹھ (Survival of the Fittest) کا قانون جاری تھا، تو حیوانوں کے عقلمند طبقے یعنی انسانوں میں ہتھ اٹھ یا اللع (Survival of Best) کا قانون اس کی جگہ لے لیتا

اسی بات کو ذرا کھول کر بیان کیا جائے، تو معلوم ہو گا کہ حیوانوں میں زندگی کی جو  
 کشش جاری ہے، اس میں فقط وہی حیوان زندہ سمجھے ہیں، جو اپنے ارد گرد کے حالات  
 سے زیادہ مناسب رکھتے ہوں، جسمانی طاقت اور دشمن سے بچنے کے ذریعوں کے مالک  
 ہوں، دوزمو کی زندگی میں چالاکی، پھرتی، اور ہوشیاری سے رہنے کے لائق ہوں اور  
 بھوک سینے کے لحاظ سے دوسرے جانوروں سے بہتر ہوں۔ لیکن انسانی سوسائٹی میں  
 زندگی کی کھینچا تانی صرف اوپر بتائی ہوئی چیزوں میں گہری ہوئی نہ رہی بلکہ عام لوگوں کی  
 بھلائی کی خاطر کام کرنے، انصاف قائم کرنے، خوبصورتی سے محبت اور اپنے آپ کو  
 بری عادتوں سے پاک کرنے کے خیال کو بھی اس کھینچا تانی میں دخل ہو گیا۔ اس لیے  
 اب یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ حیوانی زندگی کی کھینچا تانی انسانی اصول کے نیچے آگئی۔  
 اس لیے انسانی جماعتوں میں سے وہ جماعت انسانی حیثیت سے ————— حیوانی  
 حیثیت سے بلکہ انسانی حیثیت سے ————— زیادہ دیر تک زندہ رہے گی، جس میں  
 عام انسانوں کی بھلائی اور خدا کے سامنے جوابدہی کے ڈر سے انصاف کرنے کا جذبہ،  
 خوبصورتی سے محبت، اور اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کرنے کا خیال زیادہ ہو گا اور  
 جس میں ان باتوں پر زیادہ نور سے اور زیادہ سے زیادہ پھیلاؤ کے ساتھ کام ہوتا ہو  
 گا۔ ایسی قوم زیادہ متقی ————— اتنی ————— کھلائے گی۔ جب کوئی انسانی سوسائٹی  
 کشش کے فقط حیوانی اصول پر اتر آتی ہے، وہ انسانیت کے اونچے درجے سے گر جاتی  
 ہے اور بہتر انسانی اصول پر کام کرنے والی جماعت (جماعتِ انسانی) یا تو اسے بالکل فنا کر  
 دیتی ہے یا اسے اپنے اندر ہمضم کر لیتی ہے۔ چنانچہ جب کسی انسانی سوسائٹی میں زندگی  
 کی ضرورتیں تمام افراد کو انصاف کے ساتھ بہم پہنچائی جانے کی جگہ سمٹ کر ایک  
 چھوٹے طبقے کے قبضے میں چلی جاتی ہیں اور وہ طبقہ بڑے طبقے کو ان سے محروم کر دیتا



ہے، اس سوسائٹی میں انقلاب (Revolution) آ جاتا ہے۔ پھر یہ نہیں ہوتا کہ وہ جماعت جس کے پاس زندگی کے سامانوں کی کثرت ہو باقی رہے، بلکہ یہ جماعت انقلابی قوتوں (Revolutionary Forces) کے مقابلے میں آ کر فنا ہو جاتی ہے۔ اور وہ بے بس اور بے کس لوگ (Havenots) غالب آ جاتے ہیں جن کے پاس زندگی گزارنے کے اسباب گھٹے ہوتے ہیں لیکن وہ انہیں آپس میں انصاف کے ساتھ بانٹ کر کھاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان میں وہ اچھی باتیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں جن کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔

ساتویں صدی عیسوی میں قیصرِ روم اور کسریٰ امیران کے ساتھ عربوں کی جو جنگیں ہوئیں وہ اس نکتے کی بہت اچھی مثال ہیں۔

ان جنگوں میں ایک طرف قیصرِ روم اور کسریٰ امیران تھے۔ ہر قسم کے دنیاوی سامان کے مالک تھے۔ لیکن عدل و انصاف نہیں کرتے تھے، بلکہ غریبوں کا خون چوس کر عیش کرتے تھے۔ دوسری طرف عرب تھے۔ ان کے پاس جنگی سامان تو ایک طرف، کھانے پینے کی عام چیزوں کی بھی کمی تھی۔ لیکن یہ لوگ قرآن حکیم کی وہ تعلیم لے کر اٹھے تھے، جس میں عوام کی بھلائی خدا کے سامنے حاضر ہونے کا یقین، انصاف، حُبِ جمل، اور تہذیبِ نفس کے بہت اچھے قاعدے تھے۔ عرب کے لوگ ان پر عمل بھی کرتے تھے۔ نتیجے کی تاریخ گواہ ہے کہ اس ٹکڑھ میں اونچے درجے کے اصولِ شخصِ مادی سامان کی زیادتی پر غالب آئے۔ کہ یہی انسانیت کا نقصان ہے۔

قرآن حکیم کی تعلیم اجتماعی انقلابی تعلیم ہے۔ اس کا قاعدہ انسانیت کے کسی غلامِ طبقے کو نہیں پہنچتا بلکہ اس کا قاعدہ ساری انسانیت کو ایک جیسا پہنچتا ہے، اس لیے اس کے اصول پر ہر ایک قوم میں انقلاب کا آنا ضروری ہے۔ وہ خدا پرستی کو انسانیت کا

ایک لازم جز ٹھہراتی ہے۔ لیکن اس کے لیے کسی ہدوت طبقہ (Ptiensthood) کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ وہ معاشیات کی عادلانہ تقسیم کی مدعی ہے، جس کا عام لفظوں میں یہ مطلب ہے کہ انسان کی طبعی ضرورتیں۔۔۔ کھانا، پینا، کپڑا لکھ، مکان، تعلیم اور صحت کے انتظامات تمام انسانوں کے لیے ایک جیسے ہوں۔ جس سوسائٹی پر قرآن حکیم حکمران ہو گا، اس میں کوئی شخص بھوکا نہیں سوئے گا، کوئی شخص تنگا اور بے گھر بے در نہ ہو گا، اور نہ جاہل اور بے علم رہے گا ایسے ہی کوئی شخص دوا نہ ملنے کی وجہ سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر نہ مرے گا۔ فرض جہاں وہ خدا کو پہچانے اور اس کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے موقع ہر ایک انسان کو بہم پہنچاتی ہے، وہاں وہ ہر ایک انسان کی طبعی حیوانی ضرورتیں فراہم کرنا سب انسانوں کا فرض قرار دیتی ہے اور اسے خدا کی محبت کا ایک جز بناتی ہے جو شخص خدا کے ساتھ اپنا تعلق ٹکا کر رہتا ہے لیکن اس کی محبت کا دم بھرنے کے بعد اس کے بندوں کے ساتھ انصاف کرنے اور کمزور انسانوں کی مدد کرنے میں سستی، کالی، غفلت یا بے رخی دکھاتا ہے وہ قرآن حکیم کی نگاہ میں مجرم اور خدا کے سامنے گنہگار ہے۔ اس سے دنیا میں قرآنی حکومت جواب طلبی کرے گی اور مرنے کے بعد کی زندگی میں خدا تعالیٰ خود ایک دن مقرر کر کے جواب طلبی کرے گا۔

یہ ہیں وہ باتیں جنہیں دنیا میں چلانے کے لیے قرآن حکیم اپنی جماعت کا سیاسی غلبہ چاہتا ہے۔

انسانی تاریخ کا یہ سب سے الناک حادثہ (Tragedy) ہے کہ یہ اونچے درجے کے اصول، جنہیں قائم کرنے کے لیے حجاز کا پہلا بڑا انتخاب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں ہوا، ہوتے ہوتے بادشاہوں کا کھلونا بن کر رہ گئے۔

چنانچہ ان بادشاہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ دین کو سیاست سے الگ کر دیا۔ قرآن کریم کی آیت اَفْزَنْتَ مِنَ الْفَقْدِ اَللّٰهُ هُوَ ذُو سُوْرَةِ حَاجِیہ ۳۵/۳۳ (کیا نہیں اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا پروردگار بنا لیا؟) میں ذہیت کی اسی غرابی کی طرف اشارہ ہے۔ ان بادشاہوں اور امیہوں کے نزدیک دین کیا تھا؟ یہی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے مسئلے باقی رہی حکومت اور اس کے متعلق چیزیں، جیسے ٹیکس وصول کرنا، بیڑیہ جمع کرنا، فوجداری اور دیوانی انتظام کرنا مخالفوں کے ساتھ جنگ یا صلح کرنا اور معاہدے کرنا، یہ سب سیاست کی باتیں ہیں، ان میں بادشاہ اور امراء اپنی مرضی کے مطابق چلتے تھے اور صرف اسی مصلحت کا خیال رکھتے تھے، جس کا تعلق ان کی ذات یا خاندان کی حکومت کے ساتھ ہوتا تھا۔ اس لیے یہی دگ ہیں جن کی نسبت کہا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی خواہش کو اپنا پروردگار بنا لیا۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر جہاد اور عدل قائم کرنے میں

لگے رہے۔ رہے نماز، روزہ وغیرہ فرض ادا کرنے کے بعد آپ کی زندگی کا زیادہ تر وقت انہی ”دنیاوی“ باتوں میں گزرتا تھا۔ قرآن کی اشاعت ہے، باہر سے آنے والے دفتروں سے ملاقاتیں ہیں، بادشاہوں کو قرآن کی طرف دعوت ہے، مقدموں کے فیصلے ہیں، لشکروں کی تیاری ہے، جو حکمران آپ کی دعوت نہیں مانتے اور اپنی رعایا پر ظلم کرتے ہیں ان پر لشکر کشی ہے، مالیائے کی جمع ہے، تعلیم کا انتظام ہے، غریبوں اور بے کسوں کی خبر گیری ہے، ان کے قرضوں کے ادا کرنے کا انتظام ہے، قیدیوں کی جانیدادوں کا اہتمام ہے، بیواؤں کی نگرانی ہے۔ فرض ہر وہ کام ہے جسے بعد میں ”سیاسی“ قرار دے کر اور دین سے الگ کر کے بادشاہوں کے لیے خاص کر دیا گیا اور جس سے علماء نے ہاتھ اٹھالیا۔ پس اگر سیاست ”مذہب“ یا ”دین“ سے الگ کوئی

جیز ہے اور سیاست کا فاضل " دنیا داری " کے ساتھ ہے تو کتنا پڑتا ہے۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور برکت والی زندگی " مذہبی " کی بہ نسبت " دنیاوی " زیادہ تھی۔

اس مجازی انقلاب کو سمجھ لینے کے بعد یہ سمجھنا مشکل نہیں رہتا کہ تعمیری زمانے میں انقلاب کی روح کو بہت مضبوطی سے پکڑنے کی ضرورت ہوتی ہے، ورنہ تعمیر اور صوری رہ جاتی ہے۔

حکمتِ دلی اللہ کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے، کہ حکومت اجتماعی (Social) ہو گی اور مشورے سے کام کرے گی اور غیر راستی (Anti-capitalistic) ہو گی اور لوگوں کو اس بات کی ہرگز اجازت نہ دی جائے گی کہ وہ دوبارہ راستیت یا سرمایہ داری (Capitalism) پیدا کر لیں۔ دوسرے درجے کا قانون (Laws) مکمل کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ جب حکومت دیکھے کہ لوگوں نے قانون کی صورت قائم رکھتے ہوئے راستیت (Capitalism) یا سرمایہ داری پیدا کرنی شروع کر دی ہے، تو وہ نیا سرمایہ شکن (Anti-Capitalist) قانون بنا دے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ قانون دان مجتہدین میں سے ایک جماعت مرکز میں جمع رکھی جائے۔ یہ مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے جس زمانے سے مسلم علماء نے دین اور سیاست کی علیحدگی کو برداشت کیا اسی زمانے سے بادشاہوں نے مسلمانوں کے بیت المال جس کو اپنے ماں باپ کی میراث (تزک) سمجھ کر عیاشیوں میں استعمال کرنا شروع کر دیا اور عام لوگوں کا دخل حکومت اور بیت المال کے انتظام میں ختم ہو گیا۔ اب سب مالی معاملات بادشاہ کے ہاتھ میں آ گئے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مملکت میں عالموں کی ایک جماعت بھی موجود ہے۔ شیخ الاسلام کا عمدہ بھی قائم ہے جو گویا " دینی " باتوں میں بادشاہ کو " مشورہ "

دیتا ہے لیکن کوئی عالم اجتہادی قوت کا مالک نہیں تھا جو زمانے کی ضرورت کے مطابق قانون بنا سکے۔ بادشاہ اقتصادیات اور سیاسیات کے مالک بن بیٹھے اور انہوں نے عالموں کو ان دونوں میں دخل دینے سے روک دیا (لَا تَأْتُوا شَيْئًا) اور عالم لوگ صرف نکاح اور میراث کے مسئلے بیان کرنے کو رہ گئے چونکہ انہوں نے سوسائٹی کی عملی زندگی کی باتوں یعنی روزمرہ کے اقتصادی اور سیاسی مسئلوں سے بحث کرنی بند کر دی اور دین اور اس کے مسئلے حکومت کے عہدوں، روزمرہ کے انتظام اور عملی فرائض سے علیحدہ کر کے رکھائے گئے، اس لیے ان کی علمی قوت کمزور ہو گئی، اب انہیں بین الاقوامی سیاسیات کی خبر ہی نہ تھی اقتصادیات کی اگر عالم لوگ روزمرہ کی عملی سیاسیات اور پیداواری اور تھقیسی اقتصادیات میں دخل دیتے رہتے تو آزادی خواہ لوگ حکومت کے معاملوں میں دخل نہ دینے لگتے اور وہ عوام کے حقوق کا مطالبہ کرتے اور شاہی خاندان کے لوگوں کو بیت المال سے کوئی خاص حقوق حاصل نہ کرنے دیتے۔ یہ ان بادشاہوں اور امیروں پر بہت بھاری گزرتا جو اپنی ”خواہشوں کو اپنا معبود“ بنائے بیٹھے تھے۔ اس لیے انہوں نے علماء سے وہ طاقت ہی چھین لی جو ان میں بلند فکر اور گہری تدبیر کرنے کی طاقت پیدا کر سکتی تھی۔ بلکہ عالموں کے اثر کو فنا کرنے کے لیے یہ پراپیگنڈا کرنا شروع کر دیا کہ اب دین میں کوئی بختیز پیدا ہی نہیں ہو سکتا جن عالموں نے اس پراپیگنڈے میں بادشاہوں کی طرفداری کی وہ بادشاہوں پر اعتراض کرنے میں سب سے زیادہ چپ رہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہوتے ہوتے مسلمانوں سے انتہائی فکر ہی نکل گیا۔ یہ جو کچھ ادھر کہا گیا ہے، یہ ظاہر کے لحاظ سے ہے۔ باطن کے لحاظ سے یہ صورت ہے کہ مسلمانوں کے دلوں کے اندر دینی جیسے کا

کائنات کے اس مثالی حصے کے ساتھ کرا تعلق ہوتا ہے جو عالمِ مثال کے اس حصے میں اپنا اثر دکھاتا ہے۔ اسلام میں جو لفظ احسن استعمال ہوتا ہے 'وہ عالمِ مثال کے ساتھ دلوں کے اسی تعلق کو ظاہر کرتا ہے جیسے ہم نے مرکز کے لیے ایسی جماعت کی ضرورت بتائی ہے جو قانون بنا سکتی ہو' دیے ہی اہل احسن کی ایک جماعت کی بھی ضرورت ہے۔ جس کا کائنات کے روحانی مرکز کے ساتھ تعلق ہے۔

قبیر کے دور میں انقلاب کی مدح کے ساتھ رہنا قائم رکھنے سے یہی دو باتیں مراد ہیں۔

اوپر جو بات ہم نے قمریوں سے لفظوں میں بتائی ہے اسے کھول کر بیان کریں تو یہاں کہہ سکتے ہیں کہ کائنات کے اس حصے میں جو فضائی کڑوں (Cosmic Rays) کے پیدا کرنے والے خطے سے بھی زیادہ لطیف ہے اور جو عالمِ مثال کے سب سے اونچے حصے میں ہے، وہ عقلی قوتیں جمع ہوتی ہیں جو اس مادی کائنات کو کنٹرول کرتی ہیں حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ کی اصطلاح میں اس جگہ کو حَیْزَةُ الْقُدْس (Sanctus Permagnum) کہتے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی تجلی کا ایک عکس (پرتو) آتا ہے جسے حضرت امام تجلی اعظمؒ فرماتے ہیں۔ یہ تجلی ساری کائنات پر اثر ڈالتی ہے۔ مادی کائنات کے تمام بڑے بڑے حادثے (Events) پہلے حَیْزَةُ الْقُدْس ہی میں ظاہر ہوتے ہیں اور وہیں اللہ تعالیٰ کی ہر ایک نئی شان (Phase) ظاہر ہوتی ہے وہ احسانی جماعت جس کا تعلق حَیْزَةُ الْقُدْس کے ساتھ ہوتا ہے، شانِ الہی کے ہر نئے ظہور کو محسوس کر لیتی ہے اور بتا سکتی ہے کہ واقعات کا آئندہ رخ کیا ہو گا۔ ان اہل احسان کے انکشافات کی مدد سے علمی اجتہاد کے مالک عالم اللہ تعالیٰ کی ہر نئی شان

کے مقصد کو پورا کرنے کے لیے قانون میں تبدیلی کرتے رہیں گے اس طرح انقلابی تحریک رجعت پسندی (Reaction) سے محفوظ رہ کر ترقی کرتی رہے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ رجعت پسندی یا ارتجاع پیدا ہی اس وقت ہوتا ہے جب لوگ مستقبل کی ضرورتوں کو پورا کرنے سے ایک عرصے تک غافل رہیں۔

اسلامی زمانے میں یہ کام اہل اصلاح و احسان سے متعلق تھا۔ اب ہم یہ سمجھ نہیں سکتے کہ مسلمان قرآن حکیم سے منہ موڑ کر اپنے مرکز کو مجتہدین اور اہل احسان سے خالی رکھ کر اور خدا کی طرف توجہ کیے بغیر کس طرح نجات پا سکتے ہیں۔

ہمارے زمانے میں مغربی ملکوں میں یہ فرض اجتماعی سائنسدانوں کے سپرد ہے۔ وہ مختلف قوموں اور ملکوں کے عام رجحانات کے متعلق اعداد و شمار جمع کرتے ہیں اور پھر ان کا بہت ہی گہرا مطالعہ کرتے ہیں۔ اور مختلف پہلوؤں کا مقابلہ کر کے نتیجے نکالتے ہیں جو بہت حد تک صحیح ہوتے ہیں لیکن چونکہ ان کا تعلق حلیۃ القدس کے ساتھ نہیں ہے اس لیے ان کے نتیجے کمزور، ناقص اور نامکمل رہتے ہیں اس کے ہوتے ہوئے بھی انہوں نے کافی مضبوط اجتماعیت پیدا کر لی ہے۔

حق یہ ہے کہ جو قوم کل کی فکر نہیں کرتی وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

قرآن حکیم کی اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَاصْبِرُوا لَهُمْ مَا فَدَمْتُم بِذُنُوبِكُمْ (۱۸/۵۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور چاہیے کہ ہر ایک تمہیں دیکھتا رہے کہ اس نے کل کے لیے کیا فراہم کیا ہے

ہی جو غصہ اللہ کی نشانیوں کا آنکھیں کھول کر مطالعہ کرے اس کے سامنے

اسلام کا مستقبل بالکل روشن ہے۔ ہر ایک قوم قرآنی انقلاب کو اپنے اندر کامیاب بنا

کتی ہے۔ کیونکہ اس انقلاب کا سرچشمہ یعنی قرآن حکیم موجود ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے جس طرح اسے پہلی مرتبہ مجاز میں کامیاب بنا کر دکھا دیا۔ وہ نمونہ قیامت تک کے لیے کافی ہے بر عظیم پاک و ہند میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا ہی شخص پیدا کیا جو اللہ تعالیٰ کے نشانوں کو سمجھنے والا اور مجازی انقلاب کے سب واقعات کا عالم ہے، اس کا نام ہے امام ولی اللہ دہلوی (اللہ کی رحمتیں ہوں اس پر) حضرت امامؒ نے قرآن حکیم کی انقلابیت کو حضرت عثمانؓ کے دور تک منحصر کر دیا ہے۔ اور بر عظیم پاک و ہند کے متعلق امید ظاہر کی ہے کہ یہی انقلاب یہاں دہرایا جائے گا۔

اب مسلم نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ اس امام کی کتابیں پڑھیں اور قرآن کے انقلاب کو سمجھیں، بعد میں آنے والی سورت - سورۃ "تال" یا "محمد" - کی تفسیر حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ شاعر امام ولی اللہ دہلویؒ نے اسی انقلابی رنگ میں کی ہے اور دکھایا ہے کہ قرآنی انقلاب کس طرح قوی بنانے سے ترقی کر کے کل قوی انقلاب بن جاتا ہے اور کل قوی میدان میں اس انقلاب کا نصب العین (Ideal) کیا ہے۔ ضرورت ہے کہ یہاں بھی حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ کی حکمت کا مطالعہ کر کے اس کی بنیاد پر ایسی سرمایہ شکن (Anti-Capitalist) جماعت پیدا کی جائے جو قرآن حکیم کی غیر راسائی تعلیم کو اپنائے اور اس ملک میں اس انقلاب کو کامیاب

بنائے۔ وَالْخُرُوجُ إِنَّا لِلْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ

الَّذِينَ إِنْ مَكَانَهُمْ اللَّهُ فِي الْأَرْضِ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ  
الزَّكَاةَ وَهُمْ يُؤْتُونَ

وَالصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلَى رَسُولِ مُحَمَّدٍ صَاحِبِ دَعْوَةِ الْإِنْقِلَابِ  
الْعَمُومِيِّ وَعَلَى أَصْحَابِهِ الَّذِينَ اتَّبَعُوا فِي سَاعَةِ الْعَصْرِ كَمَا اتَّبَعُوا  
فِي سَاعَةِ الْفَجْرِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوا بِإِحْسَانٍ أَلْهَمْنَا مِنْهُمْ آمِينَ



(ہماری آخری بات یہی ہے کہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام قوموں کو پالنے اور ترقی دینے والا ہے۔ اچھا انجام انہی لوگوں کا ہو سکتا ہے جو اللہ سے ڈر کر عدل قائم کرتے ہیں۔ اگر اللہ انہیں کسی ملک میں حکومت دے دے تو وہ نماز کی شکل میں اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرتے ہیں اور خدا کی غریب مخلوق کی خدمت کے لیے اپنی کمائی میں سے کچھ حصہ نکال کر اسے پاک کر کے کھاتے ہیں اور اس بات کا بھی یقین رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر اپنے تمام کاموں کی جوابدہی کرنی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی ہو اس بنی اعظم پر جو کل قومی انقلاب کی دعوت دینے کے لیے آیا اور اس کے ساتھیوں پر جنہوں نے جنگی کے دلوں میں بھی اس کی پیروی کی اور فتح کے دلوں میں بھی اس کے قدموں کے نقوش پر چلے اور ان لوگوں پر بھی جو ان انقلابی مجاہدین کی پوری طرح پیروی کریں خدا یا ہمیں ان انقلابیوں کا ساتھی بنا۔ آمین۔ المرتب۔

بشیر احمد۔ بی اے، لودیانوی

## انقلاب

انقلاب! اے انقلاب!

خواجه از خونِ رگِ مزدور ساز و لعلِ ناب  
از جفائے وہِ خدایاں رشتِ رقتاں خراب  
انقلاب!

انقلاب! انقلاب!

شیخِ شر از رشتہٗ قبیحِ مدِ مومنِ بدام  
کافرانِ سادہٗ یلِ رابرِ امنِ زارِ تاب  
انقلاب!

انقلاب! اے انقلاب!

درمیر و سلطانِ نو بازو کعبتینِ شہا و غل  
جانِ محکوماں زتنِ مجذومہٗ محکوماں بخواب  
انقلاب!

انقلاب! اے انقلاب!

(اقبال)

## بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ قتال یا سورۃ محمد قرآنی انقلاب اور جنگ

نام سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دوسرا نام سورۃ قتال بھی ہے یہ مبنی سورت ہے۔ یعنی منہ منورہ میں جنگ بدر کے بعد مدینہ منورہ میں اتری۔  
پچھلی سورت سے ربط۔ اس سورت سے پہلے تم والی سورتیں ہیں جو سب کی سب مکتی ہیں۔ ان میں عالمگیر کل قوی انقلاب کی تیاری کے متعلق قوی بیانے پر کام کرنے کے لیے تعلیم دی گئی ہے۔ جو روح کے اعتبار سے خفیہ ہے۔ یعنی اس کے بنیادی اصول وہ ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت سے پیدا ہوئے۔ ان کی بنیاد ایک خدا کی عبادت اور سرمایہ فکشی (Anti-Capitalism) ہے۔ یہی انسانیت کی بنیاد ہے۔ اس انقلاب کی تیاری حیوہ سال تک مکہ مکرمہ میں ہوتی رہی۔ ہجرت کے بعد یہ انقلاب ایسے بیانہ پر آگیا کہ اسے جماعتی طبقے سے نکال کر قوی بیانے پر چلایا جائے، چنانچہ سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا قتال میں ہمیں اس انقلاب کے لیے قوی جنگ کے متعلق چند قاعدے بتائے گئے ہیں۔

### اگلی سورت کے ساتھ ربط

اس سورت کے بعد سورۃ فتح آتی ہے جس میں قوی انقلاب کے پورے ہو جانے کے بعد جس کا اظہار صلح حدیبیہ میں ہوا اس کا کل قوی نظریہ پیش کیا گیا ہے۔ جیسے اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے 'اس سورت میں جنگ کے متعلق چند احکام دیئے گئے ہیں۔ قرآن کا جنگ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اسے اچھی طرح سمجھنے کے لیے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اسلام کوئی انفرادی اور رہبانی تحریک نہیں ہے جس کا تعلق

فقط چند اونچے درجے کے انسانوں کے ساتھ ہو، بلکہ یہ اجتماعی تحریک ہے جس کا تعلق ساری انسانیت کے ساتھ ہے۔

## اجتماعی تحریک کی دو قسمیں

اجتماعی تحریکات کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) - ارتقائی تحریکات (Evolutionary Movements)

(ب) - انقلابی تحریکات (Revolutionary Movements)

## ارتقائی تحریکیں

ارتقائی تحریکات میں تحریک کے پہلے کا ذریعہ فقط پراپیگنڈہ ہوتا ہے۔ اس قسم کی تحریکوں میں جنگ بطور ایک آلے کے بالکل شامل نہیں ہوتی۔ اور نہ اس میں جماعت بندی ہوتی ہے۔

## انقلابی تحریکیں

انقلابی تحریک میں ایک نصب العین (Ideal) ہوتا ہے۔ اس پر جماعت بندی ہوتی ہے۔ وہ جماعت اپنے پروگرام (Programme) کو ملک میں چلانے کے لیے حکومت کی کل پر قبضہ کرنا ضروری سمجھتی ہے۔ اس لیے جنگ بھی اس کے پروگرام میں ضرور شامل ہوتی ہے۔ انقلابی لوگ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ سماجی کو رجعت پسندوں (Reactionaries) سے بھی پاک کریں وہ اس کا انتظار نہیں کر سکتے کہ رجعت پسند ان پر حملہ کریں چھٹی ان کے حملہ آور ہونے کا جواب دیں۔ وہ ضرورت پڑنے پر رجعت پسندوں پر حملہ کر کے ان کی حملہ آور ہونے کی طاقت چھین لینا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ مثلاً سورہ فتح میں جس میں کل قوی جنگوں کی طرف اشارہ ہے صلح حدیبیہ

کے بعد ہی خیر پر حملہ کرنے کی تیاری کا حکم دے دیا گیا ہے۔ کیا وہ جنگ مدافعانہ (Defensive) تھی؟ تاریخ کا فیصلہ اس کے خلاف ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی تحریک ارتقائی نہیں انقلابی تحریک ہے۔

جن لوگوں نے اسلامی جنگوں کو مدافعانہ قسم ہی میں بند کر دیا ہے۔ انہوں نے اجتماعی تحریکوں کے اس فرق کو ذہن میں نہیں رکھا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اسلام ایک عالمگیر کل قوی انقلابی تحریک ہے جس میں مدافعانہ جنگیں بھی ہوتی ہیں اور جارحانہ جنگیں بھی۔

### انتقامی جنگ

البتہ جنگ کی ایک اور قسم بھی ہے جو گری ہوئی انسانی سوسائٹیاں کرتی رہی ہیں اور آج کل بھی اس قسم کی جنگیں ہوتی ہیں۔ ان میں ایک قوم دوسری قوم کو غلام بنا کر اس سے اقتصادی فائدے حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اس قسم کی جنگ کو ہم انتقامی جنگ <sup>کہتے ہیں</sup> Exploitation یہ منڈیاں حاصل کرنے یا امپیریل فائدے حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ <sup>۱۰</sup> اس میں کسی خاص صالح فکر کے پھیلائے اور انسانی سوسائٹی کو فائدہ پہنچانے کا کوئی خیال نہیں ہوتا۔ قرآن حکیم اس قسم کی جنگ کا ہرگز حامی نہیں ہے۔ وہ فقط ایک صالح فکر کی حفاظت اور اشاعت کے لیے جنگ کی اجازت دیتا ہے۔ اس میں وہ مدافعانہ اور جارحانہ حملوں میں تقسیم نہیں کرتا۔ ہمیں اس قسم کی جنگوں کے لیے چاہے وہ مدافعانہ ہوں یا جارحانہ کسی عذر خواہی (Apology) کی ضرورت نہیں۔

### قرآن کا فکر

قرآن حکیم انسانیت کی ترقی کے لیے ایک صالح فکر پیش کرتا ہے۔ جس میں

انسانیت کے سب پہلو آ جاتے ہیں۔ اس کے ذریعے سے انسانی سوسائٹی کی معاشی اصلاح بھی ہوتی ہے اور یعادوی تیار ہی بھی۔ اس فکر کو ماننے والی جماعت دنیا میں سر بلند ہو کر انسانی سوسائٹی میں عدل قائم کرتی ہے۔ وہ غریبوں اور بے کسوں کی ہر قسم کی انسانی ضرورتیں پوری کرنے کا ذمہ لیتی ہے اور انہیں تمام معاشی مصیبتوں سے بچاتی ہے۔ تاکہ انسان کا خدا تک پہنچنے کا راستہ آسان ہو جائے۔ اس انصاف اور خدا پرستی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد کی زندگی میں اس کا رستہ صاف ہو جاتا ہے اور اس کی ترقی میں کوئی رکاوٹ نہیں آتی۔ یہ جماعت اتنی بڑی ذمہ داری صرف اس لئے اپنے سر لیتی ہے کہ وہ سمجھتی ہے کہ انسانیت کی خدمت خدا پرستی کا جزو ہے اور خدا دوستی کا لازمی نتیجہ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس خدمت کا بدلہ دنیا کے مال و دولت یا عزت کی شکل میں لینا اپنے لئے ضروری نہیں سمجھتی۔

### کافر کون ہے؟

اب اگر کوئی سرمایہ پرست جماعت اس سرمایہ شکن فکر کو اپنے سرمایہ پرستانہ قاعدوں کے خلاف پا کر اس فکر کے ناکارنے کی کوشش کے لیے اٹھے، تو سرمایہ شکن قرآنی جماعت کی اصطلاح میں اسے کافر کہا جاتا ہے اور یہ قرآنی جماعت اپنا فرض سمجھتی ہے کہ کافر گردہ کے ہاتھ سے طاقت چھین کر اسے اتنا کمزور کر دے کہ وہ سر نہ اٹھا سکے۔ قرآن حکیم کافروں سے جنگ اس لیے ضروری قرار نہیں دیتا کہ وہ اس کے فکر کو نہیں مانتے، بلکہ صرف اس لیے کہ وہ طاقت پیدا کر کے لوگوں کو انسانیت کے راستے پر چلنے سے نہ روکیں، جس کی دعوت قرآن دیتا ہے اور اپنے راستے پر چلنے کے لیے کسی کو مجبور نہ کر سکیں۔

اسلامی انقلاب کے اس دور میں جب یہ فکر غالب حیثیت سے دنیا میں عکراں

تھا اس کے نیچے وہ لوگ بھی رہتے تھے جنہوں نے اس فکر کو قبول نہیں کیا تھا یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اس انسانیت کی خدمت کرنے والے فکر سے مقابلہ کرنے اور لڑنے کا خیال چھوڑ دیا۔ اس حالت میں انہیں اپنے ملک میں آزادی کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی گئی۔ بلکہ قرآنی جماعت نے ان کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا تھا۔

### ”کافروں“ سے لڑنا کیوں ضروری ہے؟

یہ جو عام طور پر مشہور ہے کہ اسلام اپنے سب مخالفوں سے لڑتا ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ اس میں بنیادی غلطی یہ ہے کہ اسلام کو انقلابی تحریک نہیں سمجھا گیا۔ واقعی اگر اسلامی تحریک ارتقائی تحریک ہوتی تو اسے لڑنے کی کوئی ضرورت نہ تھی، لیکن جیسے اوپر دکھایا جا چکا ہے، وہ ایک انقلابی تحریک ہے اس لئے وہ رجعت پسندوں Reactionaries کو، اگر وہ عملاً مخالفت کریں، اپنے ملحقہ اثر میں نہ کبھی زندہ رہنے دے سکتی ہے اور نہ اپنے اصول چھوڑ کر ان سے مصالحت (Compromise) کر سکتی ہے۔ کیونکہ اگر رجعت پسندوں کو طاقتور رہنے دیا جائے تو ملک میں نزاع Anarchy پیدا ہو جائے گا۔ البتہ مخالفین میں سے جو لوگ قرآنی تحریک کے خلاف عملی اقدام چھوڑ کر اس کے نظام کے اندر رہنا چاہیں، انہیں بعض پابندیوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی اجازت ہے۔ اس حالت میں قرآنی حکومت ان کی حفاظت بھی کرے گی اور ان کے جائز قانونی حقوق کی حمایت بھی کرے گی اور ان کے ساتھ انصاف کا پورا پورا معاملہ کرے گی۔

### اسلام اور جنگ

تاریخ اسلام کے کسی بھی زمانے میں جب اسلامی حکومت کسی نہ کسی شکل میں موجود

- ان قانون کے کسی ماہر یا قرآن حکیم کے کسی تفسیر کرنے والے نے یہ خیال ظاہر نہیں کیا کہ جہاد اور قتال اسلامی تعلیمات کا جز نہیں تعجب کی بات ہے کہ جب سے 'مصرفیہ' پر یورپی طاقت کا غلبہ ہوا - یہ نیا فلسفہ گھڑ لیا گیا ہے کہ اسلام میں جنگ نہیں ہے قتال نہیں ہے جہاد سے مراد قلمی اور زبانی تبلیغ ہی ہے اور بس -

### یورپ کا فریب

حقیقت یہ ہے کہ 'یورپ نے مشرق کی عام کمزوری سے فائدہ اٹھا کر پہلے تو اسلامی ملکوں میں یہ پراپیگنڈہ کیا کہ اسلام تکوار کے زور سے پھیلا ہے، یعنی اس میں خود عقلی اور روحانی قوت نہیں ہے - اس کی جواب دہی کے لئے چند عقلمند تیار ہو گئے - انہوں نے سمجھایا کہ اسلام ایک عقلی اور علمی مذہب ہے - مگر یورپ کے فکری حملے سے وہ بھی پورے طور پر نہ بچ سکے اور ان سے بھی یہ سکھوا لیا گیا کہ اسلام میں فقط مدافعتیہ جنگ (Defensive War) کی اجازت ہے، حالانکہ خود یورپ اس وقت جارحانہ جنگ (Aggressive War) تو ایک طرف وہ انتقامی جنگ (War Exploitative) میں مصروف تھا - یورپ نے مسلمانوں سے مدافعتیہ جنگ کی عذر خواہانہ دستاویز تیار کرا کے اسے خوب شرت دی -

### رجعت پسندوں کا ایک فریب

اس دور میں مسلمانوں میں جو رجعت پسند (Reactionaries) جنگ کو اسلام میں سے نکال نہ سکے، انہوں نے اسلام کی انتقامی روح کو فنا کرنے کے لئے ایک اور چال اختیار کی - انہوں نے اس بات پر زور دینا شروع کیا کہ قتال امیر کے بغیر ہو نہیں سکتا - اور اس کی وہ شرمیں بیان کر کے خاموش ہو گئے جن کے پورا ہوئے بغیر قتال نہیں ہو سکتا اس میں شک نہیں کہ جہاد اور قتال کے لئے ایک نظام کی ضرورت ہے



جو بد قسمتی سے ہم اس وقت قائم نہیں کر سکتے تھے لیکن انہوں نے اس سے آگے سوچنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی کہ جب ایسی حالت پیدا ہو جائے کہ قتل کی یہ شرمیں پوری نہ ہو سکیں تو کیا کیا جائے؟ اگر ان کی آرام طلبی اس سوال کا جواب دھوڑنے کی تکلیف اٹھاتی، تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ جہاد فرض کفایہ ہے۔ اس کا جہاں یہ مطلب ہے کہ بہت سے جہاد کرنے والے موجود ہوں، تو بعض لوگ جو کسی وجہ سے اس میں حصہ نہ لے سکیں، ان کا طرہ مان لیا جاسکتا ہے، وہاں اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ اگر کوئی بھی اس میں حصہ نہ لے، تو سب کے سب مسلمان مجرم ہیں اگر وہ اس طرح سوچتے تو وہ ضرور اس بات کی کوشش کرتے کہ ایسا نظام پیدا کیا جائے جس میں جہاد ہو سکے۔

### دوسرا فریب

ایک اور جماعت نے جہاد کی ذمہ داری سے بچنے کے لئے اسے مہدیؑ کی آمد کے ساتھ لگا رکھا ہے۔ ان روایتوں کو صحیح مان لینے کے بعد بھی جن میں مہدیؑ کے آنے کی طرف اشارے پائے جاتے ہیں، یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیم کا کل قومی غلبہ کسی مہدی یا پیغمبر کی آمد سے بددعا ہوا نہیں ہے۔ یہ تعلیم اپنے آپ کو غالب کرنے کی آپ ذمہ دار ہے۔

### نمونے کی جماعت

فرض جب انقلابی جماعت انسانیت کے خلاف نظام کو برباد کر کے اس کی جگہ صحیح انسانی نظام قائم کرنے کے لئے تیار ہو جائے، تو یہ جماعت سب کارکن جماعتوں کے لئے نمونہ بن جاتی ہے۔ یہ جماعت قتل کا حکم دیتی ہے اور اس کے ذریعے غلبہ پاتی ہے۔ اس حالت میں حق کی پیروی یہی ہوتی ہے کہ قتل کیا جائے۔ یعنی جو شخص

قتل میں شریک ہو یا کوئی ایسا کام کرے ' جو قتل کے حق میں ہو ' اس کے موافق ہو اور اس میں مدد دینے والا ہو ' تو علماء اعلیٰ کی دعائیں اس کے حق میں ہوتی ہیں اور خدا کی رحمت اس پر اترتی ہے اور جو شخص قتل کی مخالفت کرتا ہے یا ہر مہذرت کر کے اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے ' علماء اعلیٰ سے اس پر ناراضگی اترتی ہے اور وہ منافق مٹا جاتا ہے ۔

### منافقین کا اخراج

انقلابی جماعت کو سب سے زیادہ خطرہ ان منافقوں ہی سے ہوتا ہے کیونکہ یہ اس جماعت کے اندر رہ کر اس میں پریشان خیالی پھیلاتے ہیں ۔ اس لئے لڑنے والی اسلامی جماعت میں سے منافقوں کا نکالا جانا ضروری ہوتا ہے ' لیکن یہ کام ہوشمندی کے ساتھ کرنے کا ہے ۔

اسلامی مجازی انقلاب نے کامیابی کی سب منزلیں بڑی جلدی طے کر لیں اور اس کی جماعت نے تیاری کرنے اور لڑنے کی طاقت پیدا کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی ۔ پھر بھی اس میں منافق گھس ہی آئے ۔ شروع شروع میں مصلحت ہی تھی ' کہ منافقوں پر تشدد نہ کیا جائے ۔ کیونکہ عام مسلمان انقلابی اپنے علم سے منافق اور غیر منافق میں تمیز نہ کر سکتے تھے ۔ اس لئے کسی شخص کے منافق ہونے نہ ہونے کا فیصلہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کر سکتی تھی ایسی حالت میں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں پر تشدد کرنے کا اشارہ کر دیتے ' تو یہ غلط فیصلہ پیدا ہو سکتی تھی ' کہ آپ جس شخص کو پسند نہیں کرتے ' اسے منافق قرار دے کر مروا دیتے ہیں ۔ اس طرح یہ بات کسی قانون کے نیچے نہ آتی ؟ بلکہ ایک شخص کے فیصلے پر رہ جاتی ۔ حالانکہ جماعت کی ترقی کے لئے بعض فیصلے کی جگہ باقاعدہ قانون کی ضرورت ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے عام طور پر

بچتے رہے کہ جماعت کی کسی بات کو اپنی ذاتی رائے سے چلائیں۔ آپ کی فرض یہ تھی کہ جماعت کے عوام میں اللہ کے قانون کی بھڑی کا جذبہ مساوات کے ساتھ پیدا ہو اور وہ سمجھ لیں کہ قانون کے سامنے چھوٹا آدمی ہو یا بڑا آدمی سب برابر ہیں۔ فقط قرآن کے سمجھنے کے لئے آپ کی ذات پر بھروسہ کرنا ضروری ہے۔ یہ سب باتیں آپ نے اپنے ان ساتھیوں کو جو ہر وقت اور ہر حالت میں آپ کے ساتھ شریک رہے، سکھا دیں اور انہیں علم میں پکا (رَاجِحِينَ فِي الْعِلْمِ) بنا دیا۔ اگر آپ ایسا نہ کرتے تو آپ کی جماعت میں قانون الہی کی بھڑی کا جذبہ پیدا نہ ہوتا۔

غرض ٹم والی سورتوں میں کل قوی انقلاب کے لئے عربی مزاج کو ڈھالنے کی جو کوشش کی گئی تھی، اس کا نتیجہ یہی ہونا تھا کہ جو لوگ اپنے اندر یہ ذہنی تبدیلی پیدا کر لیں اور اس تعلیم پر پورا پورا ایمان لے آئیں۔ وہ ان لوگوں سے الگ ہو جائیں، جو اس تعلیم کو نہ مان کر جمود اور شرک میں پھنسے رہنا چاہتے تھے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے ترقی پسند انقلابی طبع رکھنے والے لوگ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں جمع ہو گئے۔ یمن اور نجد کے باشندے اور عراق اور شام کے قریب بسنے والے لوگ پہلے پہل اس جھگڑے سے الگ رہے اور دیکھتے رہے کہ ان میں سے کون غالب آتا ہے، اس کے ساتھ معاملہ کر لیں گے۔ لیکن حجاز میں رجعت پسندوں اور انقلابیوں کے جو دو گروہ بن گئے تھے ان میں جنگ ہونی لازم تھی۔

### حجازی انقلاب کی منزلیں

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو حجاز کی انقلابی جماعت کے رہنما تھے، اور جنہوں نے خدا تعالیٰ سے الہام پاکر کل قوی انقلاب کا پکا ارادہ کر رکھا تھا:

(۱) سب سے پہلے تو لوگوں کو اپنے پروگرام کی طرف بلایا

(۲) پھر انقلاب کے لئے ایک مضبوط جماعت تیار کی

(۳) کوشش کی کہ مخالفین آپ کی تعلیم قبول کر لیں

(۴) جگہ کی تیاری کی

(۵) مینہ منورہ میں مرکز قائم کیا

(۶) دینے والوں اور ارد گرد کے رہنے والوں کی قوت جمع کی

(۷) جگہ کی

(۸) مخالفوں کو ان کے مرکز سے نکال دیا

(۹) ان پر غلبہ پایا اور

(۱۰) اپنا قانون ماننے اور نہ ماننے والوں پر چلایا۔

یہ فتح درجہ بدرجہ کل قومی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اور یہ کامیابی قرآن حکیم کی تعلیم کے مطابق انقلاب کرنے والوں کے لئے رہتی دنیا تک نمونہ رہے گی اس سورت میں اسی پہلی انقلابی جگہ ————— پر ذکر ہے۔

(۱) الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَلُّوا وَصَلُّوا سُبُلِ اللَّهِ أَضَلَّ لَفْظُهُ

ترجمہ = جن لوگوں نے صرف دشمنی کرنے کی خاطر اس تعلیم کو ماننے سے انکار کیا اور لوگوں کو

اللہ کی راہ پر چلنے سے روکا (اللہ نے ان سب کے اعمال اذیت کر دیئے۔

آیت نمبر (۱) الَّذِينَ كَفَرُوا جن لوگوں نے دشمنی کی راہ سے انکار کیا (سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآنی انقلاب کی تعلیم کو ماننے سے انکار کر دیا اور سوچ سمجھ کر اس کی مخالفت کرنے لگے۔

وَصَدَّ عَنْ سُبُلِ اللَّهِ (لوگوں کو اللہ کی راہ پر چلنے سے روکا) انہوں نے قرآن کی تعلیم پر عمل کرنے والے انقلابیوں کے لئے ایسے حالات پیدا کر دیئے کی کوشش کی

’کہ وہ اس تعلیم پر آزادی کے ساتھ عمل نہ کر سکیں۔ مثلاً ان کے خلاف طرح طرح کی افواہیں اور غلط فہمیاں پھیلائیں انہیں تکلیفیں دیں‘ ان کا ہینکٹ کیا‘ انہیں قید کیا، بعض کو قتل بھی کر دیا۔ جب یہ انقلابی ان مصیبتوں سے بچنے کے لئے اپنے گھر بار اور وطن کو چھوڑ کر دوسرے ملک میں چلے گئے تو وہاں بھی ان کا بچپنا نہ چھوڑا۔ اور وہاں سے بھی گرفتار کر کے لانے کی کوشش کی۔

### کافروں کی ناکامی

اَحْسَنَ اَعْمَالِهِمْ (اللہ تعالیٰ نے رجعت پسندوں کے اعمال اکارت کر دیئے) یہ لوگ اپنی ان کارروائیوں سے، جو ان مسلم انقلابیوں کے خلاف کر رہے تھے، کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے۔ اور قرآن حکیم پر لوگوں کے اجتماع کو روک نہ سکے۔ اب جو انہوں نے جگ کے ذریعے سے انقلاب کو روکنے کی کوشش کی ہے، تو یہ اس میں بھی کامیاب نہیں ہوں گے اگر رجعت پسندی کے مقابلے میں یہ انقلابی طاقت نہ ہو تو رجعت پسندی تمام دنیا پر چھا جائے اور انسانیت کو تباہ کر دے۔

### کافروں سے مصالحت کی ایک ہی صورت

قرآنی جماعت، جو ان لوگوں سے جگ کرے گی، تو اس لئے نہیں، کہ وہ اس کی بات نہیں مانتے، بلکہ اس لئے کہ وہ اس کی بات کو آگے بڑھنے دینے سے روکتے ہیں۔ اگر یہ لوگ قرآنی تحریک کا مقابلہ نہ کریں اور اس کے نیچے امن چین سے رہیں، تو ان سے کوئی جگ نہیں ہے اسلامی فتوحات کے زمانے میں جس قوم نے اپنی حکومت چھوڑ دی اور اسلامی حکومت کے نیچے رہنا مان لیا اسے کچھ نہیں کہا گیا۔ بلکہ اس کی حفاظت کی گئی اور اس کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا گیا۔ قرآن حکیم صرف یہ چاہتا ہے کہ انسانیت میں سے رجعت پسند قوتوں کے غلبے کو توڑ دے اور اپنا

تکلیف قائم کر دے۔

آیت نمبر (۴) وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ  
عَلَيْهِمْ مُحَقَّقًا وَهُوَ الْحَقُّ ۝

ترجمہ = اور جو لوگ ایمان لائے۔ اور اس (ایمان کے مطابق) نیک عمل  
کیے۔ اور ایمان لائے اس چیز پر جو محمد پر اتاری گئی۔ اور وہی ہے سچی بات  
ان کے رب کی طرف سے (اللہ نے) ان کی برائیاں ان سے دور کیں اور  
ان کا حال سنوارا۔

### ایمان دار کون ہیں؟

وَالَّذِينَ آمَنُوا (جو لوگ ایمان لائے) : یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے حقیقت کے  
عام قاعدے مان لئے اور پورے یقین کے ساتھ ان کی کامیابی کے لئے اپنا جان و مال  
اور سب کچھ قربان کر دینے کا پکا ارادہ کر لیا۔ یہ ایمان کا عام درجہ ہے، اور اس میں  
تمام تعلیمات شامل ہیں، جو انبیاء کرام لے کر آئے۔ ان کی ترقی یافتہ اور صاف شکل  
حقیقت ہے۔

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (انہوں نے نیک کام کیے) : کاموں کی اچھائی اور بھلائی کی جانچ  
یہ ہے کہ وہ کہاں تک ان کے ایمان کے مطابق ہیں۔ اگر وہ ان کے ایمان کے  
مطابق ہیں تو صالح ہیں ورنہ نہیں۔

وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَيْهِمْ مُحَقَّقًا (انہوں نے اس تعلیم کو مان لیا جو محمد پر اتری) :

### نبی اکرمؐ کی دو حیثیتیں

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں حقیقت کی تحریک کے داعی ہیں،  
وہاں اس کے آخری درجے کے مستقل امام (Leader) بھی ہیں۔ اور وہ اس کا کل

قوی درجہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امت تیار کی ' وہ قرآن حکیم کو عالمگیر درجہ پر کامیاب بنائے گی۔

وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ قَوْلِهَا (یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے) : یہ تعلیم تمام پہلے انبیاء کی تعلیم کا خلاصہ ہے۔ اور انسانیت کی بنیاد ہے۔ اس لئے یہ اصل چیز ہے ' اور پائیدار دائمی تعلیم ہے۔ اس کے خلاف چل کر کوئی انسانی جماعت کسی زمانے میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ضروری ہے ' کہ اب اسے کل قوی درجہ پر انسانیت میں حکمران بنایا جائے۔

كَفَرْتُمْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاصْلِحْ لِنَفْسِكُمْ (ان کی لغزشیں چھپا دی جائیں گی۔ اور ان کے حال کی درستی کر دی جائے گی)

### لغزشوں کی معافی

جب کوئی جماعت وسیع پیمانے پر انتخاب بھڑکانے کے لئے اٹھتی ہے تو اس سے لغزشوں کا ہو جانا طبعی بات ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ وہ جان کی بازی لگا دیتی ہے اور حق کو حق سمجھ کر قبول کرتی ہے ' اور جہاں اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس سے لڑاں غلطی ہو گئی ہے ' وہ فوراً اس سے باز آ جاتی ہے اور اس کا بدلہ اتارنے اور درست کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور پھر حق پر قائم ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کی پہلی لغزش توجہ کے قائل نہیں رہتی۔ مثلاً "ایک رسالتی ہے وہ زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہے۔ اسے انسانیت کے صحیح اصول سمجھا دیئے۔ جاتے ہیں۔ اور رجعت پسند طاقتوں کا جو طریقہ ہے۔ وہ بھی اسے بتا دیا جاتا ہے اتنی سی تعلیم ایک آدمی کو چند منٹ میں دی جا سکتی ہے۔ اس کے بعد اسے آمادہ کیا جاتا ہے ' کہ وہ حق کی تائید میں اپنی جان دے دے۔ وہ اس پر آمادہ ہو جاتا ہے ' اور آخر دم تک اس پر قائم رہتا ہے۔ ایسے شخص

میں بہت سی ظاہری کمزوریاں ہیں وہ شاید غلطیاں بھی کرتا ہے۔ مذہب افراد اور  
متمدن قومیں اس میں ہزار عیب ٹھل سکتی ہیں۔ لیکن انقلابی قانون میں یہ تمام  
غلطیاں معاف کر دی جاتی ہیں۔ اور رفتہ رفتہ ایسے لوگوں کی حالت درست کر دی  
جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ مذہب اور شائستگی کا ایک نمونہ قائم کرتے ہیں۔ جس  
کے بعد مذہب اور شائستگی کا اور کوئی معیار دنیا قبول نہیں کرتی۔ اس طرح وہ باتیں  
جو کچھ عرصہ پہلے ”مذہب“ لوگوں کی نظروں میں عیب تھیں اب مذہب کھلانے کے  
لئے اچھی قرار پاتی ہیں۔

غرض جو لوگ اس انقلابی قانون کے پابند ہوں، اس کے غلبے کی کوشش کریں،  
خدا تعالیٰ کو اپنا مددگار اور مالک قبول کریں۔ ان کی حالت درست ہو جاتی ہے۔ اور  
انہیں دنیا میں امن، عزت اور راحت حاصل ہوتی ہے، وہ دنیا میں حاکم بن کر رہتے  
ہیں۔

آیت نمبر (۳) ذَلِكْ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَتَيْتُكُمُ الْاِنْفَالِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا  
اَتَيْتُكُمُ الْاِنْفَالِ مِنْ رَّبِّكُمْ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِقَآئِ الْاٰمِنِ الْاِنْفَالِ ۝ ترجمہ = یہ اس لئے

’کہ جو کفر اور دشمن ہیں وہ بھولتی بات پر چلے۔ اور جو ایماندار ہیں انہوں نے اپنے رب کی

طرف سے جی بات مان لی۔ میں ان لوگوں کو ان کے مل جاتا ہے۔

### کامیابی کی گارنٹی

رجعت پسند کافروں نے اس انقلاب کو مٹانے کے لئے لاؤٹھر تیار کیا اور بہت  
بڑی فوجی جمعیت اور سامان فراہم کر لیا۔ ان کے مقابلے میں انقلابی مومنوں کی حالت  
بہت کمزور تھی۔ ان کے پاس نہ پورا سامان جنگ تھا، نہ ان کی تعداد زیادہ تھی۔ البتہ  
انہیں یقین تھا کہ ہم سچائی پر ہیں، اس لئے وہ مضبوطی سے اڑے رہے، اور فتح نے



ان کے قدم چرے۔ پس یہ فتح اس بات کا نتیجہ تھی کہ انہیں اپنے مقصد کے چے ہوئے کا پورا پورا یقین تھا۔ یہ چیز رہتی دیکھا تک تمام قوموں کے لئے ایک مثال ہے۔ پس جو لوگ عالمگیر انقلاب کے لئے اٹھیں، وہ اسی مقصد کو لے کر اٹھیں، جو صحیح انسانیت کی خدمت کرنا چاہتا ہو، جیسے ان مجازی اٹھائیوں نے کیا۔ وہ اس مقصد پر جان و مال سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جائیں۔ اس وقت ان کی فتح یقینی ہے۔

کفار جس پروگرام کو غالب کرنا چاہتے ہیں، وہ غلط ہے۔ کیونکہ اس کا قاعدہ ایک چھوٹے سے طبقے کو پہنچتا ہے۔ اور اس میں خدا ترسی بھی صحیح شکل میں نہیں آتی، جو انسانیت کی طبعی پیاس بجھا سکے۔ لیکن قرآن حکیم کا پروگرام عوام کے قاعدے کے لئے ہے۔ یہ کسی خاص طبقے کے لئے نہیں ہے اور اس کی دعوت بنیادی انسانیت کے لئے ہے، جو نہایت پاکیزہ، حقانہ، ہے جب تک انسانیت موجود ہے۔ اس تعلیم کا قائم رہنا اٹل ہے۔ اس کے مقابلے میں جو غلط تعلیم آئے گی، وہ پاش پاش ہو جائے گی۔

اگلے آیت میں بتایا جاتا ہے، کہ اس قسم کی جگہ کے وقت کون سے قاعدے سامنے رکھنے چاہیں۔

آیت نمبر (۴) ﴿لَا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْبَتُتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدَ وَاثِمَاتٍ ۖ هَٰذَا حَتَّىٰ تَصْغَعَ الْعَرَبُ ۚ أَوْ زَانِحًا ۚ ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَا تَصْعَقُ مِنْهُمْ وَلَكِنَّ لِّيَبْلُوَ أَتَعْصِمُوا عَنْ مَغْضَبِ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَكَتَبَ لَهُمْ زَكَاةً ۖ رَبُّهُمْ ثُمَّ دَفَعُوهَا فِي أَوْثَانٍ ۚ (ان کی) کر دیں اور کہ جب ان کو خوب قتل کر پھر تو بندھن مضبوط کرو۔ پھر یا احسان کو دیا معاوضہ لے لو، یہاں تک کہ لوہی اپنے جہیز مال دے۔ یہ سن چکے اور اگر اللہ چاہے تو ان سے بدلہ لے لیجئے

وہ تم کو ایک دوسرے سے ہانپتا ہوتا ہے ؟ اور ہر لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے اللہ ان کے

محل پرگز خانہ میں کہے گا ۔

(۱) ۔ **لَا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ** (جب اس تحریک کے نہ ماننے

والوں سے تمہاری جنگ اور مقابلہ ہو ، تو ان کا گردنیں مارو)

**رَجَعْتَ** پسندوں کا خاتمہ کرو

انقلاب کا یہ لازم جز ہے کہ رجعت پسندوں کے قلبے کو پوری طرح توڑ دیا جائے

۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ جنگ میں ذرا بھی نرمی اختیار نہ کی جائے ۔

(ب) **لَا تَجِدُ أُمَّةَ مُعَاهِدٍ مَّعَ الْمُكْفَرِينَ** (تم انہیں کوئی معاہدہ نہیں کر سکتے)

تم انہیں خوب قتل کر چکو تو ان پر بدھن مضبوط کر لو یہاں تک کہ لڑائی اپنے

ہتھیار ڈال دے

## رجعت پسندوں کی تنظیم توڑ دو

مخالفین کی اتنی سرکوبی کرو کہ ان کے دلوں میں سے انقلابی جماعت کے خلاف

کھڑے ہونے کا ارادہ نکل جائے ۔ جب وہ لڑنے سے رک جائیں تو انہیں گرفتار کر لو

اور ان کی پوری پوری عمرانی کرو کہ وہ اپنی تحریک کو زندہ نہ کر سکیں ۔ ان کی اشاعت

اجتماع اور تنظیم کو روکنے کے لیے بدھشیں لگا دی جائیں ، یہ بدھشیں اور سختیاں اس

وقت تک جاری رہنی چاہئیں جب تک ان کے حوصلے پست نہ ہو جائیں اور انقلاب

کے مقابلے میں کوئی رجعت پسندانہ حرکت نہ کر سکیں اور لڑنے کا خیال قطعاً ان کے

ذهنوں سے نکل جائے ۔

(ج) ۔ **فَمَا مَثَلُ بَعْدِ وَامْتِنَافِدَا** (پھر بعد میں احسان کرو یا معاوضہ لو)

## قیدیوں کے متعلق احکام

انقلاب میں جو قیدی گرفتار ہوں، ان کے متعلق وہ صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱)۔ انہیں معاوضے کے بغیر بطور احسان چھوڑ دیا جائے۔

یہ ان لوگوں کے متعلق ہو سکتا ہے، جو رجعت پسندی سے باز آجائیں اور جن

کے متعلق یقین ہو جائے کہ وہ واقعی آئندہ ہمارے مقابلہ میں نہیں آئیں گے۔

(۲)۔ معاوضے لے کر چھوڑ دیا جائے۔

اس کی چار شکلیں ہو سکتی ہیں۔

(۱)۔ دشمن کے آدمی یہ ٹھیل کے طور پر لے لیے جائیں۔

(۲)۔ مسلمان قیدیوں کے معاوضے میں رہا کر دیا جائے

(۳)۔ روپیہ لے کر رہا کر دیا جائے

(۴)۔ مکاتبہ صلہ کر لی جائے۔

یہ سب قواعد حالت جنگ کے لیے ہیں۔

## کیا اسلام میں غلامی نہیں ہے؟

بعض لوگوں نے اس آیت سے یہ دلیل لی ہے کہ اسلام میں ”غلامی“ نہیں ہے۔

ان کا یہ بیان ہے کہ ”قرآن حکیم صرف جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کا حکم دیتا ہے پھر

یہ بھی حکم دیتا ہے کہ ان قیدیوں کو معاوضہ لے کر یا بلا معاوضہ چھوڑ دیا جائے۔ وہ

اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ انہیں ہمیشہ غلام بنا کر رکھا جائے۔ ان کی اولاد کو بھی

غلام بنانا تو ایک طرف رہا۔ یہ جاہلیتِ صلی کی رسم تھی کہ غلام بنانے کے بعد انہیں

رہانہ کرتے تھے۔ قرآن حکیم نے غلام بنانے کی جاہلی رسم کو قطعاً ”موقوف کر دیا۔“

اور حکم دے دیا کہ مذکورہ بالا دو صورتوں میں سے کسی نہ کسی صورت میں انہیں رہا کر دیا جائے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یورپ نے غلامی کی آزادی میں جو کچھ کیا وہ اسلام کی پیروی میں کیا۔

ہمارے نزدیک ان لوگوں کے نکالے ہوئے نتیجے پر ایک تاریخی اعتراض آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلامی انقلاب کے پہلے دور میں اس پر عمل نظر میں آتا حالانکہ خلفاء راشدین رحمہم اللہ کے عہد میں اس آیت پر ان معنوں میں سب سے پہلے عمل ہونا چاہیے تھا۔

ہماری رائے یہ ہے کہ غلامی کی منسوخ کے متعلق جن لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے انہوں نے بہت سی مبالغے سے کام لیا ہے خاص کر اس آیت سے دلیل لیتا کہ غلامی منسوخ کر دی گئی ہے، 'تکلف سے خالی نہیں'۔

## قیدیوں کی رہائی کی شکلیں

اس آیت میں جو فداء (معاوضہ لے کر) آیا ہے اس سے فقہی مراد نہیں ہے کہ ان قیدیوں کی رہائی کے معاوضے کا روپیہ لے لیا جائے یا قیدیوں کا آپس میں اولاد بدلا کر لیا جائے، بلکہ ہمارے نزدیک اس میں مکاتبت بھی داخل ہے۔ ایک آدمی گرفتار ہو کر قید ہو جاتا ہے۔ اس کا کوئی والی وارث نہیں ہے کہ اس کے فدیے کا روپیہ دے کر رہا کرالے اور نہ دشمن کے پاس مسلم قیدی ہیں کہ ان میں سے کسی کے بدلے میں اسے رہائی ملے اور نہ اس کی ایسی حالت ہے کہ اسے بطور احسان چھوڑ دیا جائے۔ ایسا جنگی قیدی یقیناً غلام بنا کر رکھا جائے گا۔ ایسے غلاموں کے متعلق سورہ نور میں جداگانہ حکم موجود ہے۔ اس آیت کے الفاظ یہ ہیں۔

وَالَّذِينَ يَبْتِغُونَ الْكِتَابَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَمَا يُوْثِقُهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا فَرَأَوْهُ مُتَوَلِّينَ

تَعْرِضُوا لَهُمْ فَوَافِقًا لِّأَهْلِ الدِّينِ الْمَكَّةَ

تمہارے لوہڑی غلام میں سے جو مکاتبت چاہیں ان کو مکاتبت دے دو، بشرطیکہ تم ان میں بھلائی دیکھو اور اللہ کے مال میں سے جو اس نے تمہیں دے رکھا ہے انہیں کچھ دے دو۔

## کن قیدیوں کو رہا کیا جائے؟

یہاں ”بھلائی“ سے مراد یہی ہے کہ وہ رہا ہونے کے بعد مسلمانوں سے جنگ نہ کریں یا اگر وہ مسلم سوسائٹی ہی میں رہنا پسند کریں تو اس پر کسی طرح سے ہار نہ ہوں جب تک کسی شخص کے حلق یہ ثابت نہ ہو کہ وہ جنگ سے باز آ جائے گا یا مسلم سوسائٹی کے لیے معزیا پار ثابت نہ ہو گا اسے عمر بھر قید رکھنا جائز ہے لیکن جب اس کی ”بھلائی“ کا یقین ہو جائے تو اس سے مکاتبت کر لی جائے اور اس سے اس کا زرندیہ قتلوں میں وصول کر لیا جائے۔ اگر وہ روپیہ ادا نہ کر سکے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس قیدی کی مالی مدد کریں اگر مسلمان اپنی مالی کمزوری کی وجہ سے اس کی مدد نہ کر سکیں تو اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ ذکوۃ کے جمع کیے ہوئے مال سے اس مکاتبت کو دے۔

بیان مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ جنگی قیدیوں کے معاملے میں قرآن حکیم نے جو قوانین دیئے ہیں ان میں خود ان قیدیوں کی بھلائی کا بھی بہت حد تک خیال رکھا گیا ہے۔ اس کی طرف ان لوگوں کی توجہ نہیں ہوئی جنہوں نے غلامی کا سرے سے انکار کر دیا ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق سیدنا عثمان کی شہادت تک کے زمانے میں ایک

واقعہ بھی نہیں ملتا کہ کسی جنگی قیدی نے مکاتبت چاہی ہو اور اس حق سے محروم کیا گیا ہو۔ اس دور میں اس قانون پر برابر عمل ہوتا رہا۔ مگر بنی امیہ کے زمانے میں اس قانون سے غفلت شروع ہوئی البتہ اس زمانے میں مسلمان عالم اس غفلت پر تنبیہ کرتے رہے گو بعد کی صدیوں میں امیر طبع نے غلامی کو باقاعدہ جاری کر لیا جو بے حد افسوسناک ہے۔

### قید کے طریق

اصل بات یہ ہے کہ جنگی قیدیوں کے دو حصے ہوتے ہیں۔ (۱) مرد اور (۲) عورتیں۔ انہیں رکھنے کے بھی دو طریق ہو سکتے ہیں۔

(۱)۔ جداگانہ قید خانے بنا کر جیسے آج کل دستور ہے۔

(ب)۔ اپنی آبادی کے ساتھ مخلوط کر کے مگرانی میں لے لیا جائے۔

### جداگانہ قید خانے

قیدیوں کو جداگانہ قید خانوں Concentration Camps میں رکھنے سے بہت سی خرابیاں اور فساد پیدا ہوتے ہیں۔

(۱)۔ قیدیوں کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔ اور نہایت گندے گناہ مثلاً "مرد و ست (Sodomy)" جاری ہو جاتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ ان کی انسانیت فنا ہو جاتی ہے اور وہ کسی اچھی سوسائٹی میں رہنے کے قابل نہیں رہتے۔

(۲)۔ ان قیدیوں سے قید خانوں میں نہایت سخت مشقت لی جاتی ہے۔

(۳)۔ جو لوگ ان قیدیوں کی مگرانی کرتے ہیں۔ وہ ان پر طرح طرح کے ظلم

کرتے ہیں۔

(۴) - یہ قیدی انقلاب کو کبھی قبول نہیں کر سکتے اور اپنے دلوں میں اس کے خلاف جذبات کو پودرش کرتے ہیں۔

یہ فرامیماں انگلستان، جرمنی اور دوسرے یورپی اور امریکی ملکوں کے قید خانوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ دوسری بڑی جگہ ۱۹۳۵ء میں یورپی ملکوں نے اپنے دشمنوں کے قیدیوں سے جو وحشیانہ سلوک کیے ہیں ان کے ذکر سے روٹنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

### خاندانوں کے اندر قید

اسلامی قانون حکومت کو اجازت دیتا ہے کہ جنگی قیدیوں کو جنگی قید خانوں میں رکھنے کے بجائے ذمہ دار خاندانوں میں تقسیم کر دے۔ اس نظام میں انہیں باقاعدہ طور پر گھروں میں جگہ دی جاتی ہے اور وہیں وہی کھانا اور لباس پاتے ہیں جو گھروالوں کو ملتا ہے۔ ان کے ساتھ سختی کا سلوک نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ ان سے سخت مشق لی جاسکتی ہے۔ اس خانگی نگرانی میں وہ نکاح، تجارت اور صنعت و حرفت بھی کر سکتے ہیں۔ اس طرح یہ قیدی اسلامی سوسائٹی میں ضم ہو جاتے ہیں۔ وہ گھروالوں سے اچھے اخلاق اخذ کرتے ہیں اور اسلام کی انقلابی تعلیم کو عملی شکل میں نہایت قریب سے دیکھتے ہیں۔ اس لیے امکان ہوتا ہے کہ وہ کسی وقت اس تعلیم کو قبول کر لیں اور اسلامی سوسائٹی کے باقاعدہ رکن بن جائیں جیسے اوپر لکھا جا چکا ہے اسلام کے پہلے دور میں ان قانونوں پر سختی کے ساتھ عمل ہوتا رہا۔ بعد کی خلاف ورزیاں انہیں منسوخ نہیں کر سکتیں۔

## کافروں کے لیے غلامی ایک رحمت ہے

غرض اسلام میں غلامی انقلابی روح کا نتیجہ ہے ایک محض انقلاب کی طاقت کو فنا کرنے کے لیے میدان جنگ میں آتا ہے اور شکست کھا کر گرفتار ہو جاتا ہے۔ وہ قانون کی نظر میں واجب القتل ہے۔ لیکن قرآن حکیم اس کی زندگی اس خیال سے بخش دیتا ہے کہ شاید وہ انتہائیوں کی ہمرانی میں رہ کر اور قریب سے ان کا مطالعہ کر کے انقلاب کی حقیقت سمجھ لے۔ اور اس کی مخالفت ترک کر دے لیکن جو محض اس انقلابی تحریک پر ایک غیر انقلابی کے نقطہ نگاہ سے نظر ڈالتا ہے، اس کے نزدیک تو انسانیت کو ظلم سے بچانے کے لیے انقلاب کرنا ہی ناجائز ہے۔ وہ اس انقلاب کے دشمنوں کو دشمن کی حیثیت سے کس طرح دیکھ سکتا ہے اور ان دشمنوں کو واجب القتل کس طرح قرار دے سکتا ہے؟ اور جب وہ انہیں واجب القتل ہی نہیں سمجھتا تو ان کی جان بخشی کر کے اصلاح کی نیت سے انتہائیوں کی ہمرانی میں دیتا جسے عرف عام میں ”غلامی“ کہا جاتا ہے کس طرح جائز قرار دے سکتا ہے؟ لیکن اس میں سارا قصور اس کی غیر انقلابی ذات کا ہے۔ جب وہ اس معاملے پر انقلاب اور اس کی ضرورت کے لحاظ سے نظر ڈالے گا۔ تو وہ دنیا کا بہترین حکیم ہونے کے باوجود اسلام کے نظام ہمرانی سے بہتر نظام تجویز نہ کر سکے گا۔ اسلام محض ”بلند“ نظریات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ عملی زندگی کے لیے بہترین نظام مل بھی ہے۔

## غلامی کے منکروں کی غلطی

جو لوگ اسلام میں سے نام نہاد غلامی کا جز نکال کر اسے مغربی ملکوں کے نزدیک پیاری شکل میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ اگر



ملکوں میں بھی انقلابی موجود ہیں۔ جو اسلام کے ان ”بھی خواہوں“ کی وجہ سے اس عمل مذہب سے اس لیے نفرت کر سکتے ہیں کہ یہ انقلابی نقطہ نگاہ سے عمل کے قائل مذہب نہیں ہے۔ ایسے مذہب سے صرف انتہا پسند (Reactionaries) ہی خوش ہو سکتے ہیں۔ سرمایہ پرست رجعت پسند مغربی اقوام نے غلاموں کو جو فرضی آزادی بخشی ہے اس کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ گوری قوموں کو قانوناً غلامی سے مستثنیٰ کر کے رنگ دار قوموں کو غلام بنانا شروع کر دیا۔ اور اب تو گورے افراد کے حلق بھی ملائیے کما جاتا ہے کہ سرمایہ دار ممالک میں ان ”آزاد“ مزدوروں کی حالت غلاموں سے بدتر ہے یہ ان حالات پر کوئی مذہب قوم فخر نہیں کر سکتی۔

(و) ذَلِكْ (یہ ہے قانون)

(ہ) وَكَوَيْتَا لِلَّهِ لَمْ تُفْتَمِرْ مِنْهُمْ (اگر اللہ چاہتا تو ان سے خود ہی بدلہ لے لیتا) یعنی خدا ہی اسباب پیدا کر کے انہیں سزا دیتا۔ ”زلزلہ“ طوفان“ دہائی بتاریاں وغیرہ کے ذریعے سے ظالم طبقات کو فنا کر دیتا۔  
وَكُلُّكُمْ رَاسِخٌ فِي ظُلْمٍ (لیکن وہ آزمانا چاہتا ہے بعض تو بعض کے ذریعے سے)

جہیں جنگ کا حکم اس لئے دیا جاتا ہے کہ جہیں امتحان میں سے گزارا جائے۔ اور حقیقی انقلابیوں کو جو اس کی تعلیم کو سب سے اونچے درجے پر قائم کرنے کے لئے اپنی جان و مال سب کچھ اس پر قربان کر دینا چاہتے ہیں۔  
ذہنی مارنے والوں سے جدا کر دیا جائے۔

(د) وَالَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَنْ يُحْيِيَ اللَّهُ (اور جو لوگ قتل ہوئے اللہ کے رستے میں وہ ان کے عمل ہرگز ضائع نہیں جائے دے گا)

شہید کی محنت ضائع نہیں جاسکتی :- اس طریقے میں یہ بات بھی پیش آئے گی کہ بعض حق پسند انقلابی شہید ہو جائیں گے۔ لیکن ان کی کوششیں رایجاں نہیں جائیں گی۔ اگر وہ خود اپنی محنتوں سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے تو دنیا میں ان کی حلیں ان کی کوششوں سے فائدہ اٹھائیں گی۔ اور ان کی ہم خیال جماعت حکومت و عزت پائے گی۔ اور مرنے کے بعد شہیدوں کو جنت میں بے خواب ترقی کرنے کی طاقت حاصل ہو جائے گی۔

(۵) سَيِّدٌ نَحْمُ وَنُحْيِي بِأَنفُسِنَا رَاهِدٌ دَعَا لَنَا وَرَاهِدٌ دَعَا لَنَا سَنُوَارِے

(۶)

چونکہ یہ لوگ حق کی حفاظت میں اپنی جان دے رہے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کی جماعت کو ترقی کی راہ پر لگا دے گا۔ اور ان کی حالت اس زندگی میں ہی درست کر کے انہیں اونچے مرتبے پر پہنچا دے گا۔ اور مرنے کے بعد ان کی ترقی کا یہ سیدھا راستہ قائم رہے گا۔ اور وہ اس زندگی میں بھی اونچے درجے حاصل کرتے رہیں گے۔

آیت نمبر (۶) وَنُحْيِيهِمُ الْجَنَّةَ عَزَّ وَجَلَّ ○ اور انہیں جنت میں داخل کرے گا جو انہیں

معلوم کرا دی ہے۔

### جنت کا تصور مادی زندگی میں

اللہ تعالیٰ کی نعمت تو اوپر سے ایک ہی شکل میں آتی ہے لیکن مختلف مواطن (طبقات) (Stages) میں سے ہر مواطن (Stage) میں اس درجے کے مطابق شکل اختیار کر لیتی ہے۔ جیسے بارش کہ وہ کہہ ہوا کے ٹھنڈے طبقے میں اولوں کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے نچلے طبقے میں پانی کے قطروں کی صورت میں اور جب زمین پر آتی ہیں تو زمین کے ہر ایک قطعے کے موافق مختلف تاثیریں پیدا کر لیتی ہے۔ حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ کی حکمت کا یہ بنیادی قانون ہے۔

ایک شخص اس دنیا کی زندگی میں سوسائٹی کے خاص قاعدوں کے مطابق عمل کرنے سے جو اثر اپنے نفس میں لیتا ہے وہ اپنی جگہ آپ خوشی پیدا کرتا ہے۔ یہی خوشی اور اطمینانِ بشت میں اس موطن (Stage) کی نعمتوں کی شکل لے کر وہاں کی خوشی اور راحت کا سامان بہم پہنچائے گی۔

ایک شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح حکومت کرنے والے گمرانے میں ہدورش پاتا ہے کیا وہ مصر کے بنی اسرائیل کی طرح نچلے درجے کی زندگی پر راضی ہو سکتا ہے؟ پس حکومت کی بھی ایک لذت ہوتی ہے جسے حاکم قوم ہی سمجھ سکتی ہے۔ حکومت قوم اس لذت سے محروم ہے۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں آتا ہے کہ جنتیوں میں سے بعض چھوٹے درجے کے جنتی ایسے ہوں گے جنہیں وہ نعمتیں نصیب ہوں گی کہ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی ان کا دسواں حصہ نصیب نہ ہوا ہو گا اب جس قوم نے دنیا میں حکومت کی لذت نہیں چکھی، ہمیشہ دوسروں کی غلامی اور ٹھکوری ہی میں فنا ہو گئی۔ اور اپنے معاشی، معاشرتی اور روحانی ترقی کے قانون پر عمل کر کے اپنے اندر ان قانونوں کے مطابق کیے ہوئے عملوں کے جوہر نہ لے گی وہ جنت میں یہ مزے کیسے پائے گی؟ غرض آزادی، رحمت اور فتح سے حاصل ہونے والی خوشی اور راحت کی لذت بشت میں وہی قوم پائے گی جو دنیا میں قرآن حکیم کے قانون کو غالب کر کے اس کے نیچے آزادی، رحمت اور کامرانی کی زندگی بسر کر چکی ہوگی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہیں دنیا میں اللہ کی اس نعمت کی لذت اور راحت معلوم کرا دی گئی ہوگی جو وہ آگے چل کر بشت میں پانے والے ہوں گے۔ پس جب مسلمان دنیا میں حکومت اور کامیابی کا احساس و عرفان پالیں گے تو بشت میں بھی اس لذت سے انتہائی حد تک مزہ پائیں

گئے۔ ہمارے نزدیک عَزَّوَجَلَّ کے یہ معنی ہیں (باقی صحیح بات اللہ ہی بہتر جانتا ہے)  
آیت نمبر (۷) لَا يَهْدِي اللَّهُ الْفَاسِقِينَ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اِلٰهَهُمْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے پاؤں

تھامے گا۔

## کامیابی کی شرط

جب مسلمان تمام قوموں میں سے ظلم اور جہالت دور کرنے کا پاکہ ارادہ کر لیں اور اس پر اپنی جان کی بازی لگا دیں تو وہ ضرور غالب آئیں گے یہی انقلاب ہے اس صورت میں اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد کرے گا اور ان کی انقلابی جماعت چاہے وہ چھوٹی ہی ہو، بہت بڑی اجتماعی طاقت پر غالب آجائے گی کیونکہ اس انقلاب کی بنیاد علم، عقل اور عدل پر ہے۔ یہ انقلاب سب لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لے گا۔  
وَيُخَيِّطُ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۝۶ (تمہارے پاؤں مضبوطی سے گاڑ دے گا)

## پائیداری کی شکل

جب تک کوئی چیز سوسائٹی کے صرف فائدہ طبعی میں رہتی ہے اور عوام میں نہیں آتی۔ وہ پائیدار نہیں ہوتی۔ لیکن جب وہ عوام میں گھر کر لیتی ہے وہ پائیدار اور مضبوط ہو جاتی ہے۔ قرآن حکیم کا انقلاب کسی خاص طبقے کے لیے نہیں ہے۔ اسے عوام میں جائے گیز کرنا چاہیے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اسلامی انقلاب جس جس علاقے میں سرایت کر گیا وہاں اب تک اس کا اثر باقی ہے۔

آیت نمبر (۸) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قَتَلْتُمْ اَنفُسَكُمْ وَاَصْحٰبُ السُّلٰمِ

ترجمہ: اور جو لوگ اس کے منکر ہوئے وہ اپنے آپ کو قتل کر رہے ہیں اور ان کے کام کھارے۔

## مخالفین کی ناکامی

جو لوگ اس انقلاب کی مخالفت کریں گے وہ ناکام رہیں گے اور ان کے عمل اکارت جائیں گے وہ اپنی کوششوں سے جو نتیجہ پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ پیدا نہ ہو گا چونکہ وہ دنیا میں غلط پروگرام چلا رہے تھے۔ اس لیے مرنے کے بعد بھی وہ اپنے صحیح مقام پر نہ پہنچ سکیں گے۔

آیت نمبر (۹) اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنْزَلْنَا اِلَیْهِمْ اَحْصٰی الْمَعٰزِیْرِ

ترجمہ یہ اس لیے کہ اللہ نے جو انکار وہ انہیں پہنچا دیا ہر ایک نے ان کے عمل اکارت کر دیے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ایسا پروگرام دیا ہے جو تمام انسانیت کے لیے مفید ہے اور قرآن کو ماننے والی جماعت اس تعلیم کو کامیاب بنانے اور انقلاب کرنے کے لیے اٹھی ہے اس کے مقابلے میں جو ارتحائی ہیں وہ محدود طبقوں کے فائدے کے لیے لڑ رہے ہیں اس لیے یہ انقلابیوں کے مقابلے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ مستقبل انقلابیوں کے ہاتھوں میں ہے۔ وہی کامیاب ہوں گے۔

## ناکامی کی تاریخی شہادتیں

اگلی آیتوں میں قرآنی انقلاب کی کامیابی پر تاریخی شہادتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

آیت نمبر (۱۰) اَحْزَنُ یَسْبُغُوْا فِی الْاَمْرِیْ فَیَنْظُرُوْا بَیْنَ کَلَامِ عَاقِبَةِ الدِّیْنِ

مِنْ قَبْلِیْهِمْ فَوَقَّرَ اِنَّہٗ عَلَیْہِمْ وَلَیَّکَیْنِ عَذَابُ

ترجمہ کیا وہ ملک میں بڑے نہیں کر دیکھیں کہ جو ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیا ہوا اللہ

نے انہیں برباد کر دیا اور انہوں کے لیے ایسی ہی سزائیں ہیں۔

قرآنی انقلاب کے مخالفین گزشتہ اقوام کی تاریخ اور آثار کا مطالعہ کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ جس تحریک کی بنیاد عوام کی بھلائی اور اللہ کے ساتھ تعلق پر ہو وہ ہمیشہ کامیاب ہوتی رہی ہے اور اس کے مخالفین ہمیشہ ناکام رہے ہیں۔ عرب میں حضرت صالح علیہ السلام اور دوسرے نبیوں کی مخالفت کرنے والی قوموں کے آثار موجود ہیں جب ان قوموں نے صالح انقلابی جماعت کا مقابلہ کیا اور ناکام رہے تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس انقلاب کی دعوت دے رہے ہیں اس کے مقابلے میں یہ ارتہامی کس طرح ٹھہر سکتے ہیں؟ یہ یقیناً "ناکام رہیں گے اور برباد کر دیے جائیں گے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ عرب میں قرآنی انقلاب پوری طرح کامیاب ہوا اور پھر بہت ہی بڑے کل قومی پیمانے پر تمام دنیا پر غالب آیا۔

## جنگ کا انجام

آیت نمبر (۱) ذَلِكُمْ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْتِي الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْغُلَامَ لَا مَوْتِي لَهُمْ

ترجمہ یہ اس لیے کہ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں ان کا رفق خدا تعالیٰ ہے اور جو لوگ انکار

کرتے ہیں ان کا کوئی رفق نہیں ہے۔

انتھالیوں کی کامیابی اس لیے یقینی ہے کہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہے۔ وہ اس تحریک کو عوام تک پہنچانے کے لیے مومنوں کی مدد کرتا ہے۔ یہ ارتحالی (Reactionaries) نکال رہے ہیں۔ کیونکہ ان کی تحریک عوام کے لیے مفید نہیں۔ اس لیے اللہ اسے پھیلنے سے روک دے گا۔

آیت نمبر (۲) لَا يَنْفَعُ الْإِنْسَانَ إِلَّا إِلَهُ الَّذِي آمَنَ وَأَوْفَوْا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ بَيْنَهُمْ

مِنْ تَحْتِهَا الْإِلَهَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ حَتَّىٰ كَالْظُلْمِ الْأَنْتَارِ وَالَّذِي مَشَىٰ لَهُمْ

ترجمہ اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے (اس ایمان کے مطابق) ایسے کام کیے

جتنے باغوں میں داخل کرے گا۔ جس کے لیے سرسبز جلی ہیں اور جو عسکر اور دشمن ہیں وہ ایسے

فائدہ اٹھاتے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے چھوٹے کھاتے ہیں اور ان کا کمر آگ ہے۔

## کافر و مومن کا قتل

قرآن حکیم کے بات کہنے کا یہ عام طریقہ ہے کہ وہ مومن اور کافر کا مقابلہ کر کے ایک کی برتری اور دوسرے کی ناکامی کا اثر پیدا کرتا ہے۔ اس آیت میں بھی مومن اور کافر کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ اور کافروں کو ہست گری ہوئی حالت میں دکھایا گیا

ہے جو لوگ قرآن حکیم کی انقلابی تعلیم کو مان کر اسے عمل میں لانے اور اسے پھیلانے اور غالب کرنے میں اپنا سب کچھ قربان کر دینے کو تیار ہیں وہ مومن ہیں ان کے مقابلے میں وہ لوگ ہیں جو اسی تحریک کو اپنے ذاتی فائدوں کے خلاف سمجھتے ہیں ان لوگوں کا مطمح نظر یا نصب العین حیوانیت سے اونچا نہیں الٹا وہ دنیا کو فقط اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ ہم اس سے کہاں تک لطف اٹھا سکتے ہیں مثلاً لباس، مکان، کھانا اور دوسرا سامان عیش کتنا جمع کر سکتے ہیں اور اس سے کتنا مزہ پا سکتے ہیں۔ لیکن ایک حکیم جانتا ہے کہ حیوانی نصب العین کو ترقی دینا انسانیت کے اصلی فائدوں کے بالکل خلاف ہے۔ جو قوم حیوانی نصب العین میں ترقی کرتی ہے وہ اپنے نفوس کے اندر ایسی گندی اور گرے ہوئے درجے کی عادتیں جمع کر لیتی ہے جو مرنے کے بعد کی زندگی میں اس کے لیے جہنم پیدا کر دیں گی جو قوم دنیا میں قرآنی اصول پر انقلاب برپا کرتی ہے وہ اس دنیا میں بھی انسانیت کی خدمت کرنے والی اونچے درجے کی حکومت پیدا کر کے عزت حاصل کر لیتی ہے وہ مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی اپنے نفوس کے اندر اس تعلیم و تربیت سے ایسی عادتوں کے نتیجے لے جاتی ہے جو اس کے لیے بہشت کی زندگی پیدا کر دیں گے۔

ان باتوں کو نہ سمجھتا اور دنیاوی لذتوں میں پھنس کر آخرت کی زندگی جاہ کر لیتا  
نری حیوانیت ہے۔

آیت نمبر (۱۳) وَحَیَّائِینَ مِنْ قُرْبَیْهِ اَشْهَدُ قَوْلَیْنِ قُرْبَیْكَ الْفِی  
اَفْرَیْقَتِكَ اَهْلَکُمْ مَخْلَا نَا وَجِزْلَمُنْ

ترجمہ اور کئی سوسائٹیاں قصبہ جو اس تحری سوسائٹی سے جس نے قصبہ ۱۸۵ ' زیادہ زور آور

قصی، ہم نے انہیں عات کر دیا۔ بھران کا کوئی مددگار نہ ہوا۔



## مخالفین انقلاب کو تنبیہ

کے والوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو جو انہیں اعلیٰ درجے کی انسانیت کی تعلیم دیتے تھے اتنا تنگ کیا کہ انہیں اپنے فکر کی حفاظت کرنے اور پھیلانے کے لیے مکہ معظمہ سے نکل جانا پڑا اور ایک نیا مرکز قائم کرنا پڑا۔ کیا دنیا کی تاریخ میں یہ الوکھا واقعہ ہے؟ نہیں کے والوں سے بھی زیادہ مالدار طاقتور اور مضبوط سوسائٹیاں اور حکومتیں دنیا میں ہو چکی ہیں جو انسانیت سے گر کر اور حیوانیت میں ترقی کر کے بے احتیاط زندگی بسر کرتی تھیں جب انہیں ان کی انسانیت یاد دلانے والے لوگ ان میں پیدا ہوئے تو انہوں نے ان نیک انسانوں کی مخالفت کی، نتیجہ دنیا کی تاریخ کے صفحوں میں محفوظ ہے۔ نمرود، فرعون وغیرہ طاقتور تھے۔ لیکن ان کے مقابلے میں ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام وغیرہ باوجود کمزور ہونے کے کامیاب ہوئے۔ ان ”طاقتوروں“ کی تباہی کا وقت آیا کسی طاقت نے ان کی مدد نہ کی اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی طاقت ظالم کو ہمیشہ اونچے مقام پر رکھ نہیں سکتی۔ ظلم کو آخر گرنا ہے۔ تو یہ بے چارے مکہ والے کب اس انجام سے بچ سکتے ہیں؟ یہ ایسی جماعت کی مخالفت کر رہے ہیں۔ جو نہیں معلوم کتنے عظیم الشان کل قومی انقلابوں کی پیشرو (Pioneer) ثابت ہوگی۔

آیت نمبر (۴۴) اَمَّا اَنْتَ اَنْتَ عَلٰی اَنْتَ مِنْ رَّبِّكَ لَمْ يَكُنْ لَكَ سُوْرَةٌ عَمَلُہٗ

وَاَنْتَ اَنْتَ اَنْتَ

ترجمہ: بھلا جو لوگ اپنے رب کے واضح راستے میں ہیں، ان کے برابر ہو سکتے ہیں جنہیں ان کا

براکام بھلا دکھایا گیا ہے اور وہ اپنی خواہشوں پر پلٹے ہیں؟

ایک جماعت انقلاب کی بنیاد کو اپنی عقل سے صحیح جانتی ہے اور اپنے دل کی شہادت سے مانتی ہے اس کے برخلاف دوسری جماعت ہے جو اجتماعیات کے اس انقلابی اصول کو محض بیاد سے مانتی ہے ورنہ اصل میں اس کے افراد عوام سے انشاع کے اصول پر جمع ہو گئے ہیں ان کا اجتماع ظاہری ہے ان کے عملوں کی جو اصل حقیقت ہے، یعنی انشاع (Exploitation) وہ نہایت گہناؤنی ہے۔ لیکن پراپیگنڈہ کے زور سے اسے قوم پروری، خدمت وطن وغیرہ کے نہایت شاندار الفاظ سے ظاہر کر رہی ہے جیسے موجودہ زمانے میں یورپ اور امریکہ کی جمہوریتوں کا حال ہے۔ کہ ان کے آئین اور قانون کی بنیاد اصل میں تو انشاع (Exploitation) پر ہے، لیکن جمہوریت کا ڈھونگ رکھایا ہے اور عام لوگوں کو وہ نظام اچھا کر کے دکھایا جاتا ہے لیکن جب اس قسم کا نظام ایسے انقلابی سے کھراتا ہے جس کی بنیاد صحیح انسانیت پر ہو تو اس "غوشنا نظام" کا ٹوٹ جانا لازم ہے۔ فرعون، نمرود، قیصر و کسریٰ کے نظام اسی قسم کے تھے وہ ٹوٹ چکے آئندہ بھی ایسے نظاموں کا یہی حشر ہو گا۔ یہ کلیہ قاعدہ ہے۔

وَالْبَقِيَّةُ آخِرُهُ ۝ (پچھلے ہیں اپنی خواہشوں پر)

یہ لوگ فقط اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کر رہے ہیں جن کی بنیاد حیوانیت پر ہے، ان کی کوئی عقلی یا اجتماعی بنیاد نہیں ہے۔ اگر ان کا پروگرام کامیاب ہو گیا تو یہ سرمایہ پرست جماعت اپنے فائدے کے لیے حکومت قائم کر کے بیٹھ جائے گی۔ اور عوام سے ناجائز انشاع (Exploitation) کا سلسلہ پہلے کی طرح جاری رہے گا۔

آیت نمبر (۱۵) مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرَ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفُورَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاهُمْ

ترجمہ: اس بحث کا حال جس کا وعدہ حقیتوں سے ہوا ہے اس میں دہا پتے ہیں جن کے پانی میں بھیس ہے اور سرس ہیں دودھ کی جس کا مزہ نہیں گہرا اور سرس ہیں شراب کی جس میں مزہ ہے پینے والوں کے سر۔ اور سرس ہیں شد کی جھاگ اتارا (صاف کیا) ہوا اور ان کے لیے وہاں سب طرح کے میوے ہیں اور معانی ہے ان کے رب سے 'کیا یہ برابر ہیں ان کے جو آگ میں سدا رہے اور انہیں کھونا پانی پلایا جائے تو کات نکالے ان کی آنتیں؟

### بہشت کا تصور قومی نقطہ نگاہ سے

مرنے کے بعد کی زندگی 'امام ولی اللہ مادی کی تحقیقات کے مطابق' مثالی زندگی ہے۔ اس میں مادیات کا جو ہر موجود ہے لیکن وہ مادی خواص سے بالکل پاک ہے۔ اس زندگی میں انسان کے عمل ہی مختلف شکلیں اور صورتیں اختیار کر کے مختلف لذتیں اور عذاب کی صورتیں پیدا کر لیں گے۔ چنانچہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ جنت اللہ الباقیہ (طبع مصر جلد اول صفحہ ۳۷) میں فرماتے ہیں کہ

”حشر میں انسان کے اعمال اور اخلاق جو شکلیں اختیار کریں گی، وہ اس شخص کے حق میں پوری پوری طرح ظاہر ہوں گی۔ اس لیے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے عذاب کا اکثر حصہ قبروں میں پورا ہو جائے گا (یعنی میری امت چونکہ کمزور ہے۔ اس لیے حشر کی تصویریں زیادہ نہیں بنیں گی۔ لوگ تھوڑی ہی سی بات سے جلد سمجھ جائیں گے)

حشر میں بعض کاموں کی شکلیں ظاہر ہوں گی جنہیں تمام روحیں یکساں طور پر سمجھ سکیں گی۔ مثلاً ”حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کے بعد جو فیض و ہدایت آپ کے ذریعے سے پھیلی وہ ایک حوض کی شکل میں ظاہر ہو گی (یعنی لوگوں نے دنیا میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو فیض حاصل کیا اور

اے آگے بڑھانے میں جدوجہد کی وہ ایک حوض کی شکل میں ظاہر ہوگی جس میں پانی ہو گا یہی حوض کوثر ہے جو حقیقت میں قرآن حکیم سے استفادے کا مظہر ہے) اور ان کے جتنے اعمال محفوظ ہیں وہ سب ترازو میں تلیں گے اور اچھے کھانوں ' خوبصورت عورتوں ' عمدہ لباسوں اور اچھے گھروں کی شکل میں ظاہر ہوں گے۔"

ایسے ہی تفہیماتِ الہیہ (مطبوعہ ڈابھیل) جلد اول صفحہ ۲۵۵ - ۲۵۳ میں

فرماتے ہیں

"اس منزل (یعنی مادی دنیا - مرتب) سے گزر جائے۔ تو وہ ایک اور عالم میں داخل ہوتا ہے ' جسے شرع کی زبان میں حشر کا دن کہتے ہیں اور اس مقام کی حقیقت یہ ہے کہ ان نفوسِ ارضیہ کی بہت سی انفرادی باتیں جو غصروں کے باہمی ملاپ اور کشیدگی سے پیدا ہوئی تھیں ' جاتی رہتی ہیں۔ اور اب ہر ایک نفس شفاف جسم کی طرح نئی امور کا عکس پیش کرتا ہے اور اس پر نئی تقاضے ظاہر ہو کر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھ لو کہ مادی دنیا میں انسان کی صورت نوعیہ تقاضہ کرتی ہے کہ ایک فرد کے دو دو ہاتھ پاؤں آنکھیں اور کان ہوں لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مادے میں دو دو اعضاء پیدا کرنے کی استعداد نہیں ہوتی۔ اس وقت جو بچہ پیدا ہوتا ہے ' وہ لٹکا ' لنگڑا یا کانہ یا بوجہ ہوتا ہے۔ اس ناقص الخلقیت بچے کی پیدائش میں قصور مادے کا ہے نہ کہ صورت نوعیہ کا۔"

ایسے ہی غیر مادی زندگی کے امور میں صورت نوعیہ کے تقاضے ہوتے ہیں مثلاً "وہ تقاضا کرتی ہے کہ انسان کے اندر ایسی عقل سلیم ہو کہ وہ ادہام کی غلاحت سے ناپاک نہ ہوئی ہو اور اس پاکیزگی کے سبب سے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے صحیح علوم لے سکے۔ اور وہ یہ بھی تقاضا کرتی ہے کہ انسان کی قوتِ عقلیہ صحیح ہو۔ تاکہ وہ چیزوں کو عالم مثال کی کیفیت کے مطابق شکل دے سکے۔"

الغرض اس موطن میں جا کر انفرادیت کے احکام چھٹ جاتے ہیں اور نوعی تقاضے غالب آ جاتے ہیں اور عقل اور خیال کی قوتوں کے لحاظ سے نوعی تقاضے ظاہر ہونے لگتے ہیں اور فرد انسانی نوعی تقاضوں کو ایسی پوری طرح ظاہر کرتا ہے کہ اس سے زیادہ اس سے ممکن نہیں ہوتا یہ وہ کیفیت ہے جس کے متعلق قرآن حکیم کہتا ہے کہ  
 فَكَفَفْنَا عَنْكَ غِلَاظَ يَدِكَ فَصَلَّهُ الْيَوْمَ حَنِيدًا (بے شک ہم نے تیرے پردے اتار دیئے ہیں اس لیے آج تیری نگاہ تیز ہے۔ ۲۲/۵۰)

چنانچہ اس موطن میں نفس انسانی کو بعض واقعات پیش آتے ہیں مثلاً ”میزان“ حساب، تجلی الہی، حوض کوثر، اعمال ناموں کا اذکر دائیں بائیں ہاتھ میں آ جانا، ہاتھ پاؤں کا انسان کے اعمال کی شہادت دینا۔ پل صراط سے گزرتا۔ چروں کا سفید یا سیاہ ہو جانا اور رسولوں کا شفاعت کرنا۔ ان میں سے میزان سے مراد یہ ہے کہ عالم مثال میں انسان کے اچھے برے اعمال ایک خاص مقدار اختیار کر کے ظاہر ہوں گے اور ان کی خاص قسم کی تاثیر ظاہر ہوگی۔ اور یہ مقدار اور تاثیر عالم مثال کے ”مادے“ کے مناسب حال ہوگی۔ مثلاً ”ترازو وغیرہ جو عالم مثال اور عالم مادی کے بین بین ایک قسم کے مادے سے ظاہر ہو گا اس کا مطلب یہ ہے کہ مادی اجسام مثالی قوتوں کی شکل میں ظاہر ہوں گے۔ حوض سے مراد یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک پر تجلی اعظم سے جو ہدایت نازل ہوئی اور آپ کے قویٰ کے ذریعے سے دنیا میں پھیلی اور وہ وہاں حوض کوثر کی مثالی شکل میں ظاہر ہوگی اور اس حوض میں جو پانی پینے کے برتن ہوں گے وہ تمام مسلمانوں کی قبول کردہ ہدایت ہوگی جو برتنوں کی شکل میں ظاہر ہوگی اس عالم میں خدا کے خاص مقرب بندوں کو چشمہ تسنیم سے پانی پلایا جائے گا۔ یہ پانی کیا ہو گا؟ یہ مجردات اور اک سے حاصل شدہ عقلی لذات ہوں گی جو پانی کی شکل میں انہیں پلائی جائیں گی۔“

ظاہر ہے کہ یہ شجاعت ہر قوم کے لیے مختلف ہوں گی۔ یعنی ایک ہی نیک عمل ایک قوم کے لیے ایک شکل اختیار کرے گا اور دوسری کے لیے دوسری چونکہ قرآن حکیم نے عربوں کو اپنے انقلاب کا آلہ کار بنایا اس لیے اس نے ان تشجعات کا بیان عربوں کی طبیعت کے مطابق کیا ہے۔ چنانچہ عرب ایک خشک اور گرم ملک ہے جس میں صاف بے یو پانی اور دودھ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت شمار ہوتی ہے اور انہیں صحرا میں شد بھی لگائیے بھی ان کے نزدیک بہت بڑی نعمت ہے وہ بعض پہلوں کو بھی جانتے ہیں اور ان کی بہت قدر کرتے ہیں پس عرب کے جو لوگ قرآن حکیم کا انقلاب دنیا میں قائم کرنے کے لیے اپنی جان اور مال اس پر قربان کریں گے اور اس کوشش میں شہید ہو جائیں گے ان کے اچھے عمل بہت میں ان نعمتوں کی شکل اختیار کر کے ان کے لیے لذت اور راحت کا سامان بہم پہنچائیں گے۔

جب انقلاب آتا ہے تو اس میں ہر درجے کے عوام شامل ہوتے ہیں اس لیے اس انقلابی جماعت سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں لیکن چونکہ یہ لوگ حق قائم کرنے کے لیے اٹھتے ہیں۔ اس لیے جب انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ ان سے غلطی ہو گئی ہے

تو وہ اس پر اڑ نہیں جاتے۔ بلکہ اس سے باز آ جاتے ہیں اور اس پر افسوس کرتے ہیں اور آگے کو اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح اس جماعت کی معمولی لغزشیں (غلطیاں) اس کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنتیں۔ کامیابی ہو جانے کے بعد معمولی غلطیاں خود بخود دھل جاتی ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک طالب علم امتحان دیتا ہے وہ اپنے جوابوں میں چند غلطیاں بھی کرتا ہے لیکن جب اس کی کامیابی کا اعلان ہو جاتا ہے تو اسے ترقی مل جاتی ہے اور اس کی غلطیوں کی وجہ سے اسے روک نہیں لیا جاتا اور نہ اسے ان کی وجہ سے برا بھلا کہا جاتا ہے اسی طرح

جو مسلمان انقلاب کی راہ میں اپنا جان و مال دے کر کامیاب ہو گئے ان کی معمولی (مخصوص) غلطیاں ان کی ترقی کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنتیں۔ اس جماعت کی لغزشیں انقلاب کی کامیابی کی وجہ سے دنیا بھول جاتی ہے۔ مرنے کے بعد کی زندگی میں وہ کسی شمار میں نہیں لائی جاتیں اور وہ معاف ہو جاتی ہیں۔ اس آیت میں ان کی غلطیوں کی معافی کا اعلان کر کے ایک تو انقلابیوں کی حوصلہ افزاء کی گئی ہے کہ لغزشوں کے خوف سے انقلاب سے پیچھے نہ رہیں اور نہ ان منافقوں کی بات سنیں جو ان غلطیوں کا خوف دلا کر انقلاب کو ناجائز کہہ رہے ہیں۔ دوسرے ان کی غلطیوں کی معافی کا اعلان کر کے مسلمانوں کے دلوں کا اطمینان پورا کر دیا گیا ہے تاکہ بے خوف ہو کر انقلاب کو کامیاب بنائیں۔

انسان جب مادیات سے الگ ہو کر بہشت میں جائے گا تو اس کی فطرت بدل نہیں جائے گی بلکہ اس کے حیوانی جذبات، نفس کی خواہشیں اور عقلی مطالبات اس کے ساتھ جائیں گے لیکن ان میں ترقی کا سلسلہ قائم رہے گا یہاں تک کہ انسان آخر کار اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے لیے تیار ہو جائے گا۔ بہشت کی زندگی کا یہ سب سے اونچا مقام ہے۔

حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ اپنے والد ماجد (شیخ عبدالرحیم) کے حالات میں لکھتے ہیں کہ ان کے والد شیخ وجیہ الدین دہلویؒ نے خواب میں جنت دیکھی، جس میں ہر قسم کی نعمتیں موجود تھیں۔ وہ رونے لگ گئے۔ جنت میں جو لوگ متعین تھے وہ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اس جگہ رونے کا کیا کام؟ یہ تو آرام اور خوشی کا مقام ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ بھئی ہمیں کھانے پینے کی چیزوں کی حاجت نہیں۔ ہمیں تو اور عی چیز چاہیے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی تعظیوں کا دیکھنا ان موکلوں کو الہام ہوا کہ ان سے کہو کہ کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ هَذَا لِمَنْ يَتَّقُ (الواقعة ۵۶) (۵۶)

یہ آخرت میں ان کے اترنے کا مقام ہے۔ یعنی وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے مہمان پہلی مرتبہ آکر ٹھہرتے ہیں۔ یہاں ذرا سستا کر ہمارے مشاہدے کے لیے ترقی کرو۔ حضرت شیخ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

غرض بہشت کی زندگی زیادہ تر ہمارے دنیاوی عملوں کا نتیجہ ہے لیکن اس کی جو نعمتیں قرآن حکیم بیان کرتا ہے، انہیں دنیاوی چیزوں پر قیاس نہیں کرنا چاہیے بلکہ وہ معنوی لذتیں ہوں گی۔ یہی حال جہنم کا ہے۔ وہ انسان کے برے عملوں کا نتیجہ ہے۔ یہاں اسے بھی عرب کی ذہنیت کے مطابق بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ گرم پانی کے ذریعہ جو صحراؤں میں ملتا ہے۔ انہیں جہنم شافیت کروائی گئی ہے۔ کسی دوسری قوم کا حکیم انہی باتوں کو اپنی قوم کی ذہنیت کے مطابق بیان کرے گا۔

دَعْنِ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ اس کی طرح جو آگ میں ہمیشہ رہے گا

اس کا اسطف اَنْزَلَكَ اَنْزَلَكَ عَلٰی بَيْتِكَ پر ہے۔ بدیلے پر ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ جنت میں جائے گا۔ جس شخص کے عمل اسے بھلے کر کے دکھائے گئے ہیں وہ جہنم میں ہمیشہ رہے گا۔

کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

## مخالفین انقلاب کی حالت

یہاں تک اس انقلاب کے غلبے کا ذکر تھا۔ یہ بادشاہوں کے غلبے کی مانند نہیں ہے۔ بلکہ وہ جنت کے پہنچوانے کا ذریعہ ہے۔ اور راستے کی منزل ہے۔ آیت نمبر ۲۱ سے آخر تک ان لوگوں کا ذکر ہے۔ جو اس انقلاب سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

آیت نمبر (۱۰) وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُ اِلٰلٰهَ حَقًّا اِذَا خَرَجُوا مِنْ عِندِكَ



قَالُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا الصَّلَاةَ إِذَا قَامَ إِلَيْهَا ۖ وَلْيَذُكِّرْ طَبِيعَ اللَّهِ عَلَى  
قُلُوبِهِمْ وَأَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ هُمْ

ترجمہ: اور ان میں سے بعض ہیں 'کہ ہماری طرف کان رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب تم سے  
پاس سے نکلیں تو انہیں جنہیں علم ملا کہتے ہیں کہ اس شخص نے ابھی ابھی کیا کیا تھا؟ یہ وہی ہیں  
'جن کے دلوں پر اللہ نے مرکا دی ہے اور اپنی خواہشوں پر چلے ہیں۔'

### منافقین

وہ لوگ جو انقلاب کے مخالف ہیں 'یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ  
تحریک کیا چاہتی ہے؟ لیکن ان کا یہ رجحان وقتی ہوتا ہے۔ وہ بحث اور طرف متوجہ  
ہو جاتے ہیں۔ وہ بعض مسلمانوں سے باتیں ٹٹولنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن نہایت  
بد مذہبی کے ساتھ۔ ان کا اصل فضاء یہ نہیں ہوتا کہ وہ اس انقلاب کی حقیقت معلوم  
کریں۔ بلکہ محض اپنے فائدوں کی حفاظت چاہتے ہیں وہ ان نازک جذبات سے بالکل  
کورے ہیں۔ جو انسان کو گرے ہوئے طبقات کی مدد کے لیے اکسائیں۔ اب ان میں  
سمجھنے کا مادہ ہی نہیں رہا وہ یہ سمجھ ہی نہیں سکتے کہ چھوٹی چھوٹی جنگوں سے یہ انقلاب  
عرب پر کیسے قابض ہو جائے گا۔ اور پھر ایک بین الاقوامی تحریک بن کر نمودار ہو گا۔  
اس بے سمجھی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی خواہشوں کو اپنا رہبر بنا رکھا ہے۔ وہ  
قانون کی پابندی کرنا نہیں چاہتے اس لیے وہ اس عظیم الشان انسانیت گیر انقلاب کے  
نتیجے سمجھ نہیں سکتے۔ یہ لوگ ایک قسم کے غفاق میں مبتلا ہیں۔

اپنی خواہشوں کی پیروی یا تو جاہل لوگ کرتے ہیں۔ یا وہ مالدار جو خدا کو یاد نہیں  
کرتے۔

آیت نمبر (۱۷) کو الٰہین تَغْتَنُوا بِالْاِحْسَانِ وَذِي الْقَلْبِ الْغَوِيَّةِ

اور جو لوگ راہ پر آئے انہیں اور وہی سوجھ اور پرہیزگاری

## مومنین کی حالت

ان منافقوں کے برخلاف وہ مومن ہیں جو اس انقلاب کو خوب سمجھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ تحریک انسانیت کی خدمت کرنے اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہے انہیں جب اس سلسلے میں کام کرنے کا حکم ملتا ہے تو وہ جھٹ اسے سمجھ لیتے ہیں اور کام پر لگ جاتے ہیں۔ یہ لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ظلم کو پسند نہیں کرتا اور جب ملک میں ظلم غالب آ جائے تو اسے دور کرنے والے لوگ کھڑے ہو جائیں وہ اس حقیقت کو پہچان لیتے ہیں کہ یہ بات صحیح ہے وہ اس حقیقت کو بھی جانتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کو جنگ کا جو حکم دیا گیا ہے 'تو یہ انسانیت میں سے ظلم دور کر کے حق قائم کرنے کے لیے ہے اور حق قائم کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

## تقویٰ کیا ہے؟ شیخ عبدالقادر جیلانی کی تعریف

تقویٰ سے مراد انسان کا وہ صحیح وجدان ہے جو ظلم کو پہچان لیتا ہے اور اس میں پنہنے سے اس لیے ڈرتا ہے کہ خدا کے سامنے جوابدہی کئی پڑے گی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اپنی مشہور تفسیر "غنیۃ الطالبین" میں تقویٰ کی تشریح اس آیت سے کرتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاسْتُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ذِي الْقَلْبِ الْغَوِيَّةِ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ

ترجمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عدل قائم کرنے 'اجمع انسان میں احسانی حالت پیدا کرنے اور

زہروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور فحش اور منکر اور بغاوت سے منع کرتا ہے۔

اس آیت میں عدل سے مراد اجتماع انسانی میں مساوات قائم کرنا ہے۔ تاکہ ہر ایک فرد کی زندگی کی ضرورتیں آسانی کے ساتھ حاصل ہوتی رہیں۔ احسان سے مراد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے حکم اس طرح بجالائے گو یا اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہے۔ یا کم سے کم اس یقین کے ساتھ بجالائے کہ وہ ہر لمحہ انسان کی نگرانی کر رہا ہے اور ایک دن اس سے جواب طلبی کرے گا۔ ایفاء ذی القربى سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی انسان کو جس سے قریبی تعلق ہے بھوکا نہ سونے دے۔ ننگا نہ رہنے دے۔ فضاء مکر اور معنی نافرمانی کے تین درجے ہیں۔ پہلے تین اجزاء 'عدل' احسان اور ایفاء ذی القربى ثبت ہیں اور آخری تین اجزاء۔ فضاء، مکر اور معنی۔ منفی ہیں۔ ان سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تقویٰ سے مراد عدل اور ذمہ داری کا احساس ہے۔ پس اَلْعَمَلُ تَقْوٰی (میں تقویٰ دیا) سے مراد یہی عدل اور احساس ذمہ داری کا پیدا کرنا ہے جس جماعت کے افراد میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے وہ ظلم کا ایک ذرہ بھی بدداشت نہیں کر سکتی خواہ اپنی طرف سے ہو یا کسی کی طرف سے اور چاہے اس کے اپنے اندر ہو یا کسی اور اجتماع کے اندر۔

قرآن کا انتخاب اجتماع انسانی میں یہی تقویٰ کی کیفیت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اجتماع میں سے ہر ایک قسم کا ظلم دور کرنے کے لیے اپنا جان و مال سب کچھ قربان کرنے اور خدا تعالیٰ کے سامنے اپنے عملوں کی جوابدہی کے لیے ہر وقت تیار رہے۔

آیت نمبر (۱۸) قَمَلٌ يَتَخَوَّفُونَ لَآ التَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ اَشْرَاطُهَا

ترجمہ۔ اب یہ اس گمراہ کا انتظار کرتے ہیں کہ ان پر اچانک آنکڑی ہو اس کی نشانیاں آچکی

## الساعة سے کیا مراد ہے؟

الساعة سے مراد پہلے درجے میں اس دنیا میں انقلاب کی گھڑی ہے اور کامل درجے میں انسانیت عامہ کے اس انقلاب کا وقت ہے جب ساری نوع انسان کو خدا کی جلی کے سامنے جس کا ذکر حدیث میں آیا ہے، پیش ہو کر اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہوگی۔

اس سے پہلی آیت میں جس تقویٰ کا ذکر ہے اسے اگر اس الساعۃ سے ملایا جائے تو مراد یہ ہوگی کہ اجتماع انسانی میں کل قوی پیلنے پر تقویٰ قائم کرنے کی جس انقلابی گھڑی کا انسانیت کو انتظار تھا۔ اس کی نشانیاں آگئی ہیں۔ اب اپنے آپ کو اس انقلاب کے قبول کرنے کے لیے تیار کر لو۔ یعنی اس انقلاب کے حصہ دار بن جاؤ تو بچ جاؤ گے نہیں تو پس جاؤ گے۔

ہمارے نزدیک قرآن حکیم کے بین الاقوامی انقلاب کی آمد کی خبر دینے والی پہلی سورت "النمل" ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں۔ اَتٰی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ (اللہ کا امر آگیا ہے۔ جلدی مت کرو) (۱۸۱)۔ اس میں بھی اَمْرُ اللّٰهِ سے عالمگیر انقلاب (World Revolution) مراد ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

هُوَ الَّذِيۥ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْمَنْۢىۤىۥ وَذِيۥنَ الْحَقِّ لِيُظْهَرُوْا عَلٰی الَّذِيۥنَ كٰفَرُوْا

سورۃ فتح (۳۸) ۲۸ سورۃ صف (۲۳) ۹

خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر اس لیے بھیجا ہے کہ اسے تمام ظالماتے ٹھٹھٹ یعنی ایوان پر غالب کرے۔ (مرتب)

اب جب مومنین اسی انقلاب کو کامیاب کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں اور انہوں نے وہ شرمیں پوری کر لی ہیں جو اس انقلاب کے لیے ضروری ہیں، ان کی کامیابی کی گھڑی جو انقلاب کی ساعت ہے، اچانک ہی آجائے گی۔ چنانچہ جب

کہ فتح ہوا تو مکہ والوں کو اس کی خبر بھی نہ تھی اور انقلابی فوجیں یا یک مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر اس پر قابض ہو گئیں۔

(ب) قَالِي لَهُمْ لَإِذَا جَاءَهُمْ مُنْقَرِعُ الْجَنَّةِ

ترجمہ: پھر کہاں نصیب ہو گا انہیں جب آجائے گی ان کی یاد دہانی؟

جب انقلاب کی گھڑی آ پہنچی اور مومنوں کا غلبہ اور کافروں کی شکست اٹل ہو گئی تو اس وقت یاد دہانی کا وقت نہیں ہوتا۔ اس لیے ان لوگوں کو ابھی سے سمجھ جانا چاہیے اور انقلاب کی قوتوں کو مضبوط کرنے کے لیے ان کے ساتھ شامل ہو جانا چاہیے۔ نہیں تو وہ پس ڈالے جائیں گے۔

آیت نمبر ۱۹ (الف) كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهِ إِذِ انبَأَهُ آلُهُ إِخَالَهُمْ وَأَنَّ لَهُ لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَعْتَضُوا لَدِ اثْنَيْ وَارْتَمَتْ عَلَيْهِمُ السَّيْلُ

پس تو جان لے کہ اللہ کے سوا کسی کی ہندگی نہیں اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لیے۔

## اس انقلاب کی غرض

یہ انقلاب اللہ کی حکومت قائم کرنے کے لیے آیا ہے۔ نہ کہ کسی خاص شخص یا خاندان کی۔ چاہے وہ شخص نبی اکرم ہی کیوں نہ ہوں۔ اور وہ خاندان بنی ہاشم ہی کا خاندان کیوں نہ ہو۔ انقلاب بادشاہوں اور عام سیاسی لوگوں کے تجویز کیے ہوئے انقلابوں جیسا نہیں ہے۔ کیونکہ ان انقلابوں میں وہ لوگ اپنی اپنی غرض حاصل کرنے کا کوشش کیا کرتے ہیں اور یہ انقلاب عوام پر ہونے والے ظلموں کو دور کرنا چاہتا ہے۔

جو لوگ اس قرآنی انقلاب میں حصہ لے رہے ہیں ان کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ جو چاہیں کر گزریں۔ وہ تو اللہ کے غلام ہیں۔ ان سے حساب لیا جائے گا۔ البتہ ان سے جو غلطیاں ہوئی ہیں وہ انہیں معاف کر دی جائیں گی اور ان کی نیکیوں کا اجر اللہ

اپنے پاس سے دے گا۔ وہ دنیاوی اجر کی خاطر کام نہیں کر رہے۔

نئی قانون کی آخری اپیل کا مقام ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی طرف قانونی غلطی تو منسوب نہیں ہو سکتی۔ اس لیے نبی اکرم قانون کے لحاظ سے تو غلطیوں سے پاک ہیں لیکن اپنی جماعت کے لیڈر ہونے کی وجہ سے ان غلطیوں کے ذمہ دار ہیں جو انقلاب کے دوران میں آپ کے ساتھیوں سے ہوئیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ آپ اپنے ساتھیوں کی غلطیوں کی بھی عطا فرمائیں جو ان کی معافی کا سبب بن جائے (اس مسئلے پر مزید روشنی سورہ فتح میں ڈالی گئی ہے)

(ب) وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَقَالَتَكُمْ وَمَقَالَتَكُمْ ترجمہ: اللہ تمہارے لڑنے کی جگہ اور گھر جانتا ہے۔

تم اس انقلاب میں کس نتیجے پر جا کر ٹھہرو گے اور راستے میں تمہیں کیا کیا وقتیں اور تکلیفیں پیش آئیں گی؟ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ تم اپنا کام کیجئے جاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری منزل کی تیاری تم سے کراتا رہے گا۔

## منافقوں کی حالت

آیت نمبر ۲۰ (الف) وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ

ترجمہ: اور ایمان والے کہتے ہیں کہ ایک سورت کیوں نہ اتری؟

### مومنین اور قتال

مومنوں کی ایک جماعت انقلاب کی پہلی صف میں آنے کے لیے بے تاب ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ جنگ کا حکم ملے اور وہ ارتجاعیوں (Reactionaries) کا سرکچل ڈالیں۔

(ب) قُلْ أَذِلَّةٌ أَنْزَلْتُ سُورَةَ الْمُحْكَمَةِ وَذِكْرٌ فِيهَا الْوَعْدَانِ

ترجمہ: جب ایسی سورت اتری جس میں جنگ کا ذکر آگیا اور وہ ذکر بھی ایسا صاف ہے کہ اس کے سوا اور کوئی سنی نہیں ہو سکتے۔

ترقی کن انقلابی مومنوں کی جماعت جنگ کے لیے آمادہ ہے اس کی خاطر جنگ کی سورت - سورہ قتال - نازل ہو گئی ہے۔ اس سورت میں جنگ کا حکم ایسے الفاظ میں آگیا ہے کہ ان سے مراد فقط میدان جنگ میں جا کر لڑنا ہے۔ پھر یا مارنا ہے یا مرنا ہے۔ اس کے سوا اس کی اور کوئی تادیل ہو نہیں سکتی۔ اس سورت کی چوتھی آیت جس میں جنگ کا ذکر ہے ایسی ہی آیت ہے۔

(ج) رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يَتَّبِعُونَكَ لِيُزِيلُوا عَنْكَ الْقُرْآنَ يُنَازِلُوكَ يُنَازِلُونَ إِلَيْكَ لِنُكَفِّرَ الْمُنَافِقِينَ فَلْيَبْزُغْ بَيْنَ يَدَيْهِ

التَّوْبَةُ ترجمہ: تو دیکھتا ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ تیری طرف اس طرح دیکھتے ہیں گویا ان پر سوت کی سی فتنی طاری ہو گئی ہے۔

## منافقین اور جنگ

یہ جنگ کا حکم سن کر منافقوں پر جن کے دلوں میں غافقی بیماری ہے 'موت کی سی فشی چھا جاتی ہے کیونکہ ان کی خواہش تو یہ ہے کہ انقلاب بپا ہو جائے اور وہ حکومت قائم کر لیں لیکن لڑنا نہ پڑے کیونکہ اس میں جان اور مال جانے کا خطرہ ہے۔ انسانیت کے تمام طبقے یکساں نہیں ہیں۔ بلکہ اس میں کئی قسم کے لوگ ہیں ہر گروہ اپنے عقیدے پر قائم ہے۔ ان کے درمیان بے شمار قسم کے جھگڑے ہیں۔ اگر انقلابی جماعت اپنے مخالف ارتجاعیوں (Reactionaries) کو مہلت دے ' انہیں غلط پروگرام پر رہنے دے اور قتل نہ کرے تو وہ ارتجاعی (Reactionaries) اس غلط فہمی میں جلا ہو جاتے ہیں کہ انقلابی جماعت کمزور ہے اور وہ ارتجاعی جرات پا کر انہیں تباہ کرنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں کیا اس صورت میں جنگ کے بغیر انقلاب آ سکتا ہے ؟ اگر انقلابی جماعت لڑائی نہ کرے تو بھی ارتجاعی (Reactionaries) ضرور جنگ کی طرح ڈالتے ہیں۔ اور انہیں قتل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو جماعت اس حالت پر راضی رہتی ہے اور جنگ و قتل کا نظام اپنے اندر قائم نہیں کرتی وہ کبھی اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتی۔ اب یہ انقلابی چاہتے ہیں کہ انہیں جنگ کی اجازت مل جائے لیکن ان میں جو منافق ہیں وہ جنگ سے گھبراتے ہیں۔ جنگ کی اجازت آتے ہی ان پر موت کی سی فشی چھا گئی۔

(۱)۔ فتنی فتنہ ترجمہ تو خرابی ہے ان کے لیے

اگر یہ لوگ اپنی حالت درست نہ کر لیں۔ اور اپنے آپ کو جنگ کے لیے تیار نہ کر لیں۔ تو ان کا انجام اچھا نہ ہو گا اور یہ لوگ ہوتے ہوتے ارتجاعی (Reactionary) بن جائیں گے جو کفر ہے۔



آیت نمبر ۲۱ معلقہ قول معروف فلذا عَزَمَ الْاِمْرُ قُلُوْا صَدَقُوا اللّٰهَ لَکَانَ تَخِيْرًا لِّهَمَّ  
ترجمہ: حکم مانا ہے اور یہی بات کہی 'مگر جب تاکید ہو کام کی تو اگر اللہ سے سچے رہیں تو ان کا بھلا ہے  
(الف) قائمہ قول 'معروف ترجمہ: حکم مانا اور یہی بات کہی'

جو شخص اطاعت اور قول معروف پر بیعت کر کے مسلمانوں کی جماعت میں داخل  
ہو جائے 'اس سے پہلے ہی دن جواب طلبی کی جاسکتی ہے۔

## قول معروف کیا ہے؟

جماعت کے منظور کیے ہوئے قاعدوں کے اندر جو حکم دیا جائے وہ قول معروف  
ہوتا ہے۔

اگرچہ ظاہر میں ان لفظوں سے کوئی خاص بات سمجھی نہیں جاسکتی۔ لیکن  
فرمانبرداری کا پکا وعدہ اور جماعت کے فیصلے کو ہر حالت میں مان لینے کا پکا ارادہ ایک  
سچے انسان کو جنگ میں حصہ لینے پر مجبور کر سکتا ہے 'یہی انقلاب ہے۔

(ب) فلذا عَزَمَ الْاِمْرُ قُلُوْا صَدَقُوا اللّٰهَ لَکَانَ تَخِيْرًا لِّهَمَّ

ترجمہ: جب تاکید ہو کام کی 'تو اگر وہ اللہ سے سچے رہیں تو ان کے لیے بہتر ہے  
مومنوں کی انقلابی جماعت اس بات پر جمع ہو جائے کہ جنگ کا وقت آگیا ہے تو  
اس وقت قول معروف یہی ہے کہ ان کی اجماعی بات کی اطاعت کی جائے کیونکہ بیعت  
کی شرط یہی ہے۔ اب اگر اپنی بیعت کے قول کو صدق اور صفائی کے ساتھ پورا کر  
دیا جائے تو یہ اچھا ہے کیونکہ کون کہہ سکتا ہے کہ جنگ میں جان بچے گی یا نہیں اور  
اگر جنگ میں کامیاب ہو گئے تو انقلابی حکومت کا قیام یقینی ہے۔ حکومت تک پہنچانے  
کے لیے بیعت کے قول کو پورا کرنا ضروری ہے۔ اس وقت جنگ سے جی چرانا سخت  
جرم اور گناہ ہے۔

آیت نمبر ۲۲ قہن عَسِیْخِرَانِ قَوْلَیْکُمْ اَنْ تَغْنِمَ فَاِنَّ الْاَرْضَ وَتَقَطَّعُوا

○ اَزْخَامَکُمْ

ترجمہ۔ ہر تم سے یہ بھی اندیشہ ہے کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے تو تم ملک میں غرابی ڈالو گے

اور قزاقیں کاٹو گے۔

## منافقین کو کوئی ذمہ دار پوزیشن نہیں دی جاسکتی

جو لوگ آج جنگ میں جانے سے جی چراتے ہیں اور جنگ کے قانون کی پیروی نہیں کرنا چاہتے وہ امن کے زمانے میں قانون کی پابندی کس طرح کر سکتے ہیں؟ کیا یہ لوگ اس وقت عام ملکی قانون کی خلاف ورزی نہ کریں گے؟ ہمسایوں اور ہم وطنوں کے حقوق پامال نہ کریں گے؟ فطری رشتے کاٹ نہ ڈالیں گے؟

ایک آدمی جو قانون کے اندر رہ کر میدان جنگ میں جاتا ہے اور اپنے افسر کی ماتحتی میں ٹیک ٹامی سے فارغ ہوتا ہے۔ وہ اخلاق کی سند لے کر آتا ہے اگر اسے امن کے زمانے میں حاکم بنا دیا جائے تو وہ قانون کو خوب چلائے گا اور اعلیٰ پیمانے پر ضبط قائم رکھے گا اور اپنے افسران اعلیٰ کی پوری پوری اطاعت کرے گا۔ لیکن جو لوگ قانون کے اندر رہ کر لڑائی میں حصہ لیتا نہیں چاہتے، وہ حاکم بنتے ہیں تو عام طور

پر شہوت رانی اور جذبات انتقام پورا کرنے کے لیے حکومت کرتے ہیں جو لوگ جنگ کے وقت گھروں میں ٹھس کر بیٹھ جاتے ہیں اور لڑائی سے جی چراتے ہیں۔ وہ امید رکھتے ہیں کہ لڑائی کے بعد جب موقع آئے گا تو انہیں حکمران بنا دیا جائے گا یہ لوگ بہت بڑی حماقت میں مبتلا ہیں۔ اگر یہ لوگ حکومت کریں گے تو ہر قسم کے سماجی فسادات پیدا کریں گے پس جو لوگ قرآن کی اطاعت کا عہد توڑیں گے اگر انہیں

حکومت دی گئی تو وہاں بھی کسی قانون کی پابندی نہیں کریں گے۔

یہ منافقوں اور کمزور دل لوگوں کی ذہنیت کا تجزیہ (Analysis) ہے۔ اسے تاریخ اسلام کے کسی خاص عہد سے کوئی تعلق نہیں۔

آیت نمبر ۲۳ اُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاصْنَعُوا لَهُمْ آيَاتٍ

ترجمہ۔ ایسے ی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا پھر انہیں برا کر دیا اور ان

کی آنکھیں موند دیں۔

## منافقین کی غلط ذہنیت

مسلمانوں کی جماعت میں جو ایک عظیم الشان بین الاقوامی انقلاب کی داعی ہے۔ شامل ہونا اور اللہ کے کمزور بندوں کی خدمت کر کے خدا تعالیٰ کے ہاں سرخروئی حاصل کرنا بہت بڑی رحمت ہے لیکن جو منافقین جنگ سے جی چراتے ہیں۔ وہ اس رحمت سے محروم ہیں وہ جب دیکھیں گے کہ جنگ سر پر آگئی ہے وہ اس جماعت سے الگ ہو جائیں گے یہ بے وقوف اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتے کہ انقلاب انسانی معاشرے کو ترقی دینے کے لیے ضروری ہے اس سے ارتجاعی (Reactionary) قوتیں چھٹ جاتی ہیں اور ترقی کن طاقتیں برسرِ اقتدار آ جاتی ہیں۔ یہ ہے قرآن حکیم کی حکمت یہ تا سمجھ اس بات کو سمجھ نہیں سکتے وہ نہ مسلمانوں کی طرف سے سمجھانے کو سمجھتے ہیں۔ نہ اپنی آنکھوں سے دنیا کے حالات دیکھ کر سمجھ حاصل کرتے ہیں۔

ہمارے زمانے کے اکثر علماء اس غلط ذہنیت کے مالک ہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارا کام فقط فتویٰ اور حکم دینا ہے۔ لڑنے والی جماعت اور ہونی چاہیے۔ لیکن یہ نفس کا دھوکہ ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں ایک شخص تھا جبے قرآن حکیم

سب سے زیادہ یاد تھا جب وہ لڑائی پر جانے لگا تو اس سے کسی نے کہا کہ آپ جنگ پر نہ جائیں اور یہیں رہ کر تعلیم دیں اس نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم جاننے والوں میں سب سے برا میں ہوں کیونکہ ایسے موقع پر پیچھے رہنے کی خواہش صرف بزدل لوگ ہی کر سکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک عالم اپنے لیے یہ ذلت برداشت نہیں کر سکتا کہ جنگ کو فرض جان کر بھی جنگ میں شریک نہ ہو یا جنگ کی تیاری نہ کرے اور وعظ کتا پھرے

### انقلاب اور جہاد

اب آیت نمبر ۲۴ سے ۲۸ تک ان مرتدین کا ذکر آتا ہے جو جنگ سے بھاگتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۴ اَلَّذِي يَتَذَكَّرُونَ الشُّرَكَاءَ اَمْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمُ اَعْفَافٌ ۝

ترجمہ: کیا یہ قرآن میں دھیان نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگ رہے ہیں؟

جو لوگ قرآن حکیم کے صریح احکام کے باوجود جنگ یا اس کی تیاری سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے دلوں سے رفتہ رفتہ قرآن حکیم کی سمجھ نکل جاتی ہے (خدا اس سے بچائے) کیا یہ دیکھتے نہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اگر آپ جنگ میں شہید ہو جاتے تو تحریک اسلام کو کتنا خطرناک نقصان پہنچتا؟ پھر بھی آپ ہمیشہ جنگ میں شرکت فرماتے رہے اور کبھی اس سے جی نہ چڑایا یہاں تک کہ سورہ توبہ کے الفاظ میں آپ نے یہ بھی فرما دیا کہ اِنَّ تَوَلَّوْا اَکْثَرَ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۝۹۸ (اگر یہ جنگ میں نہ جائیں تو اکیلے جنگ پر جاؤ اور لڑو۔ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔ وہ کافی ہے) تو کیا ہمارے عالمان قرآن اسے نہیں سمجھتے؟ یہ کیوں اس سے جی چراتے ہیں؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اس

ہات کو سمجھ کر اس پر عمل نہیں کرتے ان پر خدا کا غضب ہے جس فرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بری نہیں ہیں اس سے کون بری ہو سکتا ہے پس ہر ایک عالم و عامی کا فرض ہے کہ وہ قرآن حکیم کو غالب کرنے کے لیے لادینیت کی ہر شکل کے خلاف انقلاب لانے کی پوری پوری کوشش کرے۔ اور اگر اس میں اسے مال و جان کا نقصان برداشت کرنا پڑے تو برداشت کرے۔

آیت نمبر ۲۵ اِنْ الدِّينَ اَرْكَدُوا عَلٰی اَذْنَابِهِمْ فَرَقْنَا بَيْنَ مَا تَجْلِيْنَ لَهُمُ الْهَدٰى الْقَبْضَ سَقُوْا لَهْمُ وَاَمْلِ لَهْمُ

ترجمہ: جو لوگ سیدھی راہ دیکھ لینے کے بعد پیٹھ دکھا گئے۔ ان کے دلوں میں شیطان نے کوئی بات بانی ہے اور ان سے دیر کے وعدے کیے ہیں۔

## نماز، روزہ، اور قتال

جو لوگ مسئلہ قتال (جنگ) کی تشریح ہو جانے کے بعد تاویل میں کرتے پھر اس فرض سے بچنے کے لیے طرح طرح کے بہانے ڈھونڈیں مثلاً "کیس" کہ ہماری سرحد پر جنگ نہیں ہے یا ملک میں مسلمانوں کا کوئی رہبر نہیں ہے۔ مسلمان بے حد کمزور اور پر آگندہ ہیں وغیرہ وغیرہ۔ انہیں حقیقت میں شیطان نے دھوکہ دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز، روزہ وغیرہ فرائض تو مسلمان ہونے کی شرطیں ہیں۔ یعنی مسلمانوں کی جماعت میں شریک ہونے اور رہنے کے لیے یہ شعار (خاص نشان) کی طرح ہیں۔ جو شخص ان میں سے کسی چیز کو ترک کر دیتا ہے یا پابندی کے ساتھ بجا نہیں لاتا۔ اس کی وفاداری اس جماعت کے ساتھ کبھی نہیں جاسکتی۔ اس جماعت کی تنظیم میں داخل ہونے کا جو اصل مقصد ہے اور جس کے لیے نماز روزہ وغیرہ فرائض کا تسلیم کرنا اور پابندی کے ساتھ بجا لانا پہلی شرط ہے وہ یہ ہے کہ دنیا

بے ظلم دور کیا جائے۔ وہ چاہے کسی شکل میں ہو اور اسے دور کر کے قرآن حکیم کی حکومت پیدا کی جائے مثلاً "ہمارے زمانے میں معاشی ظلم انتہاء کو پہنچ چکا ہے اور یہاں عدم توازن کی وجہ سے عام لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اکثر لوگ غذا نہ ملنے یا ناقص غذا ملنے کی وجہ سے کمزور ہو رہے ہیں اور صحیح تعلیم نہ ہونے کے سبب سے اپنے انسانی فرائض ادا نہیں کر رہے اور نہ ادا کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ انہیں اس حالت سے نکال کر ایسے حالات پیدا کرنا کہ وہ فکر معاش سے نجات پا کر اللہ کی یاد میں لگ سکیں۔ ہر ایک اس شخص کا فرض ہے۔ جو قرآن حکیم کی تعلیم کو مانتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ جان اور مال کی قربانی کے بغیر نہیں ہو سکتا جب وہ لوگ جنہوں نے قرآن حکیم کو سمجھا اور اس میں یہ بات پائی تو ان میں سے اکثر پیچھے ہٹ کر فقط نماز، روزہ وغیرہ اچھے اخلاق کی تلقین پر قناعت کر کے بیٹھ گئے۔ انہیں چاہیے تھا کہ وہ قرآن حکیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر غور کرتے اور آگے بڑھنے کا راستہ نکالتے مگر یہ لوگ لڑائی کا نام تک نہیں سن سکتے اگر یہ لوگ اس بات پر اڑے رہیں اور ظلم کو دور کرنے کے لیے جنگ نہ کریں یا کم سے کم اس کی تیاری نہ کریں اور اس کا راستہ صاف نہ کریں تو قرآن حکیم کی زبان میں وہ مرتد ہیں گویا وہ اپنے نماز روزے کے باوجود اسلام کو چھوڑے ہوئے ہیں ان کے یہ عمل بھی کام نہ دیں گے اس کی مثال یوں سمجھنی چاہیے جیسے کوئی کاشتکار زمین میں مل چلائے اور بیج ڈال دے لیکن کھیت کو پانی نہ دے ظاہر ہے کہ اس ایک عمل کے نہ ہونے سے اس کے پہلے سب اچھے عمل اکارت جائیں گے۔ کیونکہ وہ پہلے سارے اعمال اس ایک عمل کے لیے تھے اگر یہی نہیں تو وہ کس کام کے؟ اسی طرح جب خوشے نکل آئیں تو ان کی حفاظت ضروری ہے۔ اگر اب یہ کام نہ کیا تو پانی دینے تک سب عمل بے کار

جائیں گے اس پر اگلے باقی کاموں کو سوچ لینا چاہیے۔

اسی طرح اسلام میں ایک عمل کر کے اس کے بعد دوسرا عمل نہ کیا تو پہلے سارے عمل بیکار ہو جاتے ہیں مثلاً "نمازیں پڑھیں لیکن جماد نہ کیا یا کم سے کم اس کی تیاری نہ کی اور مقلوموں کے ساتھ انصاف نہ کیا یا انصاف کرنے والا نظام پیدا کرنے کی کوشش نہ کی تو سب عمل اکارت گئے دنیا کا نظام اسی قاعدے پر چل رہا ہے کہ اگر ایک عمل کے بعد دوسرا زور دار عمل نہ کیا جائے تو پہلے عمل کا نتیجہ بھی اکارت چلا جاتا ہے بس جہاں انسان ٹھہر جاتا ہے وہیں سب عمل ضائع ہو جاتے ہیں۔ زندگی چلنے اور آگے بڑھنے کا نام ہے اس میں جمود کا نام موت ہے

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کی صلح کی (جس کا ذکر اگلی سورت میں آتا ہے) تو عرب میں آپ کی پوزیشن مضبوط ہو گئی۔ اس کے بعد آپؐ نے مدینہ منورہ تشریف لاتے ہی اس قومی انقلاب کی منزل سے اگلی منزل۔ کل قومی انقلاب۔ کا کام شروع کر دیا۔ چنانچہ آپؐ نے قیصر و کسریٰ وغیرہ کی طرف خط لکھ کر انہیں دھمکایا کہ اگر وہ اس انقلاب میں شریک نہ ہوں گے تو وہ برباد کر دیئے جائیں گے۔ یہی معنی ہیں اس آیت کے فَازَا فَرَّغَتْ فَأَنْصَبَ (الم نشرح - ۷۴) (جب تو ایک کام سے فارغ ہو جائے تو پھر محنت کے لئے اٹھ کھڑا ہو) یعنی ایک کام سے فارغ ہوتے ہی دوسرا زور دار کام شروع کر دو۔

آیت نمبر ۲۶ ذَلِكْ يَنْتَظِرُونَ قَالُوا لَمَلَكُوا لِلَّذِينَ كَانُوا عَادِلِينَ اللَّهُ سَخَطِبَكُمْ فِي تَغْيِصِ

الْأَمْرِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَسْرَارَهُمْ ○

ترجمہ نہ یہ اس واسطے کہ انہوں نے ان لوگوں سے جو اللہ کی اتاری ہوئی کتاب سے ہزار ہیں

کہا کہ ہم تمہاری بات بھی مانیں گے بے کاموں میں اور اللہ ان کا خیر مشورہ کرنا جانتا ہے۔

## منافقین اور کفار کا سمجھوتہ

یہ منافقین اور کمزور دل لوگ قرآن حکیم کو ہاتھ میں لے کر جنگ سے گریز کرتے ہیں تو اس کا بھید یہ ہے کہ ان منافقوں نے قرآن حکیم کے مخالفوں سے سازش کر رکھی ہے انہوں نے ان کافروں سے سمجھوتہ کر رکھا ہے کہ ان کی تھوڑی بہت مخالفت کرتے رہیں گے لیکن میدان جنگ میں جا کر ان کے خلاف لڑیں گے نہیں۔

آیت نمبر ۲۷ قَتِيفَ اِذَا تَوَلَّيْتُمْ اَلْمُنَافِقُ يَصْطَرِيحُ وَيُخَوِّفُهُمْ وَاِنْ اَرَادَهُ

ترجمہ: پھر کیا حال ہو گا جب فرشتے ان کی جان نکالیں گے ' ان کے منہ اور چہرہ ہارے جاتے ہوں گے۔

یہ لوگ جو حق کا راستہ چھوڑ کر جھوٹ کا راستہ اختیار کر رہے ہیں یعنی باطل کے خلاف میدان میں نہیں آتے، یہ مریں گے تو انہیں سخت عذاب دیا جائے گا اس وقت یہ لوگ کیا کریں گے۔

آیت نمبر ۲۸ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اَتَّبَعُوا لِمَا اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ  
فَاَخِطَ اَعْمَالَهُمْ

ترجمہ: یہ اس لیے کہ وہ چلے وہ راہ جس سے اللہ ہزار ہا اور انہوں نے اس کی خوشنودی ٹانہ کی۔ چنانچہ اس نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے۔

انہیں موت کے وقت یہ دردناک عذاب اس لیے ملے گا کہ یہ لوگ اس بات سے ہلکے ہوئے جو خدا کو پسند تھی۔ اب ان کے تمام نام نہاد نیک اعمال بے نتیجہ ہیں۔ اب ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مشرق کی طرف جانا چاہتا ہے لیکن مغرب کی طرف رخ کر کے چل دے وہ چلے گا بھی فاصلہ بھی طے کرے گا اپنے بدن کو



تھکائے گا بھی لیکن اصل منزل پر نہ پہنچ سکے گا اس لیے اصل منزل کے لحاظ سے یہی کہا جائے گا کہ اس کے سفر کا عمل اکارت گیا حالانکہ مغرب کو چلنا بجائے خود ایک عمل ہے اگر وہ صحیح سمت کو کیا جاتا تو نتیجہ پیدا کرتا لیکن سمت بدل جانے سے نتیجہ خیز نہ رہا ایسے ہی نام نمد مسلمانوں کے اچھے عمل نتیجہ خیز نہ ہوں گے کیونکہ یہ انسانیت میں سے ظلم دور کرنے کے لیے جنگ میں شریک نہیں ہوتے۔

### صوفیاء کا فریضہ

ہم نے ہند کے مسلمانوں کی طرف سے پہلی عمومی جنگ ۱۸۱۳ء میں حصہ لے کر بعض باتیں اپنے تجربے سے دیکھیں جن کا ہمیں اپنی پڑھنے پڑھانے کی زندگی میں کبھی سان گمان بھی نہ ہوتا تھا۔ اس تجربے سے ہم یہ جان چکے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے دینی علوم اور ارشاد و احسان بہترین عملوں میں سے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ان عملوں سے کسی حالت یا کسی شکل میں کافروں کی مدد نہ ہوتی ہو نہیں تو اللہ تعالیٰ ان نیک عملوں کو بھی بے کار اور بے اثر کر دیتا ہے۔ مثلاً "اگر کوئی صوفی اپنے مریدوں کو اللہ اللہ کرنے میں لگا رکھتا ہے۔ کہ وہ انہیں قرآن حکیم کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے تیار نہیں کر سکتا اور اس طرح کافروں کو فائدہ پہنچتا ہے" تو ان نیک عملوں کے فائدے مند ہونے میں شبہ ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد اور امر بالمعروف کے مسئلے میں فقیہ رازیؒ نے "احکام القرآن" میں نہایت اچھی طرح کھول کر بات کی ہے۔ ہمارے لئے وہ کافی اور شافی ہے۔ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے طریق پر انتہائی روح قائم رکھی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد ہم نہیں دیکھتے کہ حنیفہ کے لئے قرآن حکیم کی انتہائی تحریک سے

بیچے رہنے کا کوئی عذر باقی رہ گیا ہے۔

آیت نمبر ۲۹۔ اَفَرِحَ سِبَ الدِّينِ فِي قُلُوبِهِمْ فَرَضَ اَنْ لَّنْ يَخْرُجَ اللّٰهُ  
اَضْعَافًا مُّضَاعَفًا؟

ترجمہ :- کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے خیال کرتے ہیں۔ کہ اللہ ان کے کئے ظاہر نہ کرے گا؟

کیا ان منافقوں کا یہ خیال ہے۔ کہ ان کی خیانت، ان کی بے ایمانی اور بددیانتی ظاہر نہ کی جائے گی۔ ایک نہ ایک دن ان کی دوستی دشمنی کا فیصلہ کرنا ہو گا، ان کی خفیہ سازشیں ہرگز قائم رہنے نہیں دی جاسکتیں۔

آیت نمبر ۳۰۔ وَلَوْ نَشَاءُ لَآتَيْنَهُمْ قُلُوبَهُمْ فَلَعَرِفْتَهُمْ بِسَمْعِهِمْ وَلَعَرِفْتَهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللّٰهُ  
يَعْلَمُ اَعْمَالَهُمْ ○

ترجمہ :- اگر ہم چاہیں، تو تجھے وہ لوگ دکھا دیں اور تو انہیں ان کے چروں سے پہچان لے (اور اب بھی) تو ان کی بات کے ڈھب سے انہیں پہچان لے گا۔ اور اللہ کو ہمارے سب کام معلوم ہیں۔

اگر خدا چاہے، تو آپ کو ان لوگوں کی شناخت ان کے چروں سے ہو جائے لیکن

وہ چاہتا ہے کہ آپ کو ان منافقین کی کوئی ایسی عام نشانی بتا دے، کہ وہ قاعدے میں آسکے۔ مثلاً ان کی بول چال اور لب و لہجہ سے آپ جان سکتے ہیں کہ کس طرح جنگ کی بات ٹال جاتے ہیں۔

آیت نمبر ۳۱۔ وَلَتَبْلُوَنَّ كَيْفَ عَقِبْتُمْ عَلَىٰ الْمَجْهِدِ ۚ وَأَنْتُمْ كَذِبُونَ وَيُنْظِرُ الطَّيْرُ لَكُمْ وَيُنْظِرُ الْخَبْرُ لَكُمْ

ترجمہ :- اور تم جانو گے کہ تم نے جدوجہد میں کیسی پیروی کی۔ اور تم جھوٹے ہو۔ اور پرندے تم کو دیکھ رہے ہیں اور خبریں تم کو سن رہی ہیں۔

قائم رہنے والے گون ہیں اور تمہاری خبریں حقیق کر لیں۔

## منافقوں کا اخراج

اور اگر کمزور لوگ اپنی حالت درست نہ کر لیں اور جنگ میں شریک ہونے کے لئے تیار نہ ہو جائیں ' تو منافق بن جاتے ہیں۔ انقلاب کی حالت میں جنگ کے وقت مجاہدین اور منافقین کی تمیز لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خبردار کر دیا۔ اور وہ اپنے اجتہاد سے انہیں پہچان لیتا ہے۔ اور انہیں مسلمانوں کی پہلی لائن سے نکال دیتا ہے۔ تاکہ وہ مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں ﷺ

حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے زمانے میں فرمایا تھا کہ اب جب مسلمان مضبوط ہو گئے ہیں۔ ہم منافقین کے ساتھ وہ معاملہ نہیں کر سکتے جو حضرت رسالت امّ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کیا کرتے تھے۔

منافقین کو پہلی لائن سے نکال دینا اسی وقت ممکن ہوتا ہے ' جب حکومت منظم ہو جائے۔ شروع شروع میں حکومت منظم نہ تھی ' کہ انہیں باہر نکال دیتی یا انہیں سزا دیتی۔ حکومت منظم ہو جانے کے بعد منافقین کو صرف نکالا ہی نہیں جائے گا ' بلکہ ان کے ساتھ وہ معاملہ ہو گا ' جو کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس وقت کسی کو ان کے حق میں بولنے کی ضرورت نہ ہو گی۔

ہم انقلابی جماعت کے لئے یہ شرط مقرر کرتے کہ وہ منافقین کو ہرگز جماعت میں قبول نہ کرے۔ اور جب وہ شامل ہو جائیں ' تو انہیں اس وقت تک نہ نکالے جب تک عظیم کھل نہ ہو جائے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح صبر سے کام لے۔

آیت نمبر ۳۲ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدَقُوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَفَاوْا الرِّسَالَہٗ وَنَ بَعْدُ

مَا تَبِیْنَ لِمَنْ اَهْدٰی لَّنْ یُضِلُّوا الْمَلَہٗ حَقِیْقًا وَیَحْیِظُ اَعْمَالَهُمْ

ترجمہ نہ جو لوگ مکر ہوئے اور انہوں نے اللہ کی راہ سے روکا اور مخالف ہو گئے رسولؐ کے 'سیدھی راہ ظاہر ہو چکے کے بعد' وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور وہ امارت کر دے گا ان کے سب کام۔

جو لوگ قرآنی انتخاب کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی کوششیں ناکام رہیں گی۔

## مومنوں سے خطاب

آیت نمبر ۳۳ لَا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تَبْغُلُوْا اَمْۤاَلَكُمُ ۝ ترجمہ نہ اے ایمان والو! اللہ کے حکم پر چلو، اور رسول کے حکم پر چلو اور اپنے عمل ضائع مت کرو۔

## نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے معنی

مسلمانوں کو اپنی تمام توجہ قرآن حکیم کی پیروی پر لگائے رکھنی چاہیے اور جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قرآن حکیم کے نظام کے لئے لڑتے رہے تم بھی انہی کے قدموں کے نشانوں پر چلو۔ اور جو لوگ آگے بڑھنے سے رک گئے یا پیچھے ہٹ گئے ان کی اطاعت کر کے اپنے عملوں کو برباد مت کر لو تم جو نماز، روزہ وغیرہ اچھے اعمال کر رہے ہو، وہ اس مقصد کی تمہید تھی۔ جب یہ مقصد کہ قرآن حکیم غالب آئے اور اللہ کے بندوں میں سے ظلم دور کیا جائے بھول گئے 'یا تم اس کے لئے کھڑے نہ ہوئے۔ تو پہلے کیے ہوئے سب کام بے فائدہ ہو جائیں گے۔

آیت نمبر (۳۴) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰكْفَرُوْا وَصَلُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَنۡزَلۡنَاوْهُمۡ  
وَهُمْ يَخۡفَوْنَ كُنۡهَ الَّذِيۡ لَہُمۡ

ترجمہ جو لوگ مکر ہوئے اور انہوں نے اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکا۔ پھر مر گئے اور وہ مکر ہی رہے 'وہ اللہ انہیں ہرگز نہ بخلے گا۔

## کفار کا انجام

جو لوگ قرآن کی حکومت اور اس کے نظام کے قیام کی مخالفت پر اڑے رہے اور لوگوں کو اس نظام پر چلنے سے روکتے رہے، لڑکر پراپیگنڈہ کر کے یا کسی اور طرح مجبور کر کے، تو اگر وہ اسی حالت میں مر گئے اور انہوں نے اس انقلاب میں حصہ نہ لیا، تو مرنے کے بعد کی زندگی میں ان کی ترقی رک جائے گی۔ اور وہ جہنم کے جس کڑے میں پڑیں گے، اسی میں پڑے رہیں گے۔

آیت نمبر (۳۵) فَلَا تَهِنُوا وَتَذَعُوا إِلَى التَّلَاقِ وَانْتَرِ الْأَعْلَاقَ وَاللَّهُ مَعَ الصَّادِقِينَ

وَلَنْ يَغَيِّرَنَّ أَهْمَالَكُمْ

ترجمہ: تم ہودے نہ ہوئے جاؤ۔ کہ پھارنے لگو صلح اور تم غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور نقصان نہ دے گا تمہیں تمہارے کاموں میں۔

## پائیداری کی ضرورت

تمہیں چاہیے کہ ہودے پن کا اظہار کر کے ”صلح!“ مت پکارنے لگو۔ بلکہ پائیداری اور بہادری کے ساتھ جنگ کرو۔ اللہ کی تمام قوتیں تمہارے ساتھ ہیں۔ تم یقیناً کامیاب ہو گے۔ دوسری جگہ ہے۔ کہ وَإِنْ جُنَحُوا لِلْإِسْلَامِ فَاجْتَنِبْهُمْ ۚ الْإِنْفَالِ ۸۸ (اگر وہ صلح کی طرف جھکیں، تو تم بھی جھک جاؤ) یعنی اگر مخالفین صلح کی درخواست کریں، تو اس وقت صلح کا ہاتھ بڑھانا چاہئے۔ لیکن خود کمزوری دکھا کر صلح کرنے سے موت بہتر ہے۔ اگر تم قرآن حکیم کو بلند کرنے یا اسے بلند رکھنے کے لئے لڑو گے۔ تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

یہ ضروری نہیں کہ ہر مرد، عورت، بچہ، بوڑھا میدان جنگ میں جائے مگر یہ

ضروری ہے کہ ہر ایک شخص کسی نہ کسی شکل میں جنگ میں حصہ لے (تفصیل سورۃ فتح میں آئی ہے)۔

آیت نمبر (۳۶) اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَلَئِنْ تَوَلَّيْتُمْ لَتُؤْمِنُوْا وَقَتْلُوْا  
يَلِيَّكُمْ الْجُوْدُكُمْ وَلَا يَنْفَعُكُمْ اَمْوَالُكُمْ

ترجمہ :- دنیا کی زندگی تو کھیل اور تماشہ ہے اور اگر تم یقین لاؤ گے اور جنگ کر جاؤ گے (یعنی عدل کر دے گے) تو اللہ تمہیں تمہارا اجر دے گا اور تم سے تمہارا مال نہ مانگے گا۔

### مال خرچ کرنے کی ضرورت

ادنیٰ درجے کی زندگی یعنی حیوانی زندگی جو عقل کے ماتحت نہ ہو اور جس کی غرض انسانیت کو ترقی دینا نہ ہو لغو اور بے ہودہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لیے تم سے کچھ نہیں مانگتا لیکن تمہاری جان اور تمہارا مال خود تمہارے اپنے صحیح نظام کے قیام پر خرچ ہونا ضروری ہے۔ اگر تم اس نظام کو مان کر انصاف اور عدل قائم کرنے کے لیے کھڑے ہو جاؤ گے تو اس سے تمہیں فائدہ پہنچے گا۔ خدا تو غنی ہے۔ اسے تمہارے مال کی ضرورت نہیں پس ہر شخص کا فرض ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق جنگ میں حصہ لے۔

غرض اللہ کی راہ میں جان و مال خرچ کرنے ہی سے انقلابی تحریک کو ترقی ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۳ اِنْ يَنْفَكْ مِنْكُمْ مِّنْكُمْ فَاِخْفِكُمْ تَسْبَحُوْا وَتُحَمِّدُوْنَ اِطْعَمَانَكُمْ

ترجمہ :- اور اگر وہ تم سے مال مانگے اور ہجرت کرے تو تم چل کر گھروں کو اور وہ ظاہر کر دے تمہارے دل کی غمگینیاں۔

انتخابی پارٹی اپنے ممبروں کا سارا مال طلب نہ کرے ورنہ یا تو وہ چھپا لیا کریں گے یا ان کے دلوں میں میل آ جائے گا اور وہ تحریک میں پوری خوشدلی کے ساتھ حصہ نہیں لے سکیں گے ہر مومن کا فرض ہے کہ وہ اپنے مال میں سے بقدر ضرورت رکھ لے اور باقی مال تحریک کے لے دے دے۔

آیت نمبر ۳۸ هَلْ أَتَيْتُمُ هَٰؤُلَاءِ لِيُذْخَرُوا مِنِّي لِيَتْبَعُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتُخْسِرُوا عَنْ يَبْقَىٰ ۖ وَمَنْ يَبْقَىٰ فَلَا مَلْجَأَ يَسْتَفِئُونَ عَنْ تَعْلِيهِ ۖ وَاللَّهُ الْعَنِيءُ  
وَأَنشَأَ الْفُتَحَ ۚ وَإِن تَتَوَلَّوْا يَنْتَبِذِلْ قَوْمًا يَخْتَرِكُكُمْ لَا يَكُونُوا آمِنًا لَّكُمْ  
ترجمہ: سنئے ہو تم! لوگ تمہیں بلائے ہیں۔ کہ اللہ کی راہ میں خرچ کو پھر تم میں کوئی ایسا بھی ہے کہ خرچ نہ کرنا نہیں چاہتا جو نقص بخل کرے گا وہ اپنے آپ سے بخل کرے گا۔ اللہ تو بے نیاز ہے تم ہی محتاج ہو۔ اگر تم پھر جاؤ گے تو بدل لے گا اور لوگ تمہاری جگہ پھر وہ تمہاری طرح کے نہ ہوں گے۔

تحریک کا تقاضا ہے کہ تم اپنا مال اس میں خرچ کرو۔ اگر تم بخل کرو گے تو یہ تحریک برباد ہو جائے گی اور دشمن تمہیں ذلیل کر ڈالیں گے اور تمہارا سارا مال لے جائیں گے۔ خرچ کرو گے تو فتوحات حاصل ہوں گی اور زیادہ مال و دولت ملے گا۔  
وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَاءُ (اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے، تم ہی محتاج ہو) خدا تعالیٰ کو تو تمہارے مال کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ خود تمہاری اپنی قومی ضرورتیں ہیں۔ جو مال کے بغیر پوری نہیں ہو سکتیں۔ اگر تم اللہ کی راہ میں یعنی قومی ضرورتوں میں مال خرچ کرو گے، تو خدا تمہیں اتنی دولت دے گا کہ تم بے نیاز ہو جاؤ گے۔

وَإِن تَتَوَلَّوْا يَنْتَبِذِلْ قَوْمًا يَخْتَرِكُكُمْ (اگر تم نے پیٹھ دکھائی تو اللہ تمہاری بجائے اور قوم بدل لے گی) اگر تم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے اور قرآن حکیم کو غالب کرنے کی تحریک میں جان و مال سے کوشش نہ کی تو کوئی دوسری جماعت اس کام کے لیے تیار ہو جائے

کی جو مال بھی خرچ کرے گی اور جان بھی لڑائے گی وہ تم جیسی ست اور کامل اور جان و مال سے دریغ کرنے والی جماعت نہ ہو گی مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم کا انٹرنیشنل نظام بہت بڑی قربانی کا طالب ہے اس راہ میں بہت خطرے ہیں لیکن آخر کار بین الاقوامی غلبہ اور عزت ہے۔

### نبی کریم صلعم کی جماعت اور اللہ کی راہ میں خرچ

اللہ کے فضل سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیار کی ہوئی جماعت نے جان و مال سے کسی جگہ بھی دریغ نہیں کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ جماعت کل قومی انقلاب کا مرکز بن گئی اور وہ انقلاب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک مکمل ہو گیا۔

اس کے بعد جب عربوں نے اس بین الاقوامی تحریک کو قومی بنا لیا اور رفتہ رفتہ جان و مال سے دریغ کرنے لگے تو عجمی قومیں غالب آ گئیں۔ قرآن کی سرمایہ شکن طاقت بہر کیف غالب رہتی چاہیے جب اس کی سرمایہ شکنی میں فرق آئے گا اور سرمایہ پرستی پیدا ہوگی، ضرور انقلاب آئے گا اور کوئی نہ کوئی سرمایہ شکن طاقت اوپر آ جائے گی

### موجودہ دور کی ضرورت اور امام ولی اللہ دہلویؒ

اب جبکہ دنیا کے کسی خطے میں بھی سرمایہ شکن خدا پرست طاقت برسر اقتدار نہیں ہے۔ ضروری ہے اور انسانیت کا طبعی تقاضا ہے کہ سرمایہ شکنی اور خدا پرستی کے مجموعی پروگرام پر انقلاب برپا ہو۔ یہ انقلاب کس خطے میں ہو گا؟ کچھ کہا نہیں جاسکتا لیکن جتہ الاسلام امام ولی اللہ دہلوی کی دور بین نگاہ جو کچھ دیکھ رہی ہے وہ انہوں نے ضخیمات الیہ دفیو میں بیان کر دیا ہے۔

بہر کیف اس سورت میں قرآن حکیم کے جس انقلاب کی طرف دعوت دی گئی



ہے وہ ساری انسانی نوع کے لیے مفید ہے اور آج بھی جب انسانی سوسائٹی راسمالی (Capitalist) اور غیر راسمالی (Anti Capitalist) کیمپوں میں بٹی ہوئی ہے۔ قرآن کریم ہی کی تعلیم صحیح معاشیات پیدا کر کے پائیدار امن پیدا کر سکتی ہے تاکہ اسلام کا مکمل نظام دنیا میں نافذ ہو۔ ضرورت پڑے تو یہ رجعت پسند طاقتوں کو قوت کے ذریعے سے ختم کرنے کا داعی ہے لیکن رجعت پسندی کو کسی حالت اور کسی شکل میں بھی قبول نہیں کر سکتا۔

حواشی

۱۔ قرآن حکیم کی اس آیت میں إِنَّ آئِرَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْخَلُّمُ (۱۳/۴۹) (خدا کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو خدا سے زیادہ ڈر کر عدل کے قانون کی زیادہ پیروی کرتا ہے) میں اسی اصول کی طرف اشارہ ہے سیدنا عبدالقادر جیلانی تقویٰ کے معنی میں یہ آیت پیش فرماتے ہیں: رَانَ اللّٰهُ يَا مُرْمِيَانُ لَعْلَ وَ الْاِحْسَانِ وَ رَانِيَايَ ذِي الْقُرْبَى (الآیہ) پس عدل قائم کرنا تقویٰ کا سب سے ضروری نتیجہ ہے۔ (مرتب)

۲۔ امام دلی اللہ ولہی فرماتے ہیں: چونکہ حضرت ابراہیم کے زمانے میں انسانی سوسائٹی خدا تعالیٰ کی توحید کو بھول چکی تھی اس لئے حضرت ابراہیم توحید کی اشاعت ہی کے لئے آئے۔ چنانچہ انہوں نے طہارت، نماز، حج، زکوٰۃ روزہ اور ذکر کی عبادتیں جاری کیں۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ملتوں ..... میں گڑ بڑ چلی تھی اور ان کے ارفاقات (معاشی زندگی) خراب ہو چکے تھے اور یہ خرابی اس خرابی سے کہیں زیادہ تھی جو حضرت ابراہیم کے زمانے میں ظاہر ہوئی تھی اس لئے خدا تعالیٰ نے آپ کو جہاد قائم کرنے، عبادتوں کی اشاعت کرنے، اور ان کے اوقات معین کرنے کے لئے بھیجا اور حکمت الہی نے فیصلہ کیا کہ رومی اور ایرانی امپریلیزم کو برباد کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں ایک بین الاقوامی حکومت پیدا کی جائے۔ (ضمیمات الہیہ جلد اول صفحہ ۶۰)

۳۔ مجتہد وہ عالم ہے جو اپنی تعلیم و تربیت اور تحقیق اور ایمانداری کی وجہ سے اس قابل سمجھا جائے کہ وہ اصول سے ضمنی قاعدے نکال سکے۔ (مرتب)

۴۔ فرض کفایہ یہ ہے کہ چند ایک آدمیوں کے ادا کرنے سے سب جماعت کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص بھی اسے ادا نہ کرے تو سب مجرم قرار پاتے ہیں اس کے مقابلے میں فرض عین ہے جو ہر ایک شخص کو ادا کرنا ہوتا ہے۔

۵۔ حکومت کا قلمی و فیروہ سے جمع کیا ہوا خزانہ

۶۔ مسلمان بادشاہوں کے عہد میں بڑا عالم جو سرکاری طور پر بادشاہ کو مذہبی معاملات میں مشورہ دینے کے لئے مقرر ہوتا تھا۔ (مرتب)

۷۔ خطیب بغداد جو حضرت امام ابو حنیفہ کا بڑا سخت مخالف ہے تاریخ بغداد میں کئی موقعوں پر لکھتا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ کی مجلس مشاورت کے چالیس ممبر تھے۔ پہلے کوئی اہم مسئلہ سامنے آتا تو آپ امام قاسم بن سنان لغوی، امام عیسیٰ بن مبارک محدث، امام ابو یوسف قبیہ، امام زفر جیسے ذکی اور حضرت امام داؤد ابن نصیر طائی جیسے سرتاج صوفیاء کی موجودگی کو لازم سمجھتے تھے۔ (مرتب)

۸۔ کیا عجب کہ تاریخ نے زمانہ حال میں جو پلٹا کھایا ہے وہ اس کا پیش خیمہ ہو اور پاکستان آنے والے انقلاب کا پیش رو ثابت ہو۔ (مرتب)

۹۔ جیسے مغربی قومیں اشیاء اور افریقہ میں کرتی رہی ہیں۔ (مرتب)

۱۰۔ "حق" کے بنیادی معنی مطابقت اور موافقت کے ہیں جو چیز انسانی فطرت کے مطابق اور موافق ہوتی ہے وہ پائیدار ہوتی ہے۔ (مرتب)

۱۱۔ امام دلی اللہ دہلویؒ اپنی کتاب بدورالبازغہ (صفحہ ۸۰) میں فرماتے ہیں کہ ولکن اول نظرہ الی قمر الاعداء و تفریق اجتماع و جہن قلوبہم و الیاس من الجنۃ۔ (امام کا فرض ہے کہ وہ ہر وقت اس بات کا خیال رکھے کہ اس

کا غلبہ دشمن پر رہے وہ ان کا کوئی اجتماع نہ ہونے دے ان کے دلوں کو کمزور کرتا رہے اور انہیں کبھی اس بات کا موقع نہ دے کہ وہ نجات پا سکیں۔ (مرتب)

۱۲۔ قیدی کا کما کر اپنی رہائی کا معاوضہ ادا کر دینے کا معاہدہ۔ (مرتب)

۱۳۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب میں اسلام پھیلایا۔ اس سے عین پہلے جو زمانہ تھا اسے جاہلیت کا زمانہ کہتے ہیں۔

(مرتب)  
۱۴۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چار خلفائے

صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علیؓ۔ (مرتب)

۱۵۔ مثالی زندگی سے مراد ہے عالم مثال کی زندگی جو بادے سے ماوراء ہے۔ (مرتب)

۱۶۔ اعمال کا خاص خاص شکلیں اختیار کر کے ظاہر ہونا۔ (مرتب)

۱۷۔ حضرت ابی بلتعہ کی مثال اس سلسلے میں پیش کی جاسکتی ہے یہ ایک صحابی تھے جنہوں نے جنگ بدر میں حصہ لیا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ پر حملے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ حضرت ابی بلتعہ نے مکہ والوں کو ان تیاریوں کی خبر دینے کے لئے ایک خفیہ خط لکھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے پکڑا گیا۔ لیکن حضرت ابی بلتعہ کو ان کی جنگ بدر کی خدمات کی وجہ سے معاف کر دیا گیا۔ (مرتب)

۱۸۔ اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے :- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے ابن آدم! میں بیمار ہو گیا لیکن تو نے میری خبر نہ لی؟ انسان کہے گا اے میرے پروردگار تو تو ساری اقوام کا رب ہے تیری خبر گیری کس طرح کرتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تجھے خبر نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا۔ لیکن تو نے اس کی عیادت نہ کی؟ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔



# تفسیر سورۃ الصف

سورہ الصف کی حکیمانہ  
”انقلابی تفسیر“

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مرحوم)

مکتبۃ دارالکتاب

32، میکلیگن روڈ، ایچ کے بی بی سنٹر، چوک اے جی آفس، لاہور

فون: 7239138

۱۹۔ حضرت مولانا سندھیؒ ۱۹۱۵ء میں اپنے استاد محترم حضرت مولانا شیخ  
الہندؒ کے حکم سے کابل گئے۔ اور جلا وطنی کے تیس چوبیس سال گزار کر  
۱۹۳۹ء میں برصغیر ہند میں واپس آئے۔ انہوں نے اگست ۱۹۳۳ء میں وفات  
پائی۔ (مرتب)

۲۰۔ ارشار :- خدا کے مکھوں کی طرف رہنمائی۔ احسان :- تصوف  
کے اعمال (مرتب)

۲۱۔ احمد بن علی ابو بکر الرازی الجصاص :- پیدائش ۳۰۵ھ (۹۱۹ء)  
وفات ۳۷۰ھ (۹۸۰ء) بلند پایہ حنفی امام۔ ”احکام القرآن“ (تین جلدوں  
میں) ان کا شاہکار ہے۔ (مرتب)

۲۲۔ اس مسئلے پر الجصاصؒ کے خیالات سورۃ فتح کی تفسیر میں ملاحظہ  
فرمائیں۔ (مرتب)

۲۳۔ اس موضوع پر مزید بحث سورۃ فتح میں ملاحظہ فرمائیں۔ (مرتب)

## سورۃ الصف

(مدنی سورت ہے)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ مُّمْتَحَنَہ کے ساتھ ربط

سورۃ مُّمْتَحَنَہ میں جو تعلیم دی گئی تھی اسے تعلقات خارجہ سے تعبیر کیا جائے تو زیادہ بعید نہیں۔ غیر مسلم جماعتوں کے دوسرے ہوں گے (1) وہ دشمن جن کے ساتھ دوستی نہیں کرنی چاہئے۔

(2) ایسے لوگ جو دشمنی نہیں کرتے ان کے ساتھ تعلقات پیدا کرنا ممنوع نہیں اس سورہ میں یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ تعلقات منقطع کرنے کے کیا درجے ہیں جن سے تعلقات منقطع کر لئے جائیں ان کے ساتھ بھی انصاف کے ساتھ پیش آنا چاہئے جس طرح تعلقات منقطع کرنے کے بعد ہم اپنے حقوق جو وزارت خارجہ (Foreign office) کی پالیسی (Policy) میں معین کرتی ہے۔

وزارت حربیہ کا کلم

وزارت خارجہ کے بعد وزارت حربیہ (War Office) کا کلم آتا ہے۔ جس جماعت یا قوم کو وزارت خارجہ دشمن قرار دے دے اور جن سے تعلقات منقطع کرے ان کے ساتھ لڑنے کی پوری تیاری کرنا حکومت ہلانے والی پارٹی کے لئے ضروری ہے حکومت کے قیام کے بعد اس کو وزارت حربیہ کہا جائے گا۔

سورۃ صف کا مضمون

چنانچہ اس سورت الصف میں لڑائی کی تیاری کے متعلق احکام دیئے گئے ہیں اور

مسلمانوں کو بڑی بڑی جنگوں کے لئے تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔  
 آیت نمبر 1: سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ترجمہ: جو مخلوقات آسمانوں اور زمینوں میں ہے اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

### قرآن کا نظام قائم کرنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جنگ کرنے کا حکم کہ اللہ کا قانون یعنی اللہ کی کتب دنیا میں حاکنہ انداز سے کامیاب ہو اس لئے نہیں دیا گیا کہ خدا تعالیٰ اس کا محتاج ہے۔ (سبح) بلکہ اس لئے کہ وہ ایک قوم کو حکومت چلانے کی ذمہ داری سکھاتا چاہتا ہے (یہ حکیم کے اسم کی تاثیر ہے) اور اس طریقے سے دنیا میں معزز بنانا چاہتا ہے (یہ اسم عزیز کا مطلب ہے)

اللہ کا محتاج نہ ہونا زمین و آسمان کی حکومت چلانے سے ظاہر ہے آسمانی سیارے اور ستارے ایک خاص نظام میں حرکت کر رہے ہیں اور اپنے اپنے فرائض کو سرانجام دے رہے ہیں ایسے ہی زمین کے مختلف ممالک اور جن سب اپنے اپنے فرائض پورے کر رہے ہیں اور اس قانون کے اندر چل رہے ہیں جو اللہ نے اس کے لئے بنا دیا ہے۔ اگر اتنے بڑے نظام کے چلانے میں خدا کسی کا محتاج نہیں ہے تو وہ انسانوں کے اندر ایک خاص قسم کی حکومت چلانے میں کسی کا محتاج کیوں ہونے لگا؟

آیت نمبر 2: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَمْ تَقُولُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ  
 ترجمہ: اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں۔

### جبری خدمت

حزب اللہ قائم ہونے کے بعد جماعت میں یہ استعداد آگئی کہ وہ اپنے فرائض خود ادا کرنے کے لئے آلودگی ظاہر کریں۔ وہ سمجھ چکے تھے کہ قرآن حکیم کی حکومت پیدا کرنا اس نظام کو سنبھالنے کا ہمارا ایمانی فرض ہے اب ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ہماری رہنمائی کی جائے اور ہمیں اعلیٰ سے اعلیٰ فرائض جو ہو سکتے ہیں وہ بتائے جائیں تو انسان کو حکومت بنانے میں سب سے مشکل فرض جو پیش آتا ہے وہ عمومی فوجی خدمت ہے۔ (Concription) ہے جو لوگ اتنی مشکل سے گھبرائیں وہ اس آیت کی ذیل میں آتے

ہیں۔

آیت نمبر 3: کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُولُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ



ایک قوم پارٹی کے پروگرام کے اندر رہ کر اعلیٰ سے اعلیٰ فرض کے ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کرے تو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ کہ جو لوگ اس فرض کے ادا کرنے میں سستی کریں۔ وہ سخت سزا کے مستوجب سمجھے جائیں گے اگر وہ اس فرض سے کوتاہی کی فصل میں یہ سخت سزا برداشت کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں تو ان کی باتیں فقط ڈینگیں ہیں عملی تقدّم نہیں ہے۔

پس اس آیت کا ترجمہ یوں ہو گا کہ یہ تم جانتے ہی ہو۔ کہ اعلیٰ فرض ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کرنا اس کے ترک کرنے پر سزا برداشت کرنے کی تیاری ہے اور سزا سخت سے سخت دی جائے گی خدا کے ہاں سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ تم۔۔۔ آمادگی ظاہر کرو اور پھر کلم نہ کرو۔

### ہمارے علماء کی غلطی

جب کوئی جماعت اعلیٰ فرائض ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کرے اور سمجھ لے کہ اس کی ادائیگی میں کوتاہی پر اسے سخت سے سخت سزا دی جائے گی تو اس میں ضبط (Discipline) پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ڈسپلن کے بغیر کوئی فوج دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ فوجی زندگی کا عملی تجربہ نہ ہونے کے باعث ہمارے علماء کے دماغ خراب ہو چکے ہیں۔ (الا ماشاء اللہ) اس لئے وہ ان آیات کا مطلب سمجھنے میں بہت دور ہیں وہ قرآن حکیم کی آیتوں کے لفظی ترجمے ہی میں اٹکے رہتے ہیں اور قصے بیان کر کے ہی گھر پورا کر دینا چاہتے ہیں مگر اپنے نفس پر یہ فرض کر کے کہ کیا میں اس ڈیوٹی کے ادا کرنے کے لئے تیار ہو رہا ہوں جو قرآن حکیم کی حکومت پیدا کرنے کے سلسلے میں مجھ پر عائد ہوتی ہے غور ہی نہیں کرتے۔ جب تک وہ اس طرح غور نہیں کریں گے ان کو کچھ بھی سمجھ میں نہ آئے گا۔ انہوں نے اس بے فکری سے قوم کی ذہنیت مردہ بنا دی ہے جیسے کوئی دوسری قوم اگر ان کو سلطنت بنا کر دے دی گی۔ قرآن حکیم پڑھنے والے آدمی کے لئے اس قسم کا خیال ڈوب مرنے کے قتل ہے۔

### برطانیہ کی سب سے بڑی قباحت

ہمیں یورپ میں انقلابی جماعتوں کے دیکھنے کا موقع ملا۔ وہ لوگ جنگ کے بغیر انقلاب کا تخیل ہی نہیں رکھتے۔ گاندھی جی نے جو پروپیگنڈا شروع کیا وہ اسے نہیں مانتے ان کے ہاں انقلاب کے ساتھ ملٹریزم (Miltrism) شامل ہے یورپ میں ملٹریزم انتہا تک ترقی کر

چکا ہے۔ ایک یورپی انقلابی ملٹریزم کا اعلیٰ لیڈر اپنے آپ کو انقلابی نہیں کہتا ان کے انقلابی نظام سب کے سب زندگی بخش ہیں وہ ہر وقت موت کے منہ میں جانے کے لئے آلودہ رہتے ہیں اسی سے ان میں زندگی پیدا ہوتی ہے ہمارے ہاں ایک مصیبت تو یہ تھی کہ برٹش گورنمنٹ نے برطانوی رعایا کے برابر حقوق نہ دیئے ہم اسے اس ایماں کی سب سے بڑی قباحت مانتے ہیں۔ ہمارے ملک سے اس سے زیادہ پیداوار حاصل کی جاتی جتنی خود برطانیہ کی کمائی کرنے والی جماعت سے ٹیکس حاصل کیا جاتا مگر ہمارے ملک کے باشندوں کو تعلیم اور ملٹریزم میں کوئی حق نہ دیا جاتا حالانکہ یہ ہمارا قدرتی حق تھا ہم پر ظلم کیا گیا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی قوم کے ہر ایک آدمی کو تعلیم یافتہ اور سولجر (Soldier) بنائیں، برٹش گورنمنٹ مجبور ہو کر ڈومینین سٹیشن دے گی اور ہم اس مصالحت پر راضی ہیں اس لئے کہ ہم چاہتے ہیں کہ برطانیہ کے شریک رہ کر اپنی قوم کو تعلیم اور فوجی تربیت میں یورپ کے برابر بنائیں۔

### انقلاب اور حریت

اصل مسئلہ یہ ہے کہ کوئی قوم اپنی حکومت پیدا ہی نہیں کر سکتی اور نہ کوئی پارٹی انقلابی ہو سکتی ہے جب تک اس کا ایک ایک فرد فوجی ڈیوٹی ادا کرنے کے لئے پورا پورا آلودہ نہ ہو جائے۔ اور فوجی ڈیوٹی ادا کرنے اور اس کے لئے قوم کو تیار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جو شخص اس ڈیوٹی سے تعلق کرے اسے گولی سے اڑا دیا جائے یہ چیز پہلے ہی دن انسان کو سمجھ لینا چاہئے کہ مجھے یہ سزا دی جائے گی اس صورت میں ڈسپن پیدا ہو سکتا ہے مگر افسوس ہے کہ ہمارے علماء کے دماغ پر جوں تک نہیں ریگیتی۔ (الامشاء اللہ)  
آیت 4 : اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهِ صَفًا كَا تَهُمُّ بُنْيَانًا مَّرْصُوعًا ۝

ترجمہ : بے شک اللہ تو ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے۔

### بنیادیں مرصوص کا مطلب

صف باندھ کر لڑنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں رخنہ نہ آنے دیا جائے جو صف دشمن کے مقابلے میں جانے اس میں سے جتنے آدمی شہید ہوں ان کا رخنہ فوراً پُر کر دیا جائے اس طرح اپنی کمی پوری کرتی ہوئی یہ صف آگے بڑھے۔

## بنیان مرصوم کی حقیقت

فوجی نظام میں یہ علوم متعارف کے درجے کی چیز ہے کہ جو افسر شہید ہو جائے اس کے نیچے کا آدمی فوراً خود بخود اس کی جگہ لے لیتا ہے اس نظام کا کوئی عمدہ آخری دم تک کبھی خالی نہیں رہتا فتح اسی تنظیم کی صورت ہی میں ہو سکتی ہے بعض اوقات حالات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ صف میں ایک آخری آدمی باقی رہ جاتا ہے کہ وہ جاتا ہے تو فتح حاصل ہو جاتی ہے وہ ساری جماعت کی فتح شمار ہوتی ہے جب تک مرنے والوں کی جگہ زندہ لوگ سنبھالنے کے قتل نہ ہو جائیں کسی فوجی نظام کلام تک نہیں لینا چاہئے اس کا حاصل یہ ہو گا کہ چاہے ہم سو آدمیوں کا دستہ دشمن کے مقابلے میں بھیجیں مگر اس دستے میں جو کئی ہوتی رہے اسے پورا کرنے کا انتظام پیچھے سے ہوتا رہے گا یہاں تک کہ سو آدمیوں کا دستہ آگے بڑھتا ہو دشمن کو شکست دے دے اس کے لئے اگر پیچھے ساری قوم تیار نہیں ہے تو وہ سو آدمیوں کا دستہ کبھی آگے نہیں بڑھ سکے گا جو لوگ اس طرح بنیان مرصوم بن کر لڑتے ہیں۔ اللہ ان سب سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے یعنی اللہ اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ ساری قوم بنیان مرصوم بن کر کام کرے۔

## عورتیں اور فوجی خدمت

قرآن حکیم کو ماننے والی جماعت اپنے رب کی حُب حاصل کرنے کے لئے بغیر کسی جبر کے یہ جبری ڈیوٹی (Conscaption) اپنے ذمے لے لے گی۔

مسلمانوں میں اللہ کے فضل سے اب تک یہ صلاحیت موجود ہے مگر جیسے سیاسی نظام پیدا کرنے کے میدان میں ان کے لیڈروں نے ان کو بدنام کر رکھا ہے ویسے ہی فوجی نظام پیدا کرنے میں ان کے علماء ہی فوجی نظام پیدا کرنے میں ان کے علماء اور ان کے بزرگوں نے ان کو بے عزت کر دیا ہے۔ ان کے بڑے علماء اور بڑے بزرگ سب سے زیادہ بڑبڑل اور سب سے زیادہ عورتوں کے غلام ثابت ہوں گے۔ (آلہامشاہ اللہ) تجربہ کر کے دیکھ لو یہ عورتوں کی غلامی کا مسئلہ مولانا شہیدؒ کے زمانہ میں بھی پیش آچکا ہے اور میں خود بھی اسے دیکھ رہا ہوں۔ یہ لوگ عورتوں کے غلام ہیں یہ کبھی گھر سے نہ نکلیں گے حضرت مولانا اسلعلیلؒ کے خط میں ایک فقرہ آتا ہے۔ ”در فرج زماں مشغول ہستند“ (سوانح احمدیہ)

ہمارا بھی یہی تجربہ ہے ہمارے بہترین شاگردوں نے اس لئے جواب دے دیا کہ وہ عورتوں کی غلامی سے نہ نکل سکے اس لئے ہمارے دماغ پر یہ خصوصی اثر آیا ہے کہ جب

تک ہم عورتوں کو میدان میں نہ لائیں گے یہ بے ایمان مردہ طاقت حرکت میں نہیں آئے گی اس لئے ہم میدان جنگ میں آنے کے لئے مرد اور عورت کی کوئی شرط نہیں لگاتے۔ چنانچہ ہماری ہر ایک عورت اور ہر ایک لڑکی میدان میں آئے گی اور جو اس کی مخالفت کرے گا جب ہم کو نظام پر قبضہ مل گیا ہم اسے فوراً گولی سے اڑا دیں گے۔ ہم گاندھی جی کے طریق انقلاب کے داعی نہیں ہیں ہم اسی طریق انقلاب کو فقط تیاری کے لئے مفید سمجھتے ہیں جیسے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں مقید رہتے تھے۔ ہم کسی عالم کو اس مسئلے پر گفتگو کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے کہ عورتوں پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا اس قسم کے مخفل اور بزدلی سکھانے والے لوگ اسلامی سوسائٹی سے جن کر مار دینے چاہئیں۔

### مخملین اور مرجفین کے استیصال کی ضرورت

حجتہ اللہ البالغہ جلد دوم ص 175 میں ہے ”مخفل اور مرجف کو مجاہدین کی صف سے نکل دیا جائے۔“ پس ہم ان کو ختم کر دیں گے بلکہ ان کو قوم ہی سے نکل دیں گے انہوں نے ہماری مسجدیں منبر سنبھالے ہوئے ہیں اور مدارس پر بھی ان کی حکومت چل رہی ہے ہماری زبان سے جتنا سب و شتم نکلتا ہے اس میں ہدف یہی لوگ ہیں اور وہ بھی ہماری جماعت کے علماء۔

### مسلمان اور فوجی خدمت

جیسے ہماری سیاسی زندگی میں یہ ایک ضروری مرحلہ ہے جسے طے کرنا پڑے گا ویسے ہی ہماری ایمانی زندگی میں قرآن حکیم کی حکمت کو سمجھ کر اس کی پابندی کرنا ضروری ہے ہم اسے قبول نہیں کر سکتے کہ جب ایک مسلمان اپنے ملک پر اپنی حکومت پیدا کرتا ہے تو وہ کس طرح اپنی ذات کو اور اپنے اہل کو جس میں اس کے لڑکے اور لڑکیاں مل اور بیوی بھی شامل ہیں فوجی خدمت سے مستثنیٰ کر سکتا ہے؟

### فوجی خدمت کی وسعت

فوجی خدمت فقط یہ نہیں ہے کہ میدان میں لڑیں فوج کے متعلق کوئی سا کلام پورا کرنا فوجی خدمت ہے مگر ایک چیز سب میں مشترک رہے گی اور وہ یہ کہ ہر ایک شخص شہید ہونے کے لئے تیار رہے گا اور صف اول میں رخنہ پر کرنے والے آدمی موجود رہیں گے اس مسئلے کو حل کئے بغیر یہ کہنا کہ ہم... ہندوستان میں اپنا مستقل نظام چاہتے ہیں پاکلوں کا کلام ہے۔

## انقلاب اور ڈپلومیسی

ہم ان عقلمندوں کی صف میں جانا گوارا نہیں کرتے جنہوں نے اپنی مجبوریوں سے مضطر ہو کر اپنے آپ کو پاگل بنا رکھا ہے انقلاب اور اس کی روح اس سے انکار کرتی ہے اور اپنے حقیقی فکر کو چلائیکوں سے چھپایا جائے حکومت پیدا کرنے کے بعد بے شک ڈپلومک سروس برداشت کرنی پڑے گی مگر حکومت پیدا کرنے والی ایک انقلابی پارٹی ڈپلومیسی استعمال نہیں کر سکتی اسے اپنا سر جھیل پر رکھ کر آگے بڑھنا چاہئے۔

آیت نمبر 5 : **وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمُ لِمَ تُوَدُّونَنِي فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ** ○

ترجمہ : اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں پس جب وہ پھر گئے تو اللہ نے ان کے دل پھیر دیئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

اس آیت میں جس مکملے کا ذکر ہے اس کا تفصیلی ذکر تورات میں موجود ہے حضرت موسیٰ دو آدمی جاسوسوں کے طور پر دشمنوں میں بھیجا چاہتے تھے ان لوگوں نے جانے سے انکار کر دیا اور کہلا **إِذْ هَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَارِئَا إِنَّا هَهُنَا قَاعُونٌ** ○ (آئندہ 5: 5)

یہ ہے وہ ایذا جس کی طرف موسیٰ نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے یہ ہماری تفسیر ہے) ہوا یہ کہ موسیٰ کے حکم سے دو سرے دو آدمی کھڑے ہو گئے اور وہ دشمن کے کیمپ کی خبریں لے کر زندہ واپس آگئے جو لوگ بیٹھ رہے تھے انہوں نے موسیٰ پر یہ الزام لگایا تھا کہ یہ ہمیں قتل کرانا چاہتے ہیں جب وہ جاسوس زندہ واپس آگئے تو اللہ نے موسیٰ کو اس الزام سے بری کر دیا وہ دو آدمی قتل نہ ہوئے موسیٰ اس الزام سے بری ہو گئے یہ ترجمہ ہے اس آیت کا کہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آخَوْا مُوسَىٰ**

**فَبَرَّاهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِندَ اللَّهِ وَجِيهًا** ○  
**فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ**

## جملو سے انکار کا انجام

جب وہ پھر گئے یعنی جملو میں آگے بڑھنے سے) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پھیر دیئے  
ہات بگھنے سے)

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

یہ وہی جماعت ہے جس کا ذکر آیت نمبر 5 میں آیا ہے یہی الفاظ سورۃ المائدہ میں آئے ہیں  
جمل یہ الفاظ ہیں۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَا اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاِخِیْ فَاَفْرِقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ  
الْفٰسِقِيْنَ ۝ (مائدہ 5: 25)

## مسلمانوں کے لیے درس عبرت

یہودیوں کا ذکر کر کے قرآن حکیم مسلمانوں کو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ جملو کے مسئلہ میں  
آگے بڑھ کر پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیں ورنہ وہ بھی قرآن حکیم کی سمجھ سے محروم کر دیئے  
جائیں گے۔

آیت 6 : وَاِذْ قَالَ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنۡیَ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ  
اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلِ یَّآئِیْ مِنْ  
۞ بَعْدِیْ اَسْمِعْ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّجِیْبٌ ۝

ترجمہ : اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل بے شک میں اللہ کا تمہاری  
طرف رسول ہوں تو رات جو مجھ سے پہلے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک  
رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں۔ جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہو گا پس جب  
وہ واضح دلائل لے کر ان کے پاس آگیا تو کہنے لگے یہ تو صریح جلدو ہے۔

جیسے موسیٰ نے جملو کی بنیاد ڈالی اور صفیں باندھ کر دشمن سے لڑنے کا طریق شروع کیا  
اس کو قائم رکھنے والے انبیاء رسول اللہ ﷺ تک پیدا ہوتے رہے موسیٰ اور حضرت نبی  
اکرم ﷺ کے درمیان حضرت عیسیٰ ابن مریم ایک بڑے اولوالعزم نبی آئے جن کے  
ذریعے سے بائبل کی اشاعت ہوئی وہ عیسیٰ بن مریم اور ان کے حواری ہیں۔

بنی اسرائیل میں شلدار حکومت کا مرکز پیدا کرنے کا درجہ ملے ہو چکا ہے۔ اب اگر  
بنی اسرائیل کے سوا دوسری قومیں بھی اپنا ایمان اور فکر اس طرح کا بنالیں تو وہ بھی اس

برکت کی مستحق ہو سکتی ہیں اور بنی اسرائیل کے ساتھ حکومت میں اشتراک پیدا کر سکتی ہیں مگر موسیٰ کے منقح یعنی یہود اسے قبول نہیں کرتے۔

### اس تحریک میں عیسیٰ کا مقام

حضرت عیسیٰؑ نے اس تحریک کو عالمگیر بنانے کی کوشش کی مگر یہود ان کے رو بہ اس بات پر آمادہ نہ ہوئے۔ پائیں ہمہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے اپنا سلسلہ قائم رکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بائبل دنیا کی تمام قوموں میں پھیل گئی ہر قوم کے مفکرین کو جنہوں نے بائبل کے اصول کو مان کر اس تحریک میں حصہ لینا چاہا مسیح کے حواریوں نے ان کو مسلولی درجہ دیا نتیجہ یہ ہوا کہ قوموں کی قومیں عیسائیت میں داخل ہونے لگیں اور پھر ان میں بھی حکومت آگئی اس طرح مسیح نے تورات کی بین الاقوامی اشاعت میں خاص حصہ لیا ان کی نبوت بھی بنی اسرائیل میں ایک مستقل شان رکھتی ہے۔

### حضرت مسیحؑ کی پیش گوئی دربارہ فار قلیط

مسیحؑ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ جیسی بین الاقوامی حکومت تورات کے اصول پر بنی جائے وہ ان کے حواریوں کی کوشش سے نہیں بن سکے گی بلکہ اس کے لئے بنی اسماعیل میں سے ایک نبی پیدا ہو گا وہ اسے مکمل کرے گا اس لئے انہوں نے اپنے حواریوں کو وصیت کی کہ تم اپنا کام جاری رکھو تا آنکہ فار قلیط تمہارے پاس آجائے میں جا رہا ہوں میرے گئے بغیر نہیں آئے گا میں اسے بھیجوں گا وہ میری بات کے گا جو کام خدا کرتا ہے میں تمہیں اپنے نام سے کہتا ہوں یعنی بھیجے گا تو اسے خدا ہی تمہارے لئے ایک وجہ تسلی ہے کہ جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے وہ اگر اس کی تصدیق کرے گا تو تم اپنے کام کو اطمینان سے جاری رکھ سکو گے۔

### نکتہ اشتراک

حضرت مسیحؑ اور حضرت نبی اکرم ﷺ کے کام میں نقطہ اشتراک بین الاقوامی حکومت ہے مسیحؑ کے حواری تورات کی تعلیم کو بین الاقوامی اشاعت دے دیں گے مگر اس کی حکومت قائم کرنے کے لئے جتنے حوصلے اور طاقت کی ضرورت ہے وہ یہ حواری پیدا نہیں کر سکیں گے اس کے لئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بنی اسماعیل میں مبعوث ہوں گے اور اپنی قوم سے طاقت پیدا کر لیں گے۔ جو اسی حکومت کی پشتی بنی کرے گی۔

## حضرت مسیح کا شاندار کارنامہ

حضرت مسیح نے تورات کے علم کو رسول اللہ ﷺ تک ملانے میں بڑے شاندار واسطے کلام دیا ہے۔ اگر وہ تورات کی تعلیم کو بین الاقوامی طاقتوں میں منتشر نہ کر سکتے تو رسول اللہ ﷺ کے لئے بین الاقوامی حکومت پیدا کرنا آسان نہ ہوتا۔ ممکن تھا کہ جیسے بنی اسرائیل میں موسیٰ کے ساتھیوں نے تعلیم پانے کے بعد اسے محدود کر لیا ایسے ہی بنی اسماعیل بھی پوری طرح تیار کرنے کے بعد اپنے مشن کو محدود کر دیتے۔ مگر چونکہ تورات کی تعلیم حضرت مسیح کے توسط سے عام طور پر پھیل چکی تھی اور رسول اللہ ﷺ کی امت کو دو سری قوموں کی معلومت اس حد تک حاصل ہو گئی کہ وہ تورات کی فکر سے جسے بنی اسماعیل حکومت میں لانا چاہتے تھے آشنا ہو چکی تھی اس لئے رسول اللہ کی جماعت کے لئے بین الاقوامی حکومت پیدا کرنا نسبتاً آسان ہو گیا۔

## یسودی علماء کی کور باطنی

اب اگر تورات کے عالموں کو جلا کے متعلق بصیرت حاصل ہوتی تو وہ دو سری قوموں کی اس ذہنیت سے کہ وہ تورات پر اپنے نظریات درست کر چکے ہیں فائدہ اٹھاتے مگر یسودی اس درجے کے فراخ دل نہیں تھے کہ ان کی مثل ہندوستان کے برہمنوں اور بنی اسماعیل کے بعض فرقوں میں پائی جاتی ہے۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ

یعنی میں بائبل کے اس حصے کو جسے حمد قدیم کہا جاتا ہے ٹھیک مانتا ہوں مگر اسے دوسری قوموں میں پھیلانا چاہئے یہ کلم میں ابھی طرح سرانجام دے سکتا ہوں پس میری بات سنو اور مانو۔ مگر میں تم میں یہ قابلیت نہیں پاتا کہ تم اس بین الاقوامی تعلیم کی خلافت پیدا کر لو گے۔

وَمُبَشِّرًا بِرُسُولِي يَا نَسِيٍّ مِنْ بَعْلِي اَسْمُهُ اَحْمَدُ

مہنگوئی کی تحریف

میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ایک رسول آئے گا جو میرے کلم کی اساس پر بین الاقوامی خلافت پیدا کرے گا اس کی بنیاد تورات ہوگی اس نبی کا نام احمد ہوگا یعنی فار قلیط کا ترجمہ ہے آگے تحریف مگر کے یسود نے اس کے سچے بدل دیئے اور اس کا ترجمہ تسلی دینے والا وغیرہ کر دیا یہ یسود کی عام علوتیکہ یہ لوگ الفاظ کے ججوں میں تھوڑی سی تہذیبی کر کے انہیں دوسرے معنوں میں استعمال کرتے رہے ہیں۔ جس معنی کو نہیں بدلنا چاہتے اس میں



دوسری قرات پیدا کر کے اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔

مولوی محمد حسین مٹلوی نے "شاعت السنہ" میں فار قلیط پر سیر حاصل بحث کی ہے اور دکھایا ہے کہ کیسے اس کے سچے بدلے گئے اور کیا کیا معنی پہنائے گئے اس سے پہلے مولانا رحمۃ اللہ صاحب مہاجر مکی اس لفظ پر بحث کر چکے ہیں موجودہ اناجیل میں یہ مسئلہ بالکل صاف نظر آتا ہے اس صے پر سرسید احمد خان نے "خطبت احمدیہ" میں بہت اچھی بحث کی ہے۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ  
یہودی غلطی

وہ احمد آگیا تو یہود اس کا انکار کرنے لگ گئے اور کہنے لگے کہ بین الاقوامی حکومت کیسے بن سکتی ہے؟

یہ کوئی جلدو ہے؟ عکراں تو ایک ہی ہو گا اور وہ ہم میں سے ہو گا ہم ابراہیمؑ اور داؤدؑ کی نسل سے ہیں پس ہوشیہ بیش ہمارا ہی ہو گا ہم کسی دوسرے کی ہوشیہ قبول نہیں کر سکتے اس میں ان کی غلطی یہ ہے کہ حکومت اصل میں قانون کی ہوتی ہے یا شخص کی؟ اگر قانون کی حکومت ہے تو دوسری قوم سے لوگ بھی ہوشیہ بن سکتے ہیں بشرطیکہ اس قانون کو چلائیں پھر یہود کا اصرار کہ ہمارے سوا کوئی ہوشیہ ہو ہی نہیں سکتا ٹھیک نہیں۔

پیغمبر علیہ السلام کی وصیت حجتہ الوداع میں

رسول اللہ ﷺ نے قرآن حکیم کی ہوشیہ کی دعوت دی اور اس کو قائم کر دکھایا اور اپنے بعد جو چیز چھوڑ گئے وہ فقط قرآن ہے حجتہ الوداع میں جو خطبہ دیا وہ مسلم کی حدیث میں صاف موجود ہے آپ نے فرمایا میں تم میں ایک چیز چھوڑے جاتا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اس سے آگے فرمایا کہ وہ القرآن ہے۔ ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تمہارا امیر چھوٹے سردالا جیسی ہو مگر یَقُوْذُكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاتَّبِعُوْهُ یہ ہے وہ کام جو احمد مرسل ﷺ کر گئے تمام دنیا کی قومیں اس کی تعریف کریں گی تورات کا قانون صحیح تھا اسے تمام قوموں میں جاری کر دکھایا۔

روایت اللّٰہِ مِنَ الْقُرْآنِ

جیسے یہودیوں میں یہ فکر تھا کہ ہمارے سوا کوئی ہوشیہ نہیں ہونا چاہئے۔ ویسے ہی قریش بھی ایک جماعت تھی اور اب تک ہے پہلا دور قریش کی حکومت کا یقیناً گزر چکا

ہے اس لئے مسلمانوں میں **اَلْاِمْرَةُ مِنَ الْقُرَيْشِ** کا فہم مسلمانوں کے ذہنوں میں رائج ہو گیا ہے یہ حدیث کس درجے کی صحیح ہے اس سے ہم بحث نہیں کرتے مگر یہ متفق علیہ تاریخی حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بغداد کے خاتمے تک قریش ہی کی سرکاری رہی اس پانسو برس کی مدت میں جو چیز علماء و حکماء اور سیاسی جماعتوں میں مسلم رہی وہ یہی ہے کہ امامت قریش کی ہے لیکن بعض لوگوں نے اسے مستقل قانون ہی بنا لیا ہے ایک زمانے کے لئے یقیناً قانون تھا لیکن جو لوگ اسے مستقل قانون کا درجہ دیتے ہیں ان کی ذہنیت یہود کی ذہنیت کے مشابہ ہے ان لوگوں کا فکر یہ ہے کہ قرآن پر عمل کرنے والی جماعت خواہ جسہ سے پیدا ہو یا ایران سے ہند سے پیدا ہو یا یورپ سے امامت ہر صورت میں قریش ہی کے لئے مخصوص ہے۔

حکومتوں میں طاقت قوی فوج کے زار سے ہوتی ہے جب امیر ایسا ہو کہ فوجی طاقت طبعی طور پر اس کی محولت نہ کرتی ہو تو اس انجمل جوڑ سے کبھی مضبوط حکومت دنیا میں چل نہیں سکتی اس لئے بنانا پڑے گا کہ جس قوم میں قرآن کی حکومت چلانے کی اہلیت ہے اور جس کی قومی فوج اس کی تائید کے لئے تیار ہے اس میں سے امیر رہی ہو گا جو قرآن کی حکومت چلائے گا اس کے بعد تمام مسلمانوں کو اس امیر کی اطاعت کا حکم اور قریش کو بھی اس امیر کی تبعہ داری کرنی چاہئے تب رسول اللہ ﷺ کا مشن دنیا میں کامیاب سمجھا جائے گا۔

جب ہم حدیث پڑھ چکے تو **اَلْاِمْرَةُ مِنَ الْقُرَيْشِ** پر ہمیں اطمینان تھا مگر ہمارے استلو دولت عثمانیہ کے خلیفہ کی حمایت سکھاتے تھے۔ اس سے ہمیں شبہ پیدا ہوا کہ یہ تو قریش نہیں ہیں ان کی اطاعت کیوں کی جائے ہم نے اپنے استلو سے پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ اگر قریش میں حکومت سنبھالنے کی اہلیت نہ ہو تو کیا پھر بھی الامر من القریش ہوں گے؟ ہمیں ہمت سمجھ میں آئی اب ایک مثل سے واضح کرتے ہیں۔

ایک مثل : حدیث میں ہے کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اب ایک ایسا شخص فرض کو جسے فاتحہ نہیں آتی توفیقہ خفی میں طے شدہ مسئلہ ہے کہ وہ قرآن حکیم کی کوئی سورت پڑھ لے گا تو اس کی نماز ہو جائے گی چونکہ یہ مسئلہ ہمارے ذہن میں رائج تھا اس لئے استلو کے مختصر جواب سے سب کچھ سمجھ میں آ گیا۔

## خاتمت قرآن کی تحقیق (1) تبدل قومی اور خاتمت

جب اس طرح پر تمام قوموں کو جو قرآن کی تعلیم جاری کرنے کے لئے کھڑی ہو جائیں مسلولی حق دیتا ہے تو اب ہم یہ چیز بھی مان سکتے ہیں کہ قرآن حکیم کی تعلیم قیامت تک جاری رہے گی اس لمبی مدت تک قرآن حکیم کے جاری رہنے میں جو چیز ملے ہو سکتی ہے وہ یہی ہے کہ ایک قوم اپنی طاقت ختم کر چکی ہے یا ایک نظام اپنی طاقت ختم کر چکا ہے (مثلاً ہولشی نظام) اگر قرآن حکیم اس قوم یا نظام کے ساتھ وابستہ ہے تو یقیناً اسے بھی اس قوم یا نظام کے ساتھ وابستہ مان لینا پڑے گا۔

پہلے ہزار سال میں جن جن قوموں نے اسلام کی خدمت کی ان میں ہولشی نظام تھا دوسرے ہزار سال سے ششی نظام ٹوٹنا شروع ہوا اور اب جمہوری نظام دنیا پر حکومت کر رہا ہے اگر یہ چیز مان لی جائے کہ قرآن حکیم کی تعلیم کسی خاص قوم یا نظام کے ساتھ پابند نہیں ہے تو کتنا پڑے گا کہ جو کسی قوم یا جو نظام قرآن حکیم کی حکومت چلائے گا تمام مسلمانوں کو اس کی اطاعت کرنی ہوگی چاہے قریش ہوں یا غیر قریش اس قسم کی بات مان لینے کے بعد اس امر کے بطور کرنے کا کافی موقع ملتا ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیم قیامت تک جاری رہے گی۔

اس کے بالعکس قرآن کی حکومت قائم کرنے کے لئے خاص قوم یا خاص نظام معین کر دیا گیا تو قرآن کی عمر اس قوم یا اس نظام کی عمر تک ہی چل سکتی ہے اس کے بعد قرآن حکیم کو قطعی طور پر ختم ہو جانا چاہئے۔

ایک قوم سے حکومت ہولشی دوسری قوم میں چلی جائے اور دوسری قوم بھی قرآن کا حکم قائم رکھے اس طرح پر اسلام کی عمر لمبی ماننے والے اکثر علماء مسلمانوں میں موجود ہیں وہ قرآن کو کسی قوم کے ساتھ متعید نہیں مانتے پہلے عربوں نے قرآن حکیم کی حکومت کی پھر ایرانیوں نے کی پھر ترکوں اور ہندیوں میں آئی تو اہل علم ان سب کی خدمت کی قدر کرتے ہیں مگر یہ سارے نظام شامل تھے سب قوموں کے تبدلات میں نظام ایک ہی رہا۔

## تبدل نظام اور خاتمت

اب جس حالت میں پہلا نظام بدل گیا تو دوسرے نظام سے بھی قرآن کی خدمت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ایسے عالم تو ملیں گے جو یہ ماننے پر مجبور ہو جائیں کہ دوسرے نظام سے

بھی حکومت ہونی چاہئے ورنہ قرآن کی حکومت قیامت سے پہلے ختم ماننی پڑے گی۔  
**جملہ معترضہ** یہاں یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ جملہ ایک قوم کی عقل قرآن کی خدمت کرنے سے عاجز آجاتی ہے وہ اپنا اطمینان اس طرح کر لیتی ہے کہ اب قیامت آگئی درحقیقت ان کی اپنی موت آگئی ہوتی ہے اگر اس جملے میں صداقت ہے تو فظ اتنی کہ اس قوم کی قیامت آجاتی ہے اسے تمام قوموں کی قیامت ماننا احتیاط خیال ہے چونکہ اکثر مقدس لوگ پہلے خیال کے حاوی ہیں اس لئے انہیں کچھ کما نہیں جاسکتا حالانکہ دیکھ رہے ہیں کہ قومیں بڑھ رہی ہیں اور مسلمانوں کی جگہ لے رہی ہیں مگر نہیں مانتے۔  
 ایسے ہی اگر ایک نظام ختم ہو جائے گا تو اس نظام کے متبعین بھی شور مچانے لگ جائیں گے کہ قیامت آگئی اس کے بغیر ان کی طبیعت مطمئن ہو ہی نہیں سکتی یہاں بھی اس طرح سمجھ لیتا چاہئے کہ اس نظام کی موت یا قیامت آگئی یہ صحیح ہے لیکن اگر دو سرانظام اس کی جگہ لے رہا ہے تو اسے نوع انسان کی قیامت کس طرح کہا جاسکتا ہے؟ (جملہ معترضہ ختم ہوا)

الفرض اس بات کو ماننے والے اکثر اہل علم موجود ہیں جو قوموں کی تبدیلی سے قرآن کی تعلیم جاری رہنے کے قائل نہیں اور ایسے ارتجاعی (Reactionary) بھی موجود ہیں جو اپنی قوم کے سوا دوسری قوم کو قرآن کا غلام نہیں دیکھ سکتے۔  
 اب جس زمانے سے یہ نظام بدل گیا ہے اہل علم ضرورت تو سمجھتے ہیں کہ کوئی نیا نظام ہونا چاہئے جس سے قرآن کی خدمت ہو اور جس سے کامیاب قرآنی حکومت بنائی جائے مگر کوئی نظام پیش نہیں کر سکتے ہماری سمجھ یہ ہے کہ خدا نے شاہ ولی اللہ کو اس کام کے لئے خاص طور پر منتخب کیا ہے اس نظام کے تبدیل ہونے سے پہلے اسلام کے لئے نیا نظام پیش کرتے ہیں اس تبدیلی نظام کے بعد بھی قرآن کی حکومت کی عمر لمبی ہو سکتی ہے ہم اس پر مطمئن ہیں اور ہم اس چیز کی طرف اہل علم کو توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

### قرآن حکیم اور جمہوری دور

قرآن عظیم کی بین الاقوامی حکومت کا ایک دور شفیق نظام کے ماتحت ختم ہو چکا اب جمہوری نظام پر انٹرنیشنل ازم کے ماتحت قرآن حکیم دنیا پر حکومت کر سکتا ہے اس لئے پہلے مسلم اقوام میں جمہوریت آنی چاہئے پھر یہ جمہوریتیں مل کر ایک انٹرنیشنل مرکز پیدا کریں ہر ایک جمہوریت میں اور اس انٹرنیشنل مرکز میں قرآن حاکم ہو۔

## شلہ ولی اللہ اور جمہوری نظام

جس قدر مواو شلہ ولی اللہ کی کتابوں میں ملے گا جو وہ حضرت عثمانؓ کی خلافت تک کے دور سے استنباط کرتے ہیں وہ اس نئے دور میں کافی ہے ان کو بعض مسائل میں جمہور اہل علم سے مقابلہ کر پڑا ہے اس لئے ان کی پلٹ آسانی سے لوگوں میں شائع نہ ہو سکی صاف لفظوں میں کہا جائے تو بات یوں ہے کہ وہ حضرت علیؓ کے دور کو خلافت راشدہ سے خارج کر دیتے ہیں اس میں وہ نرم نرم الفاظ استعمال کرتے ہیں تاکہ یہ بات لوگوں کی سمجھ میں آجائے۔ اگر ہماری طرح وہ بھی صاف اور کھلے لفظوں میں کہہ دیتے تو ان کی کتب پڑھی بھی نہ جاتی اور آج بھی اہل علم کا دلخانا جلد ہے کہ وہ اس حقیقت پر غور کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ اگر حضرت علیؓ کا دور جو حقے کا زمانہ تھا قرآن حکیم کی تعلیم کا صحیح مصداق ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ قرآن حکیم نظام کی پابندی نہیں سکھاتا۔ حضرت ابو بکر اور سیدنا عمر کے زمانے میں نظام تھا تو بھی قرآن کی حکومت ہے حضرت علیؓ کے زمانے میں نظام نہیں ہے تو بھی قرآن کی حکومت ہے اس سے آج کل کے اہل علم کو یہ لکھنے کا موقع ملتا ہے کہ قرآن حکیم براہ راست کوئی نظام نہیں سکھاتا۔ اسی لئے ترکی میں لادینی حکومت پیدا ہو گئی ہے اور کل کو مصر میں ہو کر رہے گی اور مصر عربی ممالک کا دلخا ہے ایرانی آدمی سے زیادہ لادینی حکومت پیدا کر چکا ہے۔ افغانستان ترکی کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔ اس طرح جس قوم میں جمہوریت کے ساتھ قرآن حکیم کا نظام چلانے کے لئے کوئی عقلمندی ہوتی نہیں رہی ان کے علاوہ ان کو براہ راست چلانے کا دعویٰ کر سکتے ہیں مگر جمہوریت کے ساتھ قرآن حکیم چلے گا تو قطعاً شلہ ولی اللہ کا بتایا ہوا نظام چلے گا۔

## قرون ثلاثہ اور حضرت علیؓ کی خلافت

جمہوریت کے ساتھ قرآن حکیم کو چلانے کی سمجھ پیدا کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کو قرون ثلاثہ مشہود بما الخیر سے خارج کر دیا جائے اور حضرت عثمانؓ کا زمانہ ہی تسلیم کر لیا جائے اور اسی کو قرون ثلاثہ المشہود بما الخیر کا مصداق قرار دیا جائے پھر اس دور کے مندرجہ ذیل تین درجے ہوں گے۔

① رسول اکرم ﷺ

② سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر کا زمانہ

③ سیدنا عثمان کا زمانہ۔

یہ امام اللہ ولی اللہ کی تعلیم ہے جس میں ہم نے تھوڑا سا تعریف کیلئے۔ شلہ ولی اللہ

اور سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمرؓ کو ایک ساتھ ملاتے ہیں ہم نے سیدنا ابوبکرؓ کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملا دیا ہے یہ ہماری ذاتی رائے ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سیدنا ابوبکرؓ نے حضرت رسول اللہ ﷺ کے نظام کو نہیں بدلا۔ بلکہ ویسا ہی قائم رکھا اس لئے سیدنا ابوبکرؓ اور حضرت نبی اکرم ﷺ کے دور کو ایک سمجھنا چاہئے۔ سیدنا عمرؓ نے اس نظام میں قدرے تبدیلی کی اسلئے ان کے دور کو دوسرا دور کہنا زیادہ موزوں ہے لطف یہ ہے کہ اگرچہ سیدنا عمرؓ نے نظام میں کچھ تبدیلی کی لیکن بعد میں اس تبدیلی پر خود ہی افسوس کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ کاش میں یہ تبدیلی نہ کرتا تو اچھا تھا اور ابوبکرؓ کے درجے پر کام نہ ہوتا تو بہتر ہوتا پس سیدنا عمرؓ کے دور کو دوسرا دور قرار دینا زیادہ موزوں ہو گا۔

### خلافت صدیقی اور حکومت فاروقی کا فرق

سیدنا ابوبکرؓ کے زمانے میں سرمایہ داری کا کوئی احساس قائم نہیں ہونے دیا گیا ساری جماعت مجاہدین ایک درجے پر بقدر ضرورت و عقیقہ پائی رہی چنانچہ جس کے زیادہ بچے تھے اسے زیادہ مل جاتا تھا اور جس کے کم تھے اسے تھوڑا مل جاتا تھا کام کرنے والوں کے اندر بھی کوئی مراتب قائم نہیں کئے گئے تھے۔ بسنے کی حل حضرت نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں تھا پس قرآن حکیم کی تعلیم پر عمل کرنے کا یہی معیار ہے سیدنا عمرؓ نے درجے مقرر کروئے اور اسی طرح سرمایہ داری کی بنیاد پڑ گئی۔ گو سیدنا عمرؓ نے اسے غلط طریقے پر جانے نہیں دیا اور پھر آخر میں غلام ہوئے اسی کے بعد سیدنا عثمانؓ کے زمانے میں ایک تقسیم پر اور اضافہ ہوا بنو ہاشم اور بنو امیہ علیحدہ علیحدہ جماعتیں بن گئے اس لئے سیدنا عثمانؓ کی حکومت تیسرے درجے کی حکومت ہے مگر اس عہد میں بھی سرمایہ داری سوسائٹی کی اساس نہ بن سکی شلہ صاحب اس کے بعد کسی دور کو قبل تھلید نہیں مانتے۔

### حضرت علیؓ کا مقام

ان حالات میں شلہ صاحب کے لئے حضرت علیؓ کا مسئلہ بہت پیچیدہ بن جاتا ہے خوارج حضرت علیؓ کے اس اخراج پر بہت خوش ہوں گے مگر شلہ صاحب اس پر کیسے راضی ہو سکتے ہیں اس لئے شلہ صاحب نے حضرت علیؓ کو آئندہ تمام انقلابات کا امام بن لیا ہے۔ اول امام الانقلاب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور دوسرے درجے پر امام الانقلاب حضرت علیؓ ہیں شلہ صاحب اس مسئلے پر تفسیلات ایہ (جلد اول ص 76 ص 11 جلد اول ص 245) اس طرح انقلاب خلافت راشدہ کا جز بن جاتا ہے اب کسی اسلامی نظام کا انقلاب سے

علیحدہ کر کے مستقل درجہ دینا غلط ہو گا یوں حضرت علیؓ کی خلافت بھی خلافت راشدہ میں شمار کی جائے گی۔

## شلہ ولی اللہ کی امامت

الغرض بین الاقوامی نظام کو قائم کرنے والی تعلیم جو قرآن حکیم ہے اس پر ہماری آج تک کی معلومات کی بنا پر شلہ ولی اللہ کو امام بنائے بغیر اس دوسرے ہزار سال میں عمل تقریباً ناممکن ہے۔ پس اس کے لئے حضرت شلہ صاحب کو امام بنانا پڑے گا اور اسلامی جمہورتیں قائم کر کے حجاز مقدس میں بین الاقوامی جمہوری نظام قائم کرنا ہو گا۔ فَلَمَّا جَاءَهُمْ رِبَالِیَّتِیْنِ

## بیعت کیا ہیں؟

رسول اللہ ﷺ کی تصدیق تورات کی آیتوں سے اور انجیل کی آیتوں سے صاف واضح ہوتی ہے جیسا کہ سرسید احمد کی ”خطبات احمدیہ“ میں تصریح کی گئی ہے یہ بیعت ہیں۔  
قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ کہنے لگے۔ یہ تو کھلم کھلا جادو ہے۔  
سحر سے کیا مراد ہے؟

حضرت نبی اکرم ﷺ وہی پروگرام لے کر آئے ہیں جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ لے کر آئے تھے یعنی حضرت نبی اکرم ﷺ بھی بین الاقوامی حکومت پیدا کرنا چاہتے ہیں جس پر حکم خداوندی حاکم ہو مگر یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس پروگرام کے تحت بین الاقوامی حکومت کا پیدا ہو جانا جادو گری ہوگی موسیٰؑ کے طریق کار کا کام نہ ہوگا یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کو اس سلسلے کا منتہی نبی قبول ہی نہیں کرتے۔

(7) وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

ترجمہ : اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے حلالہ اسلام کی طرف اسے بلایا جا رہا ہے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

کتب الہی کی اطاعت کرنا اور اس کا حکم ماننا ہی اسلام ہے۔ قرآن حکیم تورات کی اطاعت کا حکم دیتا ہے گویا وہ اسی اسلام کی دعوت دیتا ہے جسے موسیٰؑ اور عیسیٰؑ قائم کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ اگر کوئی جماعت جو ان کے اتباع کی مدعی ہو اس کا انکار کر دے تو اس

سے بڑھ کر بے انصافی اور کیا ہو سکتی ہے؟ انصاف کا اعلیٰ درجہ یہی ہے کہ خدا کے قانون کی بے رود رعایت اطاعت کی جائے۔ خدا کا وہ قانون جو ابراہیمؑ کے ذریعے سے پھیلا اور موسیٰؑ کی کتاب میں ضبط کیا گیا تھا اسی کی دعوت رسول علیہ السلام دیتے ہیں اس کے انکار کا مطلب یہ ہو گا کہ یہ مخالفین خدا کے نام پر انصاف کرنا نہیں چاہتے یہی سب سے بڑی بے انصافی ہے یہ لوگ ابھی تک اس کے مختصر بھی ہیں کہ ایک قسم نی آئے جو تورات اور انجیل کے احکام پورے کر دے اس کے بلوجود اس نبی اعظم کو نہیں ملتے۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

اس بے انصافی اور ظلم کے بعد جو انہوں نے قرآن حکیم کے ساتھ برتی ان کا کوئی حق نہیں رہتا کہ خدا سے یہ امید رکھیں کہ کوئی اور نبی ان کی ہدایت کے لئے بھیجا جائے۔

### ارتجائی جماعتیں

ان آجوں کے قضاے سے ہم جس قدر سمجھ سکتے ہیں اس کا یہی حاصل ہے کہ جس نبی کا انتظار یہودی کر رہے ہیں یا عیسائی کر رہے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ ان کے تشریف لانے کے بعد کسی نبی کا انتظار قطعاً غلط ہے وہ لوگ اپنی ضد سے باز نہیں آتے اور انتظار کئے جاتے ہیں ان جیسی ارتجائی جماعتیں مسلمانوں میں بھی پیدا ہو گئی ہیں ان کے ہاں یہ فکر کہ کوئی اور شخص آکر دینی تعلیم کو مکمل کرے گا مسلسل پایا جاتا ہے اس کا کوئی اور مطلب ہو اور قدرت الہی کوئی آدمی پیدا کر دے تو اسے ہم ممکن ملتے ہیں مگر یہ کہ انسانوں کو تعلیم دینے کے لئے کوئی اور شخص آئے گا اسے ہم قطعاً غلط ملتے ہیں۔

(8) يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ الْإِلَهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝

ترجمہ : وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مومنوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنا نور پورا کر کے رہے گا اگرچہ کافر برائیاں۔

ان کی کوششیں یہی ہیں کہ نور الہی قرآن حکیم بجھا دیا جائے اپنے پراپیگنڈا کے زور سے اس کی تعلیم کو ناکام بنا دیں مگر اللہ اس تعلیم کو کامیاب بنا کر چھوڑے گا مختلف لوگ ناکام رہیں گے مگر ان کو جبراً مغلوب ہو کر رہنا پڑے گا۔

(9) هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَاهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝





## عذاب الیم کیا ہے؟

ایک مذہبی جماعت کا غیر مذہبی حاکم کی اطاعت پر مجبور ہو جانا عذاب الیم ہے۔

هَلْ أَذِلَّكُمْ عَلَىٰ نَجَارَةٍ تُنَجِّيْكُمْ مِنْ عَذَابِ اِلَيْمٍ ۝  
 تمہیں ایک معاملہ بتائیں جیسے ایک تاجر سوچ سمجھ کر اپنی مرکزی طاقت بوجھالیتے ہیں تم  
 بھی ایک کلام اپنے ہاتھ میں لے لو تو اس عذاب سے ہمیشہ نجات پاؤ گے اور کوئی غیر طاقت  
 جو خدا کی قانون کو نہ مانتی ہو تم پر غالب نہ آسکے گی۔

(II) تَوْمُنُونَ بِاللّٰهِ وَرُسُوْلِهِ وَاُتْبٰحٰهُنَّ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ : تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی  
 جانوں سے جملہ کوئی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

تَوْمُنُونَ بِاللّٰهِ وَرُسُوْلِهِ  
 عذاب الیم سے بچنے کے لئے پہلا کلام  
 ① ایمان

کامیابی کا پہلا اصول یہ ہے کہ قرآن عظیم پر ایمان لاؤ اور اس کی تشریحات جو رسول  
 اللہ ﷺ نے دیں اور جن کے مطابق آپ نے لائحہ عمل بنایا اس پر ایمان لاؤ۔ اس کے  
 متعلق ایسا یقین پیدا کر لو کہ کسی اور چیز کے متعلق نہ ہو۔

تُجَاهِلُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ  
 دوسرا کلام

(2) جمہاد :-

یہ قانون ہی سبیل اللہ ہے۔ اسے کامیاب بنانے کے لئے مل دینے اور سر دینے کی  
 ضرورت ہے۔ یہ بات پہلے طے ہو چکی ہے کہ سب کچھ حزب اللہ کے نظام کے اندر  
 ہوگا۔ اس طرح مل اور سر کی بازی لگا کر کلام کرتے رہو۔ یہی جملہ ہے۔

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ يٰۤاٰمِنُوْنَ ۝

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اگر تمہیں معلومات دنیا کے اتار چڑھاؤ اور قوموں کے تزل و تزلزل کا  
 علم ہو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اس سے بہتر اور کوئی طریقہ ہو ہی نہیں سکتا۔

(12) يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ  
وَمَسْكِنٍ طَيِّبَةٍ فَمِنْ جَنَّاتٍ عِلْيَنَ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

ترجمہ : وہ تمہارے لئے تمہارے گنہ بخش دے گا اور تمہیں بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور پاکیزہ مکانوں میں ہمیشہ رہنے کے ہانوں میں یہ بڑی کامیابی ہے۔

(13) وَأَخْرَأَ نُجُودَهَا فَصَرَّ مِنَ اللَّهِ وَفُتِحَ قَرِيبٌ وَبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ  
ترجمہ : اور دوسری بات جو تم پسند کرتے ہو اللہ کی طرف سے مدد ہے اور جلدی فتح اور ایمان والوں کو خوشخبری دیدے۔

### کلام کا نتیجہ

اس طرح کلام کرنے سے انسانیت کی دونوں ضرورتیں پوری ہو جائیں گی یعنی

① تعلق باللہ کی اصلاح

② دنیا میں ظلم

### (1) تعلق باللہ کی اصلاح

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ اللہ اور بندے کے تعلقات اس کے پروگرام۔ جملہ فی سبیل اللہ سے درست ہوں گے جو الہدی کا نتیجہ ہے۔ (هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى (آیت 9) اس میں شمولی اللہ نے خیر کثیر میں کئی بحث کی ہے۔

فَصَرَّ مِنَ اللَّهِ وَفُتِحَ قَرِيبٌ جملہ فی سبیل اللہ کا دوسرا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا دین سب ادیان پر غالب آجائے گا۔ (هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (نبرہ 9)

وَبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ ان کو اس بات کی بشارت دو کہ جب وہ اس ایمانی طریق پر کلام کریں گے ہمیشہ غالب رہیں گے۔

### حضرت مسیح کا نمونہ

رسول اکرم ﷺ کی جماعت نے ایک مرکزی قطعہ زمین پر نمونہ قائم کر دیا اسے ساری دنیا میں پھیلانے کے لئے وہی طریقہ استعمال کرنا پڑے گا جو حضرت مسیح نے حواریین کے ذریعے سے قائم کیا۔

## ① بین الاقوامی مرکز

حوادثین کو مسلح کا دیا ہوا پروگرام یہ تھا کہ وہ مسلح کا پیام دنیا کی قوموں میں نشر کریں۔  
 نائوسوں میں اس پیام کی اشاعت کے بعد ایک جماعت تو ایسی پیدا ہو جائے گی جو اسے ملنے  
 کی اور ایک مختلف جماعت پیدا ہو جائے گی اس قوم کی ملنے والی جماعت اپنی مختلف  
 جماعت کو شکست دیتی رہے گی اس طرح یہ قانون دنیا بھر میں پھیل جائے گا۔  
 اسی طرح قرآن کا غلبہ دنیا میں متحقق کرنے کے لئے اگر ایک مرکزی عظیم الشان شاہانہ  
 قوت پیدا ہو جائے اور اس کی پشت پر بہت بڑی فوجی طاقت ہونی چاہئے جو انٹرنیشنل غلبہ  
 حاصل کر سکے مگر اس میں دقت یہ ہے کہ جس مرکز میں اتنی اعلیٰ فوجی طاقت پیدا کی جائے  
 گی وہ خود اصلی قاعدہ چھوڑ بیٹھے گا اور اپنا تغلبہ جملے گا اس طرح اس کے اندر مہدی  
 کا درجہ قائم ہی نہ ہو گا کہ اس کے ساتھ اپنا ربط قائم رکھ سکے وہ اپنے مخالفوں پر غلبہ  
 حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی قوت جمع کرے گا چاہے وہ جائز ذرائع سے جمع ہو یا غیر  
 جائز ذرائع سے یہ بات تجربوں سے ثابت ہو چکی ہے۔

## ② ایک قوم میں مرکز ہدایت

اس کے برخلاف دوسرا طریقہ یہ ہے کہ الگ الگ قوم میں اپنا اپنا مرکز ہدایت قائم کیا  
 جائے اس قوم کو قومی زبان کی تعلیم دے کر قومی مرکز قائم کر دیا جائے۔ وہ اپنی قوم کے  
 مرکز پر غلبہ آجائے اس کے لئے بہت زیادہ فوجی قوت کی ضرورت نہ ہوگی جیسے پہلی  
 صورت میں ضروری تھی۔ چونکہ یہ قومیں ایک ہی پروگرام پر قائم ہو چکی ہیں۔ وہ باہمی  
 مشورے کے لئے ایک مرکز بنا سکتی ہیں اس کے لئے جج کی تحریک بہت کام دے سکتی ہے  
 تمام قوموں کے مسلمان وہاں مل کر بین الاقوامی اجتماع بنالیں گے۔ اس میں زیادہ تر قوت  
 تعلیم اور ہدایت کی ہوگی جنہیں لوگ جج کے لئے جمع ہوں وہ جنگ کا مرکز نہیں ہے وہ فقط  
 خدا یاد کرنے اور صحیح علم پھیلانے کا اجتماعی مرکز ہے۔ فوجی قوت ہر ایک قوم اپنے اپنے گھر  
 کے مخالفوں سے پنپنے کے لئے اپنے گھر میں جمع کرے گی۔

## مرکزی فوجی طاقت کا نقصان

یہ وہ فکر ہے جو ہم آج کل کی انٹرنیشنلسٹ جماعتوں سے سمجھ سکے ہیں ہمارے خیال  
 میں جج کی تحریک اور جہلو کے قومی پروگرام اس فکر کو پورا کرتے ہیں مگر ہماری تاریخ میں  
 اکثر ایسا ہوا ہے کہ جہلو فوجی قوت پیدا ہوئی وہیں شہنشاہی پیدا ہو گئی گو اس سے وقتی طور

پر فائدہ پہنچا کر مستقل طور پر قرآن کی قبیل کی (Agency) پیدا نہیں ہو سکی۔

## دور جمہوریت میں نشر قرآن کا طریق

اب اس دوسرے ہڑتال میں جب شہی پروگرام ختم ہو گئے ہیں اور ان کی جگہ جمہوریتیں لے رہی ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ اگر مسلمانوں میں یہ بیداری آجائے کہ وہ شہی حکومت کی جگہ قوی حکومتوں کے ذریعے سے قرآن حکیم کی خدمت کرنے پر آمادہ ہوں تو تمام دنیا میں قرآن حکیم کی حکومت براہ راست پھیل سکتی ہے اس کے لئے ہر زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ ہونا چاہئے جس کے ساتھ قرآن حکیم کے اقلیتی پروگرام کی تشریح بھی ہو۔ اس کے لئے شاہ ولی اللہ کی حکمت بہت کلام دے گی۔ اس کے بعد ہر قوم اپنے تحفظ کے لئے فوجی طاقت خود جمع کرے انٹرنیشنل مسائل کے سوچنے کے لئے جج سے بہتر کوئی تحریک پیدا نہیں کی جاسکتی۔ مگر ان رسوم کے اندر جو روح تھی اس کے غائب ہو جانے سے وہ نتیجہ نہیں نکل رہے؟ اور نہ نکل سکتے ہیں جن کی خاطر یہ قوانین من جانب اللہ سکھائے گئے تھے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِّلْحَوَارِثِ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ؟ قَالَ الْحَوَارِثُ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَأَمْنَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرْتُ طَائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عُنُوبِهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ

ترجمہ : اے ایمان والو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریں سے کہا تھا کہ اللہ کی راہ میں میرا مددگار کون ہے حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں پھر ایک گروہ بنی اسرائیل کا ایمان لایا اور ایک گروہ کافر ہو گیا۔ پھر ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر غالب کر دیا۔ پھر قوی غالب ہو کر رہے۔

کُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ یعنی حزب اللہ کا نظام اپنی اپنی قوموں میں پھیلاؤ۔  
نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ ہم تیرا پروگرام دنیا کی قوموں میں پہنچاتے ہیں چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے بنی اسرائیل ہی کو لیا۔

فَأَمْنَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ یعنی اسرائیل کے ایک طائفے میں ایمان آ گیا۔  
وَكَفَرْتُ طَائِفَةٌ دُوسرے طائفے نے اس پروگرام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عُنُوبِهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ۝

اسرائیل کے مومنوں نے اپنے دشمنوں کو مغلوب کر لیا۔  
 حضرت مسیح کے حواریں کا یہ طریق عمل، ایک مثل (کَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ  
 مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ) قرآن حکیم کی تعلیم بھی دنیا کی قوموں میں اسی طرح جاری ہو  
 سکتی ہے۔

### اُسوہ مسیحی کی کامیابی

حضرت مسیح نے اپنی تعلیم کی اشاعت کے لئے جماعت تیار کی تو اسے پہلے پہل عدم  
 تشدد کا پابند بنا دیا مگر یہ علم ایک محدود زمانے کے لئے تھا جب تک لڑنے والی طاقت تیار نہ  
 ہو عدم تشدد ہی تیاری کا ذریعہ ہو سکتا ہے تو پھر لڑنا جائز ہوتا ہے چنانچہ خود حضرت مسیح نے  
 بھی ایک موقع پر فرمایا کہ میں لڑنے اور لڑانے کے لئے آیا ہوں۔ اسی طرح رسول اللہ  
 ﷺ کو مکہ معظمہ میں عدم تشدد کی پابندی کے ساتھ تیار کرایا اور مدینہ منورہ میں لڑنے کا  
 پروگرام دیا۔ پس یہ نسخہ پہلے بنی اسرائیل میں پھر بنی اسماعیل میں استعمال کیا جا چکا ہے اور  
 اس کے طفیل عربی طاقت نے کسریٰ و قیصر پر غلبہ حاصل کیا۔

### اُسوہ محمدی کی کامیابی

شاہ ولی اللہ کی تحقیقات میں حجاز کی فتح کا نتیجہ عرب پر غلبہ تھا پھر عراق اور شام پر عربی  
 طاقت کی مدد سے غلبہ حاصل ہوا اس کے بعد عراقی طاقت سے ایمان پر اور شاہی طاقت سے  
 روی سلطنت پر غلبہ حاصل کیا گیا خشک بر خشک انٹرنیشنل غلبہ حاصل ہو گیا اسی طرح دنیا  
 میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ حزب اللہ کا آخری پروگرام ہے۔



# قرآنی عنوان انقلاب

سورہ فتح کی حکیمانہ انقلابی  
تفسیر

افادات

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی

مرتب

شیخ بشیر احمد لدھیانوی (مرحوم)

مکتبۃ دارالکتاب

32، میکلیگن روڈ، ایچ کے بی بس سٹر، چوک اے جی افس، لاہور

فون: 7239138





## مقدمہ

ضبط کی ضرورت : قرآن حکیم کل قوی بنانے پر انقلابی تحریک پیدا کرنی چاہتا ہے اس کا ایک نصب العین یا مرکزی فکر ہے۔ وہ اس فکر کو ایک جماعت کی مکمل تیاری کے ذریعے سے انسانی سوسائٹی کے ایک حصے اور ملک کے ایک خطے میں خاص شکل میں قائم کرنا چاہتا ہے مگر ظاہر ہے کہ کوئی جماعت ضبط (Discipline) کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی اور جتنا بڑا انقلاب ہوتا ہے اتنی ہی زبردست ضبط کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسلامی جماعت میں ضبط : جو جماعت بہت سخت ضبط کی مالک ہوتی ہے وہ صلح اور جنگ میں اپنی مرکزی جماعت کے فیصلے کی پوری پوری فرما جواری کرتی ہے حضرت عمر رسول اللہ ﷺ نے جو جماعت پیدا کی وہ جنگ میں ضبط کے مظاہرے کئی بار کر چکی۔ صلح کرنے میں ضبط کے بہترین مظاہرے کا موقعہ حدیبیہ میں پیش آیا۔ جب آنحضرت ﷺ نے کمزور دشمن کی بدترین شیطانیوں صرف اس لئے مان لیں کہ وہ بنیادی طور پر ان اصول کی حفاظت چاہتا تھا جن کی حفاظت کے لئے یہ انقلاب برپا کیا جا رہا تھا یعنی دین حنیفی کے مرکز۔ کہتے اللہ کا احترام۔ آپ کی جماعت نے اس اصول کو پوری طرح سے سمجھتے ہوئے بھی اس صلح کو صرف اس لئے مان لیا کہ وہ ایک زبردست ضبط میں آئے ہوئے تھے اس ضبط کی انتہا یہ تھی کہ جب آپ نے اس جماعت سے موت پر بیعت لینی چاہی تو ہر ایک شخص نے ٹھنڈے دل کے ساتھ یہ سمجھ کر بیعت کی کہ یہ موت یقینی ہے اور جو شخص بھی اس وعدے کو توڑے گا اسے ضبط توڑنے کی بڑی سے بڑی سزا بھی مل سکتی ہے۔

اس ضبط کا مقصد : اس اونچے بنانے کا ضبط پیدا کرنے کا مقصد کیا ہے؟ اس سورت کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم اس ضبط کو سرلیہ شکن بین الاقوامی انقلاب پیدا کرنے کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے تاکہ خدا پرستی قائم ہو۔

انقلاب کی طبعی رفتار : اس بات کو کھول کر بیان کیا جائے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم کا انقلاب ایک مضبوط ضابطہ جماعت کے ذریعے سے عمل میں آیا جس نے اپنا

کلم عرب میں شروع کیا اس انقلاب کی طبعی رفتار یہ تھی۔

(1) ذاتی انقلاب (2) محدود جماعت کی تیاری (3) قومی انقلاب (4) بین الاقوامی انقلاب۔

(1) ذاتی انقلاب : کے متعلق قرآن حکیم کہتا ہے کہ:

(ا) قُلْ إِنْ صَلَّائِنِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
○ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَا لِكُ أُمْرَتِي وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ○ (انعام 6: 162-163)

یعنی تو کہہ دے کہ میری بدنی اور مالی عبادتیں میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ ہی کے راستے میں ہے۔ اس کا کوئی سامع نہیں۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے میں اس حکم کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔

(ب) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (حریم 6: 66)

اے وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچلو۔

(2) محدود جماعت کی تیاری : مکہ مکرمہ میں شروع ہوئی چنانچہ حکم آیا کہ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (شعراء 26: 214)

(اپنے قریبی قبیلہ والوں کو آنے والے انقلاب کی تنبیہ کرو)

(3) آنے والے قومی انقلاب کی طرف بہت سی آیات اشارہ کرتی ہیں۔ مثلاً  
الرَّحْمَةُ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ○ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ○ (يوسف 12: 1-2)

(4) بین الاقوامی انقلاب : کا بھی جو قرآنی تحریک کا معراج ہے بہت سی آیات میں ذکر موجود ہے مثلاً

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ (ص 38: 87)

(یہ قرآن تمام دنیا کی قوموں کے لئے یاد دہانی ہے)

صلح حدیبیہ کا مقام تاریخ اسلام میں : صلح حدیبیہ اس حیثیت سے تاریخ اسلام

میں نقطہ تغیر (Turning Point) کا حکم رکھتی ہے کہ اب قرآنی انقلاب کی طبعی و جہت انفرادی اور جماعتی انقلاب کی منزلیں طے کرنے کے بعد قومی انقلاب کی منزل بھی ختم کرنے والی تھی۔ اور ضبط اور تیاری کے سب سے اونچے نقطے پر پہنچ چکی تھی۔ اب اللہ کی حکمت چاہتی تھی کہ اسے بین الاقوامی میدان میں لائے چنانچہ سورہ فتح میں اس آئے والی تبدیلی کی مددگاری ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سُنُدْعُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُوَلِيٍّ بَأْسٍ  
شَدِيدٍ (16:48)

(جو اعرابی اس سفر میں آپ کے ساتھ نہیں گئے اور پیچھے رہ گئے ان سے کہہ دیجئے کہ عنقریب تمہیں ایک شدید جنگجو قوم سے لڑنے کے لئے بلایا جائے گا۔ اس آیت میں اُولٰٓئِیْ بَأْسٍ شَدِيدٍ (شدید جنگجو قوم) سے بقول امام ولی اللہ دہلویؒ اہل انی اور رومی مراد ہیں۔ اسی کی طرف آگے چل کر ان الفاظ میں بھی اشارہ موجود ہے۔

وَأُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا (21:48)

(اور وہ مل غنیمت جس پر ابھی تم نے قدرت حاصل نہیں کی)

ان خیمتوں سے بھی اہل انی اور رومی جنگوں کی خیمتیں مراویں۔

آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ سے واپس آتے ہی عرم 7ھ میں عرب کے ارد گرد کے بڑے بڑے حکمرانوں کو اسلام کی طرف بلانا بھیج دیا یہ دعوت نئے کیا تھے آنے والے انقلاب کی تنبیہ تھی۔ جو ان قوموں کو اپنے اندر ہمہ کرنے والا تھا۔ چنانچہ قیصر روم کو تحریر فرمایا کہ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ اِلَیْ  
هٰذَا قُلْ عَظِیْمُ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی اَمَّا بَعْدُ  
فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدَعَاِیَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْتَ نَسَلَسَمَ یُؤْنِکَ اللّٰهُ  
اَجْرَکَ مَرَّتَیْنِ فَاِنْ نَوَلَّیْتَ فَاِنْ عَلَیْکَ اِنْکَمَ الْیَرِیْسَیْنِ اِنْ

یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم کہ یہ خط محمد (ﷺ) کی جانب سے ہے جو اللہ کا بندہ اور اس کا پیغمبر ہے۔ ہر قس شہ روم کے نام سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کا پیرو ہے۔

بعد حمد صلوٰۃ میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں تو اسلام قبول کر لے تو تمام آفتوں سے بچ رہے گا اور اللہ تعالیٰ تجھے دہرا اجر عطا فرمائے گا اگر تو نے انکار کیا تو تمام دہاتوں اور کاشتکاروں کے گناہوں کا وہیل تیری گردن پر ہو گا۔  
اور کسریٰ ایران کو لکھا کہ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ : مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُولِ اللّٰهِ اِلَى  
کِسْرَى عَظِیْمٍ فَارَسَ سَلَامٌ عَلَیْ مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی وَاَمَّنْ  
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنْنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَى  
النَّاسِ کَاَقْبَلُ لِنُذِرْ مَنْ كَانَ حَتِیَّا اَسْلِمَ تَسْلَمَ فَاِنْ اَبِیَّتْ  
فَعَلٰیکَ اَنْتُمْ الْمَجْهُوْسُ

بسم اللہ الرحمن الرحیم: یہ خط محمد (ﷺ) کی طرف سے ہے جو اللہ کے رسول ہیں۔ کسریٰ شہ ایران کی طرف سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی پوجا کے لائق نہیں ہے اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام دنیا کی قوموں کو اس کا پیغام پہنچانے کے لئے مقرر کیا گیا ہوں۔ تاکہ جو لوگ زندہ ہیں انہیں تنبیہ کر دی جائے اسلام لے آ۔ تو بچ رہے گا اگر تو اسلام نہ لایا تو تجھس کے تمام گناہوں کا وہیل تیری گردن پر ہو گا۔

امام ولی اللہ کا فکر : حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا ایک بہت بڑا مقصد ان دو سلطنتوں اور روئے زمین کے اسی قسم کے ظالمانہ نظاموں کو تباہ کرنا تھا کیونکہ خصوصاً ان دونوں بادشاہتوں میں معاشی عدم توازن انتہا کو پہنچ چکا تھا چنانچہ ایک چھوٹا سا امیر طبقہ دولت کی زیادتی کی وجہ سے عیاشیوں میں مبتلا ہو کر خد افراموشی کے سبب سے عوام پر حد درجہ ظلم کرنے لگ گیا تھا اور عوام بھاری بھاری ٹیکوں کے بوجھ تلے دب کر بیلوں اور گدھوں کے درجے میں آچکے تھے۔ اور مرنے کے بعد کی زندگی کی بھلائی کے خیالات سے بالکل کورے ہو چکے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ان دو

ہلاشاہوں کو جو خطوط ارسال فرمائے ان کی عبارت نہایت معنی خیز ہے اور لفظ بیان کی ہوئی باتوں کی طرف نہایت لطافت کے ساتھ اشارہ کرتی ہیں۔ دونوں میں عوام کی اخلاقی بربادی اور دوسری زندگی کی بھلائی سے محرومی کا ذمہ دار ان ہلاشاہوں کو قرار دیا گیا ہے چنانچہ ہر قل کے نام جو خط ہے اس میں ہے کہ:

فَإِنْ أَبَيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْيَتِيمِ يَتِيمٍ

(اگر تو نے اسلامی انقلاب کو قبول نہ کیا تو تیرے ماتحت جو یتیمکار طبقہ جلد ہو رہا ہے اس کے گناہوں کا یقینی طور پر تو ذمہ دار قرار دیا جائے گا)

ایسے ہی کسریٰ ایران کے نام جو گرامی نامہ ارسال فرمایا اس میں ہے کہ:

فَإِنْ أَبَيْتَ فَعَلَيْكَ إِثْمُ الْمَجُوسِ

(اگر تو اسلامی انقلاب کے نیچے نہ آیا تو تیری ساری رعایا مجوس کے گناہوں کا ذمہ دار ہوگا)

جیسے اوپر بتایا جا چکا ہے اب عرب کے انقلاب کی تحریک قومی حدود سے باہر کل کر اپنی تعلیم کی حقیقی روح کے پھیلنے کے لئے بین الاقوامی میدان تلاش کر رہی تھی۔ اس کا اشارہ کسریٰ کے خط میں موجود ہے جس کے خاص الفاظ یہ ہیں۔

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ إِلَى النَّاسِ كَأَفْقَةٍ

(میں اللہ کی طرف سے تمام دنیا کی قوموں کو پیام پہنچانے آیا ہوں)

آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں قرآن حکیم کے سرمدیہ حکم بین الاقوامی انقلاب کو قومی پیمانے پر عرب میں بالکل کامیاب بنا کر دکھا دیا اور اس کے بین الاقوامی پھیلاؤ کے لئے جن قوتوں کی ضرورت تھی انہیں جگا کر اس انقلابی جماعت کے نیچے کر دیا اور ان دعوت ناموں کے ذریعے عرب کے ارد گرد کی سلطنتوں کو یہ انقلاب قبول کرنے کے لئے سوچنے کو کافی وقت دیا اتنا کام کرنے کے بعد جو ابتدائی کامیابی کا پوری طرح کفیل تھا آپؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ بقیہ کام آپؐ کی تیار کی ہوئی جماعت نے عین اس پروگرام کے مطابق پورا کر دیا۔ جس کی مددات (Items) آپؐ انہیں سکھا گئے تھے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانے سے شروع ہو کر حضرت عثمانؓ کے زمانے تک قرآنی انقلاب بین الاقوامی پیمانے پر اس طرح مضبوط ہو گیا کہ اس زمانے کی کوئی سیاسی طاقت اس کے مقابلے

میں آنے کے قتل نہ رہی۔

سورۃ فتح کا قیمتی سبق : اس سورت میں ہر نسل کے سیاسی کام کرنے والوں کے لئے نہایت قیمتی سبق اور نہایت مفید رہنمائی ہے اور وہ یہ کہ جس نسل میں قرآنی انقلاب ارتجاع (Reaction) کی نذر ہو جائے ایک جماعت پہلے اس علاقے میں کامیاب مرکز بنائے۔ جس میں وہ بسکتی ہے اور پھر وہاں سے اس انقلاب کی شاخیں دوسری قوموں میں پہنچائے۔ اور ہر ایک قوم کے انقلابی اپنی اپنی جگہ اس کی کامیابی کی کوشش کریں۔ گویا اگرچہ اسلامی انقلاب اصل میں بین الاقوامی ہے۔ لیکن شروع ہی میں اسے عملاً بین الاقوامی بنانے پر چلنا حکمت قرآنی کے خلاف ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی ایک قوم کے اندر رہ کر ایسی جماعت تیار کی جائے جو تمام قوموں میں کام کرے اور تمام قوموں کو ایک ہی وقت اس قانون کے نیچے لانے کی کوشش کرے چنانچہ امام ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں کہ:

وَهَذَا الْإِمَامُ الَّذِي يَجْمَعُ الْأُمَمَ عَلَى مِلَّةٍ وَاحِدَةٍ يَحْتَاجُ إِلَى أَصُولٍ أُخْرَى غَيْرِ الْأُصُولِ الْمَذْكُورَةِ فِيمَا سَبَقَ مِنْهَا أَنْ يَدْعُو قَوْمًا إِلَى السُّنَّةِ الرَّاشِدَةِ وَيُرْكِزِيهِمْ وَيُصْلِحَ شَأْنَهُمْ ثُمَّ يَتَخَلَّصُ بِمَنْزِلَةِ جَوَارِحِهِمْ فَيُجَاهِدُ بِهِمْ أَهْلَ الْأَرْضِ وَيُفَرِّقُهُمْ فِي الْأَفَاقِ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى - كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَذَلِكَ لِأَنَّ هَذَا الْإِمَامَ نَفْسُهُ لَا يَنُتَأَتِي مِنْهُ مُجَاهِدٌ أُمَّمٌ غَيْرِ مَحْصُورَةٍ (جہ اللہ علی سرحد)

(اول ص 118)

یعنی جو امام بین الاقوامی کام کے لئے مقرر ہو وہ لوہے بیان کئے ہوئے اصول کے خلاف اور اصول پر کام کرے گا۔ مثلاً وہ ایک قوم کو زندگی گزارنے کے صحیح تقصیروں کی دعوت دے گا اور انہیں پاک اور درست کر کے اپنا آلہ کار بنائے گا اور انہیں ساتھ لے کر دوسری قوموں سے لڑے گا اور انہیں مختلف قوموں میں بکیر دے گا۔ چنانچہ قرآن حکیم کی اس آیت میں کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (تم مسلم امت کا بہترین حصہ ہو جو تم دنیا کی قوموں کے لئے چنے گئے ہو) کا بھی

مطلب ہے کہ ہم کرنے کا یہ طریق اختیار کرنے کا سبب یہ ہے کہ ایسا امامِ حق  
تعماساری قوموں سے جملہ نہیں کر سکتا۔

موت قبول کرنے کی منزل : اس سورت میں اس حقیقت پر بھی پوری روشنی ڈالی  
گئی ہے کہ قرآنی تحریک میں ایک منزل آسکتی ہے جب اسے آگے بڑھانے کے لئے موت  
قبول کرنی پڑے اور جیسے صلح حدیبیہ کی تفصیل سے معلوم ہو گا موت قبول کرنے کی شکل  
اللہ کی رہ میں جنگ کرنا بھی ہو سکتی ہے۔

قرآن اجماعی جنگ کا قائل ہے : اس سورت کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی  
روشن ہو جاتی ہے کہ قرآن حکیم نہ صرف جنگ کا قائل ہے بلکہ جنگ اجماعی (War  
Total) کا قائل ہے یعنی اس کے نزدیک ہر شخص جان و مال سے اس میں پورا پورا حصہ  
لے گا یہاں تک کہ بیمار، لولہ، لنگڑے اور اندھے بھی اپنا اپنا حصہ ادا کرنے پر مجبور ہیں  
حقیقت بھی یہی ہو سکتی ہے کہ کوئی تحریک اگر جنگ کا انکار کرتی ہے تو اسے ہر شکل میں  
ناجائز سمجھے گی اور کمال طور پر ایسا (عدم تشدد) پر کاربند ہوگی۔ اگر وہ جنگ کو جائز سمجھتی  
ہے تو وہ جنگ کو اجماعی اور کُلّی حیثیت سے قبول کرے گی۔ اور اپنے ہر ایک ممبر کو اس کی  
پوری طاقت کے مطابق اس میں حصہ لینے کا ذمہ دار سمجھے گی کوئی شخص بھلا نہ بنا کر اس ذمہ  
داری سے بچ نہیں سکتا۔

ہندوستان اس وقت ایک زبردست لادینی سرملیہ پرست نظام کے نیچے ہے جس کی وجہ  
سے اس کی چالیس کروڑ آبادی میں سے چند ملادلوں کو مستثنیٰ کر کے باقی ساری آبادی  
بھوکے یا آدمی بھوکے زندگی بسر کر رہی ہے وہ طرح طرح کی کمزوریوں اور بیماریوں میں پھنسی  
ہوئی ہے اور جہالت میں جلا ہے۔ اسی لئے وہ اپنی انسانیت کو بھولی ہوئی ہے وہ نہ یہ جانتے  
ہیں کہ آپس میں ان کے کیا حق اور فرض ہیں اور نہ یہ سمجھتے ہیں کہ اپنے خالق (پیدا  
کرنے والے) کے ساتھ ان کے کیا تعلقات ہونے چاہئیں سورۃ فتح چاہتی ہے کہ ہندوستان  
کے اس بھول گھر میں ایسی جماعت پیدا کی جائے جو تجازی بین الاقوامی انقلاب لانے والی  
جماعت کی طرح انتہائی ضبط کی مالک ہو۔ اس کے ارکان اس سرملیہ پرستانہ نظام کو توڑنے  
کے لئے عدم تشدد کی پابندی کے ساتھ موت کو قبول کر کے پوری پوری اور انتہائی کوشش  
کریں اور فی الحال یَقْتُلُواْ (قتل کرنا) کو ملتوی رکھ کر یُقْتَلُواْ (قتل ہونا) کو قبول

کریں۔ ان کی نظر میں الاقوامی ہودہ ہر ایک انسان کے ساتھ خدا تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا عمل کرنے کو تیار ہوں اور چالیس کروڑ کی مظلوم انسانیت کو سرلیہ پرستی اور اس کے پیدا کئے ہوئے معاشی ظلم سے نجات دلا کر اس کے لئے خدا کو پہچاننے کا راستہ آسان کر دیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ  
وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِيِّ الْكَرِيْمِ صَاحِبِ الْاِنْقِلَابِ الْعَظِيْمِ  
وَعَلٰی الَّذِيْنَ مَعَهُ اِسْتِثْنَاءٌ عَلٰی الْكُفَّارِ الَّذِيْنَ يُقْسِلُوْنَ  
الْاَرْتِفَاقَاتِ الْمَعَاشِيَّةَ وَالْاَرْتِفَاقَاتِ الْمَعَادِيَّةَ رُحَمَاءُ  
بَيْنَهُمْ سَيِّمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السَّجُوْدِ

(آخری بات یہ ہے کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو سب قوموں کا پالنے والا ہے اور رحمتیں اور سلامتیں ہوں اس نبی اعظم پر جو عالمگیر انقلاب کی دعوت دینے آیا اور اس کے ساتھیوں پر جو ان کافروں پر سخت ہیں۔ جو انسانی سوسائٹی کے معاشی ارتقاات اور محلوں ارتقاات خراب کرتے ہیں آپ کے ساتھی آپس میں بہت نرم اور رحم دل ہیں۔ ان کے چروں سے مظلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ اللہ کے حوالے کر کے اس کے آگے سجدہ کر رہے ہیں۔)

بشیر احمد (بی اے) (لویڈاوی) لدھیانوی

۱۔ اس آیت کی طرف اشارہ ہے یَقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ (وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں پھر وہ قتل کر رہے ہیں اور قتل ہوتے ہیں) (سورہ توبہ 9: 111)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## قومی انقلاب

تمہید

سورۂ محمد (یا قتل) سورۂ فتح اور سورۂ حجرات نفس مضمون کے اعتبار سے ایک مرتب مجموعہ ہے جس میں اسلامی انقلاب کی تنظیم پر بحث کی گئی ہے جس کے لئے بیرونی حملوں سے بچلو کل قومی پھیلاؤ اور اندرونی معاشرتی زندگی کی تنظیم کے قوانین دیئے گئے ہیں سورۂ محمد (یا قتل) ہجرت کے پہلے ہی سال جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی۔ اس میں آنے والی عربی جنگوں کی ضرورت کے پیش نظر میدان جنگ کے قوانین دیئے گئے ہیں۔ انہیں سال کے تھوڑے عرصے میں یہ انقلابی جماعت ضبط اور نظم میں ترقی کر کے ایسی بے نظیر قوت ضبط کی مالک ہو گئی کہ وہ صلح اور جنگ میں ایک ہی نظریے کے تحت کام کرنے کے قابل ہو گئی۔ یہ وہ حالت ہے جس میں اسے خدا تعالیٰ نے بین الاقوامی پھیلاؤ (Expansion) کے قتل سمجھ چنانچہ سورۂ فتح میں جو حدیبیہ سے واپسی پر راستے میں اتری۔ اس انقلابی جماعت کی اس اعلیٰ درجے کی حالت کا نقشہ کھینچ کر آنے والی بین الاقوامی جنگوں کی خبر دی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ ان جنگوں میں اس جماعت کا نظریہ کیا ہونا چاہئے۔

سورۂ حجرات میں غیر مصطفیٰ قانون (Civil Laws) اور معاشرت کی چند دھلت سکھائی گئی ہیں۔

سورۂ فتح کا مرکزی واقعہ : سورۂ فتح میں صلح حدیبیہ کے واقعات کی طرف اشارے پائے جاتے ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے کہ ذی قعدہ ۶ھ میں حضرت نبی اکرم ﷺ نے ایک خواب دیکھا کہ گویا آپ اور مسلمان مکہ مکرمہ پہنچ گئے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کیا کر

رہے ہیں اس خواب کی کیفیت سن کر غریب الوطن مسلمان جو عرصے سے خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے بے تاب تھے اور بھی بے چین ہو گئے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر آنحضرت بھی عموماً کے لئے جلتے پر تیار ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ اور آپ کی جماعت ذی قعدہ ۶ھ میں مدینہ منورہ سے نکلے۔

اس سفر میں آپ کے ساتھ پندرہ سو صحابہ تھے۔ رِضْوَانُ اللہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ جن میں سے کچھ سوار تھے اور کچھ پیادے۔ جب آنحضرت ﷺ ذی الحلیفہ کے ملکوں میں پہنچے تو آپ نے عرس کا احرام ۲۔ باندھا اور قبیلہ خزاعہ کے ایک آدمی کو بطور جاسوس (Scout) بھیجا کہ قریش کی خبر لائے۔ چنانچہ جب آپ مسلمان کے قریب پہنچے تو وہ سکھٹ واپس آیا اور اس نے خبر دی کہ قریش آپ کو روکنے اور آپ سے لڑنے کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔

جب حضرت نبی اکرم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم کسی سے لڑنے کے لئے گھر سے نہیں نکلے لیکن اگر کوئی ہمیں بیت اللہ (کعبہ) تک پہنچنے سے روکے گا تو اس سے لڑیں گے یہ سن کر حضرت نبی اکرم ﷺ آگے بڑھے اور کچھ دور جا کر آپ نے فرمایا کہ خالد بن ولید غصہ میں ہے ہم دائیں کو ہو چلیں۔ یہاں تک کہ آپ اپنی جماعت سمیت اس وادی تک پہنچ گئے جہاں سے مکہ کو جاتے ہیں۔ یہاں آپ کی اونٹنی پکایک ٹھہر گئی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر قریش مجھ سے کسی ایسی بات کا مطالبہ کریں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حمت ۳۔ کی تعظیم ہوتی ہو تو میں ان کی بات مان لوں گا آگے بڑھ کر آنحضرت ﷺ حدیبیہ کے مقام پر اترے یہاں سے مکہ صرف ۱۹ میل تھا۔

یہاں سے آپ نے حضرت عثمان بن عفان کو سفیر بنا کر قریش کے پاس بھیجا تاکہ انہیں خبر دیں کہ مسلمان صرف عموماً لوار کرنے آئے ہیں ساتھ ہی انہیں ہدایت کر دی کہ مکہ مکرمہ میں جو مسلمان چھپے چھپے رہتے ہیں ان سے بھی ملیں۔ اور انہیں فتح کی خوشخبری دیں اور انہیں اطمینان دلا دیں کہ مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا اور کسی کو اپنا ایمان

۱۔ عموماً چھوٹا جوج کے مقررہ دنوں کی علاوہ کیا جاتا ہے۔ اس میں بھی جوج کی اکثر رسمیں لڑا کی جاتی ہیں۔ (مرتب)

۲۔ وہ خاص بن سلاہاں جوج کے دنوں میں پہنا جاتا ہے (مرتب)

۳۔ وہ جگیس جن کی عزت کی جاتی ہے۔ (مرتب)



کہ اسی سہل کریں گے؟ حضرت مڑنے جواب دیا کہ ”نہیں“ تو آپ نے فرمایا کہ ”یقین رکھو ہم ضرور یہاں آئیں گے اور طواف کریں گے۔“

حضرت مڑنے اسی قسم کی باتیں حضرت ابو بکرؓ سے بھی کہیں حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی دیکھنا ہوا بات دیئے جو آنحضرت ﷺ نے دیئے تھے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ آنحضرت جو بات فرمائیں اسے مرتے دم تک بے چون و چرا ماننے رہو۔ غرض یہ شرط منظور ہو گئی اور آنحضرت ﷺ نے ابو جہلؓ کو قریش کے سفیر کے حوالے کر دیا۔ اور ”ابو جہلؓ“ سے صرف اتنا فرمایا۔ ابو جہلؓ! خدا حمیری مصیبت دور کرنے کی کوئی نہ کوئی راہ نکل دے گا۔ ابو جہلؓ نے مبر کے ساتھ اپنی مصیبت کو قبول کر لیا۔ اور تمام مسلمان یہ تلخ گھونٹ پی کر بھی چپکے ہو رہے۔

ابھی حضرت نبی اکرم ﷺ حدیبیہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اسی آدی کوہ فہیم سے صبح کے وقت اس ارادے سے اترے کہ مسلمانوں کو نماز کی حالت میں قتل کر دیں یہ سب لوگ گرفتار کر لئے گئے لیکن آنحضرت ﷺ نے انہیں معاف کر کے رہا کر دیا۔

اس محلہ کے بعد آپ حدیبیہ سے مدینہ منورہ کو واپس تشریف لے گئے راستے میں سورہ فتح کی شروع کی آیتیں اتریں۔  
 اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ۚ وَنِمْ نِعْمَتُهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا ۝

ترجمہ : ہم نے تجھے کلی فتح دی اور حمیری پہلی لغزشیں اور پچھلی لغزشیں معاف کر دیں اور اپنی نعمت تجھ پر تمام کر دی اور سیدھی راہ کی طرف حمیری راہنمائی کرے اور تجھے زبردست مدد دے۔

اس پر حضرت مڑنے تو چما کیا یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے؟ (یعنی حدیبیہ کا صلح نامہ) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں یہی چیز ہے جسے فتح قرار دیا گیا ہے۔

آپ مدینہ منورہ میں ذی الحجہ کے شروع میں واپس تشریف لے آئے یہاں کوئی تین ہفتے ٹھہرے ہوں گے کہ محرم میں خیبر پر چڑھائی کر دی۔ اس معرکہ میں صرف ان

مسلمانوں کو شامل ہونے کی اجازت تھی جو حدیبیہ کے واقعے میں شریک رہ چکے تھے۔  
 صلح کا نتیجہ اور اثر : اس صلح کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں اور ان کے مخالفوں میں راہ و  
 رسم پیدا اور میل جول زیادہ ہوا تو اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کے پھول چھٹنے لگے اور  
 لوگ مسلمانوں کے اچھے سلوک سے اثر لے کر مسلمان ہونے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے  
 صلح نامہ کی جو قحی شرط کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ مخالفین میں سے جو شخص مسلمان ہو  
 کر شرط کے مطابق مختلف کیسپ میں بھیجا جائے گا۔ وہ ضرور وہاں بھی اپنا کام کرنا رہے گا۔  
 چنانچہ حضرت ابو جہلؓ جن کا ذکر اوپر آچکا ہے عین معاملہ لکھے جانے کے وقت قریش کے  
 حوالے کر دیئے گئے۔ انہیں مکہ معظمہ لے جا کر قید کر دیا گیا۔ لیکن جو شخص ان کی گمرانی  
 پر مقرر ہوتا وہ ان کے سمجھانے سے مسلمان ہو جاتا۔ اب دونوں مل کر تلقین کرتے اس  
 طرح ان قیدیوں کی تلقین سے تین سو کے قریب آدمی مسلمان ہو گئے۔ قریش مکہ نے  
 ہتیرا چلا کہ آنحضرت ﷺ معاملہ کی اس شرط کو توڑ کر ان مسلمانوں کو اپنے ہاں لے  
 لیں۔ لیکن آپ نے معاملہ توڑنا قبول نہ فرمایا۔ آخر قریش کو خود ہی ان مسلمانوں کو مکہ  
 سے نکل دینا پڑا۔

حدیبیہ میں اسلامی جماعت کے ضبط کا محل اوپر بیان ہو چکا یہ لوگ تو آنحضرت ﷺ  
 کے سامنے تھے لیکن حضرت ابو جہلؓ آپ سے دور ہوتے ہوئے بھی جماعتی ضبط کے اتنے  
 پابند نکلے کہ جب مدینہ منورہ کے مسلمانوں نے قرار دیا کہ ابو جہلؓ نے ابوالعاصؓ کی  
 جس قافلے کو لوٹا ہے اس کا بل اسے واپس کر دیں تو انہوں نے اس فیصلے کی اطلاع پاتے  
 ہی ابوالعاصؓ کے قافلے کا سارا اسباب یہاں تک کہ رسی اور اونٹ کی مہار تک ابوالعاصؓ  
 کے حوالے کر دی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ابوالعاصؓ سارا بل حقداروں تک پہنچا کر مسلمان ہو  
 گیا!

غرض اس صلح کے نتیجے کے طور پر لوگ کثرت سے اسلام لانے لگے چنانچہ جہاں  
 حدیبیہ کے واقعے میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ پندرہ سو آدمی تھے وہاں ایک سال بعد  
 کر اگلے سال فتح مکہ کے وقت آپ کے ساتھ دس ہزار "قتادی" آئے۔ "تھے۔ یہ نتیجہ تھا  
 اس بات کا کہ اب مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمیوں کے پھول پھٹ رہے تھے۔ گویا  
 اس صلح نے اسلام کی فتح کا دروازہ کھول دیا۔



## (1) اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝

(ہم نے تجھے کھلی فتح دی)

جو صلح فتحی قائم مقام ہو۔ وہ جماعت کی مضبوط تنظیم پر موقوف ہوتی ہے۔

انقلاب کیا ہے؟ : ایک استاد ایک نیا نگر لے کر اٹھتا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی سرپرستی سے اسے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ اور کام کرنے کا صحیح طریقہ سمجھاتا ہے۔ وہ اس تعلیم ہی کے ذریعے سے ایک نظام پیدا کر لیتا ہے۔ جس سے وہ دنیا سے ہر قسم کا ظلم دور کر کے انسانوں کے تعلقات خدا کے ساتھ قائم کرنے کے موقعے بہم پہنچاتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس کا مضبوط نظام جس میں ایک فرد اپنا سب کچھ اس نظام پر قربان کرنے کو تیار ہے باطل پر غالب آجاتا ہے۔ یہی انقلاب ہے۔

مسلمانوں کی مضبوط پوزیشن : اس وقت جب حدیبیہ کے مقام پر دونوں جماعتیں ملیں۔ دونوں کی کیا حالت تھی؟ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں کا نظام نہایت مضبوط تھا۔ ان میں ضبط (Discipline) اور اطاعت (Obedience) انہما کو پہنچ چکی تھی۔ اس کے برخلاف اہل مکہ کمزور تھے ان کے بڑے بڑے سردار مرچکے تھے۔ اور اب اہل مکہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ فوجی نقطہ نگاہ سے بھی مسلمانوں کی پوزیشن مضبوط تھی کیونکہ وہ اچانک مکہ کے عین پاس پہنچ چکے تھے ان باتوں کے ہوتے ہوئے جب مکہ والوں نے صلح پیش کی تو حضرت نبی اکرم ﷺ نے وہ شرطیں بحث مان لیں رفتہ رفتہ عام مسلمانوں نے بھی انہیں قبول کر لیا۔ یہ قبولیت ان کے اندرونی نظام کی قوت کے سبب سے تھی۔ نہ اس لئے کہ سب مسلمان صلح کی حکمت کو سمجھ گئے تھے اس صورت میں یہ صلح قیامت تک مسلمانوں کے لئے فخر کا سبب مہی جائے گی۔ اس سے جو قائدے نکلے انہوں نے منافقوں کو بھی سمجھا دیا کہ اسلامی نظام میں کیا کیا خدیں ہیں اور اس کے نیچے کیا کیا دانتیں چھپی ہوئی ہیں۔

جنگوں کا نقصان : اب تک اہل اسلام اور اہل مکہ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں ان کی وجہ سے اہل مکہ ان قائدوں پر غور نہیں کر سکے تھے جو اسلام کا انقلاب قبول کرنے سے حاصل ہو سکتے تھے۔ اس مطالعے کے لئے انہیں نہ وقت ملا تھا نہ آسائیاں حاصل ہوئی تھیں۔ اس صلح کے بعد ان لوگوں کا مسلمانوں کے ساتھ میل جول بڑھ گیا تو انہوں نے مسلمانوں کے مستقبل کو سوچنا شروع کیا اور انہیں وہ قائدے نظر آئے جو جنگ اور فترت کے گرد و غبار میں سے نظر نہ آسکتے تھے۔ اب اچھے اچھے اہل مکہ اسلام لے آئے اور اس طرح قرآنی انقلاب کو ایسے کام کے آدمی مل گئے جنہوں نے آگے چل کر نہایت شاندار تعمیری کارنامے کئے۔

صلح کا فائدہ : یہاں ایک اور بات بھی سوچنے کے لائق ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ قریش مکہ عرب میں مرکزی حیثیت رکھتے تھے اگر ان کی اہمیت نہ ہوتی اور کسی وجہ سے اپنے پہلے فکر سمیت اسلام میں داخل ہو جاتے تو اپنے قدم (شرکنہ) فکر پر نئی اہمیت پیدا کر کے اسلام کے اندر ایک مستقل کھینچا تلی کا باعث بنتے۔ لیکن اس صلح کے بعد انہوں نے اسلام کا مطالعہ کیا۔ اسے عام انسانیت کے لئے مفید سمجھا۔ اس لئے انہوں نے اپنے قدم خیالات چھوڑ کر اسلام کا نظریہ لے لیا۔ اور اس کی مضبوطی کا سبب بنے۔ یہی وجہ ہے کہ اس صلح کو فتح سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(2) لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (تاکہ تیری پہلی لغزشیں اور پچھلی لغزشیں معاف کرے)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ان کی پہلی اور پچھلی غلطیوں کی معافی کی اطلاع دی جا رہی ہے جو لوگ نبیوں کو عام طور پر اور آنحضرت ﷺ کو خاص طور پر معصوم اہل مانتے ہیں۔ اور عقلی طور پر اس کے سوا چارہ نہیں کہ انہیں معصوم ماناجائے ان کے لئے یہ دماغ میں چبھنے والا فکر ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی دو حیثیتیں : ہم اس ”معافی“ کے مسئلے کو اس طرح حل کرتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ قریش پر حملہ کرنے کے لئے آئے ہی نہیں۔ بلکہ ان کی

کی پوری کرنے اور تعلیم دینے کے لئے آئے ہیں۔ چنانچہ امام ولی اللہ دہلویؒ ضمیمہ ۱ البیہ جلد اول ص 203 میں فرماتے ہیں کہ:

”واضح رہے کہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ میں دو خصوصیتیں جمع ہو گئی ہیں۔

(1) نبوت عامہ اور (2) قریش کی سلطنت کا سبب بننا

آپ کی نبوت میں مصنفیت ۱ کی تمام قسمیں آگئی ہیں۔ اس سے ہر ایک رنگ دار اور گوری قوم کو فیض پہنچتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب (حکمت الہی) کی مصلحت ۲ کلی کا تقاضا ہوا۔ کہ ترکوں کی سلطنت عام طور پر پھیل جائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توجہ اسلام قبول کرنے کی طرف پھیر دی۔

باقی رہی قریش کی سلطنت تو ان کی لمبی حکومت کی وجہ یہی سلطنت تھی۔

میرا وجدان گواہی دیتا ہے کہ اگر کسی سیاسی انقلاب کا تقاضا یہ ہوا کہ ہندوستان کے ہندو مستقل عمومی حکومت ۳ پیدا کریں۔ تو یقیناً ”قانون الہی کا فیصلہ یہ ہو گا کہ ہندو لیڈر اسلام قبول کر لیں۔ جیسے ترکوں نے قبول کر لیا تھا۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ کی نبوت کی عمومیت اور آپ کے صاحب ملت ہونے کا یہی طبعی تقاضا ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ کے کلام کے ایک سے زیادہ پہلو ہیں۔ کبھی تو آپ نبی ہونے کی حیثیت سے کلام فرماتے ہیں کبھی اس حیثیت سے کہ آپ قریش کی سلطنت کا ذریعہ ہیں۔

اسی فکر کو حجۃ اللہ البالغہ (مطبوعہ مصر) جلد اول ص 124 اور ص 128 میں یوں ظاہر فرماتے ہیں:

”واضح رہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ ملت خانیفیت اسامیلہ میں پڑی ہوئی کبھی

۱۔ جسے خدا کی طرف سے کوئی بات سمجھائی جائے۔ اسے ”نعم“ کہتے ہیں۔ امام صاحبؒ کے نزدیک اس کے کئی درجے ہیں۔ ان میں معمولی القام سے لے کر صاف لفظ وحی تک سب آتے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص 84 ۲۔ سب انسانوں کو قائمہ پہنچانے والی چیز یا بات (مرتب) ۳۔ ایسی حکومت جس کی بنیاد قومیت کی جگہ انسانیت پر ہو (مرتب)



کو ٹھیک کرنے اس کی بجلی ہوئی شکل کو صاف کرنے اور اس کا نور پھیلانے کے لئے تشریف لائے جب حقیقت یہ ٹھہری تو لازم آیا کہ اس ملت کے اصول تو قائم رکھے جائیں اور اس کے طریقے نہ ہٹائے جائیں۔ کیونکہ جب نبی اپنی قوم کی طرف مقرر ہو کر آتا ہے تو اس قوم میں کچھ ایسے طور طریقے ہوتے ہیں تو وہ انہیں نہیں بدلتا کیونکہ ان کو بدلنا بالکل بے معنی ہوتا ہے چنانچہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے بھی ملت حنیفہ اسماعیلیہ کی شریعت پر نظر ڈالی۔ تو جو چیز حضرت اسماعیلؑ کے اصل طریقے پر دیکھی اسے ہٹا دیا۔ اور جو چیز بدل چکی تھی اور جس میں فساد اور خرابی آچکی تھی اسے ہٹا دیا۔ آپ نے ملت حنیفہ کے اشاعت کے بے حد کوشش کی کہ یہ قانون تمام قوموں پر غالب آجائے اس سلسلے میں ملت حنیفہ میں جو تحریکات آئیں دیکھیں ان کو مٹا دیا اور بڑے زور سے ان کی نفی کی۔ اور جو ارباب طاقت نہ سمجھتے تھے انہیں قائم رکھا۔ اور ان پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ ان میں جو خراب رسمیں آچکی تھیں۔ ان سے روکا اور جبراً منع کیا اور اس ملت کے اصول پر بین الاقوامی حکومت قائم کی اور جو لوگ اس بارے میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے ان کی مدد سے جنگیں بھی کیں۔ یہاں تک کہ مخالفین کی مخالفت دھری کی دھری رو گئی اور خدا کا قانون سب قوموں میں چل کر رہا۔ (ملخصاً)

لور خیر کثیر میں فرماتے ہیں کہ:

”حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ کی طرح حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی پہلی حیثیت میں اپنی قوم کے لئے نبی بن کر آئے جب اس پر ایک زمانہ گزر گیا تو آپ کی قومیں چودھویں کے چاند کی جگہ سورج بن کر چمکنے لگیں۔ پھر ایک اور ترقی ہوئی کہ آپ کی شان کو پورا پورا کمال حاصل ہوا جس سے اوپر کوئی کمال نہیں ہے۔ اب آپ کو زمین کے ہر ایک گوشے کے امام بنائے گئے۔

آپ کی ان دو عیشتوں کی حکمت جتہ اللہ البالغہ میں یوں بیان فرماتے ہیں۔  
 ”جو امام سب قوموں کو اپنی ملت پر جمع کرنے کے لئے اٹھتا ہے وہ پہلے ایک قوم کو صحیح اصول کی دعوت دیتا ہے۔ انہیں غلط کاریوں سے پاک کرتا ہے ان کی حالت درست کرتا ہے اور پھر انہیں اپنا آلہ کار بنا کر دنیا کی سب قوموں سے جنگ کرتا ہے اور اپنی قوم کے لوگوں کو سب قوموں کے اندر پھیلا دیتا ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ کسی امام کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اکیلا سب قوموں سے جنگ کرتا پھرے۔“ (جلد اول ص 118)

اس اصول نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی مبارک زندگی میں کس طرح کام کیا۔ اس کی تشریح آگے چل کر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”مہاجرین اور انصار کی پہلی جماعت‘ قریش اور ان کے ارد گرد کے قبیلوں کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب بنی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان عربوں کے ہاتھوں عراق اور شام فتح کرایا۔ کیونکہ ان علاقوں میں عرب ضرر موجود تھا اسے اپنی اپنی قوم کے اندر عربی اسلامی انقلاب کے لئے تیار کیا گیا) پھر ان عراقیوں کے ہاتھوں ایران اور شامیوں کے ہاتھوں روم فتح کرائے (کیونکہ انہیں ان علاقوں کے باشندوں سے مناسبت تھی) پھر ایرانیوں کی مدد سے ہندوستان اور ترکستان اور رومیوں کی مدد سے حبشہ و فیرو کے علاقے فتح کرائے۔“

معلم منتقم نہیں ہو سکتا: واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل جو عرصے تک ابراہیمی دعوت کے حامل رہے۔ اس اونچے رتبے سے گر چکے ہیں اور حکمت الہی قریش یعنی بنی اسماعیل کو اس دعوت کا مرکز بنانے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ اور اب وقت آگیا ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے جو دعا کی تھی: رَبَّنَا! وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ (1292) یعنی اے ہمارے پروردگار! ہم نے جس امت مسلمہ کے اپنی نسل سے اٹھانے کی دعا کی ہے ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج) وہ پوری ہو۔ قریش میں بھی اس دعوت کے اصل مدعا پر ایمان موجود تھا۔ وہ بھی سمجھتے تھے کہ ہمارا وجود ابراہیمی دعوت کے اظہار کے لئے مکمل رکھتا ہے مگر جہانوں کے سبب وہ بہت سی غلط باتیں اختیار کر چکے تھے۔ ان غلطیوں کو دور کرنا ان کے اخلاق سنوارنا، انہیں صحیح ابراہیمی طریقہ ذہن نشین کرانا، پھر اس

کی حکمت اور حکمت کے اندر قانون سازی سکھانا تاکہ ساری دنیا کی مختلف قوموں میں یہ طریقہ ”امام“ کے طور پر مان لیا جائے سب باتیں رسول اکرم ﷺ کے فرض منصبی میں داخل ہیں۔ اب اگر قریش فطری کرتے ہیں اور آپ کے ساتھ جماعت اور ثلوانی کا معاملہ کرتے ہیں تو یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں جن عیوں کا ذکر آیا ہے ان کے حالات میں ان کی قوموں کا یہی سلوک دکھایا گیا ہے۔ اس لئے حضرت نبی کریم ﷺ کو قریش کے مقابلے میں انتہائی جذبہ پیدا کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ آپ معلم (استاد) ہیں۔ آپ کے فرض منصبی کا تقاضا یہ ہے کہ آپ قریش کو معاف کرتے رہیں۔ کیونکہ انتظام اور تعلیم جمع نہیں ہو سکتے جو نئی استقامتیں انتہائی جذبہ پیدا ہوا اسکی شن مطلق ختم ہوئی۔

جماعت میں جذبہ انتقام : لیکن رسول اکرم ﷺ ایک جماعت کے امام اور ایک پارٹی کے مرکز بھی ہیں۔ وہ جماعت کا ایک اس بلند اخلاقی سطح (Plane) پر نہیں آسکتی۔ ان کے لئے یہی عام قاعدہ ہو سکتا ہے۔ کہ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوِّقْتُمْ بِهِ (اگر بدلہ لو تو بدلہ لو اسی قدر جس قدر تمہیں تکلیف پہنچائی جائے (نمل 16: 126) وہ رفتہ رفتہ اس سطح سے اونچی اٹھے گی۔ اس لئے یوں فرض کر لینا کہ آپ کے ساتھیوں میں سے کسی کے دل میں انتہائی جذبہ پیدا نہ ہوگا، فطرت انسانی کا غلط اندازہ لگاتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ کو معلوم ہو جائے کہ آپ کے ساتھیوں میں سے فلاں شخص قریش کی جماعت کا انتہائی جواب دینا چاہتا ہے۔ اس وقت آپ کا اس پر خاموش رہنا اور اسے اس امر سے نہ روکنا کہ کیا آپ کو اس کے فعل کا ایک حد تک ذمہ دار نہیں بنانا؟ لیکن سوسائٹی میں یہ ناممکن ہے کہ کسی شخص کو اس کی طبعی رفتار سے ترقی کرنے سے روکا جائے۔ ایک شخص انتہائی جذبے سے جواب دیتا ہے وہ آخر تک پہنچ لے تو اس کے بعد تو درست کرنا ممکن ہے لیکن اگر اس کے انتہائی جذبے ہی کو کچل دیا جائے تو وہ اپنی فطری تکمیل سے عاجز آجائے گا۔ اس کی تکمیل کی بحرین سبیل یہی ہے کہ اسے موقعہ دیا جائے کہ وہ اپنا کلام پورا کر لے۔ آخر میں اسے سمجھا دیا جائے گا کہ

اب قرآن حکیم میں ہے کہ وَأَصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فَرِحٌ صَبِيقًا مِّمَّا يَمْكُرُونَ (سورہ نمل 16: 127) اور تو صبر کر اور تجھ سے صبر ہوئے اللہ ہی کی مدد سے اور ان پر غم نہ کھا اور غم مت ہو، ان کے فریب سے) (مرتب)

تم نے غلطی کی۔ اس کی غلطی کرو۔ اس طرح اسے اعتدال پر لانا ممکن ہے۔ لیکن اس کی شخصیت میں سے انتقام کا جذبہ ہی نکل ڈالنا ممکن نہیں۔

جماعتی غلطیوں کی ذمہ داری لیڈر پر : رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں میں مثل کے طور پر حضرت عمرؓ ہیں۔ وہ ایک خاص شبن رکھتے ہیں۔ ان کی فطرت یہ ہے کہ اگر ان سے کوئی زیادتی کرے تو وہ دس گنا زیادتی کر کے اس کا جواب دیں گے۔ یہ تو ممکن ہے کہ انہیں زیادہ انتقام لینے سے روک دیا جائے لیکن ناممکن ہے کہ انہیں نفس انتقام ہی سے باز رکھا جائے۔

کیا حضرت عمرؓ کے کاموں میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی شرکت نہیں ملنی چاہئے گی؟ اور کیا آپؐ ان کے ایک حد تک ذمہ دار قرار نہیں پائیں گے؟  
یہ ہے ذنب اور اس کا تدارک کرنا اس کی معافی کا سبب ہے۔

**صلح میں ایک پوشیدہ حکمت :**

مسلمان دراصل عمرے کے لئے نکلے تھے۔ لیکن دشمن اسے ظاہری صورت کے لحاظ سے جنگی چال قرار دے سکتا تھا۔ کیا چپکے سے شہر میں داخل ہو کر قبضہ کر لینا لڑائی کی چال نہیں ہے؟۔ اس لئے قریش کا آپ کو روکنا ایک حد تک حق بجانب تھا اور اس پر حضرت عمرؓ کا برہم ہونا بھی طبعی چیز تھی۔ اب اگر رسول اللہ ﷺ حضرت عمرؓ کے طرف دار ہو جاتے تو لڑائی قطعی طور پر ہو کر رہتی۔ اور اگر لڑائی ہو جاتی تو نہ صرف قریش کا آنحضرت ﷺ کے ساتھ مل کر کام کرنا قیامت تک ناممکن ہو جاتا جس سے آپ کی فطرت کی تکمیل اس طریق پر نہ ہوتی جس کے لئے قدرت نے آپ کو پیدا کیا تھا بلکہ مسلمانوں کی ان خفیہ جماعتوں کو بھی نقصان پہنچ جاتا۔ جو کئے میں موجود تھیں (ان کی تفصیل آگے آتی ہے)

**صلح کا جواز :** اسلام جس انقلاب کا نام ہے۔ اس میں دفاع (Defence) بھی ہے اور ہجوم (Offence) بھی۔ دفاعی جنگ سے تو کوئی منکر ہو ہی نہیں سکتا اور اس میں حملہ آور

۱۔ مشہور یونانی شاعر ہومر (Homer) لڑائی (Tray) کے شرکی فتح کا مل لکھتے ہوئے یونانیوں کی اس چال کا ذکر کرتا ہے جس میں انہوں نے ایک بڑا کلاسی کا گھوڑا بٹلا اور پھر سبت سے یونانی فوجوں رات کے وقت اس کے پیٹ میں گھس بیٹھے۔ لڑائے (Tray) والے اس گھوڑے کو گھسیٹ کر اپنے شہر کے اندر لے گئے۔ رات کے وقت یہ فوجوں گھوڑے کے پیٹ میں سے نکل پڑے اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ (مرتب)

کو جو نقصان پہنچے اس کی ذمہ داری مدافعت کرنے والوں پر عائد ہوتی ہی نہیں لیکن جھوی جنگ 'Offensive' میں جھوم کرنے والوں پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ خصوصاً جب انقلاب اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ہو۔ ان جھوی حملوں میں مخالفین کا جو نقصان ہوگا اس کی ذمہ داری سے حملہ آور بچ نہیں سکتے۔ لیکن قرآن حکیم اس ذمہ داری کو ایک انہی سطح پر لاتا ہے۔ اور وہ یہ کہ کیا ان حملہ آوروں کا مقصد لوٹ مار اور فتح تھا؟ اس کا صاف جواب یہ ہے کہ نہیں کیونکہ اگر مسلمانوں کا مقصد اب اور پہلے فتح و غارتگری ہو تا تو وہ حدیبیہ کے واقعے میں جب وہ مکہ والوں سے یقیناً زیادہ طاقتور تھے وہب کر صلح نہ کرتے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ قرآنی انقلاب کا غنڈا لوٹ مار اور فتح نہیں اور نہ وہ کسی امپیریلزم (Imperialism) کا حامی ہے۔ جسے وہ سروں پر جیرا "ٹھونکتا پھرے۔"

اس موقع پر خدا تعالیٰ نے آپؐ کو اتنی سمجھ دی اور اتنا دل گرہ عطا فرمایا کہ تمام ساری جماعت کے فیصلے کے خلاف ڈٹ گئے اور قریش کی تمام شرطیں صرف اس لئے مان لیں کہ وہ بیت اللہ کی عزت کرنا چاہتے تھے۔ کیا آپؐ کے مشن کا مقصد یہ نہ تھا کہ ابراہیمی طریقہ رائج کیا جائے؟ جب قریش اس دین کے مرکزی عزت کے لئے شرطیں پیش کرتے ہیں چاہے وہ کیسی بھی نامشروع شکل میں ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ انہیں مان نہ لیا جائے لیکن جماعت میں یہ سمجھ عام طور پر نہیں آسکتی تھی اس لئے قریش جارحانہ حملہ آور (Aggressors) کی شکل میں سامنے آئے ہیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ صلح کی تجویز پیش کرنا ہی بڑی جرات اور ہمت کا کام تھا۔ صرف ایک حضرت ابوبکرؓ تھے جو حضرت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ متفق ہوئے وہ آپؐ کی سوسائٹی میں منہلت بھوار اور اثر والے بزرگ تھے۔ ان کی سمجھ سب میں سرایت کر گئی جس نے سب کو ٹھیک کر لیا۔ اور فیصلہ وہ ہوا جس سے قریش رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملنے پر تیار ہو گئے۔

پچھلی "مظاہر" کا ازالہ : جب میل ملاپ بڑھا تو قریش کو معلوم ہوا کہ آپؐ میں کوئی انتقامی جذبہ ہی نہیں۔ اور نہ آپؐ کا مقصد اپنا امپیریلزم قائم کرنا ہے جس کا ظہر میں انتقام کی صورت نظر آتی تھی۔ وہیں بھی اصل میں رحمت ہی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لوگ جو آپؐ کی جان کے لاگو تھے۔ اب آپؐ پر جان قربان کرنے کو تیار ہو گئے۔ بعد میں آپؐ کی تحریک کو عرب میں جو ترقی حاصل ہوئی اور قریش نے حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت

تک جو کام کیا اور صرف رسول اللہ ﷺ کے اشارے کے ماتحت رہے وہ سب اسی فیصلے کی برکت تھی جو حدیبیہ میں ہوا۔

غرض اسلامی انقلاب سے جو فائدے حاصل ہوئے تھے ان کا منہج حضرت نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارک اور آپ کے قریب ترین ساتھی تھے اور اس صلح نے ثابت کر دیا کہ آپ ذاتی طور پر فتح اور شکست اور لوٹ مار کے خیال سے بہت لوسٹے ہیں۔ لیکن آپ کی انقلابی جماعت کے اور کارکن آپ کی طرح غلطی کرنے سے پاک نہیں تھے ان سے جو غلطیاں سرزد ہوئیں۔ اس صلح نے آپ کو ان سے بھی تری ثابت کر دیا اور یہ بھی دکھا دیا کہ آپ کے ساتھیوں کی غلطیاں بھی عام غارتگر جماعتوں کی خود غرضانہ غلطیوں سے زیادہ لونی طرز کی تھیں۔ آگے چل کر آپ کے ساتھیوں کے اس کیریکٹر پر مزید روشنی ڈالی جائے گی۔

اکلی "غلطیوں" کا ازالہ : قریش کے ساتھ آئندہ جو معاملات پیش آئیں گے ان میں بھی انتہائی صورتیں اسی طرح آئیں گی۔ جس طرح پہلے آچکی ہیں۔ وہ بھی سب ظاہر ہیں ذنب ہوں گی۔ لیکن اس واقعہ نے جس طرح پہلی نام نہلو غلطیوں کے متعلق تمام شبہ دور کر دیئے اور انتقام کا الزام آپ پر سے دھو دیا۔ اسی طرح آئندہ بھی جو شخص ظاہری انتہائی شکلوں کو اس فیصلے کے سامنے رکھ کر دیکھے گا وہ سوچ ہی نہیں سکے گا کہ رسول اللہ ﷺ قریش کے لئے کوئی انتہائی فکر پیدا کر سکتے تھے۔ اس طرح آئندہ انتہائی صورتیں بھی اس واقعے کی روشنی میں صاف ہو جائیں گی۔ اور نام نہلو ذنب کا گن گنہہ زائل ہو جائے گا۔

جس قوم کے ساتھ تم اپ مل کر کام کرنا چاہتے ہو اس کی یہ نظیر ہے۔

انسان کی ارتقائی زندگی اور انتقام : امام ولی اللہ دہلویؒ کی حکمت گاہ ایک لونی حصہ ہے کہ انسان ارتقاقتاء کی ترقی سے اپنی حیوانیت کی تکمیل کرتا ہے۔ اس تمام عمل کے نیچے انسان کی عقلیت یا ملکیت کام کرتی ہے ارتقائی زندگی میں پہلی منزل گھر کی زندگی ہے۔ گھریلو زندگی میں انتہائی جذبے کے ماتحت کوئی ترقی نہیں ہو سکتی اور نہ گھر کے لوگوں کو شتر بے ہمار کی طرح چھوڑ کر کوئی کام ہو سکتا ہے۔ انہیں مطمئن ہونا چاہئے کہ وہ

ایک ہوشلہ کی علامت کر رہے ہیں مگر ہوشلہ کون ہے؟ پاپ میں انتقام نہیں ہوتا۔ صرف رحمت اور محبت ہوتی ہے مگر ہوشلہ کے حکم میں انتقام آتا ہے۔ جب ایک ہی شخص ہوشلہ بھی ہو اور پاپ بھی ہو تو صورت یہ ہوگی کہ ظاہر میں انتقام ہوگا لیکن اندر سے رحمت اور محبت اس طرح خاگی۔ زندگی ترقی کرے گی محلے، بھوس، شر، ملک اور ممالک یا بین الاقوامی زندگی میں بھی اسی طرح ترقی کرنی چاہئے۔ اگر انتقام کی صورت آجائے تو کوئی ہرج نہیں۔ مگر انتقام کی سپرٹ نہ ہو۔ جب مخالف لوگ ہمارے ساتھ مل کر بیٹھیں تو انہیں معلوم ہو کہ وہ انتقام نہیں تھا بلکہ رحمت تھی۔ جب کوئی تحریک اس انداز پر ترقی کرتی ہے وہ انسانیت میں جلنے لگے ہو جاتی ہے۔

جن لوگوں نے اسلام کو فقط فاتحانہ انداز میں برد کر دیا ہے یعنی لڑے اور فتح پائی۔ تو یہ اسلام ہے اور شکست کھا گئے تو کفر ہے وہ کبھی اسلام کو دنیا میں کامیاب نہیں بنا سکتے۔ جب تک فتح و شکست میں ایک ہی جذبہ ————— محبت اور رحمت ————— کام نہ کر رہا ہو۔ اور اس کے نیچے قائم پہچان اور خدمت کرنا نظر کے سامنے نہ ہو۔ اس وقت تک اسلام مکمل نہیں ہوتا۔ مگر لوگوں نے رسول ﷺ کو ایسی ہستی بنا رکھا ہے جس کے کسی فعل یا نمونے کی پیروی ممکن ہی نہیں۔ اس طرح وہ ایک نمونہ جو ساری انسانیت کے لئے پیش ہے کیا گیا تھا۔ نظروں سے لوجھل کر دیا گیا۔

(ب) **وَبِئْسَ نِعْمَتَهُ عَلَیْکُمْ** (اور اپنی نعمت تجھ پر تمام کرے)

”تمام نعمت“ سے کیا مراد ہے؟ : قریش جو حیرانی اپنی قوم ہے وہی حیرے دست بازو بن کر کام کریں گے اور دعوتِ ابراہیمی کو دنیا میں اونچے درجے پر غالب کریں گے یعنی اسے بین الاقوامی مرکز میں لا کر غلبہ دیں گے۔

”تمام نعمت“ کے معنی کے لئے امام ولی اللہ دہلوی کی وہ تشریح دیکھنی چاہئے جو وہ

---

۱۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے احد کے ایک سر کے میں شکست کھا کر واپس شہید کراتے ہوئے فرمایا رَبِّ اغْفِرْ قَوْمِیْ (اُنہیں نہ لایکھو) (غدا میری قوم کو بخش دے) یہ لوگ مجھے پہچانتے نہیں۔ یہ تاجذہب۔ محبت و الفت جس نے مدینہ کے بعد آپ کے مخالفین کے دلوں میں بھی اثر کیا۔ اور جیت کر دیا کہ آپ صلح اور پاپ میں محکم اور فتح میں (مرتب) ۲۔ لَقَدْ كَانَ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَسْوَةٌ حَسَنَةٌ (ہمارے لئے اللہ کا یہ رسول ایک نمونہ ہے) (سورۃ احزاب - 21: 33)

”بین الاقوامی سیاست“ کے عنوان سے مجتہد اللہ البالغہ میں کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

فَلَمَّا كَثُرَ ذَلِكَ فِي الْمُلُوكِ اضْطَرُّوا إِلَى الْخَلِيفَةِ وَهُوَ مَنْ حَصَلَ لَهُ مِنَ الْعَسَاكِرِ وَالْعَدَدِ مَا يَرَى كَالْمُتَمَنِّعِ أَنْ يُسَلِّبَ رَجُلٌ آخَرَ مُلْكَهُ فَإِنَّهُ إِنَّمَا يَتَصَوَّرُ بَعْدَ بِلَاءٍ عَامٍ وَجُحْدٍ كَبِيرٍ وَاجْتِنَاعَاتٍ كَثِيرَةٍ وَبَذْلِ أَمْوَالٍ خَطِيرَةٍ تَتَقَاصَرُ إِلَّا نَفْسُ دُونِهَا وَتَجْهَلُ الْعَادَةُ وَإِنَّا وَجَدَ الْخَلِيفَةَ وَاحْسَنَ السَّيَرَةِ فِي الْأَرْضِ وَخَفَضَتْ لَهُ الْجَبَابِرَةُ وَأَقَادَ لَهُ الْمُلُوكُ تَمَتُّبَ النِّعْمَةِ

(مجتہد اللہ البالغہ الجزء الاول ص 47)

”یعنی جب قومی بادشاہوں میں حسد اور بغض بڑھ گیا تو انسانوں کو خواہ مخواہ ایسے خلیفہ کی ضرورت پڑی جسے فوج اور سلاخ جنگ کی اتنی کثرت حاصل ہو کہ کسی شخص کا اس سے ملک چھین لینا ناممکن کے قریب ہو۔ کیونکہ ایسے بادشاہ سے ملک کا چھیننا اسی صورت میں تصور میں آتا ہے جب اس کے سب ملکوں میں عام بغاوت پیدا ہو جائے اور اسے ملک داری سے ہٹانے کے لئے بہت سی کوشش کی جائے۔ بڑے بڑے اجتماعات کئے جائیں اور بے انتہا روپیہ صرف کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اتنی کوشش سے عام انسان عاجز ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسے ناممکن کے قریب سمجھا جاتا ہے کہ ایسے بادشاہ کو اس کے عدے سے ہٹایا جائے۔ جب ایسا خلیفہ قائم ہو جائے اور اس کی سیرت بھی اچھی ہو اور بڑے بڑے زبردست لوگ اس کے تابع ہو جائیں اور ارد گرد کے تمام بادشاہ اس کی اطاعت اختیار کر لیں تو سمجھنا چاہئے کہ نعمت انتہا کو پہنچ گئی۔“

گویا حضرت امام کے نزدیک بین الاقوامی غلبے کا نام اتمام نعمت ہے۔

(ج) وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝

(اور تجھے سیدھی راہ چلائے)

سیدھی راہ : رسول اللہ ﷺ کی کامیابی کا صحیح ہو گرام یہ ہے کہ قریش آپ کی تعلیم کے غلام بنیں۔ اور آپ کے اصول پر جو حکومت پیدا ہو اسے چلائیں۔ تاکہ حضرت



ایمانی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعا عمل میں آئے۔

اگر یہ صورت پیدا نہ ہو اور آپ دوسری قوموں کی مدد سے اپنا پروگرام کامیاب بنا کر دکھا دیں۔ تو گو آپ انسانیت پر ایک بہت بڑا احسان کرنے والے گئے جائیں گے لیکن ایمان اور اسماعیل علیہ السلام کی دعا کا مصداق نہ ٹھہریں گے۔ پہلے عیوں کی برکتوں کا مصدق بننا تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ آپ قریش کو اپنا مددگار بنائیں۔ پہلے سب نبی اپنی اپنی قوم کو دعوت دیتے چلے آئے ہیں اور انہیں ساتھ ملا کر کام کرتے رہے ہیں۔ اس لئے آپ کا بھی فرض ہے کہ اپنی قوم کو ساتھ ملائیں۔ کیونکہ کام کرنے کا طبعی طریقہ یہی ہے اس سے آپ کا طریقہ وہ ہو جائے گا جو حضرت آدمؑ سے شروع ہو کر آپ تک ایک ہی طرح قائم رہا۔ یعنی پہلے قوی انقلاب کمل کرنا پھر اسے بین الاقوامی درجے تک کامیاب بنانے کی کوشش کرنا۔ اگر آپ بھی اس طریق پر کام کریں تو یہ طریقہ رہتی دنیا تک انسانیت کے لئے مستقل پروگرام بن جائے گا۔ اگر آپ پہلے عیوں کے طریق سے ہٹ کر طریقہ اختیار کریں تو وہ آئندہ انسانیت کے لئے تبدیل نہ ہو سکے والا پروگرام نہ ہو گا۔ فرض حضرت نبی اکرم ﷺ نے یہی طریق اختیار کیا کہ پہلے اپنی قوم کو درست کیا اور انہیں اپنا دست و بالہ بنایا۔ پھر ان کی مدد سے دوسری قوموں کے ایک ایک حصے کو ساتھ ملا یا۔ پھر اس حصے نے اپنی اپنی قوم میں یہ انقلابی کام کیا اور قرآن حکیم کی تعلیم پھیلا کر اس انقلاب کی تکمیل کی۔ چنانچہ حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ نے قوم بقوم اسلام پھیلتے گا جو طریق تاریخی طور پر ثابت کیا ہے اس کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں۔ آج بھی جو قوم قرآن کے انقلاب

۱۔ ان کی دعا کے الفاظ یہ ہیں: رَبَّنَا! ثَقِیلُ مَنَا انْکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ فَرِّثْنَا! واجعلنا مسلمین لک ومن فرثنا امة مسلمة لک وارنا مناسکنا ونب علینا انک انت التواب الرحیم رَبَّنَا! وابعث فیہم رسولا منهم ینلوا علیہم ایتک و یعلمہم الکتب والحکمۃ ویزکیہم انک انت العزیز الحکیم البقرہ 2 : (127-129) (اے ہمارے رب! (اے ہمارے رب! قبول فرما بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا تابع بنائے رکھ اور ہماری نسل سے ایک ایسی امت پیدا کر جو میرے حکموں کے نیچے نہ کر زندگی بسر کرے اور ہمیں ہدایت دے اور ہم پر رحم فرما تو رحمت کرنے والا مہربانی کرنے والا ہے اے ہمارے پرودوگارا ہماری اس نسل میں (جس کی ہم نے دعا کی ہے) انہی میں سے ایک (ایسا) رسول پیدا کر جو انہیں حیرے غم زدہ نہ کرے، قانون سکھائے (اس قانون کی) حکمت بتائے اور انہیں پاک کرے بے شک تو عزت دینے والا حکمت دینے والا ہے)

کو بین الاقوامی درجے پر کامیاب بنانے کا نتیجہ کہے وہ اسی طریق سے اسلام کی تعلیم کامیاب بنا سکتی ہے۔ یہ تنظیم و تربیت ہی انقلاب کی روح ہے۔

(3) وَنُصِّرُكَ اللَّهُ نُصْرًا عَزِيزًا ۝

(اور اللہ مجھے زبردست مدد دے)

کل قومی حکومت تیری اس کمزور جماعت ہی کے ذریعے سے مایا ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت سے پہلے ان غریب اور کبے بس عربوں نے قیصو کسبی کی حکومتوں کے تختے الٹ کر رکھ دیے۔ اور ان کی جگہ قرآن کا قانون چلایا۔ اس انقلاب کی بنیاد انسانی فطرت کی ضرورتوں پر تھی۔ اس لئے رفتہ رفتہ سب قوموں کے عقائد لوگوں نے اسے مان لیا۔ اس طرح یہ تحریک روز بروز بڑھتی گئی۔ یہ سب کچھ اس صلح حدیبیہ کا نتیجہ تھا۔

(4) هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ  
لِيَزِدُوا إِيمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ ۝

(وہی ہے جس نے ایمانداروں کے دلوں میں اطمینان اتارا۔ تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھ جائے)

مصلحہ کا ایمان : نبی اکرم ﷺ کی جماعت نے یہ سن کر حضرت عثمانؓ جو اہل مکہ کے پاس گفت و شنید کرنے گئے تھے شہید کر دئے گئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی۔ اس خبر سے صلح کا دوا نہ نکلا۔ اور حضرت نبی اکرم ﷺ صلح کے لئے سب سے پہلے نکلے پر اتر آئے یہ بات اس لئے والی طاقت کو جو موت پر بیعت کر چکی تھی سخت ناگوار گزری۔ لیکن خداوند تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کے ذریعے سے سب کو ان ناگوار شرطوں پر اطمینان عطا کیا۔

پہلا ایمان موت کی بیعت سے ظاہر ہوا اور دوسرا ایمان ان ناگوار شرطوں پر صلح قبول کرنے سے۔

(ب) وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں)

اب ان کی کیفیت وہی ہے جو آسمان پر خدا کے فرشتوں کی ہے۔ یہ جماعت رسول اللہ

طہم کے لئے فرشتوں کی طرح ہے۔ کہ وہ آپ کے حکم کی پوری پوری اطاعت کرتے ہیں۔  
(ج) وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

(اور اللہ علم اور حکمت (دینے والا ہے)

اللہ دنیا والوں کو حکمت دینا چاہتا ہے اس علم و حکمت کے دینے کے لئے اس نے فرشتوں جیسے انسانوں کا لشکر تیار کر دیا ہے۔

آسمانی فرشتے حکمت لاتے ہیں اور انسانوں کو دیتے ہیں اب ان انسانوں (مسلمانوں) کا کام یہ ہے کہ حکمت الہی کو دنیا میں پھیلائیں۔ یہ لڑتے ہیں تو باطنی طاقت کو چاہ کرنے کے لئے جو مسکینوں کو آگے بڑھنے سے روکتی ہے اور صلح کرتے ہیں تو مسکینوں کو آگے بڑھنے کا موقعہ دینے کے لئے یہ خدا کی خوشنودی انسانیت کی خدمت کے ذریعے سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

انسانیت کی خدمت : یہاں ہم اس جملے کو سراہتا "دہرا دنا چاہتے ہیں کہ انسانیت کی خدمت کرنا ہر ایک شریف انسان کا طبعی فرض ہے جس طرح مٹی ہلپ بچے کی خدمت بے فرضی کے ساتھ کرتے ہیں اسی طرح ایک شریف انسان اپنے احباب انسانیت کی خدمت کرنا اپنا طبعی فرض جانتا ہے۔

یہ خدمت دو شکلیں اختیار کرتی ہے۔

1- ایک انسان ہے جو اس خدمت کا بدلہ دنیا میں سونے چاندی اور عزت کی شکل میں مانگتا ہے۔ یہ بادشاہوں کی جماعت ہے۔

2- دوسرا کردہ وہ ہے جو اس خدمت کا بدلہ دنیا میں پیسے اور عزت کی شکل میں لیتا ضروری نہیں سمجھتا اس کی عزت وہی ہے جو اللہ کے ہاں ہے یہ عیوں کی جماعت ہے۔

قرآن عظیم اس دوسری جماعت کو زندہ کرنا چاہتا ہے وہ ہر ایک قوم میں اس قسم کے لوگوں کو نمونہ پیدا کر دے گا اس کے لئے نمونے کی جماعت وہ ہے جو صحت

۱۔ فرشتوں کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (وہ اللہ کے کسی حکم کی بھی طاعت نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جائے) (الحجیم 66:6)

نبی اکرم ﷺ نے تیار کی اسی نمونے پر ہر ایک قوم میں جماعتیں بنی جائیں یہاں تک کہ سب قومیں اسی نقطے پر جمع ہو جائیں یہ ہے قرآن کا اصل مقصد۔  
اس خدمت سے اس جماعت کا مقصد کیا ہے؟ وہ اگلی آیت میں بیان کیا گیا

ہے۔  
(5) لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا

(تاکہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں پہنچا دے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اور ان کی برائیاں ان پر سے اتار دے اور یہ اللہ کے ہاں بہت بڑی کامیابی ہے)

اس خدمت کا مقصد : اس جماعت کا نصب العین دنیا کی عزت میں ہے وہ اپنی جان اور مال قربان کر کے اللہ کے قانون کو بلند کرنا چاہتے ہیں کیونکہ یہی قانون ہے جس کے ذریعے سے غریب اور مسکین طبقے کا انتظام Expliation تتم ہو سکتا ہے وہ خدا کی مخلوق کی یہ خدمت کسی دنیاوی لالچ سے نہیں کرتے۔ وہ جنتِ عدن (پیشگی کے پھل) کی زندگی چاہتے ہیں گو ان کی خدمت کا طبعی نتیجہ یہ بھی ضرور ہو گا کہ وہ دنیا میں بھی سرفراز ہوں گے اور درخیز اور درخیز علاقوں کے مالک بنیں گے۔

وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ (ان کی برائیاں ان سے اتار دے)

غلطی کی معافی کیوں؟ : اب انہوں نے جس اطاعت شعاری کا اہتمام کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی غلطیوں سے قائمہ اٹھانا اپنا مقصد نہیں بنایا۔ وہ جنگ کرتے تھے تو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تاکہ اس کا قانون چلے اور مظلوم انسانیت ظالم طبقے کے ظلم سے چھوٹے اور صلح قبول کی تو فقط اللہ کے حکم کے تابع ہو کر تاکہ اس کا نام بلند ہو اور مظلوم انسانیت کچل نہ جائے ان کی اس ذہنیت کی وجہ سے ان کی غلطیوں جو انقلاب کے دور میں ان سے ہوئی ہیں محف کر دی جائیں گی۔  
اس قسم کی بخشش کا اعلان ان لوگوں کے بارے میں بھی ہو چکا ہے۔ جنہوں نے سب

سے پہلے محرکہ انقلاب یعنی جنگ بدر میں حصہ لیا۔ ان کی نسبت ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی سب فطیلیں معاف کر دی ہیں۔ اس معافی کی وجہ بھی یہی ہے کہ ان لوگوں نے اپنی ان فطیلیں سے اپنی ذات کے لئے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور نہ ان کا یہ مقصود تھا۔

وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا (یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے)

اللہ تعالیٰ نے مجاز میں سے ایک جماعت کو چن لیا ہے اور انہیں بہت سے احتمالوں میں آنا لیا ہے۔ اب یہ بہت اونچے درجے پر کامیاب ہوئے ہیں اس لئے انہیں کل قوی غلبہ دیا جائے گا۔

(6) وَيُعَلِّبُ الْمُتَّقِينَ وَالْمُفْسِقِينَ وَالْمُشْرِكِينَ  
وَالْمُشْرِكِ الظَّالِمِينَ بِاللَّهِ ظُلُّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ  
دَائِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ  
جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝

(اور تاکہ دغا باز مردوں اور دغا باز عورتوں کو اور اللہ کے حلق طرح طرح کے برے گمان کرنے والے مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے۔ مصیبت کا پھیرا انہی پر پڑتا ہے۔ اللہ ان پر غصے ہوا اور اس نے ان پر لعنت کی اور ان کے لئے جہنم تیار کی اور وہ نہایت ہی برے ٹھکانے پر پہنچے)

تھمودے: منافقین: قریش میں سے جو لوگ اس قرآنی انقلاب کے نظریے کو پوری طرح بغیر کسی شرط کے مان چکے ہیں۔ وہ غلبہ پائیں گے لیکن جو اہل قریش کسی مصلحت کی وجہ سے اس انقلاب کو قبول کرتے ہیں۔ یا خبیثت — تحریک ابراہیمی — پر پورا یقین نہیں رکھتے۔ وہ قطعاً ناکام رہیں گے۔

اسنادہ چل کر بھی جو لوگ قرآنی نظریہ انقلاب پوری طرح مانیں گے وہی بین الاقوامی کامیابی حاصل کر سکیں گے۔ اور تھمودے کے ساتھ لطاعت کرنے والے (منافقین) یا اس پر دگرام پر پورا بھروسہ نہ رکھنے والے جو اس میں اوہراوہر سے اور چیزیں شامل کرنا چاہیں

کے (مشرکین) ناکام رہیں گے  
وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ (اور تاکہ منافق مردوں اور منافق عورتوں  
کو عذاب میں مبتلا کرے)

مسلمانوں کے اندر ایک جماعت ہے جو قرآن کی اطاعت کا نام تو لیتی ہے لیکن صلح و  
جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو عزت کے ساتھ قبول نہیں کرتی بلکہ اپنی مصلحتوں  
کے ماتحت ماننی ہے اگر رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ان کی اپنی ضرورتوں کے مطابق ہو تو مان لیتے  
ہیں نہیں تو انکار کر دیتے ہیں۔ گو وہ کھلم کھلا انکار نہیں کرتے لیکن عملاً اسے ماننے بھی  
نہیں۔ یہ منافقوں کی جماعت ہے ان کا اصل مقصد دنیا کی عزت اور روپیہ حاصل کرنا ہے۔  
اس لئے کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ان کے ذاتی فائدوں سے ٹکرا جاتا ہے۔ اور ان  
کی ساری سکیسیں برباد ہو جاتی ہیں۔ یہ ان کے لئے موت اور عذاب ہے۔

وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ (اور شرک کرنے والے مرد اور شرک  
کرنے والی عورتیں)

رجعت پسند مشرکین : قریش میں مومنوں اور منافقوں کی جماعتوں کے علاوہ ایک  
اور گروہ بھی ہے یہ لوگ ضیغیت پر پورا یقین نہیں رکھتے۔ ضیغیت سے پہلے جو دور تھا  
اور جسے حضرت ابراہیمؑ نے آکر ارتحاشی (Reactionary) بنا دیا۔ اس کے طموں اور  
ہنوں سے قائمہ اٹھنا چاہتے ہیں۔ وہ فقط اللہ پر بھروسہ کر کے دنیا اور دین اس کے حوالے  
نہیں کرتے بلکہ اس میں تھوڑا سا شرک ضرور ملا لیتے ہیں۔ انہیں اس بات کا یقین نہیں  
ہے کہ محض خدا پر بھروسہ رکھ کر کام کیا جائے اور اس میں دنیا بھی شامل نہ ہو۔ تو دنیا سے  
بھر زندگی (جنت میں) مل سکتی ہے۔ وہ آخرت کی زندگی کو محض خیال کے درجے پر سمجھتے  
ہیں۔ یہ لوگ اس پرانی ذہنیت کو چھوڑ کر نئی انقلابی ذہنیت کو قبول نہیں کر سکتے۔ ان کا نام  
قرآن حکیم کی اصطلاح میں مشرکین ہے۔ جب مسلمانوں کو محض اللہ پر بھروسہ کر کے  
کامیابی ہوگی اور وہ آگے بڑھ جائیں آگے تو یہ مشرکوں کے اصول کے قطعاً خلاف ہو گا وہ  
مسلمانوں کی کامیابی ناممکن سمجھتے ہیں۔ یہ مشرک لوگ بھی شکست کھا جائیں گے۔  
مسلمانوں کے مقابلے میں کامیابی کا کوئی راستہ نہ پائیں گے اور عذاب میں پھنس جائیں  
گے

الظَّالِمِينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ (اللہ کی نسبت طرح طرح کے بُرے  
مکمل ہونے والے)

مشرکین کی تحلیل نفسی : یہ شرک اللہ پر پورا بھروسہ نہیں رکھتے انہیں یقین نہیں کہ خدا پر پورا پورا بھروسہ کر کے آخرت میں ہماری ایسی مستقل زندگی شروع ہو سکتی ہے جس کے مقابلے میں اس عارضی دنیوی زندگی کو قربان کر دینے میں کوئی گھٹا نہیں ہے۔ وہ دنیوی زندگی کی کامیابی کے لئے خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک بنانا ضروری سمجھتے ہیں۔ مثلاً تاج کو ماننے والی قومیں موت کے بعد زندگی مانتی ضرور ہیں مگر اس زندگی کو اس دنیوی زندگی ہی میں مجسم مانتی ہیں۔ وہ اس مستقل زندگی کا تصور کر ہی نہیں سکتے جو اس دنیوی زندگی سے آگے ہے۔ اس لئے انہیں دنیوی زندگی قائم رکھنے کے لئے حکمران طاقتوں کے ساتھ مصالحت (Compromise) کرنا ضروری ہوتا ہے وہ اپنے دینی پروگرام کی مخالفت کرنے والے حکمرانوں کے ساتھ بھروسہ کئے بغیر آگے بڑھ نہیں سکتے۔ یہ نتیجہ ہے خدا کے متعلق ان کی اس بد فہمی کا کہ وہ تمام ہماری زندگی کا فکیل نہیں ہو سکتے۔ مشرکوں کی یہ بد فہمی انہیں دنیوی زندگی میں قدم قدم پر مصالحت (Compromise) کرنے پر مجبور کرتی رہتی ہے۔ اور وہ اپنے نصب العین (Ideal) پر قائم نہیں رہ سکتے۔

خدا کے متعلق اس غم منفیاندہ رجحیت کا آخری نتیجہ اس کا قطعی انکار ہی ہوتا ہے جب خدا تعالیٰ کے متعلق انسان کی رجحیت یہ ہو کہ آدھا اقرار ہوا اور آدھا انکار تو کامیابی ناممکن ہے۔ اور صحیح معنوں میں بین الاقوامی انسانی حکومت پیدا نہیں ہو سکتی۔ تو خدا کا قطعی انکار کر کے تو یہ نعمت (کل قومی حکومت) حاصل ہونا قطعاً ناممکن ہو جاتا ہے۔

اس وقت یورپ میں امپیریلزم (Imperialism) کے رد عمل کے طرز پر جو فلسفہ سیاست اور فلسفہ مذہبیت کی پیداوار تھا کمیونزم (Communism) پیدا ہو چکا ہے اس میں خدا کا انکار لازم ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کے انکار کی وجہ سے وہ بھی امپیریلزم کی شکل اختیار کرنا چلا جا رہا ہے۔ اس کا پہلا قدم استعماریت (Cocaslaim) ہے جس کا لازم نتیجہ امپیریلزم ہو گا۔ اسے اس دوسری بڑی جنگ (1939-45 / 45-939) میں امپیریلٹ طاقتوں کے ساتھ مل کر کام کرنا پڑا جس کی وجہ سے اسے اپنا کنٹرن (Commintern) یعنی بین الاقوامی نظام توڑ کر ان سرمایہ دار طاقتوں کے ساتھ مصالحت (Compromise) کرنی

پڑی۔

ہام نملو کیوزم میں جس قدر مسکین نوازی ہے اس سے کہیں زیادہ مسکین نوازی امام ولی اللہ کے فلسفے میں ہے اور اس میں مزدور اور کاشتکار کے حقوق کا زیادہ خیال رکھا گیا ہے۔ لیکن اس کی بنیاد خدا کے صحیح اور صاف تصور پر ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک کارکن اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس زعمہ تصور کے ساتھ گزارتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے سامنے ہے یا کم سے کم یہ کہ خدا تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ وہ یہ تصور بھی ایک زندہ اور پائیدار شکل میں اپنے سامنے رکھتا ہے کہ اگر اس نے کم تو لایا کسی کے حق کو ناجائز طور پر پاؤں تلے روندنا تو وہ دنیا میں بھی سزا پائے گا اور مرنے کے بعد بھی اسے خدا تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر اپنے عملوں کی جوابدہی کرنی ہوگی امام صاحب کی حکمت اسے یہ بھی سکھاتی ہے کہ قرآن حکیم پر عمل کرنے والے کارکن کو خدا کے سوا کسی سے اپنے عمل کا بدلہ لینا ضروری نہیں۔ انسان پیٹک اس لئے پیدا ہوا ہے کہ دنیا میں قرآن حکیم کی حکومت بین الاقوامی درجے پر چلائے لیکن وہ اس حکومت کے ذریعے سے اپنے لئے یا اپنے خاندان کے لئے کوئی فائدہ حاصل کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

قرآن حکیم کی تعلیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ صدیق اکبرؑ اور فاروق اعظمؑ کی حکومتیں بے نظیر ثابت ہوئیں اور آج تک دنیا ان کی مثل پیدا نہیں کر سکی اب اس دور میں بھی امیر المومنین سید احمد شہیدؒ (831-786/1831-1786) اور ان کے ساتھیوں نے انہی اصول پر اس نمونے کی حکومت پیدا کر کے ایک دفعہ پھر دکھادی اور ثابت کر دیا کہ اس قسم کی حکومت پیدا کرنا ہر زمانے میں ممکن ہے قرآن حکیم کے ماننے والوں کے لئے اس میں بہت بڑی مہرت اور ذمہ داری ہے۔

عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْرِ (ان پر معیت کا پھیر پڑتا ہے)

وہ نہ دنیا پائیں گے نہ آخرت۔

وَعَصَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ (اللہ ان پر غضبناک ہوا اور اس نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا)

یہ اھلاب ان مذہبی قوموں کے لئے خطاب ہے جو ابراہیمی طریق سے پہلے کے طریق کو نہیں چھوڑ سکتیں۔ اس میں یہودی اور عیسائی بھی شامل ہیں اور ہندو اور بدھ مت بھی۔



جو ابراہیمؑ کے لئے پیدا ہوئے طریق کو قبول نہیں کرتے۔  
 (7) وَلِلّٰهِ مُجُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا  
 حَكِيْمًا ۝

(آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں وہ عزت دینے والا حکمت دینے والا ہے)

منافقوں اور مشرکوں کی جماعتیں الگ کر دینے کے بعد مومنوں کی جو خالص جماعت رہے گی وہ زمین پر آسمانی فرشتوں کی مانند ہوگی۔

قرآنی سیاست کے بنیادی اصول : قرآن حکیم کا پروگرام حقیقت میں پارٹی پالیٹکس (Party Politics) کے اصول پر صبح اترتا ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ صرف ایک خیال رکھنے والوں کو اکٹھا کرے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس اصول پر کام کیا۔ اور ان مطہی بھر لوگوں کو جمع کیا جو قرآن کے سارے قانون کو دل و جان سے کمال طور پر بلا شرط ملتے تھے۔ اور صلح و جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو خوشی کے ساتھ قبول کر کے کیوں اور کیسے کے سوالات پوچھے بغیر اطاعت کرتے تھے۔

ہمارے خیال میں اب بھی جو لوگ سب ”مسلمانوں“ کو اکٹھا کر کے آگے بڑھنے کا پروگرام رکھتے ہیں وہ فطری پر ہیں۔ انھیں ان مسلمانوں میں سے وہ جماعت بتانی چاہئے جو ذہن اور عمل کے لحاظ سے انقلابی ہو اور اس میں صرف ایک فکر کے لوگ شامل ہوں۔ صرف اسی صورت میں کام اچھا اور جلد ہو سکتا ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيْمًا (اللہ عزت دینے والا حکمت والا ہے)

انٹرنیشنل طاقت کا وعدہ : اللہ تعالیٰ مومنوں کی اس جماعت کو عزت اور حکمت دینا چاہتا ہے یعنی یہ جماعت مضبوط حکومت قائم کرے گی جس کی کوئی دوسری حکومت بے عزتی نہ کر سکے گی اور یہ حکمت و دانش کے مالک ہوں گے۔

آیت نمبر 4 میں قَدْ عَلِمْنَا مَا تَكْنِي (علم اور حکمت دینے والا) یعنی یہ لوگ علم اور حکمت میں طاق ہو کر تمام علمی سوسائٹیوں کو قائل کر لیں گے کہ ابراہیمی تحریک کے سوا کوئی تحریک انسانیت کو مجموعی طور پر آگے بڑھانے والی نہیں ہے اس کے بعد وہ اتنی بلند انٹرنیشنل طاقت بنالیں گے کہ ان کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کے

ہمد میں اس انجیل طاقت کا اوجھڑنا اور حضرت عیسیٰ نے اسے بہت دور تک پھیلا دیا۔ اور اس کی عزت اتنی بلند ہو گئی کہ دنیا کی تمام دوسری طاقتیں مل کر بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکیں۔

(8) اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيرًا ○ (ہم نے تجھے

احوال بتانے والا خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا)

نبی اکرم ﷺ بطور معلم اور نذیر : رسول اکرم ﷺ کی دو حیثیتیں ہیں۔

① معلم ② جماعت کا لیڈر

معلم کی حیثیت میں آپ شاگردوں کے متعلق شہادت دیتے ہیں کہ فلاں شاگرد فلاں قابلیت کا ہے۔ اور فلاں شاگرد فلاں قابلیت کا۔ یہی آپ کی شان معلمی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ شاگرد آپ کے ساتھ ایک جماعت کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ آپ اس جماعت کے رہنما ہیں۔ یہ جماعت منافقوں اور مشرکوں سے بالکل الگ اور خاص صفتوں کی مالک ہے۔ یہ جماعت قرآن کے اس پروگرام پر چلتی ہے کہ مظلوم انسانیت کی خدمت کرو، ظالموں کو گراؤ۔ اور مظلوموں کی دلداری کرو۔ اور اس سارے کام کا بدلہ صرف اللہ سے مانگو۔ اس پروگرام پر جو ٹھیک ٹھیک طور پر کام کرتا ہے اسے حضرت نبی اکرم ﷺ کامیاب زندگی کی بشارت دیتے ہیں۔ (مشرقا) اور اسے یقین دلاتے ہیں کہ اس کی دنیوی اور اخروی زندگی کے فوائد محفوظ ہیں۔ جو لوگ اس پروگرام پر ٹھیک ٹھیک نہیں چلتے انہیں خبردار کرتے ہیں کہ جن کی دنیوی زندگی اور اخروی زندگی ناکام رہے گی وہ بہلے بنا کر دل کو خوش کر لیں۔ لیکن کامیابی نصیب نہ ہوگی۔ (نذیراً)

(5) اَلْتَّوْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوْقِرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ

بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ○ (تم ضرور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور

اس کی مدد کرو۔ اور اس کا وقار قائم کرو۔ اور صبح و شام اس کی پاکیزگی بیان کرو)

خدا کی محبت کے معنی : حضرت نبی اکرم ﷺ کو شاہد، مشر اور نذیر بنا کر بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں خدا کی محبت ہے انہیں ایک استلو کی ضرورت ہے جو انہیں بتائے کہ محبت کیسے کی جاتی ہے اور خدا کی محبت کے دعوے سے انسانوں کی خدمت کس طرح ہونی چاہئے۔

خدا کی طرف سے الزام : مرنے کے بعد ہر ایک انسان سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ میں نے تم پر جو انعام کیا تو نے اس سے میرے لئے کیا کیا؟ وہ لمبی چوڑی باتیں منائے گا مگر اسے یہ کہہ کر بھونکا کر دیا جائے گا کہ میں تیرے دروازے پر بھوکا پیاسا اور بیمار ہو کر آیا۔ لیکن تو نے مجھے نہ کھانے کو دیا نہ پینے کو نہ میری بیمار داری کی حضرت مسیحؑ اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی اپنی تعلیم میں اسے بہت اچھی طرح کھول دیا ہے۔ اس چیز کو عام ذہنیت سے نہیں سمجھنا چاہئے۔ بلکہ اسے پوری پوری اہمیت دینی چاہئے۔

معاشی مسئلے کی اہمیت امام ولی اللہؒ کے نزدیک : امام ولی اللہ دہلویؒ معاشی زندگی کے اس پہلو کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب تک انسان کھانے پینے کی فکر سے آزاد نہ ہو جائے وہ شائستگی کی ایک منزل سے دوسری منزل میں ترقی کر ہی نہیں سکتا۔ اور اگر وہ ان تفکرات میں پھنسا رہے تو اس کی طبعی ترقی رک جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت امام بدوہا زلفہ ص 50 میں فرماتے ہیں کہ:

”انسان شائستگی کے دوسرے درجے تک اسی صورت میں ترقی کر سکتا ہے جب وہ بھوک پیاس اور تسکین جذبہ جنسی، غیر طبعی حاجتوں سے فارغ البال ہو جائے۔“

اس حقیقت کو کہ انسان کی ابتدائی ضرورتیں پوری نہ ہوں تو سوسائٹی پر کیا اثر پڑتا ہے۔ ایک تاریخی مثال کے ذریعے سے بھی واضح کرتے ہیں۔ جس میں ایرانی اور رومی سوسائٹی کی گروٹ دکھا کر قرآنی انتساب کی ضرورت ظاہر کرتے ہیں۔

معاشی مسئلے کے بعد : فرض بھوک کا مسئلہ انسانی معاشرے (سوسائٹی) کا بہت ضروری مسئلہ ہے لیکن یہ مسئلہ فقط اسی پر ختم نہیں ہو جاتا کہ کسی انسان کا ایک وقت پیٹ بھر دیا جائے۔ اس کے بل بچوں کا کون ذمہ دار ہے؟ پس ضرورت ہے کہ اس مسئلے کو مستقل شکل میں حل کیا جائے اور بھوکوں کو اس قتل بنا دیا جائے کہ انہیں خیرات کی ضرورت ہی نہ رہے اس کے بعد ہی وہ ترقی کرنے کے خیالات سوچ سکتے ہیں۔

جب خداوند تعالیٰ ایک بھوکے کے پیٹ کی ضرورت پوری نہ کرنے پر ایک بڑے

آدمی کو جھوٹا قرار دے سکتا ہے تو کیا ایک انسان کی مافی ضرورت پورا نہ کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کے ہاں کوئی حساب نہ ہوگا؟ ایک انسان کا دماغ بھوکا ہے اسے علم چاہئے جس کے پاس علم ہے وہ اسے علم کیوں نہیں پہنچاتا؟ خدا اور بندے کے درمیان بھوکوں اور پیاسوں کے متعلق جواب طلبی کے سلسلے میں جو بہت چیت ہوگی اس کے بعد یقیناً "ان لوگوں سے بھی جواب طلبی کی جائے گی جو مظلوم انسانیت کو علم سے محروم رکھتے ہیں جو محض علم دینے کی اجرت طلب کرے گا وہ سارا مٹا بیٹا نظام بگاڑ دے گا۔

حجازی انقلابیوں کی افضلیت : ہم نے اشتراکی کارکنوں (Workers Commonist) کو کام کرتے دیکھا۔ ہم عیش عیش کر کے رہ گئے لیکن جب ہم نے کمیونسٹ حکمرانوں کو دیکھا تو ہمیں ان پر لعنت بھیجی پڑی۔ ہم نے دیکھا کہ زار کی قیصریت ان کے گھروں میں تلخ رہی ہے۔ ان مشاہدوں اور تجربوں کے بعد ہی رسول اللہ ﷺ کی پہلی جماعت کی عزت سمجھ میں آئی ہے۔ ہم قرآن عظیم کے اس پروگرام کے سوانحی حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت تک کامیاب کر کے دکھایا گیا۔ اور جس کی تفصیل امام ولی اللہ دہلوی نے بیان کی ہے۔ اور کسی چیز کو قتل اطمینان نہیں پاتے۔ چنانچہ روس کی پہنچائی پر جارج (U.S.S.R.) کے آئین کی دفعہ 12 میں ہے کہ :

"The principle applied in the U.S.S.R. is that of Socialism:  
"From each according to his ability, to each according to his work."

"روس کے پہنچائی پر جارج میں اشتراکیت کا یہ اصول کارفرما ہے کہ ہر شخص پنہنت کا کام اپنی قابلیت کے مطابق کرے۔ اور اسے اس کے کام کے مطابق دیا جائے۔"

لیکن حضرت نبی اکرم ﷺ اور آپ کے پہلے جانشین (خلیفہ) حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد میں یہ اصول کارفرما تھا کہ :

"ہر شخص اپنی قابلیت کے مطابق خدمت کرے اور اس کی ضرورت کے مطابق

دیا جائے۔“

چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ نے مل قیمت کی تقسیم کے وقت جب بعض لوگوں نے بعض لوگوں کو افضل قرار دینے کا مطالبہ کیا تو فرمایا کہ:

أَمَّا مَا ذَكَرْتُمْ مِنَ السَّوَابِقِ وَالْقَدَمِ وَالْفَضْلِ فَمَا أَعْرِفَنِي بِذَلِكَ وَأَنَا فَالِكِ شَيْءٌ نَوَابُهُ عَلَى اللَّهِ جَلَّ ثَنَاهُ وَهَذَا مَعَاشٌ فَأَلَا سَوْءٌ فِيهِ خَيْرٌ مِنَ الْأَثَرِ

ابن یساف۔ ص ۴۰ مطبعہ بیروت

”یعنی تم نے سب سے پہلے اہلن لانے والے اور بہت لمبے زمانے سے اسلام کی خدمت کرنے والے لوگوں کا جو ذکر کیا ہے تو مجھ سے کون بہتر جانتا ہے۔ لیکن وہ تو ایسی چیز ہے جس کا ثواب انہیں ان کے پروردگار کے ہاں سے ملے گا اور ہم تو محاش تقسیم کر رہے ہیں اس میں تو فوٹیت کی بہ نسبت مساوات بہتر ہے۔“

غرض ہم نے رسول کو شہد، مہر اور نذیر بنا کر صرف اس لئے بھیجا ہے کہ یہ جماعت جو خدا سے محبت رکھتی ہے۔ اس سے محبت کا پروگرام سیکھ لے۔ اور اسے کامیابی سے چلائے۔ خدا سے محبت کرنے کا مطلب ہے خدا کی مظلوم مخلوق کی خدمت کرنا اور اس خدمت کا اجر اللہ سے مانگنا۔ اور یقین رکھنا کہ جو خدا تمہیں آسمان میں جنت دے سکتا ہے وہ تمہارے لئے زمین پر بھی راحت آرام اور عزت کی جنت پیدا کر سکتا ہے یہ درجے ملے کرانا رسول اللہ کا کام ہے۔ اللہ پر یہ پکا ایمان ہونا چاہئے کہ اس نے جو تعلیم دی ہے وہ ٹھیک ہے اور اس پروگرام پر عمل کرنے سے دنیا میں بھی ہمارے لئے جنت بن سکتی ہے ہم یہاں بھی حکومت اور عزت کے لحاظ سے کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔

وَنُعِزُّرُودَهُ وَتَوْقِرُّوهُ وَنُسَبِّحُوهُ بِكُرَّةٍ وَأَصْبَحًا ○ (اس آیت میں غائب کی جتنی ضمیریں ہیں وہ سب اللہ کی طرف بھرتی ہیں۔  
نُعِزُّرُودَهُ : اللہ کی مدد کرو۔

رسول اللہ کی معرفت جو تعلیم ملی ہے اسے غائب کرنے میں جو مدد دی جائے گی وہ اللہ ہی کی مدد ہے۔

تَوْقَرُوهُ : اللہ کا وقار قائم رکھو۔

رسول اللہ ﷺ کی معرفت جو تعلیم ملی ہے اس کا وقار دنیا میں قائم کرنا اللہ کا وقار قائم کرنا ہے۔

تَسْتَبْحُوهُ : اسے پاک سمجھو۔

یہ خیال نہ کرو کہ مدعا محض سے اللہ محتاج ہو گیا یہ خیال غلط ہے اسے صیب سے بالکل پاک سمجھو۔

حقیقت یہ ہے کہ اس تعلیم کے غلبے کا مطلب ہے غریبوں اور مسکینوں کا غلبہ۔ پس اللہ کی مدد کرنے اور اس کا وقار قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسکینوں کی مدد کرو۔ اور وہ جس ظلم کے جوئے تلے آئے ہوئے ہیں۔ اس سے انہیں نکل کر ان کا وقار قائم کرو اللہ تک پہنچنے کا اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

(10) إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ

أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَمَسِيئَةٌ فِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

(جو لوگ تمھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے جو شخص اس عہد کو توڑتا ہے وہ اسے اپنی جان پر توڑتا ہے۔ اور جو شخص وہ عہد پورا کرتا ہے جو اس نے اللہ سے کیا تو عظیم اللہ اسے بہت بڑا اجر دے گا)

بیعت رضوان کی حقیقت : یہ عہد اللہ سے براہ راست ہے۔ یہ گویا تَوْقَرُوهُ اور تَوْقَرُوهُ کی عملی تفسیر ہے۔

يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے)

یہ ہے رسول اور مسلمانوں کا باہمی تعلق۔ رسول مسلمانوں کے سامنے خدا میں کر نہیں آتا بلکہ وہ خدا کا نامادہ ہے۔ اس لئے اس کے ہاتھ پر جو بیعت کی جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ جو عہد ہاندھا جاتا ہے اس کے متعلق یہ یقین رکھنا چاہئے کہ وہ خدا کے ساتھ معاہدہ کیا جا رہا ہے اس کی پوری پوری اہمیت ہر وقت آنکھوں کے سامنے رکھنی چاہئے کسی

معاہدے پر خدا کے ساتھ معاہدہ کرنا بہت بڑی ذمہ داری اپنے سر لینا ہے۔  
 فَمَنْ نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ (جو شخص اس عہد کو توڑتا ہے  
 وہ اسے اپنی جان پر توڑتا ہے)

عہد شکنی کی سزا : جو شخص خدا کے ساتھ عہد پابندہ کر توڑتا ہے۔ وہ اپنی جان خطرے  
 میں ڈالتا ہے۔ جماعتی سیاست (Party Plitics) میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص پارٹی  
 کے ڈسپلن کو قبول کرنے کے بعد اس کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ سزا سے نہیں بچ سکتا۔  
 جب وہ اپنی جماعت کے فیصلے کے خلاف کوئی حرکت کرنے لگے اسے یاد رکھنا چاہئے کہ اس  
 کے خلاف ضابطے کی انتہائی کارروائی کی جاسکتی ہے اور وہ غداری کر کے سزا سے نہیں بچ  
 سکتا۔ مرنے کے بعد تو وہ خدا کے عذاب میں پڑے گا ہی اس دنیا میں بھی وہ بڑی سے بڑی  
 سزا پانے کے لائق ہے جو جماعت خدا کے قانون کو چلانے کے لئے اٹھے اسے اس قسم کا  
 انتہائی ضبط قائم کرنا پڑے گا اور کسی رکن کے متعلق کسی قسم کی ردواری، جنبہ داری اور  
 رعایت نہیں کرنی ہوگی چونکہ اس کا فیصلہ قطعی ہوگا۔ اس لئے معاہدے کے تمام پہلوؤں پر  
 غور کر کے فیصلہ کرنا ہوگا اور پھر اسے انتہائی پورا کرنا ہوگا۔ انقلابی جماعتوں میں ہمیشہ ایسا  
 ہی ہوتا ہے۔ قرآنی انقلابی جماعت اس قسم کے شدید ضبط (Iron Discipline) سے  
 مستثنیٰ نہیں ہو سکتی۔ یہ ہر ایک انقلابی جماعت کی طبعی ضرورت ہے۔  
 وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَمَسِيحُ تَبِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (جو  
 شخص وہ عہد پورا کرتا ہے جو اس نے اللہ سے کیا۔ تو معقرب اللہ اسے بہت بڑا  
 اجر دے گا)

جو شخص اپنے عہد کو پارٹی ڈسپلن (جماعتی انضباط) کے مطابق پورا کرے گا وہ ہر  
 قسم کی عزت اور امتیازات کا مستحق سمجھا جائے گا اور وہ خدا تعالیٰ کے ہاں سے بہت بڑا اجر  
 پائے گا۔ یہ اجر جلدی ہی ملے گا۔ (اس میں ایک جنگ کی طرف اشارہ ہے جس پر  
 مسلمانوں کو جانا ہوگا اس کا ذکر آیت نمبر 15 میں آئے گا۔  
 جو لوگ جہد اللہ (خدا کی فکری) کے مخالف ہیں وہ وہ قسم کے ہیں۔

(1) منافق اور (2) کافر

آیات 11 تا 21 میں منافقوں کا ذکر ہے اور 22 تا 26 میں کافروں کا۔

## ارتجاعی ذہنیت

(II) ﴿سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا﴾ (اور اب وہ لوگ جو گنواہوں میں سے پیچھے رہ گئے تھے کہیں گے کہ ہم اپنے ماؤں اور گھروالوں کے کاموں میں لگے رہ گئے)

منافقین : جو بدوی (آعراب) اس سفر میں آپ کے شریک نہ ہوئے اب انہوں نے یہ بلند پیش کیا کہ ہم اتفاقاً مل اور گھربار کے جھگڑوں میں پھنس کر پیچھے رہ گئے اور سفر میں آپ کے ساتھ نہ جا سکے ہمیں تو مسلمانوں نے نمونے کی جو زندگی دکھائی ہم اپنے کو اس سے کم درجے کا نہیں مانتے۔

(ب) فَأَسْتَغْفِرْ لَنَا (ہمارا گناہ بخشو)

ہم اسے غلطی مانتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ سفر میں نہ جا سکے اور درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کریں۔

تقریباً یہ ہے کہ جو شخص اپنے قصور کو مان کر معافی مانگ لے۔ اس کا جرم اور قصور نہیں مٹا جاتا وہ گویا ایسا ہے جیسے اس نے جرم کیا ہی نہیں۔ تو گویا یہ لوگ اپنے آپ کو اس جماعت کے برابر ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن قرآن حکیم انہیں اس غلط بیانی پر تنبیہ کرتا ہے۔

(ج) يُقُولُونَ بِالْإِسْتِغْفَارِ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ (وہ اپنی زبان سے

وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہے چو کہ وہ منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اس سے وہ جھوٹ بولتے ہیں سفر میں ان کے نہ جانے کی وجہ گھربار اور مل کے جھگڑوں میں پھنسنا تھا بلکہ اصل میں ان کی جانے کی نیت ہی نہ تھی کیوں اس پر سے اگلی آیت میں پردہ اٹھایا گیا ہے۔

(د) قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا

ا۔ (الَّذِينَ مِنَ الذَّنْبِ كُنْ لِلَّذِينَ كَذَّبُوا (الْحَقُّ) (جو شخص گناہ سے توبہ کر لے وہ اس شخص کی مانند ہو جاتا ہے جس سے گناہ ہوا ہی نہ ہو) (مرتب)



اَوْارَايْكُمْ نَفْعًا

(تو کہہ 'کس کا بس چلنا ہے اللہ سے۔ اگر وہ چاہے تمہارا نقصان یا چاہے تمہارا فائدہ)

یعنی ہمارا تو اس معاملے میں کوئی دخل نہیں۔ تم اگر شوق سے ہمارے ساتھ چلتے ہو تو ہم تمہیں پیچھے نہ رکھ سکتے تھے اور نہ تمہیں کسی لمحے سے روک سکتے تھے۔ اب اگر تم نے ہمارے ساتھ چلنے کا ارادہ نہ کیا تو ہم تمہیں اس نقصان سے نہیں بچا سکتے۔ جو اب تمہیں برداشت کرنا پڑے گا۔ (اس نقصان کا ذکر آگے آیت نمبر 15 میں آتا ہے) لمحہ و نقصان تمہارے اپنے فیصلے کا نتیجہ ہے۔ ہمارے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لئے ہمارے سامنے طرز پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس پروگرام کو صحیح سمجھ کر خود آگے نہیں بڑھتا اسے آگے بڑھانے کی ٹی یا اس کی جماعت میں کوئی طاقت نہیں۔ اس لئے کہ یہ کلام صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔

(۱۱) بَلْ كَانِ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝

(بلکہ اللہ تمہارے سب کاموں سے خبردار ہے)

توفیق پاندا زہمت : وہ تمہارے عملوں کو اچھی طرح جانتا ہے ان کے مطابق تمہیں کام کرنے کی توفیق دے گا۔ پس اس جماعت میں شامل ہونے کے لئے لگا تار ٹکی کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ درجہ اس قسم کا نہیں ہے کہ اتفاقاً ہاتھ آجائے۔

(12) بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَّنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ

أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزَيَّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنًّا سَوْفًا وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝

(کوئی نہیں) تم نے تو خیال کر لیا تھا کہ رسول اللہ اور مسلمان بھی اپنے گھر لوٹ کر نہیں آئیں گے اور کھب گیا تمہارے دلوں میں یہ خیال اور تم نے طرح طرح کی بری انتہائیں کرنی شروع کیں اور تم لوگ جہلہ ہونے والے تھے)

منافقین کی نفسی تحلیل : یہ لوگ جو اس سفر میں شریک نہ ہوئے تو اس لئے نہیں

کہ مل و لولاد کے جھگڑوں میں پھنسے رہے۔ بلکہ دراصل ان کی جانے کی نیت ہی نہ تھی۔ انہوں نے یہ خیال پکا رکھا تھا کہ قریش ان سے ضرور مقابلہ کریں گے۔ اس لئے جنگ ہوگی۔ یہ لوگ مارے جائیں گے ہم کیوں مفت کی مصیبت سہیلے۔ یہ اب گھروں کو واپس نہیں آسکتے۔

وَزَيْنٌ مِّمَّنْ دَلَّكَ فَمِنْ قُلُوبِكُمْ (تمہارے دلوں میں بت کب مکی تھی)  
تمہارے دلوں میں یہ جھج مکی تھی۔ اور تم مان بیٹھے تھے کہ یہ لوگ شکست کھا جائیں گے اور زندہ نہ لوٹیں گے۔  
وَوَظَنُّنَا ظَنًّا السَّوْءَ

تم نے یہ برا خیال پختہ کر لیا تھا کہ بس اب اسلام ختم ہو گیا۔ جانے دو انہیں۔ ہم انہیں کے ساتھ موت کے منہ میں کیوں جائیں۔

یہ منافقت کی ایک کھلی نشانی ہے۔ کہ منافق نفع کا تصور کئے بغیر کسی دینی تحریک میں شامل نہیں ہو سکتے۔ وہ سب سے پہلے روپے اور پیسے کا حساب کرتا ہے اور سوچتا ہے کہ اس تحریک میں شامل ہونے سے مجھے کتنا نفع حاصل ہوگا۔ اگر وہ دیکھتا ہے کہ ملی نفع حاصل نہ ہو گا تو وہ بھولائیں کر کسی نہ کسی طرح اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ ج ہے

ع یہ شہوت کہ الفت میں قدم رکھتا ہے  
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا (اقبل)

ایک منافق سے پوچھ کر اس حقیقت کو اور کون سمجھ سکتا ہے؟

وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا (تم جہ ہونے والے لوگ تھے)

یہ بات نہیں کہ تم سے اتفاقاً غلطی ہو گئی اور تم پیچھے رہ گئے بلکہ تم جان بوجھ کر فیصلہ کر کے پیچھے رہے۔ تم نے ایک غلط پروگرام کو زندہ کرنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ لیکن ایک غلط پروگرام کو زندہ کرنے میں طاقت صرف کرنا اپنی محنت کو برباد کرتا ہے اور تمہاری حرکت ایسی ہی ہے۔

(13) وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ

سُعِيرًا ○ (اور جو کوئی یقین نہ لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر۔ تو ہم نے

تیار کر رکھی ہے انہوں کے لئے دہکتی آگ)

حجاز کو پاک کیا جائے : جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر اس طرح ایمان نہیں لائے جس طرح خالص مومنین ایمان لائے (جن کا ذکر آیت نمبر 4 میں آچکا ہے ان کے لئے کلمہ پائی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ تکلیفیں اٹھانا اور تکلیفیں اٹھاتے اٹھاتے آخر میں جلتا یہ ان کے لئے طے شدہ ہے۔

یہ حجاز میں رہنے والے مخالفین کے لئے ہے ان کے لئے اس سرزمین میں رہنے کے لئے زندگی کی کوئی صورت نہیں چھوڑی گئی۔ سوائے اس کے کہ وہ اس طرح ایمان لے آئیں۔ جس طرح خالص مومنین ایمان لائے ہیں۔ چونکہ حجاز کو اس قرآنی انقلاب کا مرکز بنایا جائے والا ہے۔ اس لئے وہاں کی اجتماعی طاقت کو زندہ رہنے کا موقعہ نہیں دیا جاسکتا ہے۔ اب تک مسلمانوں میں یہ تحیل ہوتی ہے کہ حجاز میں خلاف اسلام کام کرنے کو بہت برا جرم مانتے ہیں۔ اس لئے کہ (ع) چون کفر اذ کعبہ بر خیزد کہا جائے مسلمان؟

(14) وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُغْفِرُ لِمَنۡ يَّشَآءُ  
وَيُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

(آسمانوں اور زمین کا راجہ اللہ ہی کے لئے ہے بخشے جسے چاہے اور عذاب میں ڈالے جسے چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

زمین پر اللہ کی پلوشی : آسمان کی پلوشی تو فرشتوں کے ذریعے سے ہے زمین کی پلوشی اس جماعت کے ذریعے سے قائم ہوگی۔ وہ اللہ کے قانون کو زمین میں چلائیں گے

یہ انقلاب حضرت عیسیٰ کی شہادت تک رہا۔ اس وقت تک حجاز میں خدا کی پلوشی قائم تھی۔ قرآن کا قانون تھا اور اس پر عمل کرنے والی ایک جماعت تھی۔ وہ اپنے آپ کو قانون کا مالک نہیں سمجھتی تھی۔ بلکہ اپنے آپ کو خدا کا نائب سمجھ کر اس کے حکموں کو بجا لاتی تھی۔ اور ان پر عمل کرتی کراتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے خود خدا کا نائب (خلیفہ اللہ) بن کر اپنے ساتھیوں کو جو خدا کے قانون کی عزت اور وقار قائم کرنے میں آپ کے شریک تھے اپنے ذریعے سے خدا کا نائب (خلیفہ اللہ) بنا دیا۔

يَغْفِرُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ (تاکہ جسے چاہے بخشے اور جسے

(چاہے عذاب میں ڈالے)

جو شخص اس قانون کو جاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور درجہ بدرجہ ترقی کر کے قانون کی قبیل کے قریب ہوتا جاتا ہے اس کے گنہ معاف کردئے جائیں گے جو آدمی اس قانون سے ہٹا اور درجہ بدرجہ پیچھے ہی ہٹتا جاتا ہے اسے عذاب دیا جائے گا۔  
وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ (اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جماعت کے ذریعے سے جو نظام قائم کیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں ہر ایک صحیح کام کرنے والے آدمی کے گنہ بخشے جائیں اور اللہ کی رحمت سے وہ پروگرام سامنے لایا جائے جس میں انسانیت کی ترقی ہے۔

(15) سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِنَّا انْطَلَقْنَا إِلَىٰ مَغَارِمٍ لِّنَاخْنُوهَا ذُرُونًا نَّتَّبِعُكُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ قَوْلَ لَنْ نَّتَّبِعُونَكَ كَذِبًا قَالُوا قَوْلَ اللَّهِ مِنْ قَبْلُ فَسَيَقُولُونَ بَلْ نَحْسُدُونَكَ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

(اب کہیں گے پیچھے رہ گئے ہوئے۔ جب تم چلو گے فہمیں لینے کو آؤ ہم بھی چلیں تمہارے ساتھ۔ چاہے ہیں کہ بدل دیں اللہ کا کلمہ تو کہہ دے کہ تم ہمارے ساتھ ہرگز نہ چلو گے۔ یونہی کہہ دیا اللہ نے پہلے سے۔ پھر اب کہیں گے نہیں تم تو جلتے ہو ہمارے قاتلے سے۔ کوئی نہیں لیکن وہ تھوڑی بات سمجھتے ہیں)

اخلاقی فتح کے نتیجے : جب مسلمان حدیبیہ سے واپس آئے تو خلی ہاتھ گھر آئے۔ یہ ظہر نہ تھا کہ کوئی فتح کر کے آئے یا کوئی معرکہ مار کر آئے تھے اور وہی آکر لوگوں کو بتاتے کہ ہم نے یہ فتح حاصل کی۔ وہ معرکہ مارا۔ بلکہ یہ صرف اخلاقی فتح (Moral Victory) ہے۔ وہ لمبی مدت کے لئے نتیجہ خیز ہے۔ اور آہستہ آہستہ اپنے ثمرات دینی رہے گی مگر وہ اس وقت تو کوئی چیز ہاتھ میں لے کر نہیں آ رہے۔ ان لوگوں کو وعدہ دیا گیا کہ چند روز گھر میں رہ کر تیاری کر لو۔ اس کے بعد تمہیں خیبر جانا ہو گا۔ اور وہ سارا ملک تمہیں مل جائے گا جو غنیمت یہی (اس سفر میں) چاہئے تھی اور نہیں ملی، اس کی جگہ خیبر کا وعدہ انہیں دینا

بچنے سے پہلے دے دیا گیا۔ گویا ان کے پاس آج قیمتی مل نہیں ہے۔ لیکن کل کو مل رہے تھے۔ مگر جا کر بل بچوں کو سمجھانا کہ ہم حج پا کر آئے ہیں سخت مشکل ہے چنانچہ چند روز کے بعد انہیں خیبر جانے کا حکم دیا گیا۔ اب جو لوگ حدیبیہ جانے سے رو گئے تھے ان کی رال پکڑنے لگی۔ کہ ہم بھی ساتھ جائیں گے انہیں جواب دیا گیا کہ تم نہیں جاسکتے۔ وہ کہنے لگے کہ ہاں صاحب! ہم سے تو حسد کیا جاتا ہے اور ہمیں قائدہ حاصل کرنے سے روکا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات نہیں ہے تم خدا کی بات جھٹانا چاہتے ہو۔ خدا نے حکم دیا ہے کہ ہم حدیبیہ والوں کو خیبر بطور انعام دیتے ہیں۔ تم لوگ حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے خیبر میں شریک ہو کر خدا کی بات کیسے جھٹلا سکتے ہو؟ یہ تمہاری شرارت ہے تم اب نہیں جاسکتے۔

إِلَىٰ مَغَارِمٍ لِّتَأْخُذُوَهَا (خیموں کی طرف کہ تم انہیں حاصل کرو)

یعنی خیبر کا مل غنیمت۔

كَذَٰلِكَ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ (اللہ نے پہلے ہی سے ایسا فرما دیا ہے)

خدا نے یہ حکم پہلے سے دے رکھا ہے۔ کہ حدیبیہ والوں کے سوا کوئی دوسرا اس معرکے میں شریک نہ ہوگا۔ اس کا اشارہ آیت نمبر 10 کے آخری حصے میں آچکا ہے جہاں ان مسلمانوں سے جنہوں نے بیعت کی تھی اجر عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے۔

بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُوْنَ إِلَّا قَلِيلًا (یہ لوگ بات پوری طرح سمجھتے ہی نہیں)

خیبر کی فتح کا بھید : وہ بات کو پوری طرح نہیں سمجھتے۔ وہ دنیاوی نفع کی باتوں کو تو خوب سمجھتے ہیں۔ مگر نفع کے ملنے یا نہ ملنے کا حقیقی راز نہیں سمجھتے خیبر یہودیوں سے چھین کر مسلمانوں کو مفت دینا تو مقصود نہیں۔ یہ دنیا کا ایک بلغ ہے۔ جو یہودیوں کو ایک خاص خدمت پر مقرر ہونے کی وجہ سے دیا گیا تھا اور وہ خدمت یہ تھی کہ وہ حقیقی دین کو قائم کریں۔ بعد میں انہوں نے نافرمانی کی۔ اب انہیں سزا دینا ہے۔ ایک دوسری قوم کو جو خدا کے حکموں کو فرشتوں کی طرح بجالاتی ہے۔ یہ جنت ارضیٰ۔ دی جائے گی۔ جو محض فرشتوں کی طرح کام نہ کریں اور وہ جنت چاہے تو سمجھنا چاہئے کہ وہ احسن ہے وہ بات ٹھیک طرح سے نہیں سمجھتا۔

## کل قومی انقلاب کی تیاری

قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعُونَ إِلَى قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ  
شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤَيِّدْكُمُ اللَّهُ أَجْرًا  
حَسَنًا وَإِنْ تَنََوَّلُوا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا  
أَلِيمًا

(پچھے رہ جانے والے کنواریوں سے کہہ دو کہ آئندہ تمہیں ایک قوم کے مقابلے  
میں بلائیں گے جو بڑے سخت لڑاکو ہیں۔ یا تو تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو  
جائیں گے۔ پھر اگر تم حکم مانو گے تو اللہ تمہیں اچھا بدلہ دے گا) اگر تم پلٹ  
جلاؤ گے جیسے پہلی بار پلٹ گئے تھے تو تم کو دردناک عذاب دے گا۔

آنے والا احتمال : جب آپ عمرے کے ارلوے سے مدینہ منورہ سے تشریف لے  
جانے لگے تو آپ نے سب مسلمانوں کو شرکت کی دعوت دی۔ مگر بددلوں نے سمجھا کہ یہ  
جو عمرے کو جا رہے ہیں تو یہ چال ہے حقیقت میں لڑائی ہوگی اور یہ لوگ مارے جائیں  
گے۔ اس لئے بدو اس سفر میں ساتھ نہ ہوئے پھر جب مسلمان صلح کر کے واپس آگئے تو یہ  
بدو لوگ بہت پریشان ہوئے کہ ہم نے ساتھ نہ جانے میں غلطی کی اور گئے طرح طرح کے  
بہانے اور طرز پیش کرنے (جن کا ذکر پہلے آچکا ہے) اب ان سے کہا گیا۔ اگر تم سچ ہو کہ  
تم ہمارے ساتھ جانے اور اس وقت آنے والے خطرات میں پڑنے کے لئے تیار تھے لیکن  
کسی غلطی سے پچھے رہ گئے تو ایک دفعہ بات گزر گئی تمہیں دوسرا موقعہ دیا جائے گا۔ اگر تم  
نے اس وقت کام پورا کیا تو جو قیمت خیر کے معرکے سے نہیں ملنے والی تھی وہ بھی دلا  
دی جائے گی۔

أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ ((ایک جنگجو قوم))

قیصر و کسریٰ سے مقابلہ ہوگا : ”ایک جنگجو قوم“ سے قیصر و کسریٰ کی بدشاہتیں مراوا  
ہیں۔ ان کے مقابلے کے لئے اعراب کو دعوت دی جائے گی۔

تَقَاتِلُوهُمْ أَوْ يُسْلِمُوا (یا تو وہ تمہارے ہاتھوں قتل ہو جائیں گے یا وہ  
اطاعت اختیار کر لیں گے)

یا تو تم انہیں قتل کرو گے یا وہ اطاعت اختیار کر لیں گے یعنی بعض لوگ مارے جائیں  
گے اور باقی اطاعت قبول کر لیں گے۔ ان دو باتوں میں سے ایک ہو کر رہے گی۔  
فَرَأَى تُطِيعُوا (اگر تم نے اطاعت کی)

اگر تم نے اس وقت اعلان جہاد کی اطاعت کی اور لڑائی میں شریک ہوئے۔

يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا (تو اللہ تمہیں اچھا بدلہ دے گا)

تو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھی مزدوری دے گا یعنی بے اندازہ نعمت ہاتھ آئے گی  
جس سے اب کی کسر بھی کُل جائے گی۔

وَإِنْ نَفَوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا

(اگر تم پلٹ گئے جیسے پہلے پلٹ گئے تھے تو دردناک عذاب دے گا)

اگر تم پیچھے ہٹ گئے اور بے تیاری کئے بیٹھے رہے جیسے اب حدیبیہ کے سفر سے ہٹ

گئے تھے اور بے تیاری کئے بیٹھے رہے تھے تو تم کو سخت سزا دی جائے گی اور دردناک  
عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

امام ولی اللہ کے خیالات : امام ولی اللہ دہلویؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :

”اجماع مفسرین کے مطابق اس آیت کے نزول کا موقع اور صحیح حدیثوں کے

مضمون کے مطابق اس آیت کے آگے پیچھے کی آیات کا یہ ہے کہ آنحضرت

ﷺ نے مکہ میں ارادہ فرمایا کہ عمرو ادا کریں۔ چنانچہ آپ نے بدوؤں کو اور

دلوہوں میں بسنے والوں کو دعوت دی کہ وہ اس سفر میں آپ کے ساتھ چلیں۔

کیونکہ پختہ گمان تھا کہ قریش مکہ میں داخل ہونے سے روکیں گے اور بدر احد

اور خندق کی جنگوں میں قریش کے جو آدمی مارے گئے تھے ان کے سبب سے

ان کے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے کینہ بھرا ہوا تھا۔ اس لئے خیال تھا کہ

وہ کہیں جنگ کرنے کو آمادہ نہ ہو جائیں۔ ایسے حالات میں عقل کا تقاضا ہے کہ

بست سے آدمی مل کر جائیں تاکہ قریش کے شر سے بچے رہیں۔ بہت سے

بدوؤں نے آنحضرت ﷺ کی اس دعوت پر کھن نہ دھرا اور سفر میں ساتھ نہ

گئے۔ بعض گھربار اور کاروبار کے جھگڑوں میں پھنسے رہے اور نہ جاسکے مگر  
 غلط مسلمان جو ایمان کی بجاہت میں سُر تپا فرق تھے۔ آپ کے ساتھ جانے کو  
 سب سے بڑی نیکی سمجھ کر آپ کے ساتھ ہو گئے۔

جب یہ قافلہ حدیبیہ کے مقام کے قریب پہنچا تو قریش جاہلیت کی حمایت  
 میں جٹا ہو کر لڑنے کو تیار ہو گئے۔ قصہ مختصر وہیں مسلمانوں کو مغلوبانہ صلح کرنی  
 پڑی۔ مکہ مکرمہ کے باہری قریبیں کہیں اور واپس آ گئے۔ چونکہ عمرو ادا نہ کر  
 سکتے اور مغلوبانہ صلح کرنے کی وجہ سے یہ غلط مسلمان بہت ہی غمزدہ تھے۔  
 حکمت الہی نے چاہا کہ ان دلوں کے زخموں کو بھر دے۔ چنانچہ انہیں خوشخبری  
 دی گئی کہ تمہیں خیر کا بہت سا مل قیمت ملے گا۔ اور اسے ان لوگوں کے لئے  
 مخصوص کر دیا جو حدیبیہ میں موجود تھے اور کسی کو ان کے ساتھ جانے کی  
 اجازت نہ دی گئی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَانِمَ لَنَا خُذُوهَا  
 ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلِمَ اللَّهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا  
 كَذَلِكَ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَبْلُغَ أَجَلَ الْحَقِّ لَكُمْ  
 اس پر اللہ تعالیٰ اپنی خوشنودی کا اظہار کرتا ہوا فرماتا ہے کہ:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ  
 (الابۃ) ۲۴

اور اس بیعت سے ایک شخص ہد بن قیس کے سوا جو منافق تھا اور کوئی نہ پھرا  
 بغوی وغیرہ نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے  
 فرمایا کہ جس شخص نے درخت کے نیچے میرے ہاتھ پر بیعت کی تھی وہ دونوں  
 میں نہ جائے گا یہ مقام ان بہترین مقاموں میں سے ہے جہاں صحابہ کرام نے

اب تم فتنوں کی طرف جاؤ گے تاکہ انہیں لو تو یہ پیچھے رہنے والے کہیں گے ہمیں اپنے ساتھ جانے دو۔  
 وہ اللہ کا پیغام لانا چاہتے ہیں تو کہہ دے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہ جاؤ گے اللہ نے پہلے ہی سے یہ فرمایا

جی جی اللہ تعالیٰ ہوا سونوں سے جب وہ بیعت کرتے تھے میرے ہاتھ پر درخت کے نیچے الخ۔



بلند مرتبے حاصل کئے اور وہ خیمتیں حاصل کیں جو کچھ عرصے کے بعد ان کے ہاتھ لگیں۔ شاہ حسین کی خیمتیں اور دوسری خیمتیں جن پر عرب کبھی قادر نہ ہوئے۔ ان غلہ خیموں سے فارس اور روم کی خیمتیں مراد ہیں۔ اس زمانے میں فارس اور روم کی وہ شوکت اور دبدبہ تھا اور لشکروں کی وہ کثرت تھی اور سلطنت جنگ کی وہ فراوانی تھی کہ عرب ان پر قابض ہونے یا ان سے مل فیض حاصل کرنے کا خیال تک دل میں نہ لاسکتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ  
 وَعَدَكُمْ اللَّهُ مَغَازِمَ كَثِيرَةً (اللہ تم سے بہت سی خیمتوں کا وعدہ کرتا ہے) یہ عرب کی خیمتیں ہیں شاہ حسین کے اموال قیمت فَعَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ پس جلدی کردی تمہارے لئے یہ) یہ خیر کی خیمتیں ہیں جو حدیبیہ کے بعد ہی انہیں حاصل ہوئیں۔ وَأَخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا (اور دوسری وہ جن پر تم نے قدرت نہ پائی) یہ فارس اور روم کی خیمتیں ہیں۔

اس کے علاوہ حکمت الہی نے تقاضا کیا کہ جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے انہیں دھمکائے اور ان کی نصیحت کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ (اے پیچھے رہنے والے) اور جنگجو قوموں کے ساتھ جنگ کرنے کی دعوت پہلے ہی سے دے دے۔ تاکہ وہ دعوت قبول کرنے نہ کرنے پر خوب غور کر لیں اور پہلے ہی بصیرت حاصل کر لیں اور طرح طرح کے عقلی قیاسات ان کے حل کو پریشان نہ کر دیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سَتَدْعُونَ (تم کو مغرہ بہ بلایا جائے گا) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدوؤں کو کفار کے ساتھ جملہ کرنے کے لئے بلایا جائے گا یہ دعوت ان پر شرمی ذمہ داری ڈال دے گی۔ اگر وہ اس دعوت پر لبیک کہیں گے تو ثواب پائیں گے اور اگر اسے قبول نہ کریں گے تو عذاب پائیں گے۔

(ازالہ الفتا بعد اول ص 38)

(17) لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرْجٌ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا

## الْيَمَانِ

(اندھے پر تکلیف نہیں اور نہ لنگڑے پر تکلیف ہے اور نہ بیمار پر تکلیف ہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے اسے ہاتھوں میں داخل کرے مگر جن کے نیچے نہیں بہتی ہیں۔ اور جو کوئی پلٹ جائے اسے دردناک عذاب دے گا)

اجماعی جنگ : یہ جو دعوت دی جا رہی ہے کہ آئندہ جنگوں میں شریک ہو، یہ صرف اعراب (بدوں) کو دعوت نہیں دی جا رہی بلکہ قرآن کے ہر ایک ماننے والے کا فرض ہے کہ جنگوں میں شریک ہو۔ تیاری کے اس حکم سے کوئی محض بھی باہر نہیں ہے البتہ اندھے، لنگڑے اور مریض کو تکلیف نہیں دی جاتی کہ وہ میدان جنگ میں جا کر ہی جنگ میں شامل ہو۔

اعلیٰ (اندھے) اعرج (لنگڑے) اور مریض (بیمار) کے متعلق سورہ توبہ کی آیت نمبر 91 سامنے رکھی چاہئے جس کے الفاظ یہ ہیں:

لَيْسَ عَلَى الضَّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَحِلُّونَ مَا يُنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ

(یعنی ضعیفوں اور بیماروں پر اور عواروں پر جن کے پاس خرچ کرنے کو نہیں ہے کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی کرتے رہیں)

ابوبکر جصاص کا قول : سورہ توبہ کی ایک آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابوبکر جصاص الرازی الحنفی جو چوتھی صدی ہجری کے نامور فاضل ہیں لکھتے ہیں کہ:

وَقَوْلُهُ وَجَاهِلُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَوْجَبَ فَرَضَ الْجِهَادِ بِأَمْوَالِ النَّفْسِ جَمِيعًا : فَمَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ

۱۔ وہ آیت یہ ہے : (انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالاً وَجَاهِلُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (التوبہ: 41)) (کھلے اور بوجھل اور لڑو اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں) (مرتب)

وَهُوَ مَرِيضٌ أَوْ مَقْعَدٌ أَوْ ضَعِيفٌ لَا يَصْلَحُ لِلْقِتَالِ فَعَلَيْهِ  
 الْجِهَادُ بِمَالِهِ بَأَنْ يُعْطِيَهُ غَيْرَ فَيْزٍ وَوَيْهٍ  
 كَمَا أَنَّ مَنْ لَهُ قُوَّةٌ وَجَلَدٌ وَأَمْكَنُهُ الْجِهَادُ بِنَفْسِهِ كَانَ عَلَيْهِ  
 الْجِهَادُ بِنَفْسِهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ ذَا مَالٍ وَبَسَارٍ نَعْدَ أَنْ يُجِدَ مَا يُبْلَغُهُ  
 وَمَنْ قَوِيَ عَلَى الْقِتَالِ وَلَهُ مَالٌ فَعَلَيْهِ الْجِهَادُ بِالنَّفْسِ  
 وَالْمَالِ

وَمَنْ كَانَ عَاجِزًا بِنَفْسِهِ مُعْدِمًا فَعَلَيْهِ الْجِهَادُ بِالنَّصِحِ لِلَّهِ  
 وَلِرَسُولِهِ بِقَوْلِهِ (لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا  
 عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ)  
 " (احکام القرآن، الجزء الثالث ص 117)

"یعنی خدا تعالیٰ کے اس حکم و جاہدوا با موالکم و انفسکم فی  
 سبیل اللہ نے جملہ کا فرض مل اور جان دونوں سے ادا کرنا واجب کر دیا  
 ہے۔

(1) جو شخص ملدار ہو اور بیمار یا بیٹھے ہی کے قتل ہو یا کمزور ہونے کی وجہ سے  
 جنگ کے قاتل اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے مال سے جملہ کرے یعنی کسی شخص  
 کو جس کے پاس مال نہ ہو) مل دے دے۔ کہ وہ اس کے ذریعے سے جملہ  
 کرے۔

(2) جو شخص ملدار نہ ہو لیکن وہ خود جملہ کر سکتا ہو اور مقام جنگ پر پہنچنے کی  
 طاقت رکھتا ہو تو وہ خود جملہ کرے یہ اس کا فرض ہے۔

(3) جو شخص تندرست بھی ہو اور ملدار بھی ہو وہ مل اور جان دونوں سے جملہ  
 کرے اس کا بھی فرض ہے۔

(4) جو شخص جسمانی لحاظ سے عاجز ہو اور مفلح بھی ہو تو اس آیت لَيْسَ  
 عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا  
 يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ کے مطابق

اس پر کم سے کم یہ فرض قائم ہوتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حق میں خیر خواہی کرتے رہیں۔ (یعنی بری خبریں نہ خود پھیلائیں نہ حتی الامکان ایسی خبروں کو پھیلنے دیں بلکہ ان کی تردید کرتے رہیں۔ فرض ان سے جو بین پڑے اس میں کوئی تفریق کریں)

امام الحکمت امام ولی اللہ دہلویؒ "حجتہ البلاء جلد دوم ص 174 میں فرماتے ہیں کہ:

وَإِنَّا أَرَادَ الْخُرُوجَ لِلْفَزْوِ عَرْضَ جَيْشِهِ بِنَعَاهُ الْخَيْلُ  
وَالرِّجَالُ فَلَا يَقْبَلُ مِنْ ثَوْنِ خَمْسٍ عَشْرَةَ سَنَةً كَمَا كَانَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ ذَلِكَ لَا مُخْتَلًا وَهُوَ الَّذِي يُقْعِدُ  
النَّاسَ عَنِ الْفَزْوِ لَ وَلَا مُرْجِفًا وَهُوَ الَّذِي يُحْدِثُ بِقُوَّةِ  
الْكُفَّارِ"

(یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کسی جنگ پر تشریف لے جانے کے لئے نکلتے تو سارے لشکر کا جائزہ لیتے چنانچہ آپؐ پندرہ سال سے کم عمر کے لڑکوں کو لشکر میں شامل نہ فرماتے اور نہ منزل اور مرحمت کو ساتھ لیتے۔ منزل وہ ہے جو لوگوں کو جنگ سے باز رکھے اور مرحمت وہ ہے جو دشمن کے لشکر کی قوت اور طاقت بیان کر کے لوگوں کو مرحوب کرنے کی کوشش کرے)

اب اگر یہ اندھے اور لنگڑے وغیرہ منزل اور مرحمت ہیں تو کیا وہ خدا اور رسول کے خیر خواہ ہو سکتے ہیں؟ ان کے خیر خواہ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کم از کم اتنا کام ضرور کریں کہ لوگوں کو لڑنے کی ترغیب دیتے رہیں۔ اور کفار کے زور کی جو باتیں ہوں ان کی تردید کرتے رہیں۔ اور مسلمان کی کمزوریوں کو چھپائیں۔ گویا اس چوتھی جماعت (Category) کے لئے بھی جو نہ صحت سے ملا لیں۔ نہ ملداریں۔ پراپیگنڈہ کرنے میں حصہ لینا فرض قرار دیا گیا ہے آج کی دنیا جانتی ہے کہ جنگ میں پراپیگنڈہ نصف سے زیادہ طاقت کا مالک ہے۔ اس اصول پر کوئی شخص بھی جملہ سے قاصر نہیں ہو سکتا

---

اب گویا حضرت امامؒ کے نزدیک نام نوا امن پسندوں (Pacifists) کی تحریک کا سامنا انسانی میں کوئی مقام نہیں۔ اگر اس سے یہ نتیجہ پیدا ہو کہ لوگ حق کی عملیت میں لڑنے سے باز رہیں۔ (مرتب)

گویا قرآن کے نزدیک جنگ اجماعی چیز (Total War) ہے جس میں جہاں تک طاقت ہو اس میں حصہ لے۔ کوئی مرد اور عورت سدرست اور بیمار اس سے الگ نہیں رہ سکتا۔ لڑنے والی طاقت (Battle Force) کو سلطان جنگ اور روٹی کپڑا وغیرہ بہم پہنچانا اور ملک کے انتظام کے لئے پیچھے سے نظام خانگی (Home Front) کو قائم رکھنا جنگ جیتنے کے لئے ضروری ہے۔ ہماری عورتیں اور بچے مریض اندھے اور لو لے لنگڑے ہوم فرنٹ (Home Front) کے کام میں مصروف رہیں گے۔

وہ کیسے مسلمان ہیں جو طہروں کی بنا پر جہلو سے الگ رہنا چاہتے ہیں؟ میرے استواء فرما چکے ہیں کہ تم اکیلے جہلو کر سکتے ہو۔ اور دنیا پر فتح پا سکتے ہو الوسوس ہے کہ ہمارے استاد کے ارشاد کے لئے جس سند کی ضرورت تھی وہ وقت پر ہاتھ نہ آ سکتی تھی۔ ورنہ ہماری دیوبندی جماعت میں سے سوائے اس شخص کے جو سچ سچ متعلق ہو تا کوئی پیچھے نہ رہتا۔ اب ضرورت ہے کہ اس جماعت میں سے غفلت کو دور کیا جائے۔ جو جہلو کے لئے تیار نہیں ہے وہ کیوں میرے استواء کی جگہ پر بیٹھتا ہے؟ اسے اس جگہ سے ہٹا دیا جائے۔

فرض اولیٰ بآئیں شہید (مخت جگہ لوگوں) سے لڑنا پڑے مگر ان سے یہ لڑائی قیامت تک جاری رہے گی۔ اس مقابلے کے حطلق قرآن حکیم کی کوئی آیت کبھی منسوخ نہیں ہو سکتی۔ اور بھرتی کے حطلق مذکورہ بالا حکم پر عمومی اور دائمی حیثیت رکھتا ہے۔  
 وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ (جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے گا اسے اللہ ہانوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں)

دنیا اور آخرت کی زندگی کا تسلسل : اس حصہ آیت میں خَالِدِينَ (بیشد) کا لفظ نہیں ہے۔ اس لئے اس سے مراد دنیا کی جنت ہیں۔ جہاں خلدین کا لفظ آئے گا وہاں مراد یہ ہوگی کہ مومن اس دنیا کے ہانوں سے نکل کر سیدھے ان جنت میں پہنچ جائیں گے جو دائمی (خلدین) ہیں۔

ایک شخص (مثلاً فرعون) دنیا میں غرق کر دیا گیا اور وہ اس کے بعد ہی عذاب میں

۱۔ شیخ المذمولا نا محمود حسن دیوبندی (مرتب)

۲۔ یعنی جہاں البرازی کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر (مرتب)

ڈال دیا گیا گویا اس کا عذاب لگا رہا اور اس عذاب کو غلود (بیٹھکی) حاصل ہو گیا۔ بیٹھکی کے بلذات میں داخلہ بھی اسی طرح ہو گا کہ یہاں دنیا میں حکومت امن الطمینن و راحت کی زندگی بسر کرتے ہوئے خدا کی راہ میں شہید ہوئے تو سیدھے جنت عدن (بیٹھکی کے بلذات) میں پہنچ گئے۔

وَمَنْ يَتَوَلَّ يَعْذَبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا (جو شخص پیٹھ پھیرے گا اسے دردناک عذاب دیا جائے)

غلامی کا عذاب : جو لوگ امت اور طاقت کے بلوجود جہلوں میں حصہ نہیں لیں گے انہیں دوسری قوم کی غلامی کے عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا اور جو لوگ اس عذاب غلامی میں مبتلا ہونے کے بلوجود اس سے بچنے کی پوری کوشش نہ کریں گے انہیں اس میں مبتلا رکھا جائے گا۔

افسوس ہے اس قوم کے محل پر جو غلامی کا احساس بھی کھو بیٹھے اور بڑے الطمینن سے غیر فکر کی حکومت کا جوا برداشت کرتی رہے! اس کے عوام انقلاب یا جہلوں میں کیا حصہ لے سکتے ہیں؟



## صلح حدیبیہ میں ایک بھید

(18) لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ وَأَنَا بِهِمْ فَتَحًا قَرِيبًا ۝

(یعنی اللہ خوش ہوا مومنوں سے جب وہ بیعت کرنے لگے اس درخت کے نیچے پھر ان کے دلوں میں جو تھا وہ اللہ نے معلوم کیا، پھر اتارا ان پر اطمینان اور انعام دیا قریبی فتح کا)

موت سے مصافحہ : جب حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ کے سفیر حضرت عکرم غنی کی شہادت کی افواہ پہنچی۔ رسول اکرم ﷺ نے سب صحابہ کو بلا کر موت پر بیعت طلب کی۔ سب نے بن پر جیسے بیعت کر لی۔ یہ بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خداوند تعالیٰ نے آنے والی خونریز جنگوں کے پیش نظر مسلمانوں کو موت کے لئے تیاری کرانی شروع کر دی تھی۔ جو جماعت اہل مکہ کے مقابلے میں موت قبول کر لیتی ہے کیا وہ قیصر و کسریٰ سے مذاق کرنے جائے گی؟ سلطان محمد کی فوج قسطنطنیہ کے بادشاہ کے مقابلے میں کھینے کے لئے گئی تھی یا موت سے ہاتھ ملائے؟ واقعہ یہ ہے کہ جس دن سے مسلمانوں نے موت قبول کرنے کا یہ فکر چھوڑا ہے اسی دن سے ان کی حکومتیں برباد ہونے لگی ہیں۔ اب ہم اس حالت کو دیر تک برداشت نہیں کر سکتے۔ ہماری زندگی ایک دروٹاک عذاب میں جلتا ہے اب ہم اپنے ملک میں اپنی مضبوط حکومت بٹائے بغیر دم نہیں لے سکتے اب ہمیں بین الاقوامی جنگوں میں زیادہ دیر تک پھنسا کر پھنسا کر رکھا جا سکتا ہے اور نہ ہم محاذوں کی اطاعت کر سکتے ہیں کوئی پیر ہو، کوئی لیڈر ہو، کوئی حاکم ہو، وہ اپنے اپنے گھر جا کر مریں۔ اب ہمارے سر پر حکومت چلانا چھوڑ دیں۔ اب ہم ان کی ہمیں سن سکتے اب ہمیں اپنے ملک میں اپنی طاقت سے اپنی حکومت چلانی ہوگی۔ اس کے پروگرام پر غور کر کے اس کی مدد کو آگے پیچھے کرنا ہمارا کام ہو گا اب ہم کسی ایسے آدمی کی جو ہماری مصیبت میں شریک نہ ہو کوئی تجویز یا مشورہ سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اب ہم اچھی طرح سمجھ چکے ہیں کہ ہم

خلافت باطنہ کی مدد سے خلافت ظاہرہ کے قیام کے ساتھ اپنا قدم آگے بڑھا سکتے ہیں ہم اس اصول کو نہایت خوشی کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ اور خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت نبی اکرم ﷺ کی جماعت کے اس طریق عظیم کی تفصیل امام ولی اللہ دہلوی کی کتابوں میں مل گئی۔ یہ ہماری ضرورت تھی جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہماری رہنمائی فرمائی جو شخص ہماری معیبت میں ہمارا شریک نہیں ہے وہ ہملا ہماری ضرورت کو کیا سمجھ سکتا ہے؟ ہماری سکیم میں ایک زبان بولنے والا کردہ جو کلمہ میں ایک قسم کی یک رنگی رکھتا ہے ایک اکالی ہے جو شخص ان کی زبان نہیں بولتا وہ ان کی معیبت میں شریک بھی نہیں ہو سکتا۔

قومی حکومت : ملک کے ایک مستقل ٹکڑے میں جس میں ایک زبان بولنے والا کردہ رہتا ہے۔ اور جس میں اکثریت مسلمانوں کی ہے ہماری نقطہ یہ کوشش ہے کہ یہ اکثریت قانون سازی کی طاقت کی مالک بن جائے اور اس کے ووٹ کے بغیر وہیں کوئی حکومت نہ چل سکے اس کے لئے ہمیں اس اکثریت کو تعلیم دینی ہوگی۔ اسے مختلف سیاسی مسائل فکر (Schools of Politics) سمجھا کر اپنا مسلک معین کرنا ہوگا۔ جب ہم اس پروگرام سے فارغ ہو جائیں گے تو ہمیں کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

(ہے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ تیرے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے اس درخت کے نیچے)

اللہ کا اظہار خوشنودی : اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اظہار خوشنودی ان کے موت قبول کرنے پر ہوا ہے۔ ان لوگوں نے جس ضبط اور قربانی کا اظہار کیا ہے وہ یقیناً "قتل فخر" ہے کوئی جماعت اس اعلیٰ درجے کے ضبط اور قربانی کے بغیر کاسمائی کا تصور بھی نہیں کر سکتی یہ وہ جماعت ہے جس کے نمونے کی پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اور یہ ہر اس جماعت کے لئے جو کاسمائی کی خواہش کرے قیامت تک نمونے کی جماعت رہے گی۔

فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ (جو کچھ ان کے دلوں میں تھا اللہ اسے جانتا تھا)

یعنی وہ گھٹا ہوا جوش اور طاقتور ہونے کے باوجود منکوبانہ صلح کے ماننے پر مجبور ہونے سے پیدا ہونے والے جذبات جو ڈیڑھ ہزار کی عظیم الشان معظّم جماعت کے دلوں میں اندر



ہی اندر لہریں مار رہے تھے۔

فَاَنْزَلْنَا السَّيْکِیْنَةَ عَلَیْہُمْ (ان پر طہین امار)

محض جوش کافی نہیں : محض جوش کاسیابی کا کفیل نہیں ہو سکتا محض جذبہ قربانی منزل مقصود تک پہنچانے کی ہمیشہ کی گارنٹی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ٹھنڈے دل سے سوچنے اور غور کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنگ و صلح کی مصلحتوں پر غور کرنے میں مدد دینے والی نصیحتیں کر کے ان کے دلوں کو سکون بخشا انہیں موت قبول کرنے میں کوئی تشویش پیدا ہی نہیں ہوئی۔ اس لئے ان کا موت قبول کرنے کا جذبہ عارضی پہچانی حالت کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ سوچا سمجھا ہوا فیصلہ ہے جس پر انہیں پورا پورا اطمینان ہے۔ اس قسم کے فیصلے سے ایک مستقل مزاج جماعت کبھی نہیں بھرا کرتی۔

وَاَنَّا بَہُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا (اور انہیں قریبی فتح کا بدلہ دیا)

خیبر کی فتح کا وعدہ : انہیں یہاں لوٹ سے روک کر خیبر کی جنگ میں کاسیابی کا یقین دلایا۔

(9) (ا) وَمَغَازِیْمَ کَثِیْرَةً یَّاخُذُوْنَهَا (اور بے شمار غنیمتیں جو وہ لیں گے)

اور ان سے یہ وعدہ بھی کیا گیا کہ انہیں خیبر میں بہت سائل ہاتھ آئے گا۔ چنانچہ حدیبیہ سے واپس ہونے پر آپؐ نے اور آپؐ کی اس جماعت نے جو حدیبیہ میں آپؐ کے ساتھ تھی۔ تین ہفتے کے قریب مدینے میں قیام کیا اور پھر خیبر پر دھوا بول دیا۔ وہاں سے بہت مل ہاتھ آیا۔

(ب) وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا (اور اللہ عزت دینے والا حکمت دینے والا ہے)

”عزت دینے“ کا مطلب یہ ہے کہ ان کی سلطنت اتنی مضبوط اور وسیع بنادے گا کہ کوئی ان پر حملہ نہ کر سکے گا ظاہر ہے کہ اتنی بڑی سلطنت بہت سی قوموں کے ساتھ لڑ کر اور فتح پا کر ہی پیدا ہو سکتی ہے۔

(20) (ا) وَعَدَکُمُ اللّٰهُ مَغَازِیْمَ کَثِیْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا (اللہ نے ہمیں وعدہ دیا بہت سی غنیمتوں کا جو تم لوگ)

اللہ نے تم سے وعدہ کیا کہ تم بہت سی نعمتیں حاصل کرو گے۔  
 (ب) فَعَجَلَ لَكُمْ هُنِمْ (اس نے یہ (خیر کی فتح) قریب کر دی تمہارے لئے)  
 یعنی خیر کی فتح جلد ملے گی اس کے بعد درجہ بدرجہ دوسری فتوحات حاصل ہوتی رہیں گی۔

(ج) وَكَفَّ آيِدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۖ

(اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے)

وہ تم سے مقابلہ نہ کر سکیں گے۔

(د) وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ

(تاکہ یہ مومنوں کے لئے ایک نشانی ہو)

یہ بات مومنوں کے لئے ایک نشانی ہوگی۔ کہ اگر ہم موت کے لئے تیار ہو کر گئے تو لوگوں کے ہاتھ رک جائیں گے۔ اور وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ جیسے حدیبیہ اور خیبر میں

ہوا۔

(ه) وَهَدَيْكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝

(اور تمہیں سیدھی راہ پر چلائے گا)

تمہیں انسانیت کی بنیادی ہدایت صراط کی جائے گی جس کی آوم طیبہ السلام سے لے کر اب تک تمام نبی دعوت دیتے چلے آئے ہیں اور تمہیں اس کل قومی قانون کے چلانے کی طاقت دی جائے گی۔

(21) (ا) وَأَخْرَىٰ لَمْ نَقْدِرُوا عَلَيْهَا

(اور ایک اور فتح جو تمہارے بس میں نہیں آئی)

روم اور ایران کی فتوحات کلوعدہ : تم نے ابھی اپنے ان اور روم سے لڑنے کی تماری نہیں کی جب تم اس جنگ کے قتل ہو جاؤ گے تو اور نعمتیں بھی حاصل کرو گے۔

(ب) قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝

(وہ (فتح) اللہ کے قبو میں ہے اور اللہ ہر بات پر قدرت رکھنے والا ہے)

اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم ان کے مقابلے کے لئے بھی تیار ہو جاؤ گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان حدیبیہ کے واقعے تک اپنی قویٰ تعظیم کر چکے تھے۔ اب انہیں بین

الاقوامی غلبہ حاصل کرنے کے لئے تیاری کرنے کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے۔  
 (22) (۱) وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَقَاتِلُوا آلَ دُبَارٍ (اگر کافر تم سے لڑتے تو وہ ضرور چننے پھیر جاتے)

اس وقت کافر نہیں لڑے۔ گو بعض لوگ لڑنا چاہتے تھے اگر وہ لڑتے تو انہیں شکست ہوتی۔

(ب) ثُمَّ لَا يَجِلُّونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝

(پھر وہ کوئی حمایتی اور مددگار نہ پاتے)

انہیں کسی قہیلے کی طرف سے مدد نہ ملتی۔

(23) مُسْتَنَّاةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدُ لِسُنَّةِ اللَّهِ

تَبْدِيلًا ۝ (اللہ کی یہی سنت ہے اور یہ پہلے سے چلی آئی ہے تو اللہ کے اس

قہرے کو بدلنے ہرگز نہ پائے گا)

نبی کے مقابلے میں کافروں کا شکست کھانا قانون الہی ہے۔ یہ بھی نہیں بدل سکتا۔

طرح نبی کی تعلیم پر ملنے والی قوم بھی کبھی شکست نہیں کھا سکتی۔

(24) وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ

مِن بَعْدَ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝

(اور وہی ہے جس نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے کٹے کی

گھٹائی میں روک رکھے بعد اس کے کہ تمہارے ہاتھ لگا دیا انہیں اور جو کچھ تم

کرتے ہو اسے اللہ دیکھتا ہے)

اس سفر میں جنگ نہ ہونے کی وجہ : چند آدمی لڑنے کی کوشش کرنے کے لئے

آئے تو دونوں جماعتوں کے ہاتھ ایک دوسرے سے روک دئے گئے اہل مکہ ڈر گئے اور

انہوں نے مسلمانوں کا غلبہ مان لیا اور مسلمانوں کو نبی اکرم ﷺ کی حکمت عملی نے روکے

رکھ لیا اور لڑائی ہوتے ہوئے رہ گئی۔

(25) (۱) هُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَلُّوكُمُ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

وَالْهَآئِي مَعَكُمْ فَاِنْ يَبْلُغْ مَجْلَهُ (یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے الکاح کیا

نور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور نیاز کی قربانی بند پڑی رہ گئی اس بات سے کہ

اپنی جگہ پہنچے)

یہ لوگ مجرم تھے انہوں نے قرآن کے احکام کی خلاف ورزی کی۔ مسجد حرام سے روک اور ہدی (قربانی) کو اپنے مقام پر پہنچنے نہ دیا۔ یہ حقیقت میں شکست کے مستحق تھے۔ ان کی شرارت کے پلو جو انہیں شکست کیوں نہ دلائی گئی؟

(ب) وَلَوْ لَا رَجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَؤُوهُ فَنَنْصِبْكُمْ مِنْهُمْ مَعْرَظًا كَغَيْرِ عِلْمٍ (اگر نہ ہوتے کتے ایک مرد ایمان والے اور عورتیں ایمان والیاں جن کا تمہیں علم نہیں تھا کہ تم انہیں نہیں ڈالتے۔ پھر تم پر ان کی وجہ سے غرابلی پڑتی ہے خبری سے)

بات یہ ہے کہ چند کمزور اور عقاب مرد اور عورتیں جو ایمان والے ہیں۔ ان کے میں موجود ہیں۔ وہ اپنا ایمان ظاہر نہیں کر سکتے تم میں سے عام مسلمان انہیں نہیں جانتے۔ اگر لڑائی ہوتی تو انہیں بھی کفار کی طرف سے شریک ہو کر خواہ مخواہ تم سے لڑنا پڑتا اور وہ مارے جاتے۔ یا اگر وہ اس سے انکار کرتے تو خود کفار انہیں قتل کر ڈالتے۔ دونوں صورتوں میں وہ مقصد جس کے لئے تم کھڑے ہوئے ہو دنیا سے ظلم دور کرنا ہے خبری میں خود تمہارے ہاتھوں پہلو ہو جاتا اس طرح تمہیں بھی نقصان پہنچتا انہیں بھی۔

جنگ مقصود اصلی نہیں : اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کے نزدیک لڑنے کا اصل مقصد جنگ کرنا نہیں ہے اصل مطلب مظلوموں سے ظلم دور کرنا ہے چاہے وہ جنگ کے ذریعے سے ہو یا جنگ کو روک کر۔ اگر لڑائی سے ظلم زیادہ ہو جانے کا ڈر ہو تو لڑائی روک دی جائے گی اگر صلح سے ظلم دور ہوتا ہو تو صلح کر لی جائے گی چاہے وہ کیسی بھی کمزور شرطوں پر کیوں نہ کرنی پڑے۔

حکمت قرآنی کا ایک نکتہ : حکمت قرآنی کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ایک قوم میں اس قوم

۱۔ چنانچہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنی کو قریش کے پاس سفیر بنا کر بھیجا تو انہیں یہ بھی حکم دیا کہ ان کے میں جو مسلمان مرد اور عورتیں مومن ہیں ان سے مل کر انہیں فتح کی خوشخبری دیں اور انہیں خبر دے دیں کہ عقیقہ اللہ تعالیٰ کہ کرمہ میں اسلام کو ظہر عطا فرمائے گا پھر وہاں ایمان پوشیدہ رکھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔" (زوالاعطال جلد دوم ص 133)

صلح حدیبیہ کے بعد یہ لوگ اس قتل ہو گئے کہ اپنا اسلام ظاہر کر سکیں۔" (ایضاً ص 130) (مرتب)

کے لوگوں کے ہاتھوں انقلاب لایا جائے۔ چنانچہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے یہی طریق اختیار کیا۔ اس کی تفصیل حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ نے جنت اللہ البالغہ میں بیان فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مساجد میں اور انصار کا پہلا طبقہ قریش اور ان کے ارد گرد کے قبیلوں کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب یہ تھا کہ بعد اللہ نے ان کے ہاتھوں عریق اور شام فتح کرائے۔ پھر ان کے ہاتھوں فارس اور روم فتح کرائے۔ پھر ان کے ہاتھوں ہند، ترکستان اور سوڈان فتح ہوئے۔

خود قرآن حکیم میں بھی اس حکمت کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ چنانچہ سورہ صف 61 کے

آخر میں ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَأَمَّا مَنْ تَطَايَفَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ فَأَيُّنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عُلُوقِهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ (61)

(14)

(یعنی اے ایمان والو! تم اللہ کے مددگار بن جاؤ۔ جیسے عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا کہ کون ہے جو میری مدد اللہ کی راہ میں کرے؟ حواری بولے ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ چنانچہ ان کی کوششوں سے) بنی اسرائیل کا ایک فرقہ ایمان لے آیا اور ایک فرقہ منکر ہی رہا۔ پھر ہم نے بنی اسرائیل کے ایمان

1۔ جلد دوم باب الاول 2۔ عریق اور شام میں ملی ملی قومیں تھیں ان میں عرب بھی تھے ان عربوں کو ساتھ ملا کر عریق اور شام میں انقلاب برپا کیا گیا۔ ہمارے زمانے میں اس کی مثال آذربائیجان کے انقلاب کی ہے جس میں روسیوں کا ہاتھ تھا لیکن انقلاب کرنے والے آذربائیجانی خود تھے۔ روسیوں نے ان امرائوں سے کہہ لیا جن کا تعلق روسی علاقے میں رہنے والے امرائوں سے تھا (مرتب)  
3۔ یعنی اہل عریق کے ہاتھوں فارس کو فتح کر لیا۔ کیونکہ ان کا تعلق امرائوں کے ساتھ تھا اور اہل شام کے ہاتھوں روم کو فتح کر دیا۔ کیونکہ شامیوں کا تعلق روسیوں کا ساتھ تھا (مرتب)  
4۔ چنانچہ امرائوں نے ہندوستان اور ترکستان فتح کئے اور روسیوں کے ہاتھوں جوشہ فتح ہوا کیونکہ ان کا آپس میں تعلق تھا (مرتب)

لانے والے طبقے کو قوت دی ان کے دشمنوں پر اور وہ غالب آئے)  
گویا بنی اسرائیل کے اندر کام کرنے والی جماعت کی کوشش سے اس قوم کے اندر  
اقتلاب لایا گیا اور یہ طبعی بات بھی ہے کیونکہ عرب اٹھ کر چینوں میں انقلابی تحریک  
نہیں پھیلا سکتے۔ انقلاب لانے کے لئے ہر قوم میں وہی لوگ کام کر سکتے ہیں جو اس قوم کی  
زبان اور معاشرت میں شریک ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن نے عربوں میں عربی بولنے والی  
جماعت کے ذریعہ سے انقلاب پھیلا یا اور ایران میں فارسی بولنے والوں کے ذریعے سے۔  
گو انقلاب کی ابتدائی تعلیم دینے والے عرب ہی تھے۔ اب ہندوستان میں بھی ہر ایک مسلم  
لسانی گروہ میں اسی طرح الگ الگ انقلاب لانے کی ضرورت ہے۔

(ج) لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ۖ

(ناکہ اللہ داخل کرے اپنی رحمت میں جسے چاہے)

اللہ کی رحمت میں داخل ہونے والی جماعتیں : قرآن حکیم کو ایسی ہی جماعت  
کی ضرورت تھی جو اپنا فکر چلانے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی ظاہری شکست کو جس کی  
مصلحت امام اور اس کا شیر خاص یعنی صدیق اکبرؑ ہی سمجھتا تھا۔ قبول کر کے اس امام کی  
اطاعت پر قائم رہے۔ اسی قوت اطاعت نے انہیں آگے چل کر تمام دوسرے دینوں کے  
ماننے والوں پر غلبہ عطا کر دیا۔ اس قسم کا نظام اطاعت نہ یہودیوں میں موجود تھا نہ عیسائیوں  
میں۔ مجوسیت بھی اس سے خلی تھی اور دوسرے دین والے بھی اس کی مثل پیش کرنے  
سے عاجز تھے۔ یہ اللہ کا فضل تھا کہ اس نے بنی اسماعیل کی اس چھوٹی سی جماعت کو اپنی  
رحمت میں شامل کر کے انہیں ایسی شاندار طاقت ضبط عطا کی۔

دوسری جماعت جسے اللہ نے اپنی رحمت میں جگہ دی مسلمانوں کی وہ خفیہ جماعتیں  
تھیں جو کہ معظمہ میں موجود تھیں۔ اب صلح کے بعد انہیں اپنے اظہار کا موقع مل  
جائے گا۔

اللہ کی رحمت سے فائدہ اٹھانے والی تیسری جماعت ان لوگوں کی ہے جو اس صلح کے  
بعد مسلمانوں سے میل جول پیدا کریں گے اور ان سے اثر لے کر اسلام قبول کر لیں گے  
اور ان کے بعد وہ قومیں ہوں گی جو اسلام قبول کر کے قیامت تک قرآن کی خدمت کرتی  
رہیں گی۔

(د) لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ (۸)

وہ لوگ ایک طرف ہو جاتے تو ان میں سے جن لوگوں نے کفر اختیار کر لیا تھا  
انہیں ہم ضرور دردناک عذاب دیتے)

لڑائی کیوں رکی؟ : اگر وہ کمزور ایک طرف ہو جاتے تو ہم ان کافروں کو سخت عذاب  
دیتے۔ اور انہیں غریب پڑاتے۔ لیکن اب وہ مظلوم بھی ان کافروں میں ملے جلتے موجود  
ہیں۔ اگر لڑائی ہوتی تو وہ بھی پٹ جاتے۔ اس لئے لڑائی روک دی گئی۔

(26) (۱) اِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ  
فَاَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔

(جب کافروں نے جلی کد اپنے دل میں رکھی تو اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر  
اطمینان اتار دیا)

جب لڑائی ٹلنے کا فیصلہ معلوم ہو گیا تو کافر جاہلیت کی حمیت میں ان سے شرطیں  
منوائے بیٹھ گئے۔ ممکن تھا کہ ان شرطوں کی سختی کی وجہ سے لڑائی ہو جاتی۔ لیکن اللہ  
تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور مومنوں پر دل کا اطمینان نازل کیا اور وہ بڑے سکون سے  
بیٹھے رہے۔ اور انہوں نے وہ سب شرطیں مان لیں اور جاہلیت کے ان حامیوں کو موقع نہ  
دیا کہ لڑائی چھیڑیں۔

(ب) وَالْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ

(انہیں انصاف کی بات پر قائم رکھا)

ان مومنوں کا طریقہ یہ رہا کہ ابراہیمی دین کے احرام کے لئے انہوں نے سب کچھ  
قبول کر لیا۔ اگر لڑائی میں مومنوں کی طرف سے نفسانیت مقصود ہوئی تو جیسے کافر چڑا رہے  
تھے۔ یہ ضرور لڑ پڑتے لیکن یہ اپنی انصاف کی بات پر جے رہے۔

(ج) وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلُهَا

(اور وہی انصاف کے زیادہ لائق اور اہل تھے)

یہ انصاف قائم کرنے کے زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ یہ انصاف کی خاطر لڑتے ہیں اور  
انصاف ہی کی خاطر (ضرورت پڑے تو دہ کر بھی صلح کرتے ہیں۔ وہ جاہل جو ملت خبیثہ کی  
فصلی شکل لئے بیٹھے ہیں اور مر رہے ہیں اقتدار پر، انصاف کیا قائم کریں گے؟

(۱) وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ (اللہ ہر ایک بات جانتا ہے)

اس نے جو لڑائی روکنے کا حکم دیا ہے تو بھی ظلم ہی پر مبنی ہے۔ اور وہ یہ بھی اچھی طرح جانتا ہے کہ ان دونوں جماعتوں میں سے کوئی زیادہ اس قتل ہے کہ حق قائم کر سکے۔





## قرآنی انقلاب کا نصب العین

(27) (۱) لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّءُيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ أُمْنِِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ

(اللہ نے سچ دکھایا اپنے رسول کو خواب، تحقیق تم ضرور داخل ہو گے مسجد حرام میں اگر اللہ نے چاہا آرام سے، ہل موڑتے ہوئے اپنے سروں کے اور کھڑے ہوئے بے شکے)

نبی اکرم ﷺ کا خواب : اب واقعے کا نظریہ بیان آتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے خواب دیکھا کہ ہم مکہ میں پہنچے ہیں۔ عمرو ادا کیا ہے۔ کوئی ہل منڈا رہا ہے۔ کوئی چھوٹے کر رہا ہے۔ اور سب امن و امان سے وہیں بیٹھے ہیں۔ مہاجرین کی جماعت یہ خواب سن کر بے تاب ہو گئی۔ انہوں نے سمجھا کہ یہ وحی ہے۔ اس یقین کے ساتھ لوگوں نے مکہ جانے کی تیاری کر لی۔ آپ بھی تیار ہو کر عمرے کے لئے آگئے۔ مگر حدیبیہ کے مقام پر کفار نے روک دیا۔ اور آپ رک بھی گئے۔ اس پر لوگوں کے دلوں میں شبہ پیدا ہوا کہ یہ کیا ہوا؟ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال ہوگا؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ پھر ہوگا اور ضرور ہوگا اس آیت میں اسی خواب کا ذکر ہے۔

اُمْنِِينَ امن و امان سے بغیر لڑے بھڑے داخل ہو جاؤ گے۔  
لَا تَخَافُونَ تمہیں یہ خوف نہ ہوگا کہ تمہیں کوئی وہیں سے نکل دے۔  
(ب) فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا (اسے معلوم تھا جو تم نہیں جانتے تھے)

مکہ میں خفیہ مسلم سوسائٹیاں : اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے اگر تم لڑتے تو تمہارا اپنا ہی نقصان ہوتا۔ یعنی تمہاری اپنی پارٹی کے آدمی مارے جاتے۔ تمہیں ان کی خبر بھی نہ ہوتی۔

رسول اللہ ﷺ کو خبر دینے والی خفیہ سوسائٹیل مکہ میں موجود تھیں۔ انہی کے زور پر مکہ فتح ہوا۔ اگر اب لڑائی ہو جاتی تو وہ پس جلتے۔ ان کی نجات کا ذریعہ سوچ کر لڑائی ہونی چاہئے تھی۔ صلح کے بعد قریب قریب سب لوگ نکل آئیں گے۔ اور مدینے پہنچ جائیں گے یا اپنا کوئی اور انتظام کر لیں گے اس لڑائی میں اچانک ہمیں پس گئے۔ اگر وہ پس جاتے تو مسلمان اپنے ہاتھوں اپنی طاقت برباد کرنے والے ہوتے۔ یہ چیز اللہ جانتا ہے۔ عام مسلمان اس بات سے بے خبر تھے۔

(ج) فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ۝

(پھر مقرر کر دی اس سے ورے ایک نزدیکی فتح)

”نزدیکی فتح“ سے خیر کی فتح مراد ہے۔

(28) هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ

عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝

(وہی ہے جس نے اپنے رسول کو سیدھی راہ اور سچا دین دے کر بھیجا کہ اس دین کو ہر ایک دین پر غالب کر دے اور اللہ حق ثابت کر دینے کے لئے کافی ہے)

قرآن کا مقصد : جس طرح حدیبیہ، خیر اور فتح مکہ کے واقعات ہیں ان کی جزئیات (Detaile) کو یاد رکھو اور ان کے مطابق تمام دنیا پر غلبہ حاصل کرو اس قسم کے ضبط اور ایثار والی جماعت ہی غلبہ حاصل کر سکتی ہے خداوند تعالیٰ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ تم ہی غالب رہو گے۔ چنانچہ بعد کے واقعات نے اسے صحیح ثابت کر دیا۔

هُدًى دین کی اصل روح اور حکمت۔

دِينِ الْحَقِّ سچا دین جو دائمی قانون پر مشتمل ہے۔ کیونکہ وہ انسانیت کے اصلی تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ اس دین (قرآن) کو باقی تمام دینوں پر غالب کرنا ضروری ہے اور اسے ہمیشہ غالب رہنا چاہئے۔ یہ ہمیں کہ پہلے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں غالب آیا پھر قیامت سے پہلے غالب آجائے گا اور غلبے سے محض علی غلبہ بھی مراد نہیں ہے، بلکہ سیاسی غلبہ بھی اس میں شامل ہے یعنی قرآنی قانون، قانون کی حیثیت سے



(1) کسری ایران

(2) قیصر روم

ان دونوں بادشاہوں کے دین دوسرے دینوں پر غالب تھے اور ان دونوں دینوں کا اہتمام کی طرف میلان تھا اور عقیدہ ارجاء<sup>۱</sup> دونوں پر غالب تھا خود کسری اور قیصر بھی ان دینوں کے حامی تھے اور ان کے امراء اس عقیدے کے مطابق کہ النَّاسُ عَلَى دِينٍ مُّوَدَّعٍ<sup>۲</sup> (لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں) اپنی باتوں اور اپنے کاموں میں انہی کی طرف مائل تھے۔ چنانچہ قیصر کے اہل علم میں روم، روس، جرمنی، افریقہ، شام، مصر یعنی مغربی ممالک اور حبشہ نصرانیت کے پیرو تھے۔ اور خراسان، توران، ترکستان، زولستان اور ہندوخیبر کسری کے اہل علم میں محسوس تھے اور یہودیت، مشرکوں کا دین، ہندوؤں کا دھرم اور صلیبوں کا مذہب ان دونوں بادشاہوں کے دبدبے کے نیچے تھے اور کمزور ہو کر ان کے مطیع ہو چکے تھے۔ پس ظہور دین اسلام اور کافروں اور قانون شکنوں کو برباد کرنے کے داعی<sup>۳</sup> نے کسری و قیصر کی حکومتوں کو برباد کرنے کی شکل اختیار کی۔ کیونکہ جب یہ دونوں حکومتیں برباد ہو جائیں گی سب سے بڑے اور سب سے مشہور دین شکست کھا جائیں گے۔ (ازالہ الخفا مقدمہ اول ص 43)

اس کے بعد ہر زمانے میں اس قانون کو غالب رکھنا مسلمانوں کا فرض ہے۔

(29) (۱) مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ (محمد رسول اللہ اور اس کے ساتھی)

نبی اکرم ﷺ کی اجتماعی حیثیت : اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک اجتماعی تحریک ہے۔ اکیلے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا کام نہیں ہے۔ وہ منزل۔ رقاء کا جمع کرنے والے ہیں۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اور ان کے مشورے سے کام کرتے ہیں۔ ان کی نبوت کی حیثیت جداگنا، مستقل حیثیت ہے۔ اس میں ان کا کوئی شریک نہیں اور نہ ان کا کوئی مشیر ہے) قرآن حکیم میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی اس اجتماعی حیثیت کی طرف دلچسپ اشارے موجود ہیں۔ مثلاً

(۱) فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَآخَرُوا جُؤَا مِّنْ دِيَارِهِمْ (آل عمران 3: 195)

(جن لوگوں کو گھربار سے ہجرت کرنی پڑی اور جن کو اپنے وطن سے نکال لیا)

۱۔ کھانے پینے اور نکاح کے معاملے میں کسی قاعدے کی پابندی نہ کرنا اور ہر چیز کو جائز سمجھنا (مرتب)  
 ۲۔ یہ عقیدہ کہ جو چاہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جس دے سکے (مرتب)

ظاہر ہے کہ وہ تما حضرت نبی اکرم ﷺ میں تھے بلکہ آپ اور آپ کے ساتھی سب مراد ہیں۔

(2) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ احْسَبْكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
(سورہ انفال 8: 64) (اے نبی! اللہ تجھے اور تیرے مومن ساتھیوں کے لئے کافی ہے)

اس میں بھی نبی اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو ملا کر ایک جماعت ظاہر کیا گیا

(3) ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ  
(یعنی پھر اللہ نے اپنے رسول اور مومنین سب پر الطمینان قلب نازل فرمایا) (توبہ 26: 9)

(6) لَكِنَّ الرُّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَلُوا بِأَمْوَالِهِمْ  
وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ  
(توبہ 88: 9)

(یعنی رسول اور وہ لوگ جو اس کے شریک ایمان ہیں۔ اپنے مال و جان سے اللہ کے راستے میں جملہ کرتے ہیں جملہ بھلائیں ان سب کے لئے ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں)

یہاں بھی صحابہ کرام کو رسول کا شریک ایمان یا رفیق فکر اور جملہ میں شریک یعنی رفیق عمل ظاہر کر کے کامیابی کے نمونے کے لئے ساری جماعت کو پیش کیا گیا۔  
یہی وہ چیز ہے جسے حضرت نبی اکرم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے بھی مَآ أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي (جس اصول کار پر میں اور میرے ساتھی ہیں) کے الفاظ میں ظاہر فرمایا ہے۔

مشورہ کرنا آنحضرت ﷺ کے لئے ضروری تھا: آپ کی یہی اجتماعی حیثیت ہے جو مشورہ کرنے کے حکم کو قبول کر سکتی ہے جس کا ذکر قرآن حکیم میں ان لفظوں میں آیا

وَشَاوَرَهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِنَّا عِزَّمْتُ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (آل عمران 3)

(159:

(ان سے معاملات ملی میں مشورہ (ضرور) لیا کرو۔ اور جب پختہ ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو)

امام ابو بکر جراح الرازی الحنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

حضرت نبی اکرم ﷺ پر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنا لازم تھا۔ دینی امور میں بھی اور ان امور میں بھی جن کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی صریح حکم موجود نہ تھا۔ اور دنیاوی امور میں بھی۔۔۔۔۔ یہ غلط ہے کہ یہ مشورت محض ان کا جی خوش کرنے اور ان کی قدر بدھانے کے لئے تھی اور اس لئے بھی کہ آپ کی امت اسی طرح کرے۔ کیونکہ جب کسی کو معلوم ہو کہ مجھ سے جس امر کے متعلق مشورہ لیا جا رہا ہے اور جس بارے میں صحیح رائے پوچھی جا رہی ہے اس کے متعلق میں نے ایک مشورہ اپنی پوری کوشش سے پیدا بھی کر لیا۔ یا سوچ بچار کر کے کوئی صحیح رائے قائم کر لی تو بھی اس پر عمل نہ کیا جائے گا اور نہ اسے قبول کیا جائے گا۔ تو بھلا اس مشورت سے اس کا جی کیا خوش ہو سکتا ہے اور اس کی قدر کیا بدھ سکتی ہے؟ بلکہ اس کا اثر الٹا یہ ہو گا کہ ایسے مشورہ لینے والے سے وحشت پڑے گی۔ کیونکہ اسے علم ہو گا کہ میری رائے نہ کسی کو سنی ہے اور نہ اس پر عمل کرنا ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

(نبی ﷺ کے لئے ضروری تھا کہ آپ اپنے ساتھیوں سے ان معاملات میں مشورہ کرتے جن میں کوئی صریح حکم موجود نہ تھا البتہ صریح احکام کے بارے میں مشورہ ناجائز تھا۔ مثلاً یہ پوچھنا کہ نماز ظہر یا عصر کے بارے میں یا زکوٰۃ یا روزے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ بالکل غیر ضروری تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مشورے کا حکم دیتے وقت یہ نہیں کہا کہ فلاں بات میں مشورہ کرو اور فلاں میں نہ کرو اس لئے لازم تھا کہ ہر دو معاملات میں صحابہ کرام سے مشورہ لیتے۔“

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

”عزیمت (ہنّہ ارادہ) کا ذکر مشلورت کے بعد آیا ہے۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں وہ عزیمت مراد ہے جو مشلورت سے پیدا ہو۔“ (احکام القرآن جلد دوم ص 41 طبع بیروت)

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت کے مطابق آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ عزم سے کیا مراد ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ (مُشَاوَرَتُ أَهْلِ الرَّأْيِ ثُمَّ اتِّبَاعُهُمْ) یعنی جو لوگ مشورہ دینے کے قائل ہوں۔ ان سے رائے لے کر ان کی رائے کی پیروی کرنے کا نام عزم ہے۔

مشلورت کی اہمیت : لیکن الوسوس ہے کہ مسلمانوں نے عام طور پر حضرت نبی اکرم ﷺ کے اس بلند اجتماعی تصور کو آپؐ کی انفرادیت میں گم کر دیا۔

مشلورت کا مسئلہ اسلام میں بہت بڑا مسئلہ ہے۔ لیکن اسلامی حکومتوں کو مشورے سے خالی کر کے مطلق العنان، جابل حکمرانوں اور امیروں کا کھیل بنا دیا گیا۔ وہ مسلمانوں کی امت (سرکاری خزانے) سے اپنی شہوت پرستیوں پر روپیہ صرف کرتے ہیں۔ وہ بڑی سے بڑی مصلحت کے مقابلے میں خیانتیں کرتے ہیں اور ان سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ اس قسم کی غلطیوں کا غمناک مسلمانوں کو صرف اس غلط تفسیر کی وجہ سے بھگتنا پڑا۔ ورنہ ہر ایک مسلمان ایک حاکم کے اوپر تنقید کر سکتا ہے۔ وہ حاکم کیوں قانون الہی کی اطاعت نہیں کرتا؟ اگر وہ اطاعت نہیں کرتا تو کس بنا پر ہم سے اطاعت کا طلبگار ہوتا ہے؟ یہ طاقت مسلمانوں میں پھر سے پیدا ہو سکتی ہے۔ اور اس سے ان کی جماعتی زندگی آسانی کے ساتھ قرآن کے مطابق بن سکتی ہے۔

۱۔ الفاظ کی ترتیب یوں ہے: وَشَاوَرُوهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِنَّا عَزَمْتُمْ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ظاہر ہے کہ اس میں مشاورت (ان سے مشورہ لیا کر) پہلے واقع ہوا ہے اور ثُمَّ عَزَمْتُمْ (جب تو ہنّہ ارادہ کرے) بعد میں آیا ہے۔ (مرتب) جب تازہ ترین مثل حکومت ایران کی ہے۔ کہ 942ھ میں اتالیگوں نے روپے کے ٹکے بڑے پرچہ گھنٹوں میں سارے ایران پر بھجوا کر لیا۔ (مرتب)

حقیقت یہ ہے کہ شوریٰ کو مستحب بنا کر اسے سیاست اسلامی سے نکل ڈالنے والے لوگوں نے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔

صحابی سے کون مراد ہیں؟ : ایسے ہی صحابی کی وہ تعریف عوام میں مشہور ہو گئی ہے جس سے بہت غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ صحابی کی یہ تعریف کہ اس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو حدیث کی روایتیں جمع کرنے کی خاطر بتائی گئی ہے ورنہ اصل میں سیرت نبوی کے اعتبار سے صحابی وہ ہے جس نے آپ کی معیت لازم پکڑی اور آپ کے ساتھ آخر تک انقلاب میں شریک رہا۔ تکلیفیں اٹھائیں اور اس تحریک کی صداقت کے متعلق پورے یقین کے ساتھ یہ اطمینان کر لیا کہ انسانیت کے لئے اس کے سوا اور کوئی پروگرام نہیں ہے۔<sup>2</sup> یہی وجہ وہ لوگ ہیں جن کی تعریف قرآن حکیم ان الفاظ میں کرتا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ  
أَوْوُوا وَانصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ  
كَرِيمٌ (انفال 74:8)

(یعنی جو لوگ ایمان لائے جنہوں نے اپنے گھر چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے انہیں جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی ہیں سچے مسلمان۔ ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے)

ا۔ مستحب وہ امر ہے کہ اس پر عمل کریں تو اچھا ہے اور نہ کریں تو کوئی ہرج بھی نہیں۔ (مرتب)  
ب۔ چنانچہ محدث ہاذی شرح برہان میں رقمطراز ہیں کہ:

لسنا نعني بقولنا "الصحابه علول" كل من رآه صلح يوم ما "او زراه لما ما" او اجتمع به لغرض وانصرف مكث انما فعني به الذين لا زموه وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذي انزل معه اولئك هم المفلحون (مقول از اسوہ صحابہ از مولانا محمد سعید انصاری جلد اول ص ۱۱ بحوالہ "فتح المغيث" ص 377) یعنی جب ہم کہتے ہیں کہ الصحابہ ہمدول (صحابی سب علول ہیں) تو اس سے ہماری مراد ہر وہ شخص نہیں جس نے آنحضرت ﷺ کو کسی روز دیکھ لیا یا کبھی زیارت کر گیل یا کسی کام سے آیا اور فوراً "واہی لوٹ گیل" بلکہ ہماری مراد ان بزرگوں سے ہے جنہوں نے آپ کی معیت لازم پکڑی جہاں آپ کی مدد کی۔ آپ کی حمایت میں آپ کے دشمنوں سے لڑے۔ اور اس نور کی پیروی کی جو آپ پر نازل ہوا۔ یہ لوگ ہیں جو حقیقی معنوں میں کلمایا بے ہوسکتے (مرتب)



رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کی جنہوں نے آپ کی سیرت (حالات زندگی) کے بنائے میں حصہ لیا چند مفتیں ہیں۔

(1) أَشَدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ (کافروں پر سخت)

نبی ﷺ کے ساتھی اشداء علی الکفار ہیں : ان کی سختی کے دو پہلو ہیں: یہ لوگ مخالفوں سے لڑنے میں بڑے سخت ہیں۔ کہ موت قبول کر کے لڑنے کے لئے جلتے ہیں۔  
(2) جو لوگ اس تحریک کے کلمہ کلا دشن (کافر) ہیں۔ یہ لوگ ان کافروں کو انتہائی سزا دینے کے طرفدار ہیں۔ قتل کی ضرورت ہو تو قتل کر دئے جائیں۔ ورنہ جو اس سے کم سزا ضروری ہو وہ دی جائے۔

قتل ہمیشہ اسی وقت کیا جائے گا جب انہوں نے قتل کیا ہو یا وہ لڑنے کے لئے تیار ہوئے ہوں۔ ورنہ ان کی انتہائی سزا یہ ہے کہ ان کی سیاسی تحریک روک دی جائے اور انہیں سیاست میں حصہ نہ لینے دیا جائے ان کی عقلمندی سے جو ارتقا اور ترقی قاعدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان سے جماعت کو محروم کرنا مقصود نہیں ہے۔  
(2) رَحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (انہیں میں رحمت)

وہ ”رَحَمَاءُ بَيْنَهُمْ“ بھی ہیں : جو لوگ اس تحریک کی تائید میں ان کے ساتھی ہیں ان کے لئے ان کے پاس سوائے رحمت کے اور کچھ نہیں۔ جیسے ماں باپ اپنی اولاد پر رحمت کرتے ہیں۔ ایسے ہی یہ لوگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ رحمت سے پیش آتے ہیں اور اپنے بعد آنے والوں کے لئے بھی رحمت کے دروازے کھولتے ہیں جس شخص کے متعلق امکان نظر آتا ہے کہ وہ اس تحریک کی تائید کرے گا۔ اسے مخالف بننے کا موقعہ نہیں دیتے۔

ان کے جو ساتھی مظلوم اور ضعیف ہیں۔ اگرچہ یہ انہیں پہچانتے بھی نہیں۔ مگر ان پر رحم کرنے کے لئے اپنی تمام عزت قربان کر دیتے ہیں۔ جیسے انہوں نے حدیبیہ کی صلح میں کیا۔ یا حضرت فاروق اعظم نے عراق کی زمین فوجیوں میں تقسیم کرنے سے اس مقام پر انکار

---

۱۔ جنگ بدر میں جو کافر قیدی گرفتار ہو کر آئے حضرت عمرؓ نے ان کے متعلق تجویز کیا کہ ہر ایک مسلمان ان میں سے اپنے اپنے عزیزوں کو قتل کر دے۔ (مرتب)

کر دیا تھا کہ ان اراضی کا فائدہ بعد میں آنے والی نسلوں کو ملنا چاہئے۔ (ازالہ المفہم: امام ربی اللہ  
دہلوی مقصد دوم ص 127)

فائدہ نہ یہ ایک طبعی چیز ہے کہ اگر کسی جماعت میں مختلف جماعت کے خلاف دشمنی کے  
جذبات پیدا کروئے جائیں تو خود اس جماعت کے اندر محبت و رحمت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو  
جماعت قرآن حکیم کو تمام دعوں پر غالب کرنے کے لئے اٹھے۔ اسے اپنے اندر اتنا اور بے  
کی محبت و رحمت پیدا کرنی چاہئے۔ اور اس آپ کی محبت کے جو نقائص ہیں وہ پورے  
کرنے چاہئیں۔ یعنی آپس میں کامل تعاون اور ایک دوسرے کی ضروریات کی کفالت۔

(3) تَرَاهُمْ رُكْعًا سَّجِدًا (تو دیکھتا ہے، انہیں رکوع میں اور سجدے میں)  
خدا پرست لوگوں کی اصطلاح میں رکوع اور سجدہ خدا کے سامنے اپنی ذمہ داری کا  
مظاہرہ ہے۔

رکوع کیا ہے : رکوع کا مطلب یہ سمجھنا چاہئے کہ ذمہ داری کا جو بوجھ اللہ نے ہم پر  
ڈالا ہے ہم اسے بجا کر رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو جو دل و دماغ دیتا ہے اسی  
نسبت سے اس پر فرض عائد کرتا ہے یہ فرض اس پر ایک بوجھ ہے جسے وہ رکوع کی شکل  
میں اٹھاتا ہے۔ گویا وہ اقرار کرتا ہے کہ میری جو ڈیوٹی مقرر کی گئی ہے میں اسے خوشی کے  
ساتھ قبول کرتا ہوں۔ اور اس پر اسی طرح نگاہ رکھوں گا۔ جیسے ایک حیوان ایک انسان کے  
آگے اپنا فرض ادا کرتا ہے۔

سجدہ کیا ہے؟ : سجدہ یہ ہے کہ میں کامل اطاعت کا اعلان کرتا ہوں۔ پہلا سجدہ کر کے  
اعتراف کرتا ہوں کہ میری جان تیری راہ میں حاضر ہے۔ دوسرے سجدے کے ذریعے اس  
امر کا اعتراف مقصود ہے کہ ہر وہ چیز جس کا تعلق میری جان کے ساتھ ہے۔ مل و  
اولاد۔۔۔ سب کچھ تیری راہ میں قربان کرتا ہوں۔ یہ تکمیلی درجہ ہے۔ اور اِنَّ اللّٰهَ  
اَشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ۔ (التوبہ 9: III) کی عملی تفسیر  
ہے۔

جو انسان اپنے فرض کے ادا کرنے سے قاصر رہا۔ وہ انسانیت سے گر گیا۔ اگر اس

نے اپنا فرض پورا ادا کر دیا تو وہ تعریف کے قائل ہے۔ یہ رکوع کی تکمیل ہے لیکن ایک محض اس سے بھی آگے بڑھ کر اپنے فرض سے بھی زیادہ کام کرتا ہے وہ جن و مل اور سب کچھ مکمل طور پر اس انقلاب میں جموٹک رہتا ہے۔ یہ سجدہ ہے۔

تَزَابُهُمْ رُكْعًا سَجْدًا (تو انہیں رکوع اور سجدہ میں دیکھتا ہے) سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کی ساتھی اپنے کام میں غرق ہیں۔ وہ اس کی تکمیل کے بغیر دم نہیں لیں گے۔ اور اسے اتنا تک پورا کریں گے وہ اس کی تکمیل پر جن و مل سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں۔

اسی آلوگی اور عمل کا نتیجہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کی آخری زندگی میں یہ آیت نازل ہوئی کہ:

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي (5:3)  
(میں نے آج تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی)

بقول امام ولی اللہ دہلوی اتمام نعمت سے مراد بین الاقوامی حکومت رہتا ہے۔ یہ ورثت قیامت تک پھل لاتا رہے گا۔

(ج) يَسْتَعُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ (وہ اللہ سے فضل مانگتے ہیں)

فضل کیا ہے: اگر وہ محض فرض ادا کرتے تو وہ اپنا حق پورا پاتے۔ مگر وہ زیادہ ترقی چاہتے ہیں۔ اس لئے تکمیلی کام بھی کرتے ہیں۔ وہ اس فضل کی وجہ سے قوموں کی دوڑ میں اتنا آگے بڑھ جائیں گے کہ وہ سب کے امام بن لئے جائیں گے اس لئے انہیں یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا ذُرِّيَّتَيْنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (الفرقان 25:74)

(ہاں بچے ایسے ہوں کہ ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ یعنی اپنے گھر میں جو پروگرام چلانا چاہتے ہیں۔ وہ انہیں پورا ہوتا نظر آئے جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ خدا سے ڈر کر انصاف کرنے والے متقیوں کے امام بنیں)

(د) وِرْضَوَانَا (اور اللہ کی رضا)

رضوان سے کیا مراد ہے؟ : اللہ کی رضا اس کی تجلی میں محبت سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ نے انسان کے کلمات کے دو حصے کر دیئے ہیں:

- (1) ارتفاق یعنی دنیا میں آرام سے زندگی بسر کرنے کے ڈھنگ۔
- (2) اقتراب یعنی قرب الہی میں ترقی کرنا یا دوسرے لفظوں میں حظیرۃ القدس میں مقام حاصل کرنا۔

رضوان کا تعلق اقتراب سے ہے۔

اس جمل کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کے قلب میں ایک آئینہ ہے۔ جس میں اللہ کی تجلی کا عکس آتا ہے۔ اس آئینے کو جتنا زیادہ صاف کیا جائے اتنا ہی یہ عکس زیادہ روشن اور صاف آئے گا اس تجلی کا جو نزول انسان کے قلب میں ہوتا ہے اسے قرب الہی (اقتراب) سمجھنا چاہئے۔ اور تجلی کا نازل ہونا ہی اللہ کی خوشنودی (رضوان) کی علامت ہے۔ اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ انسان اس دنیا میں رہتا ہوا علماء اعلیٰ کے ساتھ تعلق قائم کر لیتا ہے۔ اور وہ اللہ کی شالوں کا ہر وقت احساس کرتا رہتا ہے اور جاہد نہیں ہو جاتا۔ صلح انقلابی ذہنیت کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے ایسا انقلابی مرنے کے بعد حظیرۃ القدس میں جگہ پاتا ہے۔

اللہ کا فضل انسان کی ارتقائی زندگی کا انتہائی درجہ ہے۔

اللہ کا رضوان انسان کی اقترابی زندگی یعنی اللہ کا قرب اور نزدیکی حاصل کرنے کا آخری

درجہ ہے۔<sup>۱</sup>

نبی اکرم ﷺ کی جماعت کی خوبی : مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ (محمد رسول اللہ اور ان کے ساتھی) سے جو جماعت پیدا ہوئی ہے اس کی زندگی ارتفاق اور اقتراب دونوں کے لحاظ سے نمونے کی زندگی ہے۔ انہوں نے بین الاقوامی حکومت بھی پیدا کی اور قرب الہی کے بھی اونچے سے اونچے درجوں تک پہنچے۔ ان کا یہ کارنامہ قیامت تک کے انقلابیوں کے لئے اعلیٰ درجے کا نمونہ ثابت ہوگا۔ بیچ میں اس نمونے پر اور نمونے ڈالتے رہیں گے۔ لیکن اصل نمونہ یہی ہوگا۔ حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ نمونے کے اس اولین دور کو حضرت عثمانؓ کی شہادت پر ختم مانتے ہیں۔ اور اس دور کی تاریخ

کے جس اعلیٰ پائے کے وہ شرح کرنے والے ہیں اس سے بہتر کوئی دوسرا عالم نہیں مل سکتا۔  
اس سے پہلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ قرآن کا قانون بین الاقوامی درجے پر غالب رہنا  
چاہئے۔ یہ جماعت اپنے فیصلے سے اس ذمہ داری کو قبول کرتی ہے۔ یَتَنَفَّوْنَ (چاہتے  
ہیں) سے یہی مراد ہے کہ اپنی مرضی اور فیصلے سے ”چاہتے ہیں۔“

(۵) سَيِّمًا هُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ  
(ان کی مثالی بن کے مونہوں پر ہے سجدے کے اثر سے)

سجدے کی روح ————— قربانی ————— ان کے اندر داخل ہو چکی ہے اور اس سے  
وہ اس قدر متحرک ہو چکے ہیں کہ ان کے چہرے سے ایک نور ابھرتا ہے وہ ہر ایک مصیبت کو  
مداشت کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ انہیں راہ حق سے کوئی مصیبت ہٹا نہیں سکتی۔

(۶) ذَلِكُمْ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ  
(ان کی یہ مثال تورات میں (پہلے ہی) بیان کر دی گئی ہے)

تورات اور انجیل میں اس جماعت کا ذکر : تورات میں اس کا اشارہ مجمل ہے۔  
چنانچہ تورات میں ہے کہ میں بنی اسماعیل کو اتنا ہی بدھاؤں گا جتنا بنی اسحاق کو۔ میں انہیں  
ایک بڑی قوم بنائوں گا۔

(۷) وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطَاءً فَازَرَهُ  
فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَا عَلَى سَوْقِهِ يُعْجِبُ الزَّرَّاعُ

(اور انجیل میں ان کی مثال جیسے کہتی ہے نکلا اپنا پھل پھر اس کی کمر مضبوط  
کی۔ پھر وہ موٹا ہوا پھر کھڑا ہو گیا اپنی تل پر۔ خوش لگتا ہے کھیتی والوں کو)  
اس سلسلے میں انجیل کے مندرجہ ذیل تعلقات لائق توجہ ہیں :

انجیل مرقس باب 4 آیات 3-9 میں ہے کہ :

”سنو“ دیکھو، ایک بونے والا بیج بونے نکلا اور بونے وقت ایسا ہوا کہ کچھ راہ کے  
کنارے گرا اور پرندوں نے آکر اسے چک لیا۔ اور کچھ پتھریلی زمین پر گرا  
جہاں اسے بہت مٹی نہ ملی، اور گہری مٹی نہ ملنے کے سبب جلد اگ آیا۔ اور  
جب سورج نکلا تو جل گیا اور جڑ نہ ہونے کے سبب سوکھ گیا۔ اور کچھ جھاڑیوں  
میں گرا۔ اور جھاڑیوں نے بڑھ کر اسے دھال لیا۔ اور وہ پھل نہ لایا۔ اور کچھ چھپی

زمین پر گرا وہ اگا اور بڑھ کر پھلا اور کوئی تمیں گنا کوئی ساتھ گنا کوئی سو گنا پھل  
لایا۔

پھل لانے کی مزید کیفیت آگے چل کر آیات 26-27-28 میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

اور اس نے کہا: خدا کی ہولناہیت ایسی ہے جیسے کوئی آدمی زمین میں بیج ڈالے  
اور رات کو سوئے اور دن کو جاگے اور وہ بیج اس طرح اُگے اور بڑھے کہ وہ نہ  
جلے، زمین آپ سے آپ پھل لاتی ہے پہلے پتی، پھر پائیس، بعد اس کے پھلوں  
میں تیار دالے۔

(ح) رَبِّیْ غَیْظُ بِهِمُ الْكُفَّارُ (نما کہ ان سے کافروں کا بیج جلائے)

خدا نے قوموں کو رسولوں کے ذریعے سے اپنی کتابیں اور ہدایتیں دیں۔ وہ لوگ اس  
دین کی عزت کرتے اور اپنی کتاب پر عمل کرتے تو ان کی عزت قائم رہتی اور ان پر کوئی  
دوسرا حاکم نہ ہو سکتا مگر انہوں نے ان کتابوں کی عزت نہ کی اور اپنے دین کا احترام قائم نہ  
رکھا بلکہ اس کی عملاً مخالفت کی یہ کفار ہیں۔

اب ایک دہدار جماعت پیدا ہوتی ہے جو ان پر غالب آجاتی ہے۔ کفار اپنے آپ کو  
بھی دہدار سمجھتے ہیں انہیں غصہ آتا ہے یہ لوگ ہمارے دین پر غالب کیوں آگئے؟ لیکن  
حکمت الہی کا تقاضا ہے کہ یہ باعمل جماعت جو مرنے پر آمادہ ہے۔ ان ہاتھ پر ہاتھ دھر کر  
بیٹھنے والوں یا غم دلی سے اپنے دین کو ماننے والوں پر غالب آجائے۔

ان نام نلو ”دہدار“ قوموں کو مغلوب کرنا ایک دن کا کام نہیں ہے۔ یہ انقلاب  
قیامت تک جاری رہے گا۔

کیا مہاجرین کی پہلی جماعت کے ذریعے ہندوستان، ترکستان اور سوڈان فتح ہو سکتے تھے؟  
پس قرآنی تحریک کی ترقی ایسی ہے جیسے کھیتی کا نشوونما پاتا۔ یہ جمہور منبر کا کام نہیں ہے۔  
ارتقائی کام ہے۔ یہ طبعی چیز ہے ہو کر رہے گی۔ مگر بعض لوگ جن کی نظر قرآن پر گہری  
نہیں ہے طبعی رفتار کو دین سے الگ کرتے ہیں لیکن ہم امام دلی اللہ کے واسطے سے نچر اور  
دین کو ایک ہی چیز مانتے ہیں۔ یہ تحریک اس کی مثل ہے یعنی جس طرح بیج پونے کے بعد  
کھیتی طبعی رفتار سے ترقی کرتی ہے۔ ایسے ہی یہ قرآنی تحریک طبعی طور پر ترقی کرے گی۔

اور تمام دنیا پر چھا جائے گی۔

یہاں تک حضرت نبی اکرم ﷺ کی جماعت کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں جو ان کی کلمہ پائی کے کفیل بنے۔ اب ایک کلمے کے طور پر جامع اصول بیان کیا جاتا ہے۔  
 (ط) وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً  
 وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝ (ان میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔ ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ انہیں معافی ملے گی اور بڑا اجر ملے گا)

یہ نمونے کی جماعت ہے : اس اثر پیش تحریک کو چلانے والی جتنی جماعتیں ہیں۔  
 الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (ان سب سے وعدہ ہے کہ ان کی غلطیاں معاف کر دی جائیں گی۔ بشرطیکہ وہ اس پروگرام پر چلتی رہیں وہ اس تحریک سے بڑے بڑے فائدے حاصل کریں گے اس دنیا میں بھی اور اس دنیا میں بھی۔

رسول اللہ کی جماعتی کلمہ پائی جو نمونے کے طور پر قرآن کی عملی زندگی پیش کرتی ہے۔  
 وہ اس آخری آیت میں ضبط کر دی گئی ہے اس نمونے پر قیامت تک عمل کرنا ہوگا۔ اب قرآن شریف کو کسی اور نمونے کی ضرورت نہیں ہوگی اور نہ انسانیت کو کسی اور کتب الہی کی حاجت ہوگی۔ تمام مسلمانوں پر ایسی جماعت کا قائم رکھنا فرض ہے۔



## سورۃ فتح کا خلاصہ

اور

### سورۃ حجرات کے ساتھ ربط

سورۃ فتح کا خلاصہ : سورۃ فتح میں قرآن حکیم کے عظیم الشان نصب العین کا اعلان کیا گیا ہے۔ جس کا نشانہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کا قانون تمام دوسرے قانونوں پر غالب رہنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ یہ نصب العین قرآن حکیم کے بین الاقوامی غلبے کے بغیر حاصل نہیں

ہو سکتا اس لئے اس صورت میں آنے والی بین الاقوامی جنگوں کی طرف بھی صاف الفاظ میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔ پھر اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ قوی انقلاب کی تکمیل کے بغیر کوئی بین الاقوامی انقلاب سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ اور قوی اور بین الاقوامی انقلابوں کے لئے نہایت اعلیٰ درجے کے ضبط کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس صورت میں اس قسم کے ضبط کی حد یہ بیان کی گئی ہے کہ جو شخص قرآن حکیم کی انقلابی جماعت میں شامل ہو کر اس کے کسی حکم کو ماننے سے انکار کر دے اسے سخت سے سخت سزا دی جاسکتی ہے یہاں تک کہ آخری حالت میں موت کی سزا بھی مل سکتی ہے۔ پھر اس قانون کے ماننے والوں کی حالت بھی یہ بیان کر دی ہے کہ وہ ان لوگوں پر پڑی سے پڑی سختی کرنے کو تیار ہیں جو اس قانون کو تسلیم کرنے سے انکار کر کے طائیفہ میدان جنگ میں اتر آئیں۔

اس قسم کی نئی جماعت جب قلع ہو کر پرانے رجعت پسندی کے دور کو ختم کر دینا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ سوسائٹی میں نئی تہذیب کی بنیاد رکھے۔ وہ نئی تہذیب اس نئے نظام کی پوری طرح منسوب ہوتی ہے۔ جب سوسائٹی اس نئی تہذیب میں پرورش پانے کی ملوی ہو جاتی ہے تو اسے نئے نظام پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اگر فقط حکومت میں تبدیلی پیدا کی جائے اور تہذیب پہلی ہی قائم رکھی جائے تو چند دنوں کے بعد ویسی ہی رجعت پسند جماعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے انقلابی جماعت رجعت پسندی کا دور ختم کرنے کے لئے عموماً "نیا مرکزی شہرستانی" ہے جس میں نئی تہذیب منظم کی جاتی ہے۔ اسلام کی سیاسی قوت فتح مکہ کے وقت سے شروع ہوتی ہے اور مکہ حجاز کا پرانا مرکز تھا۔

نئی تہذیب کے لئے ایک نئے مرکز کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے واسطے مدینہ طیبہ میں رہنا آسان کر دیا۔ مدینہ منورہ کی حالت شروع میں شہر کی نہ تھی۔ وہ چند بستیوں کا مجموعہ تھا۔ جن میں نصاریٰ و یہود کے قبیلے بستے تھے۔ انہی میں بنی نضار کی بستی تھی۔ جس میں حضرت نبی اکرم ﷺ نے مسجد بنائی۔ اور اس مسجد اور بستی کو نئی تہذیب کا منبع بنایا۔

سورہ حجرات کے ساتھ ربط : اس نئی سوسائٹی کی تہذیب جن قاعدوں پر چلے گی ان کا ذکر سورہ حجرات میں آتا ہے۔





(بقیہ تفسیر سورۃ منافقون)

### منافقین کی ظاہری حالت

اگر ان کی صورتیں دیکھو تو بھلے آدمیوں کی سی نظر آئیں گی۔

وَلَا يَقُولُوا نَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ

اگر وہ باتیں کریں تو سننے کو خواہ مخواہ جی چاہتا ہے۔ تقریر خوب کر سکتے ہیں اور ایسی لہجے دار باتیں کرتے ہیں کہ سننے والا چاہے کہ سنتا ہی رہے۔

### منافقین کی حقیقت

لیکن حقیقت میں شک لکڑیاں ہیں جنہیں گویا دیوار سے ٹک لگا کر کھڑا کر دیا گیا ہے سر سبز نہیں ہیں کہ آپ ہی کھڑی رہیں وہ گویا لکڑی کی خوبصورت پتیاں ہیں جن میں عمل کی طاقت نہیں ہے۔

يَحْسِبُونَ كُلَّ صَبِيحَةٍ عَلَيْهِمْ

بلند آواز سے زور سے بات کی جائے تو اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ اسے اپنے لئے مضر سمجھتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ آہستہ بات کی جائے آہستہ اس لئے کہ کوئی سلیم الفطرت انسان سن کر عمل نہ کرنے لگ جائے جس سے انقلابی پارٹی پیدا ہوتی ہے اس لئے وہ آپس ہی میں سرگوشیاں ہی کرتے رہتے ہیں اس تحریک کو عدو میں لانا مضر سمجھتے ہیں۔

هَمَّ الْعُلُوَا

تحریک کے اصل دشمن یہی ہیں۔ اس لئے کہ یہ تحریک کی عام دعوت کو روکتے ہیں۔

فاحذرهم

ان سے ہمیشہ بچتے رہو اور تحریک کے مرکز کے قریب نہ آئے دو۔

قَاتِلْهُمْ اَللّٰهُ

## منافقین کو قتل نہ کیا جائے

اللہ انہیں ہلاک کرے گا کوئی صورت ایسی پیدا ہو جائے کہ یہ خود بخود مر جائیں گے اس قسم کے لوگوں کی عہد آہلاک کرنے سے فساد پیدا ہو سکتا ہے اور خدا ہی انہیں سیٹ لے تو اچھا رہتا ہے۔

انہی یوفکون

کیسے پھرے جاتے! انہیں سمجھایا جائے تو بات سمجھ جاتے ہیں مگر پھر ابھی پھر جانے کا ڈھنگ نکال لیتے ہیں اعتراض بھی نہیں کر سکتے مگر کام بھی نہیں کرتے یہ بھی ثابت نہیں ہونے دیتے کہ یہ دین سے پھر گئے ہیں یہ ان کی عقلندی ہے کہ پھرے ہوئے ہونے کے باوجود پھرا ہوا ہونا ظاہر نہیں ہونے دیتے۔

(5) وَلَئِذَا قِيلَ لَهُم تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوُدَ رَسُولُ سَهْمٍ

وَرِائِهِمْ يَصْلُونَ وَهُمْ مَسْتَكْبِرُونَ ○

ترجمہ: اور جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تاکہ اللہ کا رسول تمہارے لئے بخشش طلب کرے تو یہ لوگ اپنے سروں کو پھیر لیتے ہیں اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ منکبرانہ انداز کے ساتھ بے رخی برتتے ہیں۔

ان کی غلطیاں معمولی نہیں ویسی نہیں جیسی ایک سلیم الفطرت انسان سے کبھی کبھار ہو جاتی ہیں اس قسم کے انسان کو اس کی غلطی کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو وہ اسے تسلیم کر لیتا ہے مگر انہیں متوجہ کیا جاتا ہے تو یہ غلطی کے ماننے کو تیار نہیں ہوتے ان سے کہا جاتا ہے کہ تم سے اتفاق سے غلطی ہو گئی آؤ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جا کر اقرار کر لو وہ اللہ سے تمہارے لئے دعا کریں گے۔

لَوُدُ سَهْمٍ

وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوتے اور سر پھیر لیتے ہیں۔

يَصْلُونَ وَهُمْ مَسْتَكْبِرُونَ ○

وہ کہتے ہیں کہ ہم کیسے اعتراف قصور کریں وہ محسوس کرتے ہیں کہ اس طرح ان کی توہین ہوتی ہے چنانچہ ایک دوسرے کو روکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر اعتراف نہ کریں۔

(6) سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا

### بہدی القوم الفسقین ○

ترجمہ: اے پیغمبر ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ آپ ان کے لئے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز معاف نہیں کرنے کا بے شک اللہ تعالیٰ ایسے انسانوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔

### منافقت روکنے کی انسانی تدبیر

رسول اللہ ﷺ چاہتے ہیں کہ سوسائٹی میں احکام الہی کی نافرمانی کا مرض عام طور پر نہ پھیلے اس لئے ان خطا کاروں سے کہا جاتا ہے کہ تم سے غلطی بھولے سے ہوتی ہے آؤ ہم تمہارے لئے مغفرت طلب کریں مگر خدا تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ تمہاری یہ شفقت ان منافقین کے لئے مفید نہیں ہوگی تمہارا ان کے لئے مغفرت طلب کرنا یا نہ کرنا برابر ہے اللہ انہیں نہیں بخشنے گا۔

### ان اللہ لا یہدی القوم الفسقین ○

اس قسم کے قصدِ بدکاری کرنے والے لوگوں کو جو قانونِ حقنی کو عادت بتائیں ہدایت کا کوئی سامان نہیں دیا جاتا انقلابی جماعت میں اس قسم کے منافقین کو راہ نہیں دی جاتی۔ ایسے لوگ ہوتے ہوئے رجعت پسند جماعت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

(7) ہم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا وللہ خزائن السموات والارض ولكن المنفقین لا یفقیہون

ترجمہ: یہ لوگ وہی تو ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس رہے ہیں ان پر کچھ خرچ نہ کرو تاکہ وہ خود بخود منتظر ہو جائیں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ آسمانوں کے اور زمین کے تمام خزانے اللہ ہی کے ہیں لیکن یہ منافق اس کی بات ہی نہیں سمجھتے۔

### منافقین کا طریق کار

منافقین کے افعال بتدریج انقلابی تحریک کی مخالفت پر ختم ہوتے ہیں وہ انقلابی تحریک کی دو طرح مخالفت کرتے ہیں۔

## انقلاب کی مالی امداد سے دست کشی

لَا تَنْفَعُوا عَلِيًّا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُوا

وہ اس انقلابی تحریک کی مالی امداد بند کر کے اسے برباد کر دینا چاہتے ہیں وہ سازش کرتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوتے ہیں اور کام کرتے ہیں انہیں خرچ مت دیا کرو جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ یہ لوگ منتشر ہو جائیں گے۔

وَاللَّهُ خَزَائِنُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ

حقیقت یہ ہے کہ ان منافقین کی شرارتوں سے انقلابی کارکن یعنی مسلمان بھاگیں گے نہیں اور نہ دل تنگ ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں اور خزانے سے عطا فرمادے گا صرف ان منافقین کے پاس ہی دولت نہیں ہے۔ اگر یہ اپنی امداد بند کر دیں گے تو اللہ کسی اور کے دل میں ڈال دے گا وہ ان کارکنوں کو کھانے وے گا زمین آسمان کے سب خزانے اللہ کے ہیں خدا جانے کس خزانے سے انہیں رزق پہنچ جائے گا رزق نہ پہنچنے کی وجہ سے تو وہ منتشر نہیں ہوں گے۔

(8) يَقُولُونَ لَنْ رَجِعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لِيُخْرِجَنَا مِنْهَا الْأَذِلَّةُ

لِللَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ

ترجمہ: نیز یہ منافق یوں کہتے ہیں اگر اب کے ہم لوٹ کر مدینہ پہنچے تو عزت والا وہاں سے ذلت کے والے کو نکال باہر کرے گا حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے لئے ہے لیکن یہ منافق اس بات کو نہیں جانتے۔

## انقلابیوں کے اخراج کی سازش

ان کی دوسری کوشش یہ ہے کہ انہیں اس سرزمین سے ہی نکال دیں جو اب انقلاب کا مرکز بن گئے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینے کی طرف واپس گئے (یہ واقعہ سفر میں پیش آیا) تو ”عزت والے لوگ“ ذلیل لوگوں کو نکال باہر کریں گے۔

منافقوں کا سردار عبد اللہ بن ابی اپنے آپ کو عزت والا سمجھتا ہے اور

رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) ”ذلیل“ قرار دیتا ہے ان لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں کہ حقیقی عزت تو اللہ، رسول اور مومنین کے لئے ہے مومنین کو عزت کہاں سے نصیب ہوگی؟ اس کا ان منافقین کو علم ہی نہیں جب رئیس المنافقین (عبداللہ بن ابی) کے بیٹے کو معلوم ہوا کہ اس کے باپ نے کہا ہے ”عزت والا“ ذلیل کو مدینے سے نکال دے گا وہ اس قول کا مطلب سمجھتا ہے اس نے مدینے میں اپنے باپ سے کہا ابا! اپنے آپ کو ذلیل کہہ ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا اللہ کی قدرت دیکھو عبداللہ بن ابی کو یہ لفظ کہنے ہی پڑے۔

اسی طرح احکام الہی کی تکمیل سے جان چرانے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جان چرانے والا شخص اسی پر اکتفا نہیں کرتا کہ خود عمل نہیں کرتا بلکہ آخر کار وہ مخالفانہ قوت پیدا کر کے قرآنی انقلابی مرکز کو برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنے آپ کو روپے والا اور عزت والا مانتا ہے اور اس زعم میں وہ حق کی مرکزی طاقت کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

### ایک پیش گوئی

ان آجوں میں یہ سمجھا دیا کہ یہ لوگ اسی کوشش میں ناکام رہیں گے اور قرآن کی طاقت کو توڑ نہیں سکیں گے۔ قرآن حکیم کی تحریک نہ روپے پیسے کی جنگی بے ثمر ہوگی نہ اس کی مرکزی طاقت کو زمین سے مٹایا جاسکتا ہے چنانچہ مدنی انقلابی تحریک کی کامیابی ایک تاریخی حقیقت بن چکی ہے لیکن منافقین کا نام و نمود بھی نہ رہا۔

### نفاق کا انسداد

اب ایسے اعمال بتائے جائیں گے کہ نفاق پیدا نہ ہو۔

(9) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ لَا مَنَ وَالَا تَلْهَكُم مَّوَالِكُمْ وَلَا لَوْلَا دَكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَاُولَئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ○

ترجمہ: اے ایمان والو تمہارے مال اور تمہاری اولاد تم کو خدا کی یاد سے

غافل نہ کر پائیں اور جو ایسا کریں گے تو وہی لوگ سخت نقصان میں رہیں گے۔

ذکر اللہ سے مراد قرآن حکیم ہے۔

## قرآن کے علوم کے حصول کو مقدم کرو

قرآن حکیم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے مال اور اولاد کے بکھیروں کی وجہ سے پیچھے نہ رہ جاؤ ایمان حاصل کرنے کا صحیح طریق یہ نہیں ہے کہ پہلے اپنے بچوں کے لئے مال و زر جمع کرنے میں لگے رہو فرصت ملی تو قرآن بھی پڑھ لیا صحیح طریقہ عمل یہ ہے کہ اچھا وقت اور اچھی طاقت قرآن حکیم سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں صرف کی جائے۔ پھر جو وقت اور طاقت بچ رہے وہ مال بچوں کے جھگڑوں اور دولت کے بکھیروں میں صرف کی جائے۔

ومن يعفل ذلک فاولئک هم الخسرون ○

جو شخص مال و دولت کے جھمیلوں کو ذکر اللہ پر مقدم کرتا ہے وہ دماغی قوت وغیرہ تو دولت کمانے میں صرف کر لیتا ہے اور جب اعضاء و قوتی مضطرب ہو جاتے ہیں تو کہتا ہے لاؤ تھوڑا سا قرآن بھی پڑھ لیں جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ نقصان میں رہیں گے انہیں حقیقی علم حاصل نہیں ہو گا وہ بظاہر تو قرآن حکیم کے عالم ہوں گے لیکن ان میں طاقت عمل نہیں ہوگی۔

وانفقوا من مآرزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب

لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین ○

ترجمہ: اور ہم نے تم کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے خیرات کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور وہ آثار موت کو مشاہدہ کر کے یوں کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار تو نے مجھ کو اور تھوڑے دنوں کی مہلت کیوں نہیں دی تاکہ میں خوب خیرات کرتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا۔

## مال خرچ کرنے کی ضرورت ہو تو تاخیر نہ کرو

جس طرح ذکر اللہ کے سمجھنے میں تاخیر کرنے سے یہ نقصان پہنچتا ہے کہ صحیح معرفت دماغ میں نہیں بیٹھتی اسی طرح مال و دولت جو اللہ کے لئے صرف کرنی ہو (یعنی دینی کام پر لگانی ہو) اسے فوراً دے ڈالنا چاہیے اس میں تاخیر کرنے سے بعض

اوقات برا نتیجہ پیدا ہوتا ہے مثلاً انسان مرجاتا ہے اور مرتے وقت یہ حسرت پیدا ہوتی ہے کہ کاش میں اپنی دولت کسی اچھے کام میں صرف کرتا۔ موت کا وقت معلوم نہیں ہے اس لئے جو روپیہ اچھے کام میں صرف کرنا ہو اسے فوراً خرچ کر ڈالنا چاہیے تاکہ پھر یہ نہ کہنا پڑے کہ اگر میں زیادہ دن زندہ رہتا تو یوں کرتا اور اللہ کے سامنے جا کر یہ بہانہ بنائے کہ اگر مجھے مہلت ملتی تو یوں کرتا کچھ دن زندہ رہتا تو نیک بننا اور مال دینا اس وقت یہ سب بے سود ہو گا اس لئے جو کچھ کرنا ہے اب کرلو۔

(11) وَلَنْ يُوْخِرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَاءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ  
ترجمہ: اور جب کسی جاندار کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز مہلت نہیں دیا کرتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سب سے پوری طرح باخبر ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ اس مال و دولت کی خاطر اس قانون کو بدل دے۔ جس کے مطابق اسے مارنا ہے؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ ان باتوں میں جلدی کرو! جب انسان بنایا گیا اس وقت اس میں چند محدود قوتیں رکھی گئیں یہ عقلمندی ہیں جن کے ماتحت یہ قوتیں رکھی گئیں ہیں اس حد بندی کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنی قوتوں کے مطابق وقت پر مرجاتا ہے جو حد بندیاں لگائی گئی ہیں وہ ایک سلسلہ عظیم کے ماتحت ہیں تو کیا اس کم دل کے چار پیسوں کی خاطر وہ سارے سلسلہ قانون کو بدل دے؟ یہ کبھی نہ ہو گا کہ قانون کے مطابق وقت آجائے تو اسے اور زندگی دی جائے اللہ ایسا کبھی نہیں کرے گا۔

وَاللّٰهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○

### ایک استثناء

جو کچھ تم کرتے ہو اور جو تمہارے ارادے میں ہے اللہ سب کی تہ تک سے واقف ہے۔ اگر کسی شخص نے اللہ کے کام میں روپیہ دینے میں کسی صحیح ضرورت کی وجہ سے تاخیر کی ہے مگر اس نے دینے کا پختہ ارادہ کر رکھا تھا اور اتفاق

سے وہ روپیہ دینے سے پہلے مرگیا تو اس کا یہ عمل ضائع نہ ہوگا البتہ بے ضرورت  
تاخیر کی پوچھ ہوگی۔

(سورۃ منافقون کی تفسیر تمام ہوئی)